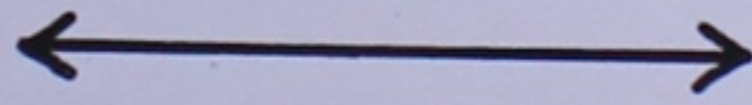


حق و باطل کا عظیم معرکہ

مقدمہ مرزائیت بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا



جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب مختار مسماۃ عن سلام عائشہ مدعیہ

جس میں

جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین ساطع و دلائل قاطع
سے نہایت مدلل و جامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیت
کا کفر و ارتداد پورے عالم میں ابیض من الشمس کر دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حق و باطل کا عظیم معرکہ

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب مختار مسماة غلام عائشہ مدعیہ
جنس میں
جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین ساہل و دلائل قاطع
سے نہایت مدلل و جامع جواب پیش کر کے فرقہ قتالہ مرزائیہ
کا کفر و ارتداد پورے عالم میں ابیض من الشمس کر دیا۔

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) عاڈیٹورس روڈ لاہور

مقدمہ مرزا نئیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

تاریخ طبع

۲ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء

طابع _____ محمد ریاض
مطبع _____ محمود ریاض پرنٹرز
ہجویری پارک - لاہور
تعداد _____ ایک ہزار

ملنے کا پتہ

- ۱ : اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) - ڈیویس روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۹۰۰ لاہور ۵ فون: ۳۰۳۲۰۳
۳۰۳۳۰۶
- ۲ : سید رشید احمد انڈرانی، ۳۱-بی ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: ۸۵۲۲۲۱
- ۳ : مکتبہ نبویہ، گنج بخش، لاہور۔
- ۴ : میر عبدالقادر عبدالغنی اینڈ برادرز ریجنل بسیرا، محلہ میر سراج الدین صاحب، بہاولپور، فون: ۶۳۶۶
- ۵ : محمد منشاء ۱۵۸ بیت البدر، عظیم روڈ، بہاولنگر

مقام اشاعت

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) - ڈیویس روڈ، لاہور

ترتیب

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختار مسماة غلام عائشہ مدنیہ

۱۲۵۵

عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور سے مقدمے کی واپسی پر جب از سر نو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطور مختار مدعیہ پیروی مقدمہ کی ۱۹۳۳ء میں جب فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے شہرہ آفاق راس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفا صاحب بطور خاص دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کو فن مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔

جلال الدین شمس کی تحریری بحث کا نہایت جامع اور مدلل جواب الجواب قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا، جس کے بارے میں علماء ربانی نے تحریر فرمایا ہے۔ تردید مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ادارہ _____

جواب الجواب مسماة غلام عائشہ مدعیہ

مدخلہ ۲۸ اپریل لغایت ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

ایمان و اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين
اصطفى و افضل الصلوة و اكملها على حبيبہ سید الوری و علی الہ واصحابہ مصابیح الدجی
اقابعد :

تمہید: الحمد لله کہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنی لا طائل بحت تو درکنار اس کے قریب بھی نہ پہنچا۔ اس
نے عاجز آکر جواب میں دیدہ دانستہ محض لاجواب ہونے کی وجہ سے وہ پوائنٹ ہی سچا گیا۔
جن پر بحت مبنی تھی باوجود اس کے میں بحول اللہ و قوتہ کے دعویٰ کے ساتھ علی و جہہ البصیرۃ کہہ سکتا
ہوں کہ اگر اس طولانی بے معنی بحت کو اس کی خاطر کوئی نیک طینت اور رحم دل انسان اعلیٰ پایہ کی خدا نخواستہ
بحت ہی مان لے پھر بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد اس قدر اٹل ہے کہ وہ بدستور قائم رہتا ہے
اور کوئی بھی عنوان تک بدلنا نہیں پڑتا کیونکہ ہماری بحت کا بجز اللہ کوئی بھی ہیڈنگ ایسا نہیں جس میں ایک دو
تین بلکہ متعدد حوالے ایسے لاجواب نہ رہے ہوں جن کا جواب تو کجا ذکر و اشارہ تک دیدہ دانستہ ترک کر کے
مختار مدعا علیہ اپنے عجز اور ان کی لاجوابی کا اقرار نہ کر چکا ہو اور چونکہ شہادت کی طرح بحت بھی جامعہ
کی مرتبہ ہے لہذا تمام جماعت کے نزدیک) پس مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد لاجواب و اٹل
ہے بجائے کسی جواب کے اگر میں ان لاجواب حوالوں کو جمع کروں تو بھی میری بحت ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور اٹل و
لاجواب رہے گی (مثلاً بحت کے ہیڈنگ لا الہ الا اللہ کا پہلا نمبر الوصیۃ - الخ) جس کا کوئی ہیڈنگ بھی ان شاء اللہ بدلنا
نہیں پڑے گا اور میری بحت کو لاجواب ہونا ہی تھا کیونکہ آقائے کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کٹنے والوں ان کے مقدس ناموس پر حملہ کرنے والوں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو کوئی
تاویل، کوئی آڑ کائنات عالم کا کوئی ذرہ پناہ نہیں دے سکتا ہے

کچھ اس طرح سے کیا میں نے شکوہ و الحاح
نکالیں جھک گئیں ان سے نہ کچھ جواب بنا

میں ان شاء اللہ العزیزہ درمیان میں ان لاجواب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آخر میں ان
کی ایک مکمل لسٹ دوں گا جو مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کی ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت باقی
رہنے والی دستاویز ہوگی۔

اصل جواب الجواب

اس اجمالی تمہید کے بعد کسی مفصل جواب کی حاجت نہ تھی مگر صرف دنیا پر اس جماعت کا دجل و فریب آشکارا کرنے کے واسطے کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں۔
مختار مدعا علیہ کے افتتاحی کلمات۔

”مبادی بحث بعد میں ہوں گے آج میں اس سوال کو لینا ہوں کہ مختار مدعیہ نے عقائد مدعا علیہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ نے جواب دعویٰ میں صاف طور پر بیان کر دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں؛
یہ فرمانا کہ مبادی بعد میں آئیں گے عجیب الٹی منطق ہے کون نہیں جانتا کہ مبادی مقاصد کے بعد نہیں آتے۔
ہاں قادیان کی الٹی گنگا کا ہمیں علم نہیں باقی مدعا علیہ کا اقرار اسلام درست مگر ساتھ ہی مدعا علیہ کو اپنی مرزائیت (احمدیت) اور مرزا کی نبوت اور وحی کا بھی تو اقرار ہے گویا وہ تمام کفریات جو خاصہ مرزائیت و احمدیت ہیں اور جن سے مرزا صاحب کی کتب بھری ہیں مدعا علیہ کے ایمانیات کا جزو اعظم ہیں۔ سے
زاہد التبیح میں زنا کا ڈورانہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف

مرزائیت سے توبہ کر ڈالنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغوش اس کے لیے کھلا ہے اور ہم غلاموں کی آنکھیں بھی اس کے لیے فرشِ راد ہیں۔

جواب بحث :-

اپنا اور مرزا صاحب کا ایمان و اسلام ثابت کرنے کے واسطے جس قدر آیات و احادیث و اقوال فقہاء و متکلمین و عبارات مرزا صاحب پیش کی ہیں یہ وہی شہادت کا گذرا ہوا مجروح سبق (بیچائی سے) مکرر دہرایا گیا ہے جس کا دندانِ نسنک جواب ۱۸ اکتوبر ۲۳ء کی بحث میں مکمل دیا جا چکا جس کے لاجواب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ مختار مدعا علیہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی اور اس ادعا کے کہ اس کے پاس مختار مدعیہ کی بحث لفظاً بلفظ لکھی ہے مخصوص بنیادی پوائنٹس میں سے ایک حرف کا جواب گجا اشارہ تک نہیں کیا۔ ملاحظہ عدالت کے واسطے اس کے مکرر سے کا بالاختصار اعادہ کرتا ہوں۔

(۱) ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلامی عقائد بھی تھے ورنہ مادر زاد کافر کہا جاتا مگر یہ کا حکم نہ لگتا۔

(۲) ان آیات امن الرسول وغیرہ اور احادیث بنی الاسلام وغیرہ نیز کتب فقہ و عقائد میں جس قدر ایمان کے

ارکان مذکور میں یہ ضروری تو ہیں مگر ایمان کے واسطے کافی نہیں ان کے باوجود بھی انہیں جو ستم بھیل
 نمر (نیز دیگر کفریات) یا بقول مرزائیاں مرزا صاحب کے انکار یا ان کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے کافر ہو سکتا
 سے ملاحظہ ہو جو ح گوادہ کے کم دے مارچ ۲۳ء لہذا باوجود بقرض محال ان تمام ایمانیات کے عارضے
 قائم کردہ اور خصوصاً لاجواب کفریات کی وجہ سے یہ صحیح نہیں کہتے کہ ایمان و اسلام بنیامت تک کسی طرح ثابت
 کر سکتے ہیں۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی عبارت اور دعاوی یہ صرف زبانی ادعا اور محض مغالطہ جو کہ بحث میں منسلک بنا یا گیا
 چکاتے اور بقدر ضرورت مختصراً آگے عرض ہو گا یہ قابل ملاحظہ ہے کہ ادما ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کا انکار۔ جہاد جیسے عظیم الشان مسئلہ کو خراب بتا کر محض رضا برائی
 برائش گورنمنٹ کے لیے دین سے اخراج پھندہ ماہوار کی جدید زکوٰۃ کا اضافہ دسمبر کے جلسہ کو جیتتی رہ
 اصلی حج قرار دینا باری تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حشر و نشہ کا انکار اور
 فلاسفہ کی پیروی۔ اپنے تمام نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر و تذلیل بلکہ بیعت میں شامل کرنے والے تک
 کو پکا کافر بتانا باری تعالیٰ کی توہین اس کے تقدس و جلال پر بیہودہ فسارلی اور مشرکین جیسے ناپاک
 حملے کشفی طور پر اس سے عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ ہمسری کا دعویٰ تمام انبیاء اولوالعزم علیہم السلام کی کہ
 سید الانبیاء کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ سب کی منہ بھر کے توہین ذلیل و العیاذ باللہ بیعت رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً سیدنا علی مرتضیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما و حضرت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سیدہ فاطمہ الزہراء کی زہر گلانہ ناقابل برداشت گندی توہین خلفاء راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین تمام
 انقلاب و ابدال غوث اولیاء اللہ سب سے بڑی کا دعویٰ بلکہ دل کھول کے توہین کتاب اللہ پر یہ
 اپنی خرافات وحی کی طرح ایمان رکھنا احمادیت نبویہ جو اپنی تراشیدہ وحی کے خلات ہوں ردی کی مسرت
 پھینکنا اپنے مقبرہ کو بستی مقبرہ بنانا حرم نبوی اور خصوصاً القاب نیز اپنی بہریوں کو اہمات المؤمنین کے
 القاب استعمال کر کے منہ چڑھانا کو تسادہ کفر ہے۔ جو مرزا صاحب یا مرزائیوں نے ترک کر
 دیا ہے۔

تم گریباں میں منہ ڈال کے خود ہی سوچو۔
 ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہوگی

شیطان لعین ایک کفریہ اور ایک نبی کی توہین کر کے عیشہ کے بیسے مردود بارگاہ ہونے اور یہ بزرگ سب
 پھریں اور پتے سے مقربہ بسوخت عقل زحیرت کہ ایچہ ہوا بھی است۔

(۴) یہ تمام امور ایمانیہ حقیقتاً اور معنیٰ بدرجہ اتم مدعیہ اور اس کے ہم عقیدہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہیں پھر بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے خواہ بچاروں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکے کافر ہیں یہ تمام امور ایمانیہ باوجود کوئی کفر نہ ہونے کے صرف مرزا کی بیعت میں داخل ہونے سے کافر ہونے سے نہ بچا سکیں اور مرزائی سینکڑوں کفریات کے باوجود انہی امور سے پکے مسلمان رہیں کچھ تو شرم چلبیٹے سے

جیادوسم بولتی کہیں زمانہ میں ،

تو ہم بھی جیتے کسی اپنے مہرباں کے لیے

مختار مدعیہ کے جواب کی آڑ میں مشار مدعا علیہ کی مغالطہ وہی کی ناکام کوشش مختار مدعیہ کے ہیڈنگ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ مغالطہ ہے کہ یہ پیش کردہ کتب دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہیں۔ ملخصاً۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا بوجہ جواب نہ بن سکنے کے مغالطہ ہے کیونکہ میری بحث میں یہ نہیں کہ ۱۹۰۱ء کے بعد اسلامی عقائد کا نام ہی نہ لیا بلکہ یہ ہے کہ پھر یہ لیے لیے زور دار دعویٰ ذرا اس کے بعد پھیکے پڑ گئے اور یہ بلند آہنگی باقی نہ رہی بلکہ آخر تک مرزا صاحب مغالطہ آمیز عبارتیں بولتے رہے۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان نبوت کا ذب کی غاصبت لازماً یہی ہے کہ وہ دلیل سے کام لیں جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتداد ہے اور مرزا صاحب نے خود دجال کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ غلط ملط کرے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت صحت ۲۰۰ دجال کے لیے ضروری ہے کہ نبی برحق کا تابع ہو کہ پھر شرح کے ساتھ باطل ملاوے اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیابہ نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔

میری بحث کے اصل لفظ ملاحظہ ہوں۔

(۵) ”یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اس وقت تھا جب ادعا نبوت کا سودا داغ میں نہ تھا اور ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور کسی قسم کے نبی کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور لابی بعدی میں تخصیص و تاویل شہادت قرار دیتے تھے اور علیہ السلام کا نبی ہو کر نا مجازی بتاتے تھے ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ حقیقتہ النبوة صفحہ ۸۹ و سران میر صفحہ ۳ و حمانۃ البشری“ اس کے بعد یہ بلند آہنگی نہ رہی۔

مباقی ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء کی جرح سے گواہ ۲ مدعیہ کا ایک فقرہ لیتا کہ رد ازالہ اوہام کی تالیف تک

مرزا صاحب مسلمان تھے ، یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اس کے بعد بس کفر ہی کفر فرماتے رہے اور یوں ازالہ اوہام جو ۱۸۹۱ء کا ہے اس کے بعد اسلام کا دعویٰ پیش کیا ہے محض بے سود جیلہ ہے۔ اس کے بعد بھی اسلامی تائیس فرماتے رہے ہیں ۱۹۰۱ء

ہرگز نہیں دیا ہے کہ یہ قرآن کی آیات نہیں بلکہ میرے الہامات ہیں اور ان سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں بلکہ میں مراد ہوں مسلمان بچا سے یہ سمجھتے رہے کہ یہ قرآنی آیات آریوں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لیے منتخب کی گئی ہیں جن پر بعد کو دلائل مبنی ہوں گے اور یہی انہیں باور کرا کے ہزاروں کا ان سے چنڈہ وصول کر لیا۔ بعد میں بھی اربعین اور حقیقتہ الوحی ۱۹۰۸ء وغیرہ میں اگر جب نبوت سے پردہ اٹھا مرزا صاحب کے الہام بن گئے اور پہلے تو مصداق باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کبار تھے اور اب وہ سب آیات صرف مرزا صاحب کے واسطے بن گئیں اور ہونا بھی تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر دعویٰ نبوت دجل نہ کرے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر حرف آجائے جن کی نشان گراخی میں ابولہب والبولہب جیسا دشمن بھی "ماجد بنا علیک کذابا" کے متنازعہ فساد پڑھ رہے ہیں۔

البدرا اور اخبار عام کے مخالفہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔
 اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا جس میں دعویٰ نبوت کا ذکر ہے لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے اور وہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین روز قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا الخ۔
 جھوٹ کہنا تو آسان ہے مگر بیخ صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف نسبت کر کے ثابت کرنا دشوار ہے مختار مدعیہ کا دعویٰ تو اس وقت جھوٹا ہو سکتا تھا کہ اس نے اخبار بدر ۱۹۰۸ء مارچ سے جو یہ حوالہ پیش کیا کہ ہم خدا کے حکم سے نبی اور رسول ہیں۔
 مختار مدعا علیہ اخبار عام سے اس سے رجوع اور انکار ثابت کر دیتے کہ میں اب دعویٰ نبوت و رسالت سے باز آتا ہوں میری غلطی یا داعیِ خلل کا نتیجہ دعویٰ نبوت تھا پھر ہم بھی مرزا صاحب کو اسلامی لفظوں سے یاد کرتے آج مختار مدعا علیہ یا ان کے ہم عقیدہ اس کفریہ عقیدہ سے تائب ہو جائیں پھر تو مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنی آنکھیں فرس راہ کرتے نظر آئیں گے۔
 مختار مدعا علیہ نے یا غور نہ فرمایا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو سیدھا سادا سمجھ کر اخبار عام کا خط

نقل کر دیا کہ شائع ہونے پر عوام بڑبڑائیں گے نہیں صرف ہیڈنگ سے مغالطہ کھا جائیں گے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ خط ایک عدالت عالیہ میں پیش کر رہا ہے جہاں وہ ہر طرح پرکھا جائے گا۔ اس خط میں دعویٰ نبوت سے دست برداری یا اس پر توبہ و ندامت تو درکنار اسی عظیم الشان کفر پر کیا گیا۔ . . . بار بار نہ صرف اقرار ہے بلکہ اسی پر اس وقت تک باقی رہنے کو فرمایا جاتا ہے جب تک دنیا سے گذریں اس خط کے فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

”میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں“

”اے میرا نام نبی رکھا ہے“

”سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو گنہگار ہو گیا۔“

”اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔“

”میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں۔“

”میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں۔“

”مرزا صاحب نے اس وقت بھی ہماری ہی تابعداری نہ مختار مدعا علیہ کی اسے نہ پیش فرماتے تو شاید اچھا ہوتا۔“

صدافت پھپ نہیں سکتی ہے نیکمل ہی جاتی ہے

زیب خانے کی پاک دامن ماہ کنعاں کا

یہ کہنا کہ میں ایک ایسا نبی ہوں ویسا نہیں بے سود ہے کیونکہ قرآن و احادیث و کتب عقائد کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ ہر قسم ساد دعویٰ نبوت ظلی ہو یا بروزی مستقل ہو یا تابع شریعت ہو یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعظم ترین کفریات سے ہے علاوہ بریں کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میری نبوت کا معنی کثرت مکالمہ وغیرہ ہیں یہ بھی وہی مغالطہ ہی ہے جب کہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ سوا صاحب شریعت کے اور کسی بلعم وغیرہ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا نہ صاحب شریعت نبی کے شریعت کے علاوہ کسی کا منکر کافر ہوتا ہے اس کے بعد اپنے منکرین کو محض انکار کی بنا پر کھلے بندھن کافر بھی بنا گئے۔ گویا کہ اپنے ہی اقرار سے مرزا صاحب شرعی نبی بن گئے۔

عہد مدعی لاکھ پہ بھاری سے شہادت تیری۔

یہ بار بار کہنا کہ میں قرآن کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف نہیں میری گردن اسی جوئے کے نیچے ہے۔ باوجودیکہ وہ جو کب کا اتار پھینکا تمام دین کو برباد کر دیا اللہ و رسول کے علم بغاوت بلند کر چکے نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے۔

اس ہیڈنگ کے لاجواب پوائینٹ۔

ابتدا حصہ کے تینوں نمبر جس کا ہیڈنگ تفریق اسلام مدعیہ و مدعا علیہ جس میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ مدعیہ یقیناً مسلمان ہے اور مدعا علیہ کے کفر میں شک نہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ نوٹس بحث مختار مدعیہ۔

اسلام کا سنگ بنیاد

لا الہ الا اللہ - محمد رسول اللہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - پھر مزائیوں کا ایمان نہیں لا الہ الا اللہ اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے جس تحمیر کا اظہار کیا ہے اور ان عیوب پر جن لغو طرق سے پر وہ ڈالتے کی لغو کوشش کی ہے اس کو بے کرنے سے قبل یہ عرض کر دوں کہ میرا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب اور کسی مزائی کا جب تک وہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھنے نہ لا الہ الا اللہ اصل اصول ایمان پر ایمان ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے بدستور اہل قائم ہے شائع ہونے پر کوئی ان سے حسن ظن رکھنے والا آنکھیں بند کر کے ان کی ساری مخالط آمیز رکیک تاویلات خدا نخواستہ عقل و دانش کا خون کرتے ہوئے صحیح و درست بھی تسلیم کرے پھر بھی تمام بنیادی حوالے جن پر اس دعویٰ کا مدار ہے ایسے لاجواب ہیں کہ ان کا جواب بھی مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ نام تک نہ لیا اس ہیڈنگ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ عدالت عالیہ کی نظر عالی میں پوشیدہ نہیں۔

تاویلات رکیکہ کی حقیقت

(۱)

راہبنتی فی المناہعین اللہ و تیقنت انہ ہو تمام نمبر چھوڑ کر لا الہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت کے بارہویں نمبر کا جو کفریہ بعنوان اوعاء عینت باری تعالیٰ عقیدہ نقل کیا گیا ہے سب سے پہلے اس کے واسطے ایک طویل عبارت

پیر و قلم فرمانی سے جس کا خلاصہ سات امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے؟

(۲) نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ روایہ ہے۔

(۴) اس میں بے کہ خواب ہی میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کرنا ضروری نہیں۔

(۷) تعریباً اُنھ حوالے قطع و برید کر کے احادیث و صوفیاء کرام کے بے محل اور بے جوڑ بطور نظیر لکھے

کئے ہیں۔

نمبر وار مفصل جواب عرض ہے

جواب

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہ سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں۔ اور کیسے سمجھے تیقنت اتنی ہند

خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں ہو ہوا خدا ہوں۔

(بطور ملہ معترضہ)

(۲) اور نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

جواب آخر تک اسی ذہن میں رہے مختار مدعا علیہ کو تعلید میں نہ نظر آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے

آئینہ کمالات جو فروری ۱۹۲۳ء کی تصنیف ہے اس کے بعد پیکر سیالکوٹ جو ۱۹۰۴ء کا ہے

بندوں کے لئے خدا کا آثار بن رہے ہیں۔ اس آئینہ کمالات کے بعد کی کتاب البریۃ صفحہ ۷۶ میں

الہام موجود ہے..... خدا تیرے اندر تر آیا۔ خطبہ الہامیہ میں بھی اپنی خدائی پر قائم اور حقیقتہ الوحی کی

تصنیف تک جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ایک سال قبل وفات سے مالک کن نیکن بنے بیٹھے ہیں۔

تفصیل کے واسطے میری بحث جہاں کفریات کا شمار کرایا ہے ملاحظہ ہو چہی تو وہ تریاق القلوب،

صفحہ ۳۹۷ پر ہے خدائی زمین نئے آسمان ماننے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اسی کشف کی تفسیر

ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں خود خدا بن کر ایک جدید نظام نیا آسمان نئی زمین تیار کی ہے پھر

تریاق القلوب ۱۹۱۹ء صفحہ ۳۶ پر فرماتے ہیں: "نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک

ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور براہیم اور یعقوب

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا بننا ہو یقین نیا موشلانے ہوں۔“

اگر مرزا صاحب اور ان کے یہ زمین آسمان مراد نہ ہوں تو جدید نہ ہوں گے ہمارا خدا قدیم و ازلی زمین آسمان پر سے سب تو مرزا صاحب کی خود شہادت سے اب تو انکار نہ ہوگا۔

جادوہ جو سپر پر چڑھ کے بولے

کیا لطف جو غیب پر پردہ کھولے (ابوالوفاء)

(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ رویا ہے۔“

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا انحراف ہے وہ خود تو ترجمہ رویا نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ہیں: ”اور میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کتاب البریۃ صفحہ ۱۱۱۔“

نیز لفظ ”یقینت انتی ہو“ کہ میں نے یقین کر لیا کہ میں خدا ہی ہوں سے کھلے لفظوں میں اپنی دوائے اور

عقیدہ کا اظہار کر دیا ہے پھر اور عقیدہ کسی چیز کا نام ہے۔ نیز اپنے کشف و الہامات کے متعلق جن کا نام وحی

کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے ان پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ قرآن پاک اور تورات و انجیل پر الخ

(۴) اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں۔“

جواب محض غلط ہے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا ایسا ہوتا تو لفظ قیہ کا اضافہ کرتے۔

(۵) اس سے خدائی کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔“

جواب یہ شاید مختار مدعا علیہ کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا۔ ورنہ وہ تو فرما رہے ہیں کہ میں یقین کئے ہوئے

ہوں کہ خود خدا ہوں یقینت انتی ہو، الفاظ کا زور اور ٹھاٹھ تو ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کیا جانا ضروری نہیں۔“

جواب مگر ممکن تو ہے اور جب وہ خود اسے حقیقت سمجھ رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ خود خدا

ہوں پھر کوئی کیا کرے۔ وہ تو خود اپنے ناطق فیصلہ سے تمام تاویلات کا بیڑا غرق کر گئے۔ ہاں اگر دوسرے

کفریات اس کے موافق نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم بھی ان تاویلات کو بادل ناخواستہ منظور کرتے یا کوئی

اور محمل تلاش کرتے مگر کفر آشکارا ہونے کے بعد تاویل کا امکان ہی نہ رہا۔

(۷) نظام پر پیش کردہ کی اصلی تصویر۔

نوٹ:-

یہ تقریباً تمام وہ تولدے ہیں جو مل پر نہیں آئے۔ اور باوجود اکثر ثبوت طلب اور قابل جرح ہونے کے شہادت میں بچا کر خلاف قانون نظام کی آڑ لے کر پیش کئے گئے ہیں۔ حالانکہ نظیر وہ ہو سکتی ہے کہ فریقین نیز عدالت کو اس کا قابل اعتبار ہونا مسلم ہو۔ ہاں اس کے منطبق و غیر منطبق ناطق و صامت ہونے میں کوئی کلام کیا جا سکے۔

اگر جو بھی بنائی جائے دراصل یہ ایک جدید شہادت سے مگر یہ کہ یہ ریکارڈ میں سے (گو عدالت اس کی پابند نہیں نہ عدالت کے لائق التفات ایسی غیر ذمہ دار چیزیں ہو سکتی ہیں) تو اس کا جواب بھی تبرعاً پیش ہے۔

(۱) حضرت یونس علیہ السلام کا خواب میں گیارہ ستارے اور چاند سورج کو اپنا سجدہ کرتے دیکھنا۔ یہ سجدہ یہ نکالا (تو کیا درحقیقت خدائی کا دعویٰ کر دیا) اور اس میں یہ مقدمہ لگا دیا کہ سورج و چاند صرف خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ اتنی دو خواب تک پہنچے اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور فرشتے خدا کے سامنے اور کو سجدہ نہیں کر سکتے۔ لہذا (عیاذ باللہ) آپ کے نزدیک وہ خدا ہو جائیں گے۔ نیز بعد کے واقعہ کو کیوں نہ لیا کہ ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں باپ نے سجدہ کیا۔ یہ خواب اس واقعہ سے بالکل بے ربط و غیر متعلق ہے۔ ناس میں انہوں نے اپنے آپ کو خدا دیکھا نہ خدائی کا یقین کیا نہ زمین و آسمان تیار کئے نہ آسمان دنیا پرست کے چمکانے۔ ہاں چاند سورج ستاروں کو اپنے سامنے بھگتا اور اپنے آپ کو ان کا قبلہ ضرور دیکھا چنانچہ اس کے بعد ان کے یاروہ بھائیوں اور سردو والدین نے اللہ کے حکم سے انہیں قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ نہ کیا جیسے ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وسالت سے اشیاء غیر معلومہ کا علم حاصل کر کے خدا کے حکم سے حضرت آدم کو قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا تھا۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملائکہ یا سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے عیاذ باللہ غیر اللہ کو سجدہ کر کے مشرک ہو گئے حالانکہ یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے۔ سجدہ صرف خالق کو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں مصرح ہے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کعبہ کو کوئی سجدہ کی وجہ سے مسجود سمجھے۔ حالانکہ کعبہ کی طرف خدا کو سجدہ ہونا ہی یہ بات کہ پھر اور کسی کی طرف کیوں سجدہ نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی نامزدگی اپنی رائے پر نہیں بلکہ خدا کے انتخاب پر ہے۔

یہ مذکور بالا تفسیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ اکابر دین صحابہ و تابعین و علماء راہنہین سے مانوڑ ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگن پہننے کا خواب آپ نے اسے اسی وقت بلا سمجھا اور پھوک کر اڑا دیا ملاحظہ ہو اصل حدیث۔

مخلاف مرزا صاحب کے کہ اس پر ڈٹے رہے اور زینقت انٹی ہوئے سے اپنی خدائی کے لغین ہونے کا تقارہ بجاتے رہے۔ مختار مدعا علیہ اور مرزا بٹوں کے اپنے جذبات کے لحاظ سے بلکہ ہم غلامان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کرتے ہوئے شرم چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کا مقابلہ اور ان کی مثال سید الاولین والآخرین کو پیش جذبات کسے جن کی نظیر نہ مخلوقات عالم میں ہوئی نہ ہو سکے نہ قدرت نے ویسا بنایا نہ بنائے خدا اپنی خدائی میں یکتا دے مثل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدائی میں بے مثل دے نظیر کہاں مرزا صاحب اور کہاں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چراغِ مردہ کجا نور آفتاب کجا
یہ ہیں تبادلت رہ از کجا است تا کجا

ابوالوفاء

اس سے یقیناً مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہیں۔

(۳) حوالہ ارشاد رحمانی۔

(۱) جدید ثبوت طلب غیر مسلم حوالہ ہے۔

(۲) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے حالات بعد میں مرتب کی گئی۔

(۳) آپ کو معلوم نہیں ان کے مریدوں سے پوچھئے کہ اس کتاب کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

(۴) مولانا محمد علی صاحب کو دیوبندیوں کا مسلم مقتدا ہونا جو تحریر فرمایا اس کا کیا ثبوت ابھی انہیں انتقال ہوئے کسے دن ہوئے۔ وہ تو دیوبندی بھی نہیں۔ جرح میں بلا کسی گواہ یا فریق سے مزائے مسلم کر کے کسی کو عدالت میں پیش کرنا خلاف قانون ہے۔

تیسرا جواب

یہ استدلال صوفیاء کی اصطلاح سے نادر کیفیت پر مبنی نہیں۔ صوفیاء کے وہاں جب لفظ مادور کا بولتے ہیں اس سے خاک مراد لیتے ہیں اور جب پدر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے روح۔ کیونکہ کہ خاک سفلی ہے اور روح علوی۔ جفت ہونے سے مراد اپنی آپ کو خاک میں مٹانا تاکہ پوشیدہ جو سر نمودار ہو جائیں جس طرح فرمایا گیا ہے۔

درمہاراں کے شودر سر بزرگ
خاک شوتاگل بر ویدرنگ رنگ

ہا دانہ جب خاک میں مل لے تو شکر فہ نکلے۔

یہ محل تفصیل نہیں درنہ عرض کرتا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب صوفیائے کرام واصطلاحات تصوف
تعارف وغیرہ۔ یہاں کے لائق مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ارشاد رحمانی کے حوالے کا ایک فقرہ جو اسی جسک
وہ غلطی سے نقل کر لیا گیا درنہ عادت، تو قطع و برید کی پیش کرتا ہوں۔

صوفیائے لکھا ہے کہ تا از مادر خود جفت نشود و برادر خود نکشد کامل نشود الخ
اس قسم کی صوفیہ کے ہاں سیمکڑوں اصطلاحات ہیں مثلاً درزی۔ خمر۔ یاد جا۔ صنم۔ بنگدہ۔ مینخانہ۔ قتل حبیب وغیرہ
باقی اس سے بھی مرزا صاحب کا جواب جس میں اپنی خدائی کا یقین کیئے بیٹھے ہیں۔ حل نہ ہوا۔ یہ صوفیہ کی مثالیں
آپ فضول لے رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔

”ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب (یعنی تصوف) میں لی جاتی ہے۔ الخ آئینہ کمالات
انہوں نے تصوف کی تمام مثالیں غیر متعلق قرار دیں اور آپ پیش فرما رہے ہیں۔

توجیہ القول بہما لا یوضعی بلہ قایاہ

(۴) رابیت ربی فی صورت شاب امرد۔ الخ یواقیت ج ۲ ص ۱۶۳ (مختار مدعا علیہ)

اس کو علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین اور امام جرج و تعدیل موضوع یا ضعیف بتاتے ہیں۔ جس سے
عقائد میں اسناد درست نہیں۔ باوجود اس کے یہ کبھی نہ دیکھا۔ کہ خود خدا ہوں۔ اور یہ کبھی نہ فرمایا۔ کہ میں نے اپنے خدا
ہونیکا یقین کر لیا۔ باقی پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ تو جہاں سے یہ حدیث نقل کی ہے وہیں یواقیت و الجواہر
میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں تمام غیر متعلق امور یہاں مفصل ذکر نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت اقدس عبدالکریم جلی قدس سرہ العزیز کی انسان کامل کا حوالہ۔

چونکہ مقربان بارگاہ الہی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی عظمت و
جلال کے صحیح معنی میں محافظ ہوتے ہیں اس لیے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو ان کے دامن میں
بھی پناہ نہیں مل سکتی اس حوالہ میں ترجمہ بھی غلط کیا ترجمہ میں درمیان سے ایک سطر مخالطہ دینے کے واسطے
حذف کر دی پیچھے سے بھی قطع و برید کیا پھر بھی یہ ان کی کرامت ہے کہ کچھ پہلے نہ پڑا۔

آخر نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ کشف مرزا صاحب سے اس کشف سے یعنی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کر چکا
ہوں کہ میں وہی خدا ہوں، جس پر مختار مدعا علیہ نے یہ اعتراض کیا ہے بالکل ہی مطابق ہے میں عدالت کی توبہ
عالیہ خصوصیت سے اس کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کشف اور عبدالکریم جلی رحمۃ اللہ علیہ کی

نبات کا ترجمہ دن سہی جو مختار مدعا نلیہ نے پیش کیلئے مقابلہ فرمائیں اور پھر ”بالکل ہی مطابق ہے“ سے مخالفت کی دادیں مرزا صاحب نے خدا ہونا دیکھا اور لٹین بی کر چکے زمین د آسمان بھی خود بنائے اور وقتد
رسا السیاد الدینا ابد سابع کا لغز مستانہ بھی لگایا وغیرہ وغیرہ۔

اور مخلات اس کے یہاں اس بزرگ کا بحر دانگسار ملاحظہ ہو نسوی فقرات از ترجمہ مختار مدعا نلیہ۔

- (۱) جب بچھ بریہ بجلی ہوئی تو میں نے گھسنی کی آواز سنی۔
- (۲) میں ایک بلند درخت میں نکلے ہوئے چھتھرے کی طرح ہو گیا۔
- (۳) میں ظاہر میں سوائے جھکوں اور گرتوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھتا تھا۔
- (۴) اور بادل انوار برسا رہا تھا اور سمندر آگ میں مریں مار رہا تھا۔
- (۵) اور آسمان زمین ایک دوسرے میں داخل ہو کر مل گئے۔
- (۶) اور میں سخت اندھیروں میں ہو گیا۔
- (۷) یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔
- (۸) اس جگہ درمیان سے ایک شعر کا ترجمہ جس سے پر وہ فاش ہوتا تھا اڑا کے لکھا۔
- (۹) پس اس وقت اشیاء ساف ہوئیں اور بادل جو درہراں ساتھ صاف ہو گیا۔
- (۱۰) آواز دی گئی کہ اے آسمان زمین الٰہی۔

ملاحظہ ہر اس میں کسی جگہ خدا ہونا اور یقین کیا دیکھنا یا خدائی کا دعویٰ کیا یا خود زمین و آسمان پیدا کئے
یہاں تو اپنے آپ چھتھرے کی طرح فرما رہے ہیں اور بجائے قول مرزا صاحب ”میں نے زمین و آسمان
پیدا کئے“ بے بچا سے فرما رہے ہیں۔ ”پس اس وقت اشیاء پیدا ہوئیں اور بادل جو درہراں ساتھ صاف ہو گیا“
آواز دی گئی اے آسمان اور زمین ”اس جماعت کی خذلان کا راز یہی ہے کہ بزرگان دین اور پاکان خدا پر زبان درازی
اور بہتان طرازی سے باز نہیں آتی۔“

چوں خدا خواہد کہ پر وہ کس درو
میلش اندر طعنہ پاکاں کند،

ترجمہ کی ایک فائن غلطی

اسل الغلا :- فلم تزل القدرة تخترع لی ما هو الا قوی فالقوی وتخترق لی

ما هو الا قوی فالقوی

ترجمہ :- ”مرزا بیاں۔“ پس قدرت نے میرے لئے قوی سے قوی چیز بنائی اور محبوب سے محبوب چیزوں کو بیان

کرتی۔

صحیح ترجمہ :- پس قدرت توں سے توں انوکھے معاملات بڑت کرنی گئی اور میری خاطر محبوب سے بُرب پردے اٹھائی گئی۔ دولوں کا اثر ملاحظہ ہو۔

کیونکہ باری تعالیٰ نے ہر آدمی کو کمال ظاہر ہونے سے ہزاروں جلال و جمال کے انوار و تجلیات کے اپنے پر پردے ڈال رکھے ہیں۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار
اس پہ گن گنٹ یہ کہ صورت آج تک کبھی نہیں

دوسرا غلط ترجمہ

اصل عبارت۔ ”الی ان ضرب الجلال علی سرادق المتعال“

ترجمہ مدعا علیہ :- ”یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے نیچے مجھ پر لگائے گئے۔“

صحیح ترجمہ :- ”یہاں تک اللہ کے جلال نے بزرگی کے نیچے مجھ پر نصب کر دیئے“ کہاں اللہ کے نیچے اور کہاں

بزرگی کے نیچے۔ اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ دیدہ و دانستہ چھوڑا ”ففتق فی النظر الا علی رتق

الید الیمنی“ اور نظر کرنے سے ایک داہنا ہاتھ نمودار ہوا پس اس دنت چیزیں پیدا کی گئیں اگر اس

فقہہ کا ترجمہ نقل کر دیتے تو سارا راز فاش ہو جاتا کہ خالق کا اوپر سے یہ قدرت تھا جس کو یہ مہنی کہا جاتا ہے کلنا

بیدی الرمن الیمنی۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی طرح ہر ایک کو صوفیاء کرام کی عبارت سے نادانف سمجھا ہے جب

تک صوفیاء کرام کی عظمت کا حقمہ دل میں نہ ہوا ان کی عبارت کا مطلب کسی پر منکشف ہی نہیں ہو سکتا

مذاہب تو کہہ رہے ہیں کہ ہماری مراد صوفیہ کی کتب والی نہیں اور اب یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

سبحان اللہ۔

(۶) اس کے بعد ایک نیا حوالہ سوانح احمدی سے جو سید احمد صاحب بریلوی کی تاریخ ہے اور جسے مولانا اسماعیل

صاحب شبید دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خیانتیں کہیں۔

(۱) ”دیوبندیوں کے مفتدا و جناب مولانا محمد اسماعیل شبید“

(جواب)

الف، حالانکہ کسی دیوبندی کے سلسلہ آئندہ و تلامذہ میں ان کا وجود تک نہیں البتہ ان کے والد بزرگوار وغیرہ مثلاً

شاہ ولی اللہ صاحب دشاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ ضرور ہیں۔

ب، جب تک شہادتیں مسلم یا مقتدا ہونا نہ منزائیں تو پھر بول کہنا قانوناً درست نہیں۔

ج. معلوم ہے کہ درجی منجملہ علماء کے ایک عالم میں قرآن و حدیث آثار صحابہ اقوال ائمہ کے مقابل ان کا قول بخت نہیں۔

(۲) اس مسئلہ کے نقل کرنے میں اڈل رائیر کی عبارت قطع کر دی جس سے اصل مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اور موضوع بحث کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) یہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور نناء بقاء مسلم مگر ایک غیر ذمہ دارانہ تاریخی رسالہ کا حوالہ اس شد و مد سے کفر و ارتداد اور ایمانیات و عقائد کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ و گواہان تسلیم کریں قطعاً کا اعتبار ہو احادیث احاد تک معتبر نہیں۔

(۴) سوانح احمدی کے اثبات کے سلسلہ میں مختار مدعا علیہ کو علماء کی رائے کا پتہ نہیں ورنہ اس کا ذکر نہ کرتا ملاحظہ ہو المنقذ الجدید علی تصانیف الشیخ مصنف مولانا حافظ عبدالشکر صاحب مرزا پورن۔

اصل جواب

اور اگر مختار مدعا علیہ کی خاطر یہ حوالہ بالکل قطعی فرض کر لیں تو بھی اس کا مدعا اس سے حل نہیں ہو سکتا یہاں پر حضرت مولانا شہید کے مقام نناء بقاء مقام محبت - اور وحدۃ الوجود کا وہ انتہائی درجہ بیان فرما رہے ہیں کہ جہاں ”سیر الی اللہ“ متناہی ختم ہو کر ”سیر فی اللہ“ غیر متناہی ابد الابد تک کے لیے شروع ہو جاتی ہے اور انسان اس وحدت محبت کے بے کیف دریا ناپید کنار میں غوطہ مارنے لگتا ہے اور پھر انا الحق سبحانی ما اعظم شأنی لیس فی جنتی سوی اللہ وغیرہ کے نعرہ مستانہ لگائے جاتے ہیں اور ہا من نمی گویم انا الحق یاری گوید بگو زبان پر ہوتا ہے۔ اس وقت نہ انہیں اپنا ہوش ہوتا ہے نہ زیاد یا نہیہا کا نہ جنت کا شوق نہ دوزخ کا گھٹکا۔ نہ نماز کبوتر نہ روزے کی اطلاع بس انا اللہ الحق بلکہ آخر میں انا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حق ہی حق رہ جاتا ہے ہا

ہا خود زدی بانگ انا الحق خود سیر دار آمدی۔

اس کی تفصیل کے واسطے التعرف الشہود فی وحدۃ الوجود وغیرہ متقدمین کے رسائل ملاحظہ فرمائیں یہ ذوقی چیزیں ہیں پلیٹ ناروں پر کہنے سننے کی نہیں ہے

مصلحت نیست کہ از پردہ بردوں افتد راز

ور نہ وہ محفل زنداں خیر نیست کہ نیست

یہ ذوقی امور ہیں نہ ان کا کوئی نصاب ہے نہ کسی سعی کا نتیجہ یہ صرف موسیٰ کی دین اور ان کی انتخاب کا

نتیجہ ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
 کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے،
 آج بھی جن پر نظر موجباتی ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ انہیں سوائے اس کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔
 کچھ نہیں دیکھا ہے تب سے تو نظر آیا مجھے
 جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے
 یہ عدالت ہے اور عدالتی مسل ہے یاران طریقت اور اہل ذوق کی محفل ہوتی تو مقام فنا و بقا پر
 کیف اور طرب انگیر نظامے پیش کئے جاتے یہاں تو یہی کہہ کے پتیاں ہوں کہ کون عباس درجائے۔
 بھری بزم میں راز کی بات کہوں
 بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

عبارت پیش کردہ سے اس امر کے شواہد کہ مقام فنا و بقا یعنی وحدت الوجود اور سو فیاد کرام کے انا الحق
 وغیرہ کا یہاں فلسفہ بیان ہو رہا ہے۔

فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) خلعت مکالمہ اور بہرہ حاصل ہوتا ہے:

(۲) اور اس کی وحشت انس سے بدل جاتی ہے:

(۳) مقام فنا و بقا کے پروردہ انفار سے ظاہر ہو جاتے ہیں:

(۴) ”اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجب حالت ہو جاتی ہے“

(۵) ”اور کلمہ انا الحق اور لعین نبی جیتی سوی الشریکین لگتا ہے“

اس کے بعد اس مسئلہ کو قرآن و احادیث اور فلسفہ سے ثابت کر کے فرماتے ہیں۔

(۶) مگر یہ بات بہت باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیئے الخ

مگر یہاں مدعا علیہ کے واسطے یہ کسی طرح مفید نہیں بلکہ محض بے سود ہے کیونکہ یہاں وحدت الوجود کا

ذکر ہے اور مرزا صاحب اپنے دعویٰ خدائی کے ساتھ ایسی کشف میں فرمایا کہ تمارن مرادوں دائرہ سے

یہ نہیں جیسا کہ وحدت الوجود کی کتب میں مراد لی جاتی ہے۔

(ایضاً کمالات اسلام ص ۱۵۶)

ایسی غیر متعلقہ مثالوں سے جسے مرزا صاحب خود تسلیم نہیں کرتے بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے اپنا اور عدالت

کا دانت رانگان کر کے مقدمہ کو طول دیا تاکہ دنیا کے سامنے یہ کہہ سکے اتنے صفحات کی بحث پیش کی ہے۔

(۷) اسی مذکورہ بالا اصول پر نڈ کر کے الادلیا سے جو حوالہ وحدت الوجود کے سلسلہ کا نقل کیا ہے ہرگز چسپاں نہیں ملاحظہ ہو۔ جو شخص حق میں نہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں سر تاپا حق ہی ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے اور سب حق ہی دیکھے تو پیچیدہ نہیں ہوتا۔

(نوٹ)

یہاں یہ عبارت کاٹ کر لی تاکہ اصل مسئلہ منکشف نہ ہو نیز اس کتاب کی نسبت حضرت سید الطائفہ شیخ فرید الدین عطارؒ کی طرف تو ضرور ہے مگر صوفیاء کرام کے نزدیک اس میں دشمنان صوفیہ نے کبھی زیادتی بھی کر ڈالی ہے اور بلا کسی خارجی شہادت کے بلکہ قابل اعتماد رہی اسی لیے تو مدعا علیہ کی طرف سے شہادت میں پیش نہ کی گئی۔

(۸) خزائن الاسرار کا بنا حوالہ جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین اللہ تھے الخ یہ ایک فصوص الحکم کی نہایت غیر معتبر شرح ہے جس سے یہ حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ اس کے غیر مسلم ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا۔ کہ قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ اور رسول بتلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت نزاع کے عالم میں تمام صحابہ رضاً کو وصیت فرمائیں کہ دیکھو مجھے حد سے نہ بڑھانا اللہ یا اں کا بیٹا نہ سمجھنا انما انا عبدہ در رسولہ اذان و نماز میں رسول اللہ اور عبدہ رسولہ لازم کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود سلامتی ہوش و حواس عین اللہ بتائیں اور نا سبھی سے اسے قرآن سے ثابت کریں اور مسلم ماننے پر یہ وہی وحدت الوجود ہے جو مرزا صاحب کو مسلم نہیں کیونکہ محی الدین ابن عربی رح فرقہ وجودیہ کے موجد ہیں اور تمام ان کے شرح وحدۃ الوجودی ہیں اس کے بعد حکمت ال خواب کی مدعا علیہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں جو اسلام و کفر کا مسئلہ درپیش ہے صرف اس کا جواب دینے کے لیے یہ رڈیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب صراط مستقیم پر ہیں اور علامہ عبد الغنی نابلسی کی کتاب تظہیر الانام ص ۱۱ سے ایک تعبیر نقل کی ہے

من رای کانه صار الحق سبحانہ و تعالیٰ اھتدی الی صراط مستقیم۔

جواب یہ ہے کہ

(۱) ادلایہ ایک کشف بے محض خواب نہیں مرزا صاحب خود فرماتے ہیں ”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ۔۔۔۔۔ الخ (کتاب البریہ)

اور یہ کشف کا تعبیر نامہ نہیں بلکہ خواب کا ہے۔

(۲) کشف کی تعبیر صوفیاء کرام دیا کرتے ہیں چنانچہ وہ اسے محض شیطانی خواب اور گمراہی بتاتے ہیں جس پر یقین کرنے سے ان کے نزدیک کفر سے بھی بدتر ہو گا ملاحظہ ہو آپ کی مسلم کتاب یواقت اور مسلم بزرگ

علامہ عبد الوہاب شعرائی کی یواقیت ص ۱۲۱ علم ان الی اطال ذالک جس کا خلاصہ یہ کہ رویت باری تعلقے خواب میں بھی دنیا کے اندر سولے بیہ الم سلین علی اللہ بلیہ و علم اور کسی کو نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں بھی کسی صورت در مثال پر ہوگی اور ایسے مثال دے نظیر ہے کیونکہ در رب العالمین سے فرماتا ہے لا تقربوا اللہ لامثال۔ ایس کھشد شنی۔ دن یکن لہ کفواً احد آخری فصلہ یہ کہ جو خدا کو یوں دیکھے

اور تبال کرت کہ وہ الا سے نذالک من ارادة الشیطان واغوائه و تضلیلہ و هو شبہ یعتقد کذالک فی الیقظہ۔ یعنی یا تو شیطان و سوسہ اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے واسطے ہے یا در حقیقت وہ خدا کے جسم و صورت کا معتقد ہے جسے دیولوں دیکھ رہا ہے ملاحظہ ہو۔
صوفیاء کرام اسے شیطان شرک قرار دیتے ہیں۔

اس جس کسی بزرگ کو ایسا کشف ہوا انہوں نے اسے شیطانی ہی قرار دیا ملاحظہ ہو گواہ مدعیہ کے مسلم حضرت علامہ امام عبد الوہاب شعرائی یواقیت ص ۱۲۱ مبحث ۲۲ قال الشیخ عبدالقادر۔۔۔ الی۔۔۔ انہی۔۔۔ خلاصہ یہ کہ سید الطائفہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عظیم الشان نورد کھنا جس نے آسمان کے کنارے بھر دئے ہیں۔ اس سے ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے پکارا۔ اسے عبدالقادر نام رکھ فرماتے ہیں میں نے کہا۔ ذلیل ہو اسے لعین۔ پس وہ عظیم الشان نور یکدم اندھیرا بن گیا۔ اور وہ صورت دھواں بن کر وہ لعین مجھ سے کہنے لگا۔ کہ عبدالقادر چونکہ آپ کو اپنے رب کے احکام اور اپنے مرتبے کی سمجھ تھی۔ اس لئے بچ نکلے۔ میں نے اس قسم کا واقعہ سترے سے زائد اہل طریق صوفیاء کرام کو گمراہ کر چھوڑا۔ الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے سرتا پا امرد و شیطانی و سوسہ قرار دیتے ہیں۔ نہ کہ قابل تعبیر خواب۔ مشکوٰۃ کتاب الرؤیاء

حدیث: خواب قابل تعبیر کب ہے اور کب و سوسہ ہے۔ ملخص قرآن پاک میں بھی اس قسم کے خوابوں کا لقب اضغاث احلام پر اگندہ غیر قابل تعبیر خواب ہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ عبدالغنی نابلسی کوئی فن تعبیر کے امام نہیں۔ ابن سیرین جو اس فن کے امام ہیں جنہوں نے یہ علم صدیق اکبر رض سے اور انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ انکی کتاب التعمیر کا دیکھا چہ ملاحظہ ہو اور یہ اس قسم کے خواب سب شیطانی و سوسہ ہیں۔ جن پر یقین نہ کرنا چاہیے نہ کسی سے بیان کرنا۔

نیز دافع البلاء الوصیت کشتی نوح وغیرہ سے عقیدہ توحید نقل کرنا بالکل بے سود ہے۔ اس کے بعد اور اس کے ساتھ اور اس سے قبل تمام مشرکانہ عقائد و احوال موجود ہیں جن میں سے ایک سے بھی رجوع یہ منقول نہیں۔ البتہ اس امر (یعنی اس کا یقین کہ میں خدا ہوں) سے تو یہ صاف لفظوں میں غیر مشتبہ طور پر پیش کر دو ہم یہ کفر واپس لے لیں گے۔ ہمیں ان سے کوئی ذاتی نزاع ہے نہیں۔ صرف باری تعالیٰ۔ اس کے حبیب پاک م

اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ و اہل بیت عظام اور خاصانِ خدایہ نیز مذہبِ اسلام کی توہین و دشمنی کا باعث ہے۔
جب تک اس سے توبہ نہ کر لیں مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔

(۲)

جواب خالق ارض و السموات کا دعویٰ

اس جواب میں بھی حسب عادت عدالتِ مغالطہ کی ناکام سعی کی گئی ہے اور گو اس سے سابق جو مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اس کے جواب کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس پر ۲ کا ہیڈنگ قائم کر کے مختار مدعا علیہ نے ایک لمبی بحث کی ہے۔ جس سے یہ چاہتا ہے کہ پہلی بحث دہن سے نکل جائے اس لیے مختصر جواب عرض ہے کہ جسے تکفیر صرف خالق ارض و سما کو علیحدہ کر کے اگر گواہ مدعیہ ۲ قرار دیتا تو شاید یہ لایعنی تقریر کچھ باربط تو ضرور ہوجاتی یہاں تو دعویٰ خدائی کے مضبوط کرنے کے لیے ایک قرینہ بنایا ہے یعنی دعویٰ خدائی اور اس پر یقین کر کے خلق ارض و سما کا دعویٰ اس خدائی دعویٰ کو اور پکا کر کے ایسا کفر ثابت کرتا ہے کہ جس کا جواب ہی ناممکن ہے اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ ہی کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو۔

”اگر کوئی شخص خدائی کا دعویٰ اور اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے ملاحظہ ہو کہ منشاء اعتراض اور وجہ ارتداد صرف خالق ہونا نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ اور اپنے کو خالق جاننا۔ مختار مدعا علیہ محض مغالطہ کے طور پر صرف خالق زمین و آسمان لے اڑا اور دراز کار عقل میں نہ آنے والی تاویلات کر لیں۔“

باقی یہ کہنا کہ اس کا ترجمہ خواب ہے جیسا کہ گواہ مدعیہ ۱ نے بھی کیا ہے محض لغو ہے کیونکہ وہ ترجمہ لغوی لکھوایا ہے مگر مراد تو ترجمہ ہوگا جو متکلم مرزا صاحب نے خود کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کشف میں دیکھا کتاب البیریہ

نیز دریافت انہی ہو۔ خارج میں خدا ہونے کا یقین کر لیجئے اعتراض تو یقین کرنے کے بعد پیدا ہوا اور نہ اگر وہ اس خواب کو واقعاتِ احلام پر آگندہ خواب اور اس کشف کو شیطانی و سوسہ قرار دیتی جیسا کہ حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے کیا تو پھر اعتراض بھی نہ تھا۔ آج اگر مختار مدعا علیہ یا مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ یہ شیطانی و سوسہ تھا اس پر اعتراض نہ رہے گا۔ ہمیں کسی کو خواہ مخواہ کافر تو بنانا نہیں مگر جب کہ اسے وحی ربانی اور مثل قرآن کے منزہ اور قابلِ ایمان سمجھا جائے تو ہزار تاویل کریں اور مجلدات اس پر لکھ ڈالیں

شیخ ہے حکیم کام نہ نکلے بناؤ سے
بیرا کبھی نہ پار مو کا غذا کی ناؤ سے

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کا تفصیلی جواب دینے کے واسطے تین نمبر قائم کئے ہیں۔
۱۔ کیا خراب ہیں آپ نے موجودہ زمین و آسمان بنانے کا ذکر کیا۔
۲۔ اگر نئے آسمان و زمین بنانے کا ذکر ہے تو اس سے کیا مراد ہے۔

دس کیا اپنے اپنے آپ کو وجودہ زمین و آسمان کا خالق سمجھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو جو اہانت۔ پیسے کا جواب، یہ ہے کہ
آپ نے اپنے آپ کو عین اللہ عین خدا مان لیا تو نئے آسمان و زمین بنائیں یا دوسرے مثال کے پیرا لکھا، ایسا ازل
میں پہنچ کر ابتدا پیدا کریں ایک ہی جیسا ہے کہ اپنی تشریح کے مطابق اولاً عین خدا بنتے ہیں۔ جس پر
یقین کامل ہے پھر آسمان و زمین بنائے جاتے ہیں۔ پس اس کی ذات میں بھی شرک کیا اور افعال میں
شرک، اور نئے آسمان و زمین مانتے ہیں تو شرک دو الہا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے
مقابل خود خدا ہی گئے اور اس کے نظام اور زمین و آسمان اور آدم کے مقابل بنائیا نظام نئی زمین کا بنا کر
کھڑا کیا اور نیا آسمان نئی زمین بنا کے جو خدا نے فرمایا خود بھی بول اٹھے کہ ولقد زینا السماء الدنيا
بمصابیحہ پھر آدم کو صلاۃ تہلیلین سے بنایا۔ بنانے کی قدرت کی اپنے اندر محسوس کی۔

دوسرے نمبر میں یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے اور وہ ہے اور دوسری مرزا کی کتب کا حوالہ سب سے سور
ہے کیونکہ انسان کا اصول ہے کہ جب گرفت میں آجاتا ہے تو تار دلیں کرتا پھرتا ہے کفار کہ بھی بتوں کو خدا سمجھتے
ہوئے عبادت کرتے تھے اور جب گرفت میں آجاتے تھے کہ مانعہ ہم الا لیقر بونالی اللہ من لہی
جم تو صرف انہیں خدا تک رسائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ عیسائی بھی دیکھو تثلیث کی التثلیث فی التوحید وبالعکس
تینوں ایک ہیں تین ایک کی تائید کرتے ہیں اور مطلب بناتے ہیں تو کیا وہ بھی موصد ہو جائیں گے۔ نیز عیسائی
رب دبان کی بھی تاویلات کرتے ہیں۔ باقی تو یہاں بنیاد اعتراف اولاً دعوتے خدائی اور اس کا یقین اور پھر زمین
آسمان اور آدم و انسان کو پیدا کرنا وہی الفاظ جو خدائے قدس نے خلق کے بعد یا اسی وقت استعمال فرمائے استعمال

کہتا اور عیاذاً باللہ خدا کے مد مقابل ہو کر اس کا منہ چڑھاتا ہے لہذا یہ تاویلیں محض بے کار ہیں جب تک یہ خدائی کے دعویٰ کا کشف ہو نہ اعتراض ہے۔ شیطانی نہ مانا جائے اور اس کی یقین سے مرزا صاحب کا رجوع اور غیر مشتبہ الفاظ میں مرنے سے قبل توبہ نہ دکھائی جائے بات بنانے کے واسطے تاویلیں تو اور کفر و ارتداد کو مضبوط کریں گی۔ قرآن پاک پڑھئے۔

يُحَدِّثُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ الْخ

باقی پطرس اور یسعیاہ کا حوالہ اولاً وہ کتابیں محض اور ناقابل اعتبار ہیں نیز قرآن سے منسوخ ہو چکی ہیں ہر سال اس میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اس کی اصلی و نقلی کیا پتہ۔ ہم پر قرآن و حدیث حجۃ ہے نہ یہ محرف توراہ و انجیل۔ دوسرے یہ حوالہ بیان محض بے ربط ہے اعتراض توبہ ہے کہ پہلے دعویٰ خدائی کا اور اس کا یقین ہو اور پھر زمین آسمان کی بناء۔ صرف زمین و آسمان کا ذکر کافی نہیں۔ اور محرف توراہ و انجیل تو کیا شیطان لعین کی تاریخ میں بھی دعویٰ خدائی کے بعد اس کا یقین اور زمین آسمان کا خلق نہ دکھا سکیں گے۔ فرعون نے بھی انار بیکہ الا علی کہا مگر خلق زمین آسمان چاند و سورج کا دعویٰ نہ کیا اور جب موسیٰ نے اپنے ایک مخالف خدا کا ان صفات سے تعارف کرایا تو لاجواب رہ گیا۔ مگر چودھویں صدی کے مدنی نبوت اور اس کے متبعین پر حیرت ہے کہ اتنی بد بھی البطلان چیز برتے ہوئے کمال مضبوطی سے تاویلات رکھ کر رہے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ہاں اگر مرزا صاحب یہ نہ فرمادیتے کہ میں وحدۃ الوجود اور صونیا و کرام کی یہ اصطلاح پر نہیں کہہ رہا تو ہم ”ہمہ اوست“ پر ضرور نیک نیتی سے محمول کہیتے مگر انہوں نے تو کفر کے وہ مضبوط ستون قائم کئے ہیں کہ ساری عمر مرزائی کوشش کریں کفر دفع نہیں کر سکتے۔ باقی مثنوی صبح امید سے علامہ شبلی کے یہ اشعار سے بحث مدعا علیہ۔

ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ وہی قیچی عادت ہے کہ جب قرآن اور حدیث نیز کسی معقول دلیل سے یا

بزرگوں کے قول سے مرزا صاحب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ اڈیٹر ان اخبار۔

شعراء زمان کی آڑ بن جاتی ہے۔ میں عدالت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشف والہام روایہ صالحہ وحی وغیرہ کا ذکر ہے وہ کشف

وحی جس کے متعلق یہ ہے کہ

ہیچو قدر آن منزہ اشن دائم
از نظا با ہیں است ایسانم

(درشین)

یہ کسی شاعر کے شاعرانہ تخیل کی آڑ کانی نہیں نیز علامہ شبلی کے کلام میں نئے آسمان و زمین کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اسی قدیمی چرخ کی نئی اداؤں اور سیاروں کی نئی چمک اور فلک کے موسمی بہار نے بدینے کو مجازاً نئی صورت زمین و زمان پیش کر رہی ہے۔

آسمان و فضا کے تکرر و صفائی اور تغیرات کو شعرار برابر زمین و آسمان کہا کرتے ہیں۔
نظامی فرماتے ہیں۔

زستم سنوران دران پہن دشت
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

کوکب :-

بام پر چڑھ کے ابر کو دیکھا
ایک نیا آسمان نظر آیا

باقی اس کشف کے آخری الفاظ ائینہ کمالات صفحہ ۵۶۶ سے جو الفاظ نقل کر کے اس کی شرح بتانا چاہا ہے۔ وہ محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ بنیاد اعتراض راہتخی فی المقام عین اللہ و تیقنت اننی ہو ہے کہ اولاً دعویٰ خدائی اور اس کا یقین تمام جب تک اس سے تائب نہ ہوں کوئی تاویل قبول نہیں (زمین و آسمان کے قلابے مالتے رہیں)۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ دریں شاید مختار مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کر کے عدالت کو مغالطہ دینا اس کو ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے کہ اس کے فہم کا قصور ہے مثلاً اعتراض ہی یہ نہیں بلکہ دعویٰ خدائی کا اور پھر زمین و آسمان پیدا کرنا۔ یہ تشریح دعویٰ خدائی اور اس کے یقین سے غیر متعلق ہے۔

رہ گئی ثقہ شاہد کی حیثیت اس کے واسطے میری بحث کا میڈنگ گواہان مدعا علیہ کا پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی بحث سے کاپی بنیانات تاکہ مدعا علیہ کے گواہوں کی حیثیت اور عدم ثقہ ہونا واضح ہو جائے۔

باقی تیسرے نمبر کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے دوسری کتابوں میں خدا کو خالق ارض و

سما مانا ہے محض بے کار ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کی نادت ہی دورخی باتوں کی ہے کیا حمامۃ البشریٰ میں مدعی نبوت پر لعنت نہیں بھیجی اور دعویٰ نبوت کو کفر نہیں بتایا۔ اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں انہیں دجال قرار نہیں دیا۔

پھر اس کے خلاف بھی سب کچھ کہا۔ مثیل مسیح کا دعویٰ بھی ہے انکار بھی پوری تفصیل میری بحث سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی ایک لسٹ درج ہے ان مغالطہ آمیز اور متعارض مخلوط باتوں سے ایماندار ہونا کجا مرزا صاحب کے معیار پر دجال ہونا لازم آئے گا۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت۔

اللہ تعالیٰ کو ٹینڈے سے تشبیہ

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب سراسر مغالطہ ہے۔ ٹینڈے سے تشبیہ کا اعتراض نہیں کہ تمثیل سے اس کا کوئی علاقہ ہے۔ عقیدہ تثلیث کا ہیڈنگ ٹ ہے اور یہ ہیڈنگ در عقیدہ جہیت ٹ کے تحت میں ہے محل اعتراض صرف ابتدائی حصہ ہے۔ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض طول رکھنا ہے۔

اور خصوصیت سے مخزی فقرہ ”عرض و طول رکھتا ہے“ قابل غور ہے کیونکہ عرض و طول خدا کی شان کے سراسر خلاف اور خواص جہیت سے ہے۔ اس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے باوجود طول و اطال بحث کرنے کے ایک حرف نہ کہا اور گویا اس الزام کو اپنے اس رویہ سے لاجواب تسلیم کر لیا۔ لہذا غیر متعلق امور کا جواب دینا ہمارا مضیّب نہیں نہ عدالت ہی اتنا وقت دے سکتی ہے ورنہ اس جواب کی ہر سطر اپنے اندر ایک انوکھا مغالطہ رکھتی ہے جو اہل نہم پر محض نہیں۔

رہنما عاجز

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں لاجواب ہو کر اپنی طرف سے منکھرت استدلال گھڑ کر جواب کی لاحقہ سچی کی کہ ”مختار مدعی نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔ اور اس امر کے لیے ایک فارسی شعر پڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ بتوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہ لفظ فارسی ہے۔ الی آخر۔ حالانکہ مختار مدعیہ کے بحث میں یہ دوسرے نمبر کے ہیڈنگ کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جس کا عنوان شرک فی الالہام ٹ ہے۔

اور بحث یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و اسماء سب لاشریک ہیں اور ہونے پائیں

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے خدا کا ایک یہ اسم تراشا ہے جو ناجائز اور شرک فی الاسم کے مراد ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے لغویہ ہے کیونکہ توکنی اور خلقت وغیرہ کے معنی کے واسطے سینکڑوں لغات دیکھی جاتی تھیں اس کے واسطے ایک لغت بھی نہ دیکھی۔ عربی میں یہ لفظ ہاتھی دانت کے واسطے صرف حقیقہ استعمال ہوا ہے اور اگر عربی کی توفیق نہ ہوئی تھی تو بوستان کا شعر ہے

بیتے دیدم از عا ج در سومات

مُرضع چو در جاہلیت منات

پڑھ لیا ہوتا یہاں بھی اسی عربی ہاتھی دانت کے معنی میں مستعمل ہے الخ۔

ذات میں اس لفظ کو فارسی بتایا ہے نہ شرک فی الصفات ثابت کیا ہے۔ ہمارا مدعا تو بہر طور حاصل ہے یہ لفظ فارسی بنا ہے یا عربی مہمل ہو یا بامعنی مشتق ہو یا جلد اللہ تعالیٰ کی ذات پر بلا شارع علیہ السلام سے ثبوت کے بولنا جائز نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں۔ جب تک شرع میں اس کی استعمال کی تصریح نہ ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور بالخصوص اسماء صفائیہ میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ اسماء باری تعالیٰ توفیقی ہیں کوئی فردی مسئلہ نہیں بلکہ اعتقادی مسئلہ ہے ملائکہ ہو گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ ریاب اسماء توفیقی ہیں امام عبدالوہاب شمرانی کا ارشاد "المبحث الخامس عشر فی وجوب اعتقاد ان اسماء اللہ تعالیٰ توفیقیة فلا يجوز لنا ان نطلق علی اللہ تعالیٰ اسماً الا ان ورد فی الشرع۔"

(ایوانیت والجواہر ص ۳۱)

یعنی بعد میں بحث اس بیان میں کہ اعتقاد اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بھی اسم استعمال کرنا جائز نہیں جب تک وہ شرع میں ثابت نہ ہو۔ پھر سے مدلل بیان کیا ہے۔ اور اسی ضمن میں "و للہ الا اسماء اللہ تعالیٰ" کی یہ تفسیر کی ہے کہ "یعنی الواردة فی الکتاب والسنة" یعنی خدا تعالیٰ کو انہیں اسماء حسنی سے پکارو جو کتاب و سنت میں آئے ہیں۔

لہذا شرک فی الاسم بدستور باقی رہا اور یہ استدلال بھی لا جواب ہی رہا اس کے بعد مختار مدنا علیہ نے اس کے عربی سے ماخذ نکال کر چاہا ہے مگر اولاً تو یہ گزارش ہے کہ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ معنی معلوم نہ ہوئے اور گواہ اس میں معنی ڈال رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کے پیش کردہ معنی جب درست ہوں گے کہ یہ بالتشہید ہو۔ عا یا عا ج دا ج کی طرح جو حالانکہ اس کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ ظاہر عاج ہے جو جادہ یعنی ہاتھی دانت ہے اور کوئی بھی معنی کیجئے اس کا اطلاق بلا اذن شرع درست ہی نہیں اور شرک فی الاسم کا احترام خصوصاً جب کلاس سے عربی مانیں۔ اور بھی ٹل ہے۔

انت منی بمنزلہ توحیدی و تفریدی

یہاں بھی نفل استدلال میں ملاحظہ دیاتے اس کا عنوان ادنای یکنایت سے یہاں ہرگز یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو توحید و تفرید میں شریک کیا یہاں تک کہ لا الہ الا اللہ بواجب تو حیدہ، یہاں تو صرف یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو بمنزلہ اللہ کی توحید و تفرید کے قرار دیتے ہیں یعنی اس طرح اس کی توحید و تفرید کی بات مرزا صاحب بھی یکتا ہیں پھر صرف اس کو توحید نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے موید اور قرآن میں مثلثات منی بمنزلہ لا یعلمہما الخلق اربعین ۲

لو مجھ سے ایسے مرتبے پر ہے کہ ساری مخلوق اسے نہیں جان سکتی۔ ہر مرزا صاحب کی اربعین ۲ کی تشریح جو لوگوں کی گرفت کے بعد گھڑی ہے اور بھی قباحت و وبالاً ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی توحید و تفرید اس کی ذات سے غیر نہیں بلکہ عین ہے تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب عین ذات باری کی طرح ہو جائیں پھر بڑا سوال تو یہ ہے کہ اگر مخلوق کے واسطے یہ استعمال جائز تھا تو کسی اور نبی حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرمایا۔

تینوں فقروں کو اربعین ۲ ص ۲۵ جس حوالہ سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں جو واضح قرینہ ہے۔

(۱) انت منی بمنزلہ توحیدی و تفریدی - انت منی بمنزلہ توحیدی -

انت منی بمنزلہ لا یعلمہما الخلق -

اس سے صاف واضح ہے کہ اپنی نہ صرف یکتائی بلکہ وہ مرتبہ ثابت کر رہے ہیں جو مخلوقات کے علم سے بالاتر ہے یہ خدائی تک پہنچنے کا تیرا زینہ ہے بتدریج دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت دوسرے دعاوی میں ہے۔
باقی مرزا صاحب کی کتب میں توحید کے تذکرے بھی ہیں اور شرک کے بھی ان کی عادت ہی متضاد بیانی کی ہے جس کے نمونہ کے لیے بحث میں ایک لسٹ ہے چکا ہوں نیز جو جرح میں مفصل مذکور ہیں۔

(۶)

انت اسمی الاعلیٰ

یہ ابام بھی اربعین ۲ ص ۲۴ سے نقل کیا ہے مرزا صاحب نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا تمام احمد اللہ کا سب سے بڑا نام ہے یعنی اسم ذات اللہ سے بھی بڑا پس جو شخص بڑا نام خدا کے تمام ناموں حتیٰ کہ اللہ سے بڑا سمجھے لا الہ الا اللہ پر کیا ایمان رکھ سکتا ہے؟"

باقی یہاں اسم انظم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جس کے کیلئے مختار مدعا علیہ نے تریاق القلوب کی تشریح پیش کر کے مقالہ

دینے کی ناجائز سعی کی ہے ان مخالفتوں سے جواب نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی غفلتہ جواب قرار دے سکتا ہے امد اللہ کہ اب تک مختار مدعا علیہ نے ہمارے پیش کردہ پوائنٹ میں سے ایک کو بھی چھوا نہیں اور ان شاء اللہ کبھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔

(۷)

انت منی بمنزلہ لا یعلمها الخلق

یہ فقرہ ادعا دیکتاہیت سے انت منی بمنزلہ توحیدی و تشریحی کی تائید میں ذکر کیا گیا ہے مستقل کوئی عنوان نہیں دیدہ و دانستہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختار مدعا علیہ نے غیر مرتب جواب دینا شروع کیا ہے تاکہ اصل مدعا ضبط ہو جائے اور یوں مغالطہ کی تکمیل ہو سکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے خود مرزا صاحب کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے تو وہ مقام و مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی (اربعین)۔۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ یہ ترجمہ بھی ملایا ہے کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید و تفرید پھر یکتائی کے ادعا کے ثبوت میں کونسی کئی رہ جاتی ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کی توحید کی طرح سمجھتا ہو وہ بھی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پر ایمان دار شمار ہو تو پھر کافر کون ہوگا۔

بہیں عقل و دانش بسا بد گریست

(۸)

انما امرک اذا اردت شیعاً ان تقول له کن فیکون

یہ ایک کھلا جوا شریک تھا اور اس کے بعد ناممکن تھا کہ مرزا صاحب کا ایمان لا الہ الا اللہ پر ہو سکے اس لیے سب نادات اس کو رلانے اور اس میں دیدہ و دانستہ مغالطہ ڈالنے کی ناکام کوشش مختار مدعا علیہ نے ختم کر لی مگر الحمد للہ جواب تو کیا ہونا مصلحتی ہی رہی۔

مختار مدعیہ نے عدالت کے رد پر یہ الہام شریک فی الامرک تحت میں پیش کیا ہے اور مدارا اعتراض انما امرک ہے یعنی کسی کی امر کی سولے اس کے کوئی شان ہونا کہ جب بھی وہ کسی چیز کا ہونا چاہے اور کہے کہ ہو پس وہ فی النور ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص خصوصیت ہے اس میں کوئی نبی ولی مرسل ملائکہ شریک نہیں کسی کو شریک ماننا شریک فی الامر والکون ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولما الخلق والامر پیدا کرنا اور امر کا مالک ہونا صرف اس کی شان ہے۔ انما امرک اذا اردت شیئاً ان یقول له کن فیکون اور اس آیت اور اس کے ترجمہ و مطلب کا مختص ہونا ذات الہی کے ساتھ جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے وہ لکھتا ہے کہ کن فیکون کے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ

کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (یعنی مرزا صاحب) حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو پس ساتھ ہی ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے (جنگ مقدس ص ۱۵) جب کہ اس آیت کا مضمون و ترجمہ باری تعالیٰ سے مختص ہا تو بھی مضمون کسی اور کے واسطے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اقرار کرانے کو یہ صرف خدا ہی کی شان ہے سب سے پہلے استفتاء سے یہ پیش کیا انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔ استفتاء ص ۸۶ یہی مو ترجمہ اس سے قبل حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵ پر بھی ہے اس سے پہلے براہین احمدیہ وغیرہ میں بھی یہاں گواہ مدعا علیہ نیز مختار مدعا علیہ نے اسے شرک تو تسلیم کر لیا ہے صرف اپنی طرف سے یہ (ناجا ئز) تاویل کرتا ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ مراد ہے اور ضمیر (ک) خطاب خدا تعالیٰ کی طرف ہے ملاحظہ ہوں الفاظ کہ یہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بالکل صحیح تھا چنانچہ وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی ص ۱۵ میں ہے۔ الی قولہ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو ضمائر خطاب ہیں وہ جناب الہی کے متعلق ہیں الخ اس کا شرک اور مختص بجناب الہی ہونا ما بہ النزاع نہیں بلکہ اس کی شرح یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ اس ضمیر سے خود باری تعالیٰ مراد ہیں۔

مرزا صاحب کی براہین احمدیہ حصہ پنجم جس کو مرزا صاحب نے ان تمام قابل اعتراضات الہامات و نشانوں کی تشریح کے لیے لکھی ہے اس میں تشریح و تصریح فرماتے ہیں کہ اس الہام میں خود مراد ہوں اور یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پرے نازل ہوا ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸) اب جب مصنف نے خود اس الہام کی شرح کر لی اور اس کے ساتھ مختص کر لیا اور ضمیر خطاب سے اپنے آپ ہی مراد لے لیا۔

نیز گواہ مدعا علیہ نے بھی بجواب جرح ۲ مارچ ۱۹۳۳ء تسلیم کر لیا کہ ”لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔“

پس ثابت ہو گیا کہ وہ خصوصیت الہی جو صرف اکی کو زیبا سے جس کی تعبیر۔ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون یا انما امرک الخ ضمیر غائب یا منکلم سے خدائے تعالیٰ کی اپنی کامل اختیار کے اظہار کے لیے قرآن پاک میں اختیار فرمایا جسے گواہ اور مختار مدعا علیہ نے بھی استفتاء کے اندر ضمیر خطاب سے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص قرار دیا اور مرزا صاحب کو شرک سے بچانے کے لیے جھوٹی تاویل کی۔

مگر مرزا صاحب نے بتصریح اپنے واسطے ثابت کر کے ایسا اٹل اقراری شرک تسلیم کیا ہے جس کا جواب قیامت کی معہک مرزا صاحب یا کسی مرزائی سے ناممکن ہے۔ اس سے یہ امر بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا اعتراض اسی استفتاء یا حقیقۃ الوحی اور براہین یا جہاں بھی یہ الہام ہے اس پر ہی ہے براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۸)۔

مختار مدعا علیہ یا اس کے شاہد کی انوکھی طبع زاد تاویل کو باطل کرنے کے واسطے پیش کی ہے تاکہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ - اور مدعی سست و گواہ چست کا نظارہ ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ اس بحث کا ابتدائی حصہ کس قدر با معنی ہے۔

اولیاء اللہ پر صریح بہتان

باقی اولیاء اللہ اور مقربان باری تعالیٰ (ہمارا احقران کے ساتھ فرمائیں) کبھی کن کہیں اور وہ چیز باذن یا حکم الہی ہو جائے یا کوئی نبی مردہ کو تم باذن اللہ کہے اور وہ زندہ ہو جائے وہ بطور کرامت یا اعجاز کے اسیانہی دائمی نہیں بنیہ معنی ہیں کہ اب اس امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہیں کہ جب ہی وہ کسی چیز کو چاہے ہو جائے اور کہے کہ ہو جاوے پس وہ فی الفور ہو جائے۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون

اور یہ کامل اختیار کلام کے امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہ ہو خدا ہی کے لائق ہے کوئی اس میں اس کا شریک نہ ہو سکتا ہے۔ بد قسمتی سے مختار مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے بحث کے مندرجہ ذیل کوٹیشن (Quotation) ملاحظہ ہوں۔

(۱) کہ کن فیکون کے ایسے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدای کو حاصل ہے۔ الخ (بحوالہ جنگ مقدس صفحہ ۱۰۵)

(۲) یاد رکھنا چاہیے کہ جو تکوین کشتگان محبت الہی سے صادر ہوتی ہے اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکوین میں فرق ہے ایسے انسان کا کن کہنا ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا الخ۔

(۳) ”اذا ارادت شیئا سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہر وقت مقربان بارگاہ الہی کو یہ مقام دیا جاتا ہے۔“

(۴) ”پس اسی طرح کامل انسان کا کن دائمی طور پر نتیجہ نہیں کرتا بلکہ الخ۔“

اس کامل طور پر اور دائمی کے مقام حاصل ہونے کی تعبیر بتصریح مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ انما امرہ اذا

اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ہے ملاحظہ ہو کوٹیشن (Comparison)

بحوالہ جنگ مقدس حکم انما امرہ یا انما امرنا یا انما امرک کے اضافہ کے صرف کسی کے کن کہنے سے کسی چیز کا کبھی ہونا دائمی اختیار تکوین اور مقام تکوین حاصل کرنا نہیں کہلاتا بلکہ انما امرک اذا ارادت شیئا کے صرف اتنا لفظ ہوگا کہ نقول للشیء کن فیکون۔

خلاصہ یہ کہ اعتراض صرف ان الفاظ اور اس کامل اختیار پر ہے جو انما امرک اذا ارادت شیئا میں جو خدا کے ساتھ متعلق ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ الخ انما امرنا اذا ارادنا شیئا ان نکون لہ کن فیکون (قرآن حکیم)۔

پس مرزا صاحب کی عبارت والہام میں بعینہ وہ تعبیر ہے کہ انہما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ
کن فیکون (بحوالہ، سبق)

مگر حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ عنہم ان کے طریقے پر چلائے کی عبارت میں متفقہ
قابل اعتراض دائمی اور کامل مقام تکوین پر دلالت کرنے والے خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مفرد فقرہ انما امرک اذا اردت
شیئاً کا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ وہاں تو صرف بطور کرامت کبھی کسی کے لیے صرف تقول للشیء کن فیکون
(ملاحظہ ہو فتوح الغیب مقالہ ۱۳)۔

اسی طرح حکم الاشراف مطبوعہ ایران کی ص ۱ کی جو طول لا طائل عبارت پر بھی اس میں کہیں بھی انما امرک اذا اردت
شیئاً کا شاہدہ تک نہیں اس میں صرف یہ لفظ ہے ”پس وہ خدا کے نور کو نفس اشارہ کرتا ہے پس وہ چیز اشارہ سے موجود
ہو جاتی ہے“ کسی کے اشارہ سے مخصوص حال میں بطور کرامت کسی چیز کا ہو جانا اور چیز ہے اور یہ کامل اختیار دائمی ملنا کہ
انہما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون اور بات ہے ان مقدس
مقربان الہی کی عبادت سے یہ مطلب سمجھنا مدعا علیہ کی قلت درایت کی کھلی نشانی ہے اور اولیاء اللہ کو بلا وجہ ہدف ملامت
بنکر اپنی عاقبت بگاڑنا ہے اور وعید من عاد لی ولینا فقد اذنتہم بالحراب کا مصداق
بن کر دنیا و آخرت کا دائمی خسران خریدنا ہے۔

جو بشتوی سخن اہل دل ملو کہ منطاست

سخن شناس نہ دبر خطا اینجاست

مگر ایسی جماعت سے کیا بعید ہے جو حضرت سید الطائفہ کو عیاذ باللہ مرزا صاحب کے مقابل اس قدر ذلیل
سمجھتے ہوں کہ۔

سر مژدہ چشم بنائے تیری خاک پا کو

(رسالہ مولانا محمد الیاس برنی فاروقی)

غوث اعظم شہ جیلان رسول قدنی

رسول قدنی کے وزن پر مرزا صاحب رسول قدنی ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہے۔ کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر
محی الدین جیلانیؒ مرزا صاحب کے پیر کی خاک سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ استغفر اللہ باقی رہا (رسالہ برنی)
ہمارا عقیدہ تو بالفاظ آقائے کائنات صلعم یہ ہے کہ رب مغرب مدفوع۔ بالابواب لواء قسہ علی اللہ

لا برہ -

سعدی۔ خاک سازن جہاں را بحقارت منگر
 در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
 مردان خدا خدا نباشند
 توجہ دانی کہ دریں گرد سواکے باشد
 خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ
 لیکن ز خدا جدا نہ باشند

انبیاء کرام پر ہمتان ،

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکارِ دو عالم صلعم کے کچھ معجزات بھی اسی مرزا صاحب کے شرک کی تائید میں نقل
 ہیں۔ العیاذ باللہ شمر العیاذ باللہ کہاں معجزات جو اپنے اختیار میں نہیں بلکہ باذن اللہ ہوتے ہیں قال
 اللہ تعالیٰ ما کان ان یأتی بآیتہ الا باذن اللہ اور کہاں مالک امر و ارادہ کن فیکون ہوتا۔ لہذا
 یہ صرف اسی کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی گندے گندے عقیدہ یا الہام یا واقعہ مرزا صاحب کا پیش کیا جائے تو فوراً وہ کسی
 نبی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی غیرت اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ غلامی کو مجروح کرنے کے واسطے
 آقائی دو جہان جمائے ماں باپ اُن پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے چسپان کرتے ہیں مگر بادب ہم یہ کہتے
 کہ مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتے
 جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
 مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے
 اور اگر احتیاط نہ ہوتی تو نتائج کے خود ذمہ دار ہیں

ہم اس کے متعلق صرف اتنا واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ مقربان الہی قطبِ غوثِ ابدال اور العزمِ انبیاء
 کرام حتیٰ کہ اللہ کے پیارے حبیب سید الاولین و الآخین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں بلکہ
 بیستہزار نرق عادات کرامات معجزات صادر ہوئے جس مخلوق سے جو کہا وہی ہوا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے کسی نبی رسول
 ولی قطب غوث کو یہ نہ فرمایا کہ انما امرک اذا اردت شئنا ان نقول لہ کن فیکون ۔
 ساری دنیا میں ایک نظیر نہیں مل سکتی کہ انما امرک اذا اردت شئنا الخ خدا کے سوا کسی کے واسطے
 استعمال ہوا ہو۔ یا خود خدا نے کسی کے واسطے کسی الہام یا کتاب یا صحیفہ میں فرمایا ہو۔ یہ ایسا کھلا ہوا شرک اور کفر ہے کہ اگر
 ایک بھی کفر یہ نہ ہو تو بھی صرف یہ ہی ایک وجہ ان کے لآ الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی آفتاب سے زیادہ روشن و بین
 دلیل ہے ان اقوال و الہامات کے بعد دعویٰ اسلام کیونکر باور ہو سکتا ہے

ہرگز ہم باور نہی آید ز روئے اعتقاد
ایز ہمہ با گفتن و ایز ہمہ داشتن
شیطان اور دجال نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند نہ کیا کہ یہ الہام تراشے کہ خدا نے مجھے فرمایا انما امرک الخ۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

(مدعا علیہ کی قابلیت)

ایک جگہ اسی بحث میں یہ بتایا ہے کہ یہ تفسیر شرطیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مہملہ ہے جو فقرہ میں جزیرہ کے ہوتا ہے اور اکمال شرح مسلم کے حوالہ سے إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا الخ کی عبارت سے استدلال کیا ہے اولاً یہ خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ جملہ انما امرک پر اعتراض ہے نہ کہ صرف اذاً اردت پر اور مثال صرف اذاً احب کی ہے دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ منطق اور فقہ میں بھی وہی مغالطہ دیا جو مذہب میں کیونکہ ہمارے مدارس عربیہ کا ادنیٰ طالب علم مبتدی بھی جانتا ہے کہ اذاً سے قبل انما آنے سے کلیہ بنتا ہے اور ایک نظیر بھی اس کے مہملہ ہونے کی نہیں مل سکتی۔ فیا... للعجب ولضیعة الادب۔

نیز منطق کا کوئی ابتدائی رسالہ صفحہ ۱۷۱ مرقات بھی دیکھی جاتی تو معلوم ہو جاتا کہ تفسیر مہملہ محصورہ طبعہ وغیرہ اس تفسیر کے اقسام ہیں۔ جن کا موضوع کلی ہو اور بیان موضوع امرک جزئی اور شخصی ہے یہ مہملہ میں مندرج بھی نہیں ہو سکتا۔

(۹)

مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونا

(۱)

مختار مدعا علیہ کے جواب کا خلاصہ -

- (۱) اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں -
- (۲) آپ کو تحفہ گوڑویہ میں خدا نے آدم کی مثل کہا ہے اور حدیث میں ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہے - یعنی اللہ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا - لہذا مرزا صاحب گویا کہ خدا کے مشابہ ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب آدم کے مثل ہیں اور وہ اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے ہیں -
- (۳) میکائیل کے معنی چونکہ خدا کے مانند ہیں اس لیے تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رو سے میکائیل فرشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں - مشرک قرار پائیں گے -
- (۴) پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انا خدا کا انا قرار دیا گیا چنانچہ استثناً ۳۳ کی پیشگوئی کہ خدا فاران پر ظاہر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی گئی - چنانچہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان سرسید الخ وغیرہ وغیرہ نے یا ہے - (مقبول و مسلم کا لفظ خلاف منابطہ ہے) -

جواب

- (۱) اول کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیشکردہ الفاظ کہ ”میں خدا کے مثل ہوں“ -
- اگر مرزا صاحب نے نہیں فرمائے تو یہ ان سے پوچھیں یہاں تو مطلب واضح ہے - کہ ”اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل لکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند الخ - حاشیہ اربعین ص ۳۵“
- اب مرزا صاحب اپنا نام دانیال کے حوالہ سے میکائیل بتاتے ہیں اور اُس کا معنی خود ہی خدا کے مانند کہتے ہیں - جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود کو خدا کے مانند ہونا بہت پسند ہے بلکہ دعویٰ ہے -
- رہا یہ امر کہ میکائیل کے معنی عبرانی میں یہ ہیں اس کے واسطے یہ گزارش ہے کہ نہ تو مرزا صاحب عبرانی جانتے تھے نہ مختار مدعا علیہ عبرانی کجا مرزا صاحب باوجودیکہ سلطان القلم اپنی جماعت میں مسلم ہیں اور اردو یہ ہے کہ جیسنہ کی آمدن ہونے والی ہے -
- البشری ص ۱۳۳ - ۲

اور عربی بالخصوص قصیدہ اعجازیہ کی علاوہ بے شمار صوفی نحوی غلطیوں کے یہ ہے

واما حسین فاذا کروا دشتت کربلا - - - - الخ (قصیدہ اعجازیہ ہے و علی ہذا القیاس اور زبانیں۔ چونکہ مجھے غیر متعلق امور مختار مدعا علیہ کی طرح ذکر کر کے طول دینا نہیں ورنہ کئی جزا سی پر ہو سکتے ہیں۔

البتہ مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ اقرب الموارد کا پیش کر دیا ہے۔ جس کی حقیقت واضح کرنا ہے جو اب یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ایمان کا حوالہ پیش کرتے تو ہم بھی دیکھتے۔ ایک متعصب عیسائی کا جدید حوالہ پیش کر دیا کیونکہ یہ عیسائی کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ ہوا اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع ص ۳۲۹ اور یہ اصول گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے۔ کہ لغت زبانی محاورات کا نام ہے۔ لغت اور ڈکشنری کی کتابیں چونکہ اپنے اپنے عقائد کے تحت میں لکھی جاتی ہیں۔ لہذا جب تک کوئی مسلم شرمیلوہ وغیرہ کا حوالہ پیش نہ ہو صرف کسی لغوی کا لکھنا معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ عیسائی - - - - اور یہاں کوئی شعر وغیرہ کی سند نہیں لہذا لغوی باطل ہے۔

نیز یہود و نصاریٰ نے اس قسم کے تشابہ الفاظ خدا۔ ابن۔ اب وغیرہ کا عبرانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے تخیل فاسد کی بنا پر سخت دھوکہ کھایا ہے۔ اور ان کی انتہا اکثر انہیں لوگوں پر ہے جن کا معنوں کے ہیر پھیر سے گمراہ کرنا اور کلام الہی میں تحریف کرنا ایک پسندیدہ شغل اور محبوب شیوہ تھا (ملاحظہ ہو بیضاوی صفحہ ۱۱۲۔ - بحرفون الکلم عن مواضع الخ معہ تفسیر۔

بمخلاف اس کے مسلمانوں نے ہرگز یہ معنی قبول نہیں کئے۔ بلکہ عبرانی صحیح معنی لئے۔ کثرت حوالجات موجب طوالت ہیں۔ میں صرف اسی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جسے مختار مدعا علیہ بار بار بڑے القاب اور شد و مد سے پیش کرتا رہا ہے۔ کہ میکائیل کے معنی عید اللہ کے ہیں۔ بلکہ اصول باندھا کہ جس کے آخر لفظ ایل ہو اس سے مراد خدا کا بندہ ہی ہوگا۔ اور قول بھی ایسے مسلم بزرگ کا ہے جو تمام امت میں حیر الامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمزادہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق اللہم علّمہ الكتاب والحکمۃ کی بشارت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے کے حق ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ص ۱۴۱۔ - اخراج ابن جریر من طرق عکرمۃ عن ابن عباس قال جبریل عبد اللہ ومیکائیل عبد اللہ وکل اسم فیہ اهل فہو عبد اللہ الخ یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبریل کے معنی عید اللہ اور میکائیل کے معنی مرزا صاحب اور مختار ان مدعا علیہ کی ناواقفی یا مغالطہ پر مبنی ہیں ورنہ خدا کے کلام میں میکائیل کے ہرگز یہ معنی نہیں بلکہ عید اللہ کے ہیں۔ یعنی خدا کا ادنیٰ بندہ اس سے سزا کا بھی جواب معلوم ہو گیا کہ تمام مسلمان با اتباع حضرت سیدنا ابن عباس رضوانہمہ دین و بزرگان اسلام میکائیل معنی خدا کا ادنیٰ بندہ قرآنی رو سے سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں۔

البتہ بعض لوگ عیسائیوں کے اتباع میں میکائیل کو خدا کی مانند یا خدا سے بھی بڑھ کر سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ میکائیل کجا مخلوقات میں کوئی بھی حتیٰ کہ اشرف المخلوقات باعث الکل سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خدا کے

مثل نہیں۔ لیس کمثلہ شیء۔ لا تضر بوا دتہ الا مثال۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تطرونی کیا اطرت
الیہود والنصارى الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود نصاریٰ کی طرح مبالغہ مدح کو وصال کے وقت تک سختی سے روکے
جواب:-

(۲) تحفہ گولڈویہ کا حوالہ اڈیشن اول کا جو ختم اور نیاب ہو چکا صرف مختار مدعا علیہ کو تنگ کرنے کے واسطے دیا گیا۔
اب ہم وہ اڈیشن کہاں سے لائیں اور باوجود تلاش کے اس موجودہ ایڈیشن میں اس کے قریب قریب بھی نہ ملا۔ مگر ہم
ان کی خاطر تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں۔ کہ مثیل آدم ہونے سے خدا کے مثل کیونکر ہو گئے اور اگر اپنے اس الہام سے
خدا کے مثل سمجھتے ہیں تو اور اچھا ہے یہی ہمارا مدعا ہے ملاحظہ ہو جو بھی الہام ترلشتے ہیں وہ مشرکانہ۔
باقی رہا حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہما سے آقا و مولیٰ مدنی تاجدار محبوب کردگار صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہما سے سر آنکھوں پر مگر یہ دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آقا سے نکر غلاموں سے ہوڑنے والے
کو پناہ نہیں دے سکتا۔

کاش کسی محدث کی کفش برداری کا فخر حاصل ہوتا تو اس کی نورانیت سمجھ میں آتی۔ یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
کا کلام ہے جو تمام مخلوق کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے۔ اس حدیث پاک صاحب
لوائٹ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان بخش تحقیق تو بعد میں پیش ہوگی اولاً ان بزرگ کا حوالہ پیش کرتا ہوں جن کی محض کرامت سے
گواہ مدعا علیہ ما انہیں مسلم مان گیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک مطلقاً مسلم صرف مرزا صاحب اور ان کے ہر دو خلفاء ہیں
ملاحظہ ہو جرح گواہ ما یکم مارچ ۱۹۳۳ء میں ابن عربی مجدد الف ثانی امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ
ہاں مسلم بزرگ ہیں کتاب الیواقیت والجوہر۔ ص ۱۱۸ مصنفہ حضرت العلامة امام عبدالوہاب شعرانی ہان فی الحدیث تا فافہم
یعنی حدیث میں کہ خدا نے ہر ایک مخلوق کا ایک نقشہ عرش کی ساق میں قبل پیدائش کھینچا جس صورت پر اسے پیدا کرنا تھا
پھر آدم کو اسی صورت پر جو اپنی پہلی کھینچی ہوئی تھی آدم کو پیدا کیا اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ارشاد
ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورۃ یا علی صورۃ الرحمن۔ یعنی آدم کو اللہ نے اسی صورت
پر پیدا کیا جس کو عرش یا لوح میں قبل پیدائش آدم کھینچی تھی۔ درباری تعالیٰ و تقدس کی کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ وہ تمام
مخلوق سے جداگانہ و لگانہ ہیں تعالیٰ اللہ سم یقول الظالمون علوا کبیرا۔ پس آدم خدا کی صورت
پر نہیں بلکہ اس کی تجویز کی ہوئی صورت پر پیدا ہوئے پھر بعض مشرک حدیث نے ضمیر آدم کی طرف پھیری ہے یعنی
آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا جو کہ ان کے شایان شان تھی اور تمام مخلوق سے ممتاز۔

مگر اہل اللہ کی یہی رائے ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا جس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اپنی مرغوب و
پسندیدہ و برگزیدہ شکل پر۔ اور فرماتے ہیں کہ جہی تو خواب میں باری تعالیٰ کی زیارت سوائے انسانی شکل کے اور کسی شکل

ہیں نہیں ہوتی حالانکہ درحقیقت ان کی کوئی بھی شکل نہیں نیز اپنی طرف باری تعالیٰ انسانی اعضاء کا نام بوجہ محبوب ہونے کے منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی ذات اس قسم کے اعضاء اور ان کی مشابہت و کیفیت سے پاک ہے قال اللہ تعالیٰ ویبقی وجہ دیک - ید اللہ فوق اید یھد یوم یکشف عن ساق - وغیرہ وغیرہ -

جن پر ہمارا ایمان بلا تفصیل کیفیت ہے کیونکہ ان کی شان لا نظیر لہ ولا مثال لہ - ولا ضد ولا ندا - سبحانہ ما اعظم شأنہ لا یحد ولا یتصور ہے چونکہ یہاں اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے طول نہیں دیتا صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ یہ مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ، ورنہ در محفل زندان خیرے نیست کہ نیست

جواب یہ -

(۴) باقی پیش گوئی میں خدا کا فاران پر اترنا اولاً انجیلی اصطلاح میں خدا و خداوند کا لفظ برابر نبی کے معنی میں مستعمل ہے اور ترجمہ میں وہی تحریف ممنوعی متحقق ہے -

فاران پر خدا کے اترنے سے اس کی وہ تجلیات خاصہ اترنا مراد ہیں جو کسی نبی کے وجود سے اترتی ہیں - جیسا کہ کوئی کہے کہ وہ طور پر خدا اترتا ہے ہرگز مراد نہیں وہ نبی خدا یا خدا جیسا ہو گیا کسی نے یہ مطلب مشرکانہ لیا نہیں پیش کردہ حوالجات کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے جیسا خدا کوئی علاج نہیں من یود اللہ بہ خیراً ینفقہ فی الدین -

پس مرزا صاحب کا خدا کے ماٹر ہونے کا خیال بھی گویا لا جواب اور مسلم ہونے کے قریب لا جواب ہے - کیونکہ جو اس مشرکانہ بات کے واسطے اڑیں ڈھونڈی تھیں اور تلاش کی تھیں - وہ سب بھرا اللہ بے نقاب ہو گئیں - باقی مرزا صاحب کے دوسرے عقائد اور تعارض بائیں نقل کر کے صفائی بے سود ہے -

(لا جواب) انا نبشركَ لَغلامِ مظهر الحق و العلا و كان الله نزل من السماء -

مشار مدعا علیہ نے دراصل میرا مفہوم ہی نہ سمجھایا حسب عادت اپنے لفظوں میں اعتراض نقل کر کے جواب دے ڈالا - بہر حال میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب اسی قسم کا ہے جو بحث کے جواب میں لا جواب ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے - مشار مدعیہ کی بحث میں یہ الہام عقیدہ مثلثیت کے تحت میں مذکور ہے - اور نوٹس میں اسی رسڈنگ عقیدہ مثلثیت کے تحت میں اولاً اس سے ماقبل کا حوالہ اربعین ہے اور پھر یہ حوالہ -

اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا انا نبشرك الخ یعنی ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق و بزرگی کو ظاہر

کرنے والا ہوگا گویا ہو۔ ہو خدا آسمان سے اتر آیا۔ خدا کے ساتھ غیر خدا کو اس کے ہو ہو قرار دینا ہے جو کھلا ہوا شرک بلکہ شرک عظیم ہے۔ مثلاً اعتراض کَانَ اللہ کا تشبیہی لفظ ہے جو کمال تشبیہ یعنی کسی کے ہو ہو وہی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ لفظ نزل اور نزول باری کی کیفیت و معنی پر۔ مختار مدعا علیہ نے اسی اعتراض لفظ کَانَ اور تشبیہ بلوغ سے آنکھیں بند کر کے لفظ نزول کے معنی شروع کر دیے۔ کہ نزول سے مراد رحمت خداوندی کا نزول یا جلال و تجلی وغیرہ ہے۔ اور اس کے واسطے تبلیغ رسالت آئینہ کالات۔ مشکوٰۃ۔ حاشیہ مشکوٰۃ کے پانچ حوالے نقل کیے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کَانَ کی تشبیہ کا اعتراض کہ وہ بیٹا وہ ایسا ہوگا جیسے ہو ہو خدا آسمان سے آگیا۔ مرزا صاحب سے اٹھا سکتے۔ یا اس کے منطلق کوئی بھی حوالہ دیتے۔ گویا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر اس کفر کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔

کچھ اس ادا سے کیا میں نے شکوۃ الحاد سے
نگاہیں جھک گئیں اُن کو نہ کچھ جواب آیا

نوٹ :- چونکہ نزول کی بحث غیر متعلق تھی اس لیے اس کے متعلق مفصل ضرورت نہیں اگر تفصیل منظور ہو تو فتح الباری ج۱ ص ۱۰۷ القلہی شرح بخاری نیز نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱۱)

(لا جواب) متعلقہ نشان ۱۰۳ حقیقہ۔ اوی ص ۲۵۵۔

اس میں بھی اسی قدیمی مغالطہ سے کام لیا ہے کہ اعتراض کچھ اور جواب کچھ یہ نشان بھی عقیدہ جسمیت کے ہیڈنگ کے تحت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور بتلایا تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خدا کی ذات و صفات میں جسمیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل نشان ۱۰۳ کا الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نشان ۱۰۳۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ سمٹھا کر ان کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تاویل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو پھیرا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ رخسائی آجاتی ہے تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اسی وقت میں عبد اللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیردہا تھا کہ اس کے رد برد غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گئے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھاڑنے کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا۔ مگر جس کو دعائی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ

میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

عبداللہ جو اس رویت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جواب تک اس کے پاس موجود ہے (حقیقتہ الوحی ص ۲۵۵) محل اعتراض خط کشیدہ الفاظ ہیں خدا کو خواب یا کشف میں دیکھنا محل اعتراض نہیں۔ بلکہ یہ کہ سرچی سے دستخط کرنا اور صرف یہ بھی نہیں بلکہ روشنائی چھڑکنا اور روشنائی کا کپڑے پر گرنا پھر اس کپڑے پر عالم بیداری میں روشنائی کا باقی رہنا اور پھر اسے تبرک بنا کر اس عقیدہ سے رکھنا کہ یہ خدا کے قلم کی روشنائی ہے اور صرف خواب نہ سمجھنا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعتراض تو تھا یہ اس کا جواب لا جواب سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا اور جواب یہ دے رہے ہیں کہ

”بطور تمثیل خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ہرگز قابل اعتراض نہیں“ پھر اس کی تائید میں بحر المعانی۔ اور سوانح مولانا نانوتوی رضی اللہ علیہ۔ دو جدید کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں۔ جو نہ مسل پر ہیں نہ عدالت کے سامنے آئے مطالبہ پر بھی پیش نہ ہوئے جواب یہاں خواب میں دیکھنے پر اعتراض کیا ہے اعتراض تو روشنائی چھڑکنے اور کپڑے پر پڑنے اور باقی رہنے اور تبرک بنا کر اس اعتقاد سے رکھنے پر کہ یہ خدا ہی کی روشنائی پڑی ہے اس پر ہے جس کے ایک حرف کا ہی خواب نہ دیا بلکہ زبان پر بھی نہ لائے اور اسے بھی بالکل لا جواب مان لیا۔ درمیان میں اپنی عادت کے مطابق علماء دیوبند کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور ان کی جماعت پر ذاتیات کے حملے کیے ہیں جنہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ پھر غیر متعلق۔ نزول کے حوالہ مشکوٰۃ۔ ترمذی۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ نیز رویت کے متعلق بحر الرائق بروایت۔ بحر المعانی کے پڑھے جن کے متعلق اپنی اپنی جگہ پر آئے گا مگر ان کا مقصد ان غیر متعلق اور کثر جدید مسل کے باہر خلاف قانون حوالوں کی بھرمار سے مقدمہ اور مسل کو طول دینا اور مدعیہ کو بلا وجہ تنگ کرنا تھا۔

فالی اللہ المشکی =

(۱۲)

انت منی بمنزلہ ولدی

خلاصہ استدلال مشار مدعا علیہ۔ یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا

ہے اصل ملاحظہ ہو۔ ۱۸ دسمبر ۱۳۳۲ھ

جو ابا گذارش ہے کہ میرا استدلال توڑ موڑ کر اپنے الفاظ کے رنگ میں ڈھال لیا تاکہ جواب ضابطہ کا دیکر لوگوں کو حسب عادت مغالطہ میں ڈال سکے حالانکہ یہ بھی انہیں اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور اس شریک بلکہ عظیم الشان ناقابل عفو جرم سے جب تک مرزا صاحب کی توبہ و رجوع غیر مشتبہ الفاظ میں نہ

پیش کریں توئی بھی قبول ہر دے سکتی۔

مختار مدعیہ کے استدلال کا خلاصہ

- دراپہ میں نے اس نکت میں بطور تمہیدہ جرح کواد مدعا علیہ ص ۳۰ مارچ ۳۳ء سے تین آیات۔
- (۱) قولہ اللہ احد اللہ الصمد لم یولد ولم یولد له کفووا احد۔ (آپ)
- ۳۱ تکاد السموات یتفطرون مذ۔ وتنشق الارض وتخر الجبال هدانا ان دع اللرحمن ولدا وما ینبغ للرحمن ان یتخذ ولدا۔ (مرید پ)
- (۳) وقالوا لآلہ الرحمن ولد القد جنتہ شیئا ادا۔ (مرید قریب الحکم پ)
- نقل کی میں اور ترجمہ بھی کواد ص ۳۱ کا پیش کیا ہے اول کا ترجمہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں دوسری کا ملاحظہ ہو۔
- ترجمہ سے کہ آسمان پرست بائیں اور زمین شق ہو جائیں اور آگ گر پڑیں اس وجہ سے کہ انہوں نے خدا سے رحمان کے لیے بیٹا پکارا۔ حالانکہ رحمن کے شان کے لائق نہیں کہ وہ بیٹا بنائے۔
- تیسری کا ترجمہ بھی واضح ہے۔

پھر یہ عرض کیا گیا ہے کہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ خدا کی شان گرامی میں لفظ ولد استعمال جائز نہیں لفظ لفظ وغیرہ میں نکت نہیں کیونکہ دلہین طور سے استعمال ہوتا ہے۔

- (۱) خدا تعالیٰ عیاذ باللہ واقعی دلہنے سے پہلی آیت نے منع کیا اور توحید کے منافی ٹھہرایا۔
- ۲ واقعی بنا نہیں مگر خارج سے منہ بولا بیٹا مجازاً بند کے دلہ اور منتر لہ دلہ لفظ استعمال کیا اس کو آیت ص ۳۰ نے رد کیا اور شان کہہ پائی کے خلاف اور منافی توحید قرار دیا۔
- (۳) نہ خدا نے دلہ بنا نہ خارج سے مجاز کسی کو منتر لہ دلہ کے بنایا بلکہ کسی معنی سے کسی نے خدا کی طرف نسبت ولد کی گوناویلا مجازاً صحیح اس کو بھی نہایت شدہ مد سے آیت ص ۳۰ نے باطل قرار دیا۔ گویا لفظ ولد کے استعمال کی خدا کی نسبت جس قدر بھی صورتیں ہو سکتی تھیں انہیں باطل اور عظیم الشان شرک قرار دیا جس کا اقرار گلوہ مدعا علیہ جرح ۲ مارچ ۳۳ء میں کر چکا ہے جیسا کہ جرح میں انہیں آیات کے بعد اقرار کیا ہے کہ یہ آیات جامع ہیں ان تمام اقسام ولد کو جو جائز نہیں نسبت کرنا ان کا خدا کی طرف۔

اس کے بعد انت منی بمنزلہ ولدت تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے (حقیقتہ الوحی) پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ خواہ خدا نے بنا ہو یا نہ حقیقی معنی ہوں یا مجازی صرف یہ نسبت لفظ ولد کی گویا بی ہو اعتماداً نہ ہو ہرگز برداشت نہیں ہو سکتی اور کبھی بھی ایسا قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس نسبت میں کو مجازی ہو زیادہ احتمال گمراہی بندگان خدا کا ہے

اس لیے اُسے اور بھی شہود سے قرآن حکیم نے ذکر فرمایا۔ تکاد السموات يتفطرن منه وتنشأ الارض و
تنحصر الجبال صدًا ان دعوا للرحمن ولدا الاية — ایضاً
اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں استعمال یا کسی طرح یہ لفظ وَلَدًا آج تک کسی مسلمان کسی عالم ولی ابدال قطب
غوث نبی رسول حتیٰ کہ خاتم الانبیاء نے باوجود جیسا کہ خدا ہونے کے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کیلئے استعمال کیا بلکہ تمام عمر تردید
فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی پیارے سنی کی جیسا کہ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس سے زائد کوئی اللہ کا پیارا نہیں
ہو سکتا خود بھی فرماتے ہیں انا اکرم ولد بنی آدم ولا فخر۔
جی کے کمال پیار و تقرب کا نظارہ شب معراج کے نقشہ سے فرمائیں۔ خدا نے آپ کے واسطے بھی منزلتِ ولد ہی کا
لفظ نہ فرمایا۔

دعویٰ یہ تھا کہ لفظ ولد کی نسبت ایک محاورہ بھی گویا مجازاً ہو مسلم یا غیر مسلم کا ہو آدم سے قیامت تک کسی سے
دکھادیں۔

مگر محمد اللہ نہ دکھا سکے لہذا لا جواب ہے۔

اسی وقت میں نے یہ پوزیشن صاف کر دی تھی کہ طفل وغیرہ الفاظ میں گفتگو نہیں کہ مثنوی سے۔

ع۔ اولیاء اطفال حق اند لے لیسر۔ یا اور اسی قسم کے الفاظ کے محاورہ پیش کروائے جائیں۔

مگر پھر بھی ان کی آڑلی اور مندرجہ ذیل تاویلات دیکھیں کہیں بھی عدالت خود جواب بحث اصل بحث سے ملا کر

ملاحظہ فرمائے۔

کہیں ایک استعمال بھی لفظ ولد کا فرضی ہی نکل آئے تو ہمارا استدلال باطل ورنہ باوجود صفحہ کے صفحہ سیاہ کرنے کے
یہ اعتراض بھی بالکل لا جواب ہی رہے گا۔ کیونکہ منشاء اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا جواب کیا دے سکتے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) فاذا كره الله كذا كره اباؤكم۔ مجازی طور پر اب بمعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر سے باپوں
کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے رنگ میں ولد اور ابن کے قائم مقام نہ ہونے
کی کیا وجہ۔

(۲) مرزا صاحب نے استعارہ کے رنگ میں اسے بمعنی طفل استعمال کیا ہے اور اطفال حق کے الفاظ اولیاء کے حق میں استعمال
ہونے ہیں۔

(۳) کوئی کسی کو اپنی اور ولد استراٹا کہہ دے تو اس کا وارث نہ ہوگا۔ معلوم ہوا ولد استراٹا و تقریباً بولتے ہیں دیوانہ (وقت)

(۴) فوراً بکیر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ازالہ اوہام مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر کی سے لفظ ابن کے مجازی سے استعمال معنی عزیز نقل کیا۔

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے بحوالہ حجۃ الاسلام نقل کیا کہ جیسے رعیت کے لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کو بوجہ مزید التفات ماں باپ (مجازاً) کہہ دیا کرتے ہیں ایسی ہی اگر گاہ بگاہ (کسی حالت میں) کسی بزرگ نے خدائے تعالیٰ کو باپ کہہ دیا تو اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ ان پر مہربان ہے نہ حقیقی ابوت و بتوت الخ۔

اولاً مجھے جواب کیا اس کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک سوال میں بھی لفظ ولد جس میں گفتگو ہے استعمال ہی نہیں۔ اور نہ ساری دنیائے اسلام میں ایک نظیر مل سکتی ہے کسی بزرگ نے سکر اور جذب کے حال میں بلا اختیار بھی اسے استعمال نہ فرمایا۔

جیسا کہ عدالت حوالجات بالا سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

پھر بھی چونکہ دوسرے رنگ میں ان بزرگوں کے (اللہ عارا اور آپ کا تشریح کے ساتھ فرمائے) دامن تقدیری کہ مرزا صاحب کی آڑ لیکر، آلودہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور باری تعالیٰ نے بزرگوں کی ناموس کے حفاظت کرنے والے کے لیے میدان حشر میں حفاظت ناموس کا زبردست وعدہ فرمایا ہے۔ اس تقرب و ثواب کی نیت سے جواب عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ذخیرہ آخرت فرمائیں۔

جوابات مرتب

(۱) پہلی آیت سے یہ مراد لینا کہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ولد ہو گئے صرف مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کہیں دور کا بھی اس سے تعلق نہیں۔

ترجمہ آیت اور مطلب کی بھی مترجم قرآن اور اردو تفسیر سے دیکھ لیا جائے۔ تاکہ اس ترجمہ اور مطلب کی خیانت بھی واضح ہو جائے۔

واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اہل مکہ ایام جاہلیت میں مکہ معظمہ کے مخصوص مقامات پر بڑے شہ و مد بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے محلہ و مناقب ذکر کیا کرتے تھے۔ اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم شہ و مد سے اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے۔ بجائے اس کے اس اہتمام سے اللہ کا ذکر کرو۔ بلکہ اس سے زائد شہ و مد سے۔ فا ذکر و اللہ

کذا ذکرکم آباءکم او اللہ ذکرکم مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ آیت

کا آخری ٹکڑا کٹ کر نقل کیا تاکہ مغالطہ دے سکے۔ اور اصل حقیقت بے نقاب نہ ہو۔ تقریباً اکثر حوالے ایسے ہی بے ربط

قطع دبرید سے پُر کیے گئے ہیں۔ چیساکہ بحث میں گذر چکا۔

(۲) (۴) = میں لفظ طفل یا اطفال یا ابن بمعنی عزیز استعمال ہونے سے لفظ ولد کا استعمال جو ولادت اور تولد کے معنی

کو مشعر تھے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ نہ ہما سے مدعا پر اس سے کوئی زد آتی ہے۔

پھر بھی لفظ ولد - طفل - ابن کا فرق پیش کرتا ہوں۔ لفظ ولد لغت میں جننے کے معنی میں آتا ہے چنداں حوالہ درکار نہیں۔ ولادت یا تولد کے محاورہ ہے۔ اسی وجہ سے کسی طور پر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

(الت) اور لفظ طفل طفولت سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی جننا نہیں بلکہ ناز پر وردہ کے ہیں ملاحظہ ہو محاورہ طفلاً

طِفْلَانَةٌ وَطُفُولَةٌ نَزْمٌ وَنَازٍ پَرِ وَرْدَةٌ كَرِيمَةٌ - (منہجی الارب)

پس طفل بمعنی ناز پر وردہ اولیاء اللہ کے حق میں مستعمل ہے۔ جس میں بننے کی طرف نفوی بھی اشارہ نہیں اور کون اولیاء اللہ کے ناز پر وردہ بارگاہ ایزدی ہونے سے انکار کر سکتا ہے ان کے ناز پر وردہ مسلم کرنے کے واسطے ان کے حالات و تذکروں کا مطالعہ بہ نیت تقرب کر کے دیکھا جائے کہ دل نور اور سرور سے کس قدر معمور ہوتا ہے۔ میں تو مختصراً ابیتیں اور حدیثیں تبرکاً بلا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) اِلَانِ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(۲) اِنِ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اِنْ كَانُوْا

تَحْسَبُوْا وَّهُمْ لَا يَحْزَنُوْنَ اَبَشْرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ -

(۱) (۱) قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مِنْ عَادِلِيْ وَلِيَا فَقَدْ اُذِنْتَ بِالْحَرْبِ

(الحديث القدسي مشکوٰۃ)

(مشکوٰۃ ترمذی)

(۲) دَبٌّ مَغْبِرٌ مِنْ فَوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْتَمِ عَلَى اللّٰهِ لَا بَدَّةَ

پس مختصراً اتنا کافی ہے ورنہ مقربان الہی کے تذکروں کو تو زمین و آسمان کے دفاتر بھی کافی نہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ

عہنم ورضوا عنہ : سے

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ ،

(ابوالوفاء)

دوا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ،

(ب) ابن جس کی اصل بنو یا بنی ہے جو بنا سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی انہی چیز کے بنانے یا اس کے ہم معنی کے ہیں۔

پیشا بھی باپ کی مجازی ساخت ہے۔ لہذا اس کی طرف منسوب ہوا اور یہ ابن یا بنت کا لفظ ولادت اور جننے

کے معنی میں لغت عرب میں ملتا دشوار ہے بخلاف اس کے نہ صرف عربی بلکہ اردو فارسی میں بھی کثرت سے دوسرے

معنی میں مستعمل ہے : ملاحظہ ہو - ابن الوقت - ابنا زمان - ابن الارض - ایک قسم کی ترکاری ہے بنت الکریم -
بنت الرز - شراب - نبات الدرہر حوادث زمانہ - نبات الفلہ اشعار نبات اللیل حوادث وغیرہ وغیرہ - ملاحظہ ہو
قاموس لسان العرب - تاج العروس وغیرہ -

ایک ضمنی اعتراض کا جواب

ربا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ابن اللہ کہنے والے کافر ٹھہرائے گئے - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں
جو انہیں ولد کہتے ہیں اور ان کا مذہب و اصطلاح متعین ہے کہ ولد کی نسبت وہ جائز سمجھے ہیں - لہذا اس قرینہ سے ان کا
لفظ ابن معنی ولد مراد ہو کر کفر ہو جائے گا - جیسے کہ مرزا صاحب استعمال اور خدا کی طرف نسبت جائز سمجھتے ہیں - لہذا
ان کا لفظ ابن استعمال کرنا بھی سراسر کفر ہو گا - بخلاف ان مسلمانوں کے جو ولد کی نسبت خدا کی طرف کسی طرح
بھی جائز نہیں سمجھتے - اگر کسی حال میں لفظ ابن استعمال کر جائیں گے تو یہ نہیں تو معنی عزیز و مخلوق یا یا سنا ہے -
کیونکہ مراد متکلم خارجی قرآن سے متعین ہے - مگر لفظ ولد - میں جو صریح ہے کوئی قرینہ درکار نہیں قرینہ کنایات
وغیرہ میں درکار ہوتا ہے -

پانچویں تاویل کا جواب

حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کا حوالہ اس سے بالکل غیر متعلق ہے اس میں تو صرف
اس قدر ہے کہ اگر کوئی ولی مقرب بارگاہ جس پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نظر عنایت ہو اور اس مخصوص التفات کی وجہ سے
کبھی کسی مخصوص حال اور سکر میں خدا کی نسبت لفظ اب استعمال کر جائے تو اسے کفر نہ سمجھو نہ حقیقی معنی مراد لو دیکھو تمہارے
بول و پال میں بوجہ کثرت التفات بادشاہ و سلطان کو کہہ دیتے ہیں کہ تم ہمارے ماں باپ ہو یعنی بڑے مہربان - اسی
طرح اسے سمجھو -

یہاں کہیں لفظ ولد کا جو ما بہ النزاع ہے پتہ تک نہیں - پس ثابت ہو گیا کہ یہ محاورہ یہ تصریح قرآن و بیجاغ
امت کفر و شرک و باطل ہے - اس کا کوئی جواب اور کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی - اللہ ہدایت اور توفیق تو بہ رحمت
فرمائے باقی اس میں ہماری اور فریق کی نسبت جو تیز کلامی ہے اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ اللہ انہیں ہدایت
ازہ شریفانہ اخلاق کی توفیق مرحمت فرمائیں -

(ابوالوفاء)

(نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کرنا جن پر شریعت شاہد نہ ہو زندقہ سے خالی نہیں اور نہ

صرف علماء ظواہر کی رائے ہے بلکہ سید الطائفہ غوث اعظم سید عبدالقادر عیلامی رضی اللہ عنہ جو امام الصوفیہ اور ان کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں کل حقیقۃ لاقتضہا الشریعۃ فہی زندقتہ۔ جس حقیقت پر شریعت شاہد نہ ہو وہ چھپا ارتداد والحاد ہے فتوح الغیب مقالہ ستا یہ اصول ملحوظ خاطر رہے دوسرے مقامات پر بھی کار آمد ہے۔
(ابوالوفاء)

(۱۳)

اسمع ولدی

اس کو چونکہ جرح میں صاف کر لیا تھا اور یہ حوالہ البشری عدالت نے نوٹ نہیں کیا تھا بحث کے وقت مختار مدعا علیہ خود ہی کہتے تھے کہ اسے بھی پیش کر دے عیب کے مختار اور عدالت نے کہا کہ جب وہ کوئی نہیں تو کیوں پیش کیا جائے اور ادھر سے پیش نہ ہوا پھر بھی مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے کہ وقت گزاری ہو بلا وجہ اسے بھی لکھ دیا۔

ہم صرف ان کی تسلی کے لیے نہ کہ جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے یہ تو کہتے ہیں کہ مولف نے اس کے خلاف اعلان شائع کر دیا ہے مگر باوجود شدید مطالبہ کے جرح میں پیش نہ کر سکے کہ جرح سے اس کی حقیقت کھل جاتی اور خود بابو منظور الہی نے آخری ادیشن میں جو حال میں شائع ہوا ہے ایک صحت نامہ دیا ہے اس میں بھی اس کی اصلاح نہیں اب یہ کہتا کہ اصل منقول عنہ میں نہیں یہ بھی زیادہ قابل لحاظ نہیں مختلف ادیشنوں میں الفاظ کا ہیر پھیر بھی ممکن ہے جرح میں شہادت کے وقت پیش کرتے تو معلوم ہوتا جو لوگ مسلمانوں کی مسلم کتابوں میں قطع و برید کریں ان کا پنے گھر کی کتابوں میں کیا اعتبار کہ محمودی قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے تصانیف و عقائد میں روز تبدیلیاں کرتی رہتی ہے عدالت چاہے تو میں خود مہیا کر کے پیش کر سکتا ہوں اور یہ کتاب لاہوری جماعت کے آدمی کی مرتب کی ہوئی ہے۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہماری طرف مناظروں اور مقدمات میں گرت ہوئی اور اعتراض ہوا تو اس سے پردہ یکنڈہ کے واسطے کوئی تحریر شائع کرادی ہو وہ ہمیشہ حجت نہیں ہم نے تو کتاب پیش کی ہے۔
نیز جرح میں گواہان مدعا علیہ نے یہ کہہ کر اس البشری کو مال دیا کہ جب تک اصل کتاب منقول عنہ سے نہ پیش ہو ہم پر حجت نہیں اور خود کہنے حوالے اسی سے بحث میں پیش کئے جو معائنہ مثل سے واضح ہوں گے۔

اخطی و اصیب

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ (م) امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب کی یہ نیت نہیں ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔

(۲) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(۳) حدیث میں لفظ تردد خدا نے استعمال ہے۔

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ان ربی کا یغل و لدیخی، و لا یخفی علی اللہ خافیہ۔ و

انہ یعلم الروا حفی۔۔۔ الخ وغیرہ بھی موجود ہیں جو خدا کے قدس و تنزه پر
دال ہیں۔

(جواب)

میری غرض یہ نہیں کہ مراد لیا۔ مطلب تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی بعید
یا اپنے ظاہری معنی سے اُس کی شان گھٹاتے اور شایان شان نہ ہوں ہرگز جائز نہیں بلکہ سراسر توہین اور اس کی جلال
توحید کے خلاف ہے۔

مرزا صاحب یا مختار مدعا علیہ کی نسبت کیسی تاویلی معنی سے لفظ خطا و غلطی کو منسوب کیا جائے تو چرچا ہوا
جائیں اور جوابات دیں مگر خدا کی طرف منسوب کر کے تاویلیں نکالیں۔ پھر جس اصل مذہب اس کے اس قدر مندرجہ بالا صریح
اور جواب کفریات سے واضح ہو چکا ہو۔ اس کے لیے تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کا حوالہ
اس ہیڈنگ کے تحت اور اُس کا اس کے تحت خطا ملط کر کے اسی لیے جواب دیا ہے تاکہ میری قائم کردہ ترتیب میں جو
صریح قرآن ہیں وہ مختلط ہو کر عدالت کی توجہ سے اوجھل ہو جائیں اور وہ مغالطہ دہی میں کامیاب ہو سکیں بہر حال میرا
یہ اعتراض بھی صرف لفظ خطا کی خدا کی طرف نسبت کرنے پر تھا۔ جو بھی نیت ہو صریح نظر اور توہین میں نیت کا
اعتبار نہیں۔

اس کا جواب تو یہ تھا کہ کسی آسمانی کتاب و صحیفہ و کسی حدیث یا بزرگ یا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے استعمال میں
دکھا دیتے۔ کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت لفظ غلطی یا خطا کا استعمال کیا ہے اور میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی
خدا کی طرف خطا کی نسبت سوائے مرزائی لٹریچر کے نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ایسے جاہ جلال۔

فَعَالَ لَمَّا يَرِيْدُ عِلَامَ الْغَيْبِ - کی نسبت کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو بندہ کہتا ہو اور اسے مالک سمجھتا ہو کیونکر کر سکتا ہے۔

اور پھر یہ کہے کہ یہ خدا کا الہام ہے ایسے الہامِ رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہوتے ہیں جیسا کہ فتوحات وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو حکایتاً نقل کرنے سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں حَاشَا لِلّٰہِ عِيَاذًا بِاللّٰہِ - شرعیآذا باللہ۔
خدا بھی سزا کرنے لگ جائے تو صواب پھر کون کرے گا ہمارے نزدیک تو نبی بھی معصوم اور ولی بھی محفوظ ہوتا ہے۔ جب کہ اس لفظ خطا کی نسبت جو صراحتہً تنقیصِ جلالِ توحید ہے ایک محاورہ بھی نہیں ہو سکا تو گو اور بہت سے غیر متعلق حوالوں سے کاغذ سیاہ کیا ہو یہ اعتراض بھی لاجواب ہی رہا۔ یہاں نیت اور مراد پر اعتراض ہی نہ تھا بلکہ استعمال لفظ پر تھا۔ جو بدستور قائم ہے۔

تاویلات ریکہ پر ایک سرسری نظر

گو اس توضیح کے بعد ہمیں مدعا علیہ کی پیش کردہ تاویلات کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مگر اس کے شائع ہونے پر کوئی نا سمجھ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اس لیے اس کی حقیقت بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے پس مختصر آئیہ گذارش ہے۔

تاویل مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(جواب)

نوٹ کے ابتدائی الفاظ میں ”اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی“ پھر تردید کی مثال دے کر لکھتے ہیں کہ اسی طرح یہ وحی الہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں کبھی انہی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہے ہوتا ہے۔
(حقیقتہ الوحی ص ۱۱)

عبارت بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

ہمارا اعتراض ان الفاظ کی نسبت اور ظاہری معنی پر ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہیں کہ ”میں خطا بھی کروں گا“ یا یہ کہ وہ کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہوتا ہے۔

باقی جو تاویل کی ہے وہ خود ایک مستقل کفر اور عظیم الشان کفر ہے۔ اولاً الفاظ مکرر ملاحظہ ہوں۔
”کبھی میں اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔“ (تفصیل کفریات)

(۱) پہلا کفر اس میں یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کو منسوخ اور ایسا مانا ہے کہ کبھی نہیں بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف اور سراسر کفر ہے قال اللہ تعالیٰ - انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ اس کے امر کا یہ حال ہے کہ جب بھی کبھی کسی چیز کا ارادہ بصورت کن کرتا ہے وہ چیز فی الفور ہوجاتی ہے۔ یعنی اس کے ارادہ اور چیز کے ہونے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا کہ منسوخ یا کبھی نہ پورا ہونے کا احتمال ہو اور یہ مطلب کہ ارادہ کے ساتھ ہی فی الفور ہو جانا بواقیت و الجواہر میں جو ان کے بھی مسلم امام عبدالوہاب شرعی کی ہے موجود ہے مزید براں مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ جنگ مقدس طبع سوم ص ۱۵۱ ملاحظہ ہو حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہوجا پس ساتھ ہی وہ ہوجاتی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے بھی تحت انما امرک الخ کے تحت میں مانا ہے کہ خدا کے کن و ارادہ ہمیشہ منتہی ہوتا ہے۔

پس یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ پورا نہیں ہوتا کھلا ہوا کفر ہے۔

(۲) دوسرا کفر اس میں یہ ہے کہ کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔ یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ جیسا چاہا ہوتا ہے اور کبھی جیسا چاہا نہیں ہوتا مسلم کفر ہے۔ یہ تو انسان کا حال ہے۔ جیسا چاہا ہو کبھی ہو کبھی نہ ہو خدا تو وہ ہے کہ جب بھی جو چاہے جیسا چاہے فی الفور ویسا ہی ہو یہی معنی ان اللہ علی کل شیء - قدير کے ہیں۔ قدير کہتے ہی اُسے میں جو چاہے جیسا چاہے ویسا ہی ہمیشہ ہو اگر ہمیشہ نہ ہو یا ویسا نہ ہو تو قدير کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔ یہ سخت مختصر باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی تحت آیت ان اللہ علی کل شیء قدير۔ والقادر وهو الذی ان شاء افعل وان لم یشاء لہ یفعل والقدير الفاعل لما یشاء و علی ما یشاء و لذلك فلما یوصف بہ غیر الباری تعالیٰ۔

یعنی قدير جو فعال ہے کہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسی لیے غیر خدا کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔

(۳) تیسرا کفر یہ ہے کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا جاتا ہے۔ یہ کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا جاتا ہے۔ یہ کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا جاتا ہے۔ یہ کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا جاتا ہے۔

منسوخ ہی نہیں ہو سکتا نسخ صرف وقتی احکام کے اپنے وقت پر ختم ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جیسے آج کل کی اصطلاح میں ہنگامی آرڈیننس کہا جاتا ہے نسخ نہ صرف احکام میں ہوتا ہے اختیار قدرت ارداد عقائد و ذات صفات باری تعالیٰ میں ماننا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معنی نسخ و حکم نسخ کے واسطے بیضاوی تحت آیت مانسوخ من آیاتہ الخ اور بیان نسخ شرح عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ۔

(۴) چوتھا کفر آیت انما امرک اذا اراد الخ کے مفہوم کی مخالفت اعتقادی۔

(۵) پانچواں کفر صفت قدير کا انکار۔

لفظ تردد کی آڑ

اس لفظ اور لفظ خطا میں بڑا فرق ہے تردد صرف تامل کا نام ہے اور یہ توہین کے حق میں ایسا صریح نہیں جیسا کہ لفظ خطا کہ ایسی صریح توہین پر دال ہے کہ انسان کے واسطے بھی اگر اس نے ارتکاب خطا نہیں کیا اس کا استعمال کیا جرم ہے کہ بخلاف کسی معاملہ میں تردد و تامل ۔

باقی اس حدیث کی شرح کا یہ موقع نہیں اس کی شرح کے واسطے اس کے تحت ۔ فتح الباری و عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجر مکی و علامہ حافظ بدر الدین عینی رحمہما اللہ تعالیٰ یا نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیں ۔ اگر اس میں کوئی لفظ خطا یہ اس کا ہم معنی ہوتا تو زیادہ تفصیل کی جاتی ۔

مرزا صاحب کے بعض الہام بطور شرح

باقی مرزا صاحب کے یہ الہام ان دبی لایصل و کاینسی ۔ لایخفی علی اللہ خافیہ ۔ انہ یعلم السر و اخی الخ جوارحین ۲ صفحہ ۳۱ البشری ج ۱ صفحہ ۳۳ البشری ج ۲ صفحہ ۵۸ سے پیش کیے تو یہ تو قرآن پاک کی آیات ہیں جو بطور الہام مرزا صاحب ۔

مکرر نقل کرتے ہیں اس سے ان کے عقیدہ کو کیا تعلق

(۱۵)

الارض والسماء معك كما هو معي

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ۔

(سراج منیر صفحہ ۸۱)

(۱) ”ہو اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا ترجمہ مخلوق ہے“

(دبرائین جلد ۴ صفحہ ۴۸۷)

(۲) ”ہو کی خبر واحد بتاویل مافی السموات والارض ہے“

گواہ مدعیہ ۱ نے اس الہام سے مرزا صاحب پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر جانا ہے حالانکہ نہ تو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو الخ ۔

(۳) اس الہام کا وہ مطلب ہے جو دبرائین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے ۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان سے آپ کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوئے

آسمان بار د نشان الوقت مے گوید زمین الخ تو نے طاعون کو بھی بھیجا سری نصرت الخ ۔

(۵) ” اس قسم کی معیت سے شرک مراد لیا حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس سے شرک لازم آیا تو جو خدا کی معیت کا مدعی ہو زیادہ مشرک ہونا چاہیئے الخ (آیات)

(۶) مشابہت نامہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ صداقت کے نشان ہیں۔“

(۷) اس میں حاضر و ناظر ہونا مراد لینا بعید از عقل نہیں بلکہ پرلے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے۔“

جواب

(۱) یہ گواہی مدعیہ کا ہرگز استدلال نہیں عدالت خود گواہی کا بیان ملاحظہ فرمائے وہاں اس تقریر کا نام نشان بھی نہیں۔

اور دراصل جو اس سے استدلال کیا گیا ہے اور بحث میں متعدد مرتبہ تذکرہ آیا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکتا ہے ان ہی صفات اور تمام امور میں۔ پس کسی چیز کی خدا سے تشبیہ دینا خواہ وہ کسی قسم کی تشبیہ ہو مومن تفتیح و شرک ہے اور دوسرے مشرکانہ عقائد کی روشنی اور متکلم کے دیگر اقوال کے قرینہ سے یہ بھی ایک مشرکانہ عقیدہ ہو جائے گا۔

اِنَّ الْاِلهَامَ فِي الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ مَعَكُمْ كَمَا هُوَ مَعِيَ - یعنی زمین و آسمان تمہارے (یعنی مرزا صاحب کے) ساتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ۔

کسی قسم کی معیت ہو خواہ علمی خواہ کوئی اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی چیز ہے اسی طرح کسی اور سے معیت ثابت کرنا خدا کے ساتھ شرک نہیں تو توحید کا کونسا حصہ ہے۔ مفصل جواب تاویلات)

(۲) مختار مدعا علیہ نے اولاً ضمیر ہو کی بحث کی کہ مخلوق مراد ہے الخ۔

جواب۔ جواب خواہ مخلوق مراد ہو یا ہر ایک زمین و آسمان اعتراض تشبیہ کا کہ خدا جیسی معیت کو بدستور باقی اور شرک ثابت کرنے کو کافی دوانی ہے۔

(۳) براہین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر عدالت خود ملاحظہ فرمائے اس الہام کا کوئی مطلب بیان نہیں کیا گیا اس سے استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی خوش عقیدگی سے یہ مطلب اگر نکلتا ہو تو وہ نہ کسی پر محبت ہے نہ مرزا صاحب کی مراد۔

(۴) یہ کہنا کہ اس سے مراد صداقت کے نشان ہیں اور چند مثالیں دینا محض غلط ہیں یہ تمام صداقت کی مثالیں محض غلط اور جھوٹ اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہیں مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان بھی مدعا علیہ صداقت کی کسوٹی پر نہ اترا مومنوع بحث نہیں ورنہ مفصل عرض کرتا نیز اس کھلے ہوئے مشرکانہ عقیدہ سے مراد صداقت کا نشان قرار دینا صرف مختار مدعا علیہ کی ذاتی اور غلط رائی ہے یہ تو ایسا مشرکانہ قول ہے کہ اسلام میں ہم کیا ہمارے باپ دادا نے

نہ سنا ہو گا یہ صداقت کی دلیل ضرور ہیں۔

مگر مرزا صاحب کی نہیں بلکہ ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کرنا دجال و کذاب کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے کہ۔

لا تقوم الساعة حتى تبعث دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث ما لم تسمعوا
انتم ولا آباءكم فاياكم و اياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم۔

(ترمذی شریف و مسلم شریف)

یعنی قیامت نہیں آسکتی جب تک اس قسم کے دجال و کذاب نہ اٹھیں کہ تمہیں وہ باتیں کہیں جو تم نے اسلام میں سنی اور نہ تمہارے آباؤ نے پس ان سے بالکل علیحدہ رہنا۔ دیکھو تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ پھنسائیں۔ اس سے مختار مدعا علیہ خود فیصلہ کرے کہ کیا مطلب ہے۔

(۵) مختار مدعا علیہ کا اس میں سخت کلامی کے بعد یہ ارشاد ہے کہ اگر معیت آسمان و زمین سے شرک ہو تو جس سے خدا کی معیت ہو وہ بھی مشرک ہو گا۔

جواب۔ یہاں معیت کا اعتراض ہی نہیں بلکہ تشبیہ کا ہے کہ جیسی خدا کی معیت ہے ویسی کسی کی نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ زمین و آسمان میرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ لیس کمشلہ شیخ کی ایک تائیدی کڑی ہے اور وہاں تمام قرآن بھی مجتمع ہیں اُسے کات کے علیحدہ جواب ہی اس لیے دیا گیا تاکہ خلط ہو سکے اور مغالطہ کا موقع مل جائے۔

(۶) تاویل قول مختار مدعا علیہ۔ مشابہت تامہ مراد نہیں بلکہ صداقت کے نشان مراد ہیں الخ۔

جواب مشابہت تو تسلیم ہی کر لی جو موجب شرک ہے خواہ تامہ ہو یا ناقصہ خدا کے ساتھ مخلوق کسی طور پر مشابہت نہیں رکھتی۔ تامہ کا تو شاید کفار کو بھی خطرہ نہ گذرا ہو۔ ناقصہ کی وجہ سے وہ بھی مشرک ہیں ورنہ کوئی کافر اپنے معبود ان باطل کو خدا کے مشابہ تامہ نہیں مانتا۔

باقی میں بتا چکا کہ یہ صداقت کا نشان یا اس کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دجال و کذاب ہونے کی نشانی ہے۔ جواب تو بن نہ سکا مختار مدعا علیہ نے الفاظ ذیل میں اپنا دل ٹھنڈا کر لیا کہ یہ مطلب مراد لینا حد درجہ کی نادانی پر لے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ ہے جس پر ہم کچھ نرس نہیں کرتے۔ یہ ان کی تیز کلامی ہمارے سر آنکھوں پر۔

(ابوالوفاء)

اصلي واصوم اسهر وانام الخ (البشرى ص ۳۹)

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہیں اور آیت لا تاخذنا سنة ولا نوم کے مخالف ہیں اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ پہلے حصہ میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ مہلہم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسرے حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور سے تجھ میں دکھلاؤں گا اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی وجہ پہلے حصہ الہام میں مہلہم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں

جواب :- جواب البشریٰ کا حوالہ مذکور عدالت کے حضور پیش ہے یہ حوالہ الہامات ۱۹۰۳ء کے ہیڈنگ کے تحت درج ہے اور اس کا نمبر ۲۳۹ ہے اصل عبارت مع ترجمہ البشریٰ درج ہے اپنا ترجمہ بھی نہیں۔

اصلي واصوم اسهر وانام واجعل لك النوار القدوم واعطيك مايد و مران الله معالذین اتقوا۔ (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (البشریٰ ص ۳۹) ملاحظہ ہو یہ خدا کا الہام ہے مرزا صاحب مخاطب ہیں خدا تعالیٰ متکلم بہ پھر کس قدر دلیری ہے ایسی کھلی ہوئی چیز میں یہ کہنا کہ ایک حصہ سے مرزا صاحب کی حالت مراد ہے اور وہ متکلم ہیں اور ایک سے خلا مراد ہے اصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب خدا کی جسمیت کے قائل ہیں جیسا کہ بحوالہ توضیح مرام گذر چکا کہ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے الخ۔

جس کا مختار مدعا علیہ نے یہ تک جواب نہ دیا کہ یہ غلط ہے اس کے بعد کے غیر متعلق فقروں کی تاویل میں کیں مگر ان کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا لہذا مرزا صاحب چونکہ خدا کے جسم و حدوٹ کے قائل ہیں اسی تجلی پر خدا ان سے یہ بھی کہتا ہے کہ ”سوتا ہوں اور جاگتا ہوں“ (البشریٰ بحوالہ مذکور)

اور خدا کے واسطے سونا کجا اونگھ بھی ناممکن ہے اس کی توحید کا ایک جزو اعظم منصوص مصرح یہ عقیدہ ہے کہ

الله لا اله الا هو الحي القوم لا تاخذ سنة ولا نوم الخ

اور جس صفت سے خدا تعالیٰ اپنی پاکی کا صراحتہ اظہار کرے اور اپنے واسطے تنقیص اور عیب ٹھہرائے اسے حقیقتاً

یا مجازاً اور تاویلاً کسی طرح اس کی طرف منسوب کرنا اس کی توہین اور شرک اور لا الہ الا اللہ کی توحید کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کی شایان شان جو چیز نہ ہو اسے صرف اس کی طرف منسوب کرنا ہی کفر ہے عقیدہ ہو یا نہ ملاحظہ ہو جو جرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۳۳ کہ وہ شخص کافر ہوگا جو خدا تعالیٰ کو ایسی چیز سے موصوف کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا کے نام کے ساتھ ہنسی کرے یا بیٹا بنائے یا بیوی بنائے یا اسے جہل کی طرف نسبت یا عجز کی طرف نسبت کرے اور نقص کی طرف الخ۔

اور لا الہ الا اللہ کے لوٹس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے مذکورہ بالا کفریات سے نہ صرف ایک دو بلکہ ان سب کا مع شئی زائد ارتکاب فرمایا ہے اس الہام کا یہ مطلب لینا کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں کس قدر مضحکہ خیز اور بے ربط تاویل ہے الہام مع انہیں کے ترجمہ کے اوپر درج ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے۔

”کہ آنحضرتؐ کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات خدا کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سونگا نہیں اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں تبھی نکاح نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا۔ کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے (بخاری کتاب النکاح ص ۳۲)۔“

تو اس بات کا الہام کہ پہلے حصہ میں ملہم کی زبان پر ذکر کیا گیا ہے (اسی راہ کہ تو مے روی بترکستان است) کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور جاگتا ہوں اور سوتا بھی ہوں یعنی میں خدائی کا دعویٰ دار نہیں ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں اور ایک مسلمان بندہ ہوں۔“

جواب میں حیران ہوں اور غالباً عدالت کو بھی کحیر ہوگا کہ گفتگو تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب پر ۳ فروری ۱۹۰۳ء کو یہ الہام فرماتا ہے کہ ”میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں“ اور جواب میں مختار مدعا علیہ یہ حدیث پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ میں روزے رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے اصل ضروری عبارت حدیث ملاحظہ ہو۔ ”تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو کہ میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے۔“

اس میں کس جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں“ اس میں تو آپ صحابہؓ کو خطبہ یعنی وعظ فرما رہے ہیں کہ میں یہ افعال کرتا ہوں باوجودیکہ تم سے زائد خدا کا خوف رکھتا ہوں تم میری

سنت پر پہلو اور رہبانیت اختیار مت کر۔ اس کا کوئی بھی جواب گو غیر معقول ہی ہو مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے ادھر ادھر کی بے ربط باتیں اور کبھی کبھی پیش کرتا ہے جو خود اس کی پرانگی خاطر اور تحیر کا نمونہ ہیں مختار مدعا علیہ نے غالباً خود اس جواب کی لغویت کا خیال فرمایا اور ایک اس سے زیادہ بے معنی اپنی طرف سے جواب اور پیش کیا کہ وہ یہاں قل محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قل محذوف ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے۔

جواب۔ یہ وہی قدیمی عادت ہے جو اعتراض مرزا صاحب پر ہو وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو ان کے اہمام یا وحی پر ہو قرآن پاک جیسی بے مثل و بے نظیر خدا کی پاک اور آخری اور ہمیشہ رہنے والی کتاب پر کر دیا جاتا ہے اللہ انہیں ہدایت اور سمجھ دے تاکہ یہ بلا وجہ مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔

اچھا جواب یہ ہے کہ قل کے محذوف ہونے کی کیا دلیل کہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہاں قل محذوف ہے پھر یہ ایک ہی اہمام میں نصف حصہ کے واسطے قل محذوف اور مرزا صاحب کا کلام اور نصف میں قل نہیں خدا کا کلام آخر کچھ تو گنتی ہوئی تاویل ہونی چاہیئے سورۃ فاتحہ میں دیکھ لو اگر قل محذوف ہے تو ساتوں آیتوں میں یوں ہی اور جہاں جہاں ہے یہ تو نہیں کہ آدھے مگرے کا قائل اور آدھے کا اور۔ اور پھر کوئی قرینہ نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب کا اصل عقیدہ ہے کہ خدا کے بیشمار ہاتھ پیر ہیں طول و عرض بھی رکھتا ہے جسے مختار مدعا علیہ بھی لا جواب تسلیم کر چکا ہے اور ایک طرف بھی جواب نہ دیا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کو مجسم سمجھتے ہیں۔ اور سونا جاگنا خدا ہی کا مراد ہے۔ البشریٰ سے اہمام مذکور مع ترجمہ بنور ملاحظہ فرمایا جائے کوئی بھی تاویل کارگر نہیں۔ اور کھلا ہوا کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ جب کہ مختار مدعیہ کے اعتراض سے لا جواب رہا تو اس نے گواہ مدعیہ نمبر الف پر ایک بے معنی اعتراض کر دیا تاکہ ان کی شہادت جو نہایت معتبر و معزز اور جس طرح سے سالم ہے۔ یوں ہی محذوف ہو جائے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”جیسے مختار مدعیہ نے ظہم کے صریح احوال کے خلاف اہمام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس اہمام کے لیے البشریٰ ص ۹۶ کا حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے اور جس طرح میں قدیم انلی ہوں اس طرح میں نے تیرے لیے ازلیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی ازلی ہے حالانکہ نہ یہ اہمام کا مطلب ہے اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے اور تیرے لیے تا اختیار کرتے ہیں کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے“

اس میں عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ البشریٰ سے لکھا ہے اور یہ غلط ہے البشریٰ کا

ترجمہ اس کے مغایر ہے۔
جواب - اولاً یہ ترجمہ نہیں۔ بلکہ اپنا استنباط اور مطلب ہے۔ جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو کوٹیشن
مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ -

”اور اس الہام کا بشری سے حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے۔“
صرف بشری سے الہام کا حوالہ ہے نہ ترجمہ کا اور مطلب یعنی اپنا استنباط لکھوایا ہے نہ ترجمہ۔ لہذا

اعتراض ہی لغو ہے۔
نیز بشری کا ترجمہ نہ تو مرزا صاحب کا ہے نہ کسی معتبر عربی دان کا پھر اگر وہ خود صحیح ترجمہ اس عربی کا کریں

تو کونسی قباحت ہے۔
یہ ترجمہ مؤلف البشری بابو منظور الہی کا ہے جس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے ۱۸ دسمبر کی بحث میں اسمع ولدی کی
تحت میں یہ لکھا کہ ”اس کے مؤلف بابو منظور الہی ملازم محکمہ تارریلوے نے دیباچہ میں لکھ دیا ہے۔ کہ وہ کوئی عربی

دان نہیں۔“
پس ایک جاہل آدمی کا ترجمہ کسی عربی دان عالم پر کیا جحت تھا وہ غلط تھا اپنا صحیح ترجمہ مطلب خیر پیش کر دیا یہ
اور گواہ کے علم و فضل و دیانت کی دلیل ہے کہ غلط ترجمہ پر بنیاد نہ رکھی بلکہ صحیح پیش کر دیا اسے مختار مدعا علیہ مفاطلہ سمجھ کر گواہ
کو ناقابل اعتبار کہے یا مختار مدعیہ اور گواہ مذکور کے واسطے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے اس کی خوشی عدالت کونہ اس
سے مفاطلہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ بے لوث غیر مجروح شہادت اس طرح مجروح ہو سکتی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کا
مسلمانوں جیسا عقیدہ براہین وغیرہ سے خدا کے متعلق نقل کیا ہے اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ وہ عقیدہ ابتدائی ہے جب
دعوی نبوت اور یہ تمام کفریات نہ تھے کیونکہ براہین تو بڑی مقدم کتاب ہے جب تک تمام مسلمان اسی کے ساتھ تھے
اور بقول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دشمن اور مرتد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مداح ہے اور ان کا یلوواں
پر موجود ہے یہ الہام ۱۹۰۳ء کا ہے اس کے بعد کا کوئی حوالہ اس کے خلاف یا تردید کا نہ پیش کر کے لہذا یہ بھی لا جواب
کفر رہا۔

(۱۷)

اعطیت صفة الاحیاء و الافناء من الرب الفعال

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ -
(۱) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا کہ مرزا صاحب نے اس قول سے اپنے

آپ کو خدائے تعالیٰ کی صفت مٹی و مہیت میں شریک مانا ہے۔

(۲) پھر مختار مدعیہ پر حسب عادت بہت ناراضی اور تیز کلامی کا اظہار فرما کے لفظ اعطیت من الرب الفعّال - کا اپنی مراد پر قرینہ بتانا چاہا ہے۔ اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ کے واسطے لفظ من الرب الفعّال - نہیں ذکر کیا۔

(جواب)

اس جواب میں بھی ہم اسے اعتراض کو اپنے الفاظ میں غلط نقل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ کسی کا خدا کے اذن سے بطور معجزہ و کرامت مردہ زندہ کرنا اور چیز بنے اور مائے جلالت کی صفت اور قدرت حاصل ہو جانا اور چیز ہے یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ انبیاء اولیاء نے باذن الہی بعض مرتبہ مردہ زندہ کیا مگر دائمی صفت مارنے جلالت کی نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں ماریں جب چاہیں جلائیں۔

پیدا کرنا۔ رزق و اولاد دینا مارنا جلانا یہ وہ صفات ہیں کہ بہ اتفاق اہل سنت والجماعت غیر اللہ میں بطور صفت کے نہ ذاتی ہو سکتے ہیں نہ عطائی۔

باذن اللہ کسی کے ہاتھ پر مردہ زندہ ہو جائے۔ مگر اس صفت کے مالک نہیں کر دیے جاتے کہ اللہ نے یہ صفت دیدی جب چاہیں اپنے اختیار سے کام لیں جیسے کہ صفت بنائی عطا فرمائی جب چاہیں اس سے دیکھیں۔ صفت سماعت بخشی۔ جب چاہیں سنیں۔

صفت مناوی کہلاتا ہے کہ ملنے کے بعد استعمال کا ہر وقت ہر طرح مجاز ہو۔ اور معجزہ میں اختیار کو کوئی دخل نہیں یہاں قال اللہ تعالیٰ ما کان لنبی ان یأتی بآیتہ الا باذن اللہ (قرآن حکیم) پس مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مائے جلالت اختیار و انشاء کی صفت عطا فرمائی ہے سراسر کھلا بواشرک ہے۔ یہ صفت صفت مختصہ باری تعالیٰ سے ہے کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے ہوا الذی یحیی و یمیت سرف اللہ ہی کی شان مارنا جلانا ہے تمام کتب عقائد اس سے پر ہیں کہ یہ اور اس قسم کے صفت مختص بذات باری تعالیٰ ہیں۔ پس مرزا صاحب اپنے آپ کو اس صفت میں خدا کا شریک مان کر لالہ الا اللہ پر مومن بنے۔

(۳) اور یہ کہنا سراسر افتراء ہے کہ مختار مدعیہ نے لفظ من الرب الفعّال حذف کر کے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اولاً تو میرے نوٹوں میں موجود ہے نیز جرح میں کل نوٹ کرایا گیا اور بحث میں اصل کتاب سے اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوا کہ اگر شبہ ہو دیکھ لیں۔ باقی جواب مابہق سے واضح ہو گیا کہ لفظ اعطیت اور من الرب الفعّال کی آڑ شرک سے بچا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ صفت ذاتی تو کسی کو کیا ہوتی۔ عطائی بھی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

جنہوں نے مردہ زندہ کیے سنگرزوں نے جن کا کلمہ پڑھا اُستن حناہ جن کے واسطے سسکیاں بھر کر رویا انہوں نے بھی نہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفت اچھا و امانتہ و افادہ دی ہے اور تمام انبیاء صحابہ کرام - ائمہ دین - صوفیائے کرام ابدال قطب - غوث کسی سے ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے نہ پیش کی جاسکتی ہے۔

اللہ کے پاک بندے اس سے مبرا و منزہ ہیں۔ باقی تاویلیں خواہ خطبہ المسامیہ سے ہوں یا کہیں اور سے محض لغو ہیں۔

(۱۸)

نئی زندگی نیا خدا الخ

تزیاق القلوب ص ۳۹۷۔

اس کا کچھ بھی جواب مختار مدعا علیہ پیش نہ کر سکا اصل الفاظ جواب مختار مدعا علیہ یہ ہیں۔ اس عبارت سے مختار مدعی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ، خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کو ازلی وابدی غیر متبدل مانتے ہیں اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پُرانا ہو گیا تھا۔ اور اب نیا ہو گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ بے انسان خدا کی طرف بھٹکتے اور ایک نیا رنگ عبودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلی فرماتا ہے اور بندہ سے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے الخ مختار مدعا علیہ نے یہ اپنی طرف سے ایک معنی باہر سے ڈالے ہیں جن کا وہاں کہیں پتہ نہیں نہ کوئی خارجی سیاق و سباق میں نام و نشان ہے۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش کر سکا نہ پیش کر سکتا تھا۔ مرزا صاحب کی عبارت اس شریکہ میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے نیز دوسرے کفریات سے ملا کر تو عظیم الشان کفر ہو جاتا ہے جس سے مخلوق کے رونگٹے گھڑے ہوتے ہیں۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیمؑ اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا تیا ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں اور کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں۔

(تزیاق القلوب ص ۳۹۷)

باقی اللہ کے متعلق مرزا صاحب کی خوش عقیدگی جو کشتی نوح اور ایشیا طحہ شہادت القرآن سے پیش کی ہے۔ اور

اس سے اس کی شرح چاہی ہے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب کی عادت ہی کھلے ہوئے متعارضات اور اختلاف بیانی کی ہے۔ محض بے سود ہے جو شخص برابر متعارض کلام بولتا ہو اس کا ایک کلام دوسرے کی شرح نہیں ہوا کرتا۔

نمونہ ملاحظہ ہو

متعارض اقوال

ایک قول:

مسیح موعود مثیل مسیح کے متعلق

(۱) میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

(تحفہ گورڈویہ صفحہ ۱۹۵)

نوٹ: مسیح موعود (۲) وہ ابن مریم آنیوالا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰)

مسیح کا امتحان (۱) یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اہل امت کے شمار میں آگئے ہیں۔

(ازالہ اوہام دوم صفحہ ۶۲۳)

مہدی کے متعلق (۱) اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے

وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست

خدا سے ہدایت پائیوں گا اس آسمانی مائدہ کو

نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا

تقدیر الہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج

سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلعم نے دی تھی وہ

میں ہی ہوں (تذکرۃ الشہادین صفحہ ۲۰)

پہلے قول کا متعارض

(۱) اس عاجز جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔

(ازالہ خورہ صفحہ ۱۹۵ کلاں صفحہ ۷۱ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۸ گواہ نمبر صفحہ ۴۸)

(۱) میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ

بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ میرے

نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ مثیل میرے جیسے اور دس ہزار

بھی مثیل مسیح آجائیں۔

ازالہ صفحہ ۱۵ کلاں ۸۳

(۲) جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے

اس کا حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی ہے

(تحقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

(۳) حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۹۲)

(۱) مسیح موعود نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد

فاطمہ و عترتی وغیرہ ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۸ گواہ ۵ صفحہ ۱۳)

نوٹ:۔ مرزا نے یہ تفتن اس لیے کیا کہ ہم لوگ ابتداً مرید ہو جائیں اور ہندوستان کی ذہنیت پیر کے متعلق یہ ہے کہ پیر من خس است الخ اعتقاس بس است پھر جو چاہا سنوایا۔

(۱) ہمداد غونے ہے کہ رسول و نبی ہیں اخبار بدر
۱۹۰۸ء مارچ -

(۲) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۳) سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا
(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

نوٹ:۔ باقی حوالوں کے لیے شیخ الجامعہ گواہ مدیر نمبر الف
کا بیان ملاحظہ ہو۔

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ
نہ ہو وہ مردہ ہے۔۔۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل
ہو رہی ہے۔۔۔ اس لیے ہم نبی ہیں بدر ۵
مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۷۲
مگر باوجود اس شد و مد کے خصوصاً ۱۹۰۷ء کے بعد
کھلا ہوا دعویٰ نبوت ہے۔

تکفیر مسلمان

(۱) خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی
میرا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتم صفحہ ۶۲)

(۲) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت
پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے حقیقۃ الوحی

(ب) میں خدا سے حکم پا کر کہتا ہوں کہ میں نبی فارس سے ہوں
موجب اس حدیث کے جو کثر العمال میں درج ہے نبی
فارس میجی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں
اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا
سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔
(ایک غلطی کا ازالہ)

ضمیمہ حقیقۃ النبوت حصہ اول ص ۲۲۶

دعویٰ مہرت و نبوت (الف) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ مہرت
کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے
(ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۵۳ - و قریب
منہ توضیح موسوم صفحہ ۷۷ حماۃ البشری صفحہ ۷۹)

(۱) وما کان لی ان ادعی النبوت و اخذ من
الاسلام و الحق بقوم الکافرین اور یہ مجھے
کہاں پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور
اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا
کر مل جاؤں۔۔۔۔۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان
ہو کر نبوت کا ادا کروں۔ صفحہ ۷۹ حماۃ البشری
طبع اول،

(۲) اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
نے ہمارے نبی اور سردار دو جہان محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو قائم النبیین بنا دیا میں نبوت کا دعویٰ بنا۔
(حماۃ البشری صفحہ ۸۳)

(۳) میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا
ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے
قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ (حماۃ البشری صفحہ ۷۹)

(۳) خط بنام عبدالحکیم مرتد حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۹

(۴) ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدی کو مسلمان نہ سمجھیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۳۵)

(۵) سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی

بیعت شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا

نام تک نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے

خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(۴) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و

نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں وہی رسالت

حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ ایشیتھار ۲ اکتوبر

۱۸۹۱ء حقیقۃ النبوة صفحہ ۸۹۔

(۵) ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت

بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان

رکھتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت ج ۶ صفحہ ۱۲۱)

تکفیر مسلمین۔

(۱) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنی دعویٰ

سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان بیوں

کی نشان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت

اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعہ

کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گوہر کیسے ہی جتنا

اہلی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت کمالہ الہیہ

سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں

بن جاتا۔

(تربیاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳)

لہذا یہ بطور کلیہ کے ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے کہ جس کی عادت اس قسم کی خلاف بیانی کی ہو اس کی عبارات

ایک دوسری کی شرح نہیں ہو سکتیں۔ اور مختار مدعا علیہ نے جو دروازہ کاربے ربط اور بلا تقرر نہ کچھ اس قسم کے متعارضات

میں تاویلات کر کے تطبیق کی شکل نکالی ہے۔ وہ محض لا حاصل اور بے معنی ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا اور عدالت

خود مسل سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

متشابہات

قول مختار مدعا علیہ :

ان اعتراضات کا جواب دینے کے بعد جو مختار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے ثبوت میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الذین فی قلوبہم ذیعر فیبتعون ما کتتابہ ابتغاء الفتنۃ جن کے دلوں میں زلیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ پر پا ہو اور لوگ حق سے معترف ہو جائیں چنانچہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے اور بعض کو تو اندیش متشابہات کو ظاہری مضمون میں لے کر جادہ مستقیم سے معترف ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک مجسم چیز کی طرح سمجھنے اور اس کے لیے ہاتھ آنکھ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ واقعی عرش پر وہ ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے لیکن سمجھدار اور عارفان الہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا۔ اور ان کے ایسے معنی کئے جو محکمات کے مخالف نہ تھے ۔

جواب : عبارت مذکورہ بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہیں جس میں اصول ٹھہرایا ہے کہ کلام الہی ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ ۔

مگر واضح رہے کہ یہ اصول مرزا صاحب کے کلام پر اس وقت چسپان ہو گا کہ ان کے تمام کلام یا الہامات کو الہی کلام اور الہام تسلیم کر لیا جائے اور انہیں دعویٰ نبوت میں سچا اور ان کے الہامات وحی الہی مان لیں حالانکہ یہ چیز خود ماہہ النزاع ہے ہم تو یہ سائے اقوال والہامات یا تو خود ساختہ ملتے ہیں یا دوساوس شیطانی وہ ہرگز کلام الہی نہیں ہو سکتے تا یہی نمونہ ملاحظہ ہو ۔

(۱) یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ عورت کی چال (ایلی ایلی لما سبقتانی بریت اذا کففت عن بنی) (مکاشفات صفحہ ۵)

اسرائیل ۔

(۲) ”بیضہ کی آمدن ہونیوالی ہے“۔ (البشری ص ۱۳۲ نقل از بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۳)

(۳) ”غلام احمد کی بیٹی“۔ (البشری ص ۱۳۲)

(۴) یریدون ان یرواطمشک ر یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں) اس الہام کی تشریح خود مرزا صاحب کی زبانی اس طرح ہے باولہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ

تجھے اپنے انعام دکھائے گا تو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو منتر "الطال اللہ کے ہے"
(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

(۵) "ہوشنا نعا" (یہ ایہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے) (البشری ص ۱۳۳ نقل از ہمد جلد دوم نمبر ۱۶ مطبوعہ
۸ مئی ۱۹۰۳ء از حضرت مسیح موعود۔

(۶) پیر لیشن عمر براطوس یا بلاطوس۔ (نوٹ) آخری لفظ بڑا موس ہے یا بلا موس سے باعث سرعت ایہام دریافت
نہیں ہوا اس جگہ برا موس اور پیر لیشن کے معنی دریافت کرنے میں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔

(البشری ص ۱۳۵) نقل از مکتوب احمدیہ ص ۶۸

(۷) غم غم غم لہ دفع الیہ من مالہ دفعتہ دیا گیا اس کو مال اس کا اچانک (البشری ص ۱۳۵
نقل از الحکم جلد ۲ ص ۲۶۷)۔

(۸) آئی تو یو۔ (ترجمہ) میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ (A) I love you.

آئی ایم وڈ یو (ترجمہ) میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (B) I am with you.

آئی شیل ہیلپ یو (ترجمہ) میں تمہاری مدد کروں گا۔ (C) I shall help you.

آئی کین واث آئی ول ڈو (ترجمہ) میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ (D) I can what I will do.

وئی کین واث آئی ول ڈو (ترجمہ) ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ (E) We can what we will do.

دس از مائی انیمی (ترجمہ) یہ میرا دشمن ہے۔ (F) This is my enemy.

ان ایہامات کے نزول کے وقت ایسا ہجو اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے (البشری
ص ۱۳۱ نقل از براہین احمدیہ ج ۳ صفحہ ۴۸)۔

(۹) "خاکسار پیپر منٹ" (کشف ص ۱۵ الحکم جلد ۹ نمبر ۷ البشری ص ۹۴)

(۱۰) "ورڈ اینڈ ٹو گرنس" (ترجمہ الہامی) ایک کلام اردو لڑکیاں (البشری ص ۱۰۶)

(۱۱) "کلیسا کی طاقت کا نسخہ" (البشری ص ۱۱۳ بد جلد نمبر ۱۹ ص ۱)

(۱۲) "اب تک پچھا نہیں چھوڑتی" (البشری ص ۱۱۳ کشف نمبر ۲۲۹)

(۱۳) "کترین کا بیڑا غرق ہو گیا" (البشری ص ۱۳۱)

(۱۴) "امین اللک بے سنگہ بہادر" (البشری ص ۱۱۸)

(۱۵) "خیر" کشف نمبر ۲۲۹ بد جلد ۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۳ البشری ص ۱۱۹

ہست او غافل ز رازِ امیر دی
در براہین نام من مسیم نہاد
دست نادادہ نہ پیران ز می۔
از رفیق راہ حق تا آشنا
روح جیٹی اندران مریم دمیدہ
زادراں مسیم مسیح ابن زماں
زانکہ مسیم بود اول گام من
شہز جائے مزبئی برتر قدم
گرمیدانی براہین راہ بسین،

(حقیقۃ الومی صفحہ ۳۲۹)

(حقیقۃ الومی صفحہ ۹۷)

(۱۶) سے آنکہ گوید ابن مسیم چون شدی
آن خدائے قادر و رب العباد
مدتے بودم بزنگ مریمی
ہچو بکرے یافتم نشونما
بعد ازاں آن قادر رب المجید
پس یہ نقش رنگ دیگر شد عیان
زین سبب شد ابن مریم نام من
بعد ازاں از نفع حق عیسیٰ شدم
ایں ہمہ گفت است رب العالمین

(۱۷) برہمن اوتار سے مقابلہ لپھا نہیں۔

پس ہر عقلمندیہ سمجھ سکتا ہے کہ بے سر پر پا کلام ہرگز الہام الہی یا کلام ربانی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی دعویٰ سرے سے غلط ہے کہ ہر الہی کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ محکم و متشابہ۔ بلکہ یہ
صرف قرآن حکیم کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت ہی سے واضح ہے جس کے ابتدائی اور آخری
حصہ کو صرف اسی ملاحظہ وہی کے واسطے کاٹ کر پیش کیا ہے ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔

”هو الذی انزل علیک الکتاب متہ آیات محکمات هن ام الکتاب و اخذ متشابہات“
اسی اللہ نے آپ پر قرآن اتارا جس میں کچھ آیات محکمات ہیں جو اصل اصول کتاب ہیں اور کچھ متشابہات“ اس میں تصریح
ہے کہ یہ تقسیم صرف قرآنی آیات کی ہے حتیٰ کہ تورات و انجیل کی بھی نہیں۔ یہاں تک مرزا صاحب کے کلام کے واسطے
گنجائش نکالی جائے۔

دوسرے اصطلاح قرآنی میں متشابہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے جیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کے لیے
رموز و اشارات ہیں جنہیں کسی اور کے سمجھانے کو نہیں اتارا ان کا حکم یہ بتایا کہ علماء بھی اس میں غور و غوض نہ کریں بلکہ بلا تامل اسے
خدا کی طرف سے سمجھ کر بلا تاویل کی فکر کے اس پر ایمان لے آئیں جیسے حَمَسْتِیْ کَلْبِیْ عَصِیْ - استوی علی

الحرث - - - - - وغیرہ

حالانکہ مرزا صاحب کا کلام نہ قرآن منزل علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ اس پر بلا تامل ایمان لانا اور تاویل تک نہ

کرنا ضروری ہے۔

خود مختار مدعا علیہ بھی اس میں تاویلات کر کے یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ متشابہات نہیں کیونکہ اسی آیت پیش کردہ کا انہی حصے اسی مغالطہ کے لیے قطع کر دیا ہے کہ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" الایۃ

متشابہات کی تاویل کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور علماء را سخیں بھی خدا کی طرف سے مان کر اس پر اُمنابہت ہیں پس یہ متشابہات نہ ہوئے۔

یہ کہنا بھی سراسر لغو ہے کہ یہ مرزا صاحب کا کلام متشابہات سے ہے اور جن کے دلوں میں زلیخ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ قلم پر پا کرنے کے واسطے اس کے پیچھے پڑتے ہیں الخ

کیونکہ اگر اس جیسے کھلے ہوئے کفریات اور لاجواب مشرکانہ خیالات کسی کو کفر سے بچا سکتے ہیں تو مختار

مدعا علیہ کے اصول پر فرعون و نمرود ابولہب

بلکہ شیطان لعین کے کلام کو بھی متشابہات میں مان کر عین ایمان کلمات بتلنے پڑیں گے فرعون کا - انا ربکم الاعلیٰ -

نمرود کا - انا اچی و امیت - ابولہب کا - بتالک - یہود کا - السلام علیکم شیطان لعین کا - انا خیر من الخ

کیا یہ اسی اصول کے کلمات نہیں کہ تاویل ہو سکے - بلکہ مرزا صاحب کے کلام سے اس میں زیادہ آسانی سے تاویل

ہو سکتی ہے۔

اول دونوں نمبر - انا ربکم الاعلیٰ انا اچی و امیت کے مقابل مرزا صاحب کا انت اسی الاعلیٰ

اور اعلیٰ صفتہ الاحیاء والافناء من الرب الفعال کا مقابلہ کر کے تاویلیں دیکھ لی جائیں۔ اگر یہ کہیں کہ مذکورہ بالا اشخاص

کا کفر دوسرے ادلہ سے متفق علیہ ہے۔ تو مرزا صاحب کو دنیا نے اسلام کا کونسا فرقہ مسلمان مان رہا ہے، عرب ہوں یا

عجم۔ ہندوستان ہو یا افغانستان مصر ہو یا شام۔ غیر مقلد ہو یا مقلد۔ حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی صوفیہ کا گروہ

ہو یا علماء ظاہر کا دیوبندی ہوں یا بریلوی۔ اہل سنت والجماعت ہوں یا شیعہ حضرات و اہلقرآن عرض کوئی ان کا کفر

واضح ہونے کے بعد انہیں مسلمان نہیں سمجھتا۔

اور اس قدر آفتاب - - : بادہ روشن و واضح کفریات کے بعد یہ مجمل اور متشابہ کفریات بھی مختار مدعا علیہ کے اسی تراشیدہ

اصول کے تحت کفر ہی پر محمول ہونگے۔ نہ اسلام پر۔ اور متشابہات کا محکماں پر محمول کرنا متفقہ اصول قرار دیا ہے اور ہم

نے بھی اولاً بنیادی طور پر محکماں سے کفر ثابت کر کے تاہم میں ان گول مول اہلکامات کو پیش کیا ہے اصل بنیاد کب ہیں

دیکھیے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تحت میں سب سے اول "و الوہیتہ تتموجہ فی بنیادی اصول ہے کہ اس

کی الوہیت میرے اندر موجزن ہے"۔ اور جس میں الوہیت ہو وہ الہ کہلائے گا اور جس میں ربوبیت ہو وہ رب، پھر جب

کوئی شخص اپنے کو بھی الہ مانے اور منوائے۔ اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ایک مرتبہ کیا کروڑ مرتبہ ہرگز ایمان دار نہیں ہو سکتا

کیونکہ لا الہ الا اللہ میں صرف ایک اللہ ہے اور یہاں نہ بھی اللہ ہے۔ نیز اس کے سائے مریدین جن میں مدعا علیہ عبدالرزاق بھی ہے ان کے اس قول پر کہ الوہیتہ تتصور فی - ایمان رکھتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ بظاہر پڑھ کر بظاہر الوہیت کا حصہ صرف خدا تعالیٰ میں مانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے اندر بھی الوہیت کے معتقد ہیں۔ پس جب کہ خدا کے سوا کسی ایک میں بھی الوہیتہ مان لی۔ تو کلمہ توحید پر جس کا مطلب صرف ایک خدا ہی کے اندر الوہیت منحصر کرنا تھا ہرگز ہرگز ایمان دار نہ ہے۔ اس سے زائد کیا وضاحت چاہتے ہیں اور اس سے زائد حکم کیا ہو گا کہ اور دن کا الٹا سیدھا ربط بے ربط جواب تو دیا مگر اس کے جواب کا باوجود سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے نام تک نہ لیا۔

سے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زیلخانے کیا خود پاک دامن شاد کنگال کا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کاملین امت مجدیہ کو متشابہات و رشتہ میں ملے جی پر خشک ملاؤں نے جہالت و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے موردوں کو کافر و مرتد و واجب القتل ٹھہرایا الخ
تمام علمائے کرام حتیٰ کہ علمائے حریم شریفین کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور تمام صوفیاء کرام اور بلا استثناء تمام فرق اسلامیہ نے مرزا صاحب اور ان کے اذتاب و اتباع و مریدین و معتقدین کو بلکہ ان کفریات پر مطلع ہونے کے بعد۔
مرزا صاحب کو مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

اب مختار مدعا علیہ کی خوشی جی چاہیے انہیں خشک ملا جاہل و نادان کہے یا اس سے بڑھ کر کوئی گالی دے جب کہ ان کے مقتول تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید الرسل مخر کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل بیت کرام و صحابہ علیہم السلام کو سب کچھ انہی کہہ ڈالی تو ان سے یہ کوئی غیر متوقع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور ان کی امت گمراہ شیبوہ ہی ہونا تھا ورنہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد یا تو نکم من الاحادیث ما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم لکیونکر ہوتا اگر یہ نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق کی یہ پیشگوئی غلط ہو جاتی اور دین درہم برہم ہو جاتا۔ الغیاذ اللہ صدق اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قول مختار مدعا علیہ :-

امام ربانی مجدد الف ثانی ر فرماتے ہیں قرآن مجید میں متشابہات مثل ید التواد ما (صحیح ہوش)

میں تھے (مقالات امام ربانی صفحہ ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرز استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانی کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے چہاں کہ مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متشابہات الہامات سے آپ کے منشاء اور کھلی کھلی تشریحات

باقی مجدد صاحب کی عبارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں بالکل عبارت بے غباہت ہے کوئی ان کی تائید نہیں محض اپنی طبیعت سے بہتان باندھا ہے۔ رہی حدیث ان اللہ خلق آدم علی صودتہ۔ اس کا مفصل جواب اوپر کوالہ انہیں کے مسلم امام عبدالوہاب شعرانی کی زبانی ایواقیت و الجوامہ ص ۱۱۸ سے گزرجکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قول مختار مدعا علیہ۔

یہ سب امور موجب کفر و اتلاذ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش و نوجوان کی شکل میں دیکھا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کی عجیب و غریب مگر خلاف اہل اسلام طرف استدلال کے رد سے خدا کو مجسم ٹھہراتے ہیں چونکہ بے ریش نوجوان اور اس کا ہاتھ اسی کی ٹھنڈک وغیرہ امور تجسم کو چاہتے ہیں اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو جنہوں نے یہ حدیث نقل کیا ہے۔ نعوذ باللہ مشرک و کافر مرتد نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ نعوذ باللہ دور دور اور بہت دور تک نوبت پہنچائی ہے دیوبندی مولوی بظاہر تو مجدد الف ثانی کو بڑی شہادت سے اپنا قبلہ و کعبہ بتلاتے ہیں مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق زور کرتا ہے تو ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔“

اس میں جس قدر سوچیانہ لہجہ اور تیز کلامی ہے وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جوابات کس جذبہ عداوت کے تحت میں دیے گئے ہیں اور ان کی اصولاً کیا حیثیت ہے میں اصل مدعا یعنی حدیث ”میں نے مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا الخ۔ کا جواب پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ خدا کا مجسم ہونا نکالنا چاہتا ہے۔

جواب

اولاً اس حدیث کو تمام مسلم ائمہ جرح و تعدیل جیسے امام بیہقی ابن سعید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور ابن معین وغیرہ اس حدیث کو مختلف طرق سے مجروح بتاتے ہیں۔ بلکہ علامہ ابن جوزی تو اسے موضوع قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال نیز تذکرۃ الموضوعات ملا علی قاری وغیرہ اور مجروح حدیث تو مختار مدعا علیہ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے (ملاحظہ ہو جرح گواہ ص ۸، تاریخ سنہ ۱۹۳۳ء) حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر ہوگی ازالہ ص ۲۳۔

نیز عقائد میں اگر مجروح نہ بھی ہو تو بھی قطعیات کا اعتبار ہے اور متواترات کا اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث معتبر نہیں چھٹے احاد مجروح ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ص ۲۱ نیز جرح گواہ ص ۸، تاریخ سنہ ۱۹۳۳ء

صرف جلال الدین سیوطی (جن کو ان کے زمانہ کے علماء اور معلم ائمہ علامہ سبکی وغیرہ عاظم لیل رطب و یابس جمع کرنے والا قرار دیتے ہیں

اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار تصحیح کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات امام جرح و تعدیل نہیں اور ہر فن میں صرف

اسی فن کے اہل اور امام کی رائے معتبر ہوتی ہے جو مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۸ مارچ ۱۳۲۳ء باقی صاحب تذکرۃ الموضوعات کا البوزرغہ سے حدیث ابن عباس کی تصحیح نقل کرنا تو اول تو وہ اور حدیث ہے دوسری اسی میں یہ بھی اسی جگہ منقول ہے کہ راہ بغواۃ کہ یہ دل اور قلب کا دیکھنا مراد ہے نہ آنکھوں کا حتیٰ کہ مجسم ہونا لازم ہے۔

اسی تذکرۃ میں مطلب حدیث یہ لکھا ہے۔

”و حدیث اگر خواب میں دیکھنے پر محمول ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول کریں۔ تو ہمارے استاد کمال الدین ابن ہمامؒ کہ یہ خدا کا دیکھنا نہیں بلکہ حجاب صورت کا دیکھنا ہے جو باری تعالیٰ کے تجلیات سے ہے اصل عبارت والحدیث ان حمل علی رویتہ المتام فلا اشکال وان حمل علی البقظة فاجاب استاذنا کمال الدین ابن ہمام بان هذا حجاب الصورة الخ
(تذکرۃ الموضوعات مصری ص ۱۲۳)

اور مختار مدعا علیہ کے یہی مسلم امام ابن عربی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی صورت نہیں دیکھی بلکہ اس کے آئینہ جلال میں خود اپنا نقشہ دیکھا جیسے کہ آئینہ میں ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی صورت ہوتی ہے نہ آئینہ۔ ملاحظہ ہو (بلوا قیمت والجوہر ج ۱ صفحہ ۱۲۳) اصل عبارت۔

فان قلت فاذن ما رأى العبد الا صورة نفسه في مراة معرفة الحق وما رأى الحق حقيقة قلت نعم وهو كذلك فحكمه الانسان الذي رأى وجهه في المراة المحسومة فانه يرى صورة نفسه حاجة له عن مشهود جرم المراة۔

اولاً مرزا صاحب کے کلام پر جو ہمارا اعتراض تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجدد صاحب وغیرہ پر دہرایا پھر وہی اعتراض خدا کے قدوس اور اس کے پاکیزہ کلام پر چسپاں کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل آیات پیش کر کے وہی اعتراض دہرایا ہے۔

آیات

استوى على العرش ربك فوقه يومئذ ثمانين اية مبسوطان ان آیات کی تفسیر چونکہ یہاں سے غیر متعلق ہے اور طول طویل ہے جس کی عدالت کی جانب سے اجازت نہیں نہیں دیکھتے ہو تفسیر بیضاوی۔ کشاف تفسیر ابن عربی تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ حوالہ بالکل مفید نہیں کیونکہ ہم نے مرزا صاحب کی یہ کلام کو بنیاد قرار دیا ہے (الوجہ تہتموج نے) اور

طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لہذا اس قسم کے متشابہات کی آڑ ہی بے کار ہے اسی پر اعتزال العرش وغیرہ کو قیاس فرما لیں قول مختار مدعا علیہ آخر میں اتنا کہدینا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی محکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے یعنی ملہم کے متشابہ الہام کے معنی..... خود بیان کر دیے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکتا کہ وہ ان مضمون کے خلاف کوئی اور معنی نکالے متشابہ الہام تو الہام ہے کسی مبہم یا ذوالوجہ عبارت کے معنی بھی منشاء منکلم کے خلاف نہیں نکالے جاسکتے اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ مسابھی بضر دہل اس کی تصدیق و تائید کا اعلان فرما ہے ہیں چنانچہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ اب اپنی طرف سے خلاف منشاء منکلم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں ان اللہ و انا الیہ راجعون (السحاب المودرار صفحہ ۲۴) علاوہ ازیں تصنیف رامصنف نیکو کند بیان جب مصنف خود فرماتے ہیں کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون و چرا کی گنجائش کیا ہے (السحاب المودرار صفحہ ۵۵)

اور مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع گواہ مدعیہ مسابھی نے بھی ۲۰ اگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو مبہم قول مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔

الجواب

اسی مسئلہ متفقہ اصول پر ہم نے بھی مرزا صاحب کی کلام کی تاویلات جو مختار مدعا علیہ نے کیں ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور اس کے الہامات کا مطلب والوہیتہ تتموج فیہا اور طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لاجواب اور صریح اقوال کی روشنی میں مراد لے کر کفر کا حکم لگاتے ہیں ورنہ خواہ مخواہ ہمیں کوئی ان سے ذاتی عناد نہیں کہ کافر بنائیں اور عاقبت خراب کریں یہ ضرور ہے کہ کافر کو کافر نہ سمجھنا اور اس کے کفر پر راضی رہ کر دنیا کو مخالطہ میں رکھنا یہ بھی کفر اور رخصائے بالکفر ہے۔

(نوٹ) آخر میں یہ بھی گزارش کر دوں کہ یہ بلاوجہ متشابہات کی بحث صرف اس لیے پھیڑی گئی کہ ہمارے جذبات مجروح ہوں کیونکہ اس سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ان کا کلام قرآن پاک کی طرح ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

بمخدا پاک داتمش زخطا ،

سے آنچہ من بشنوم نہ وحی خدا

ازخطا ہا ہمیں است ایسانم ، (درشمیں)

ہیچو قرآن مسزہ اش وانم

اگر حسن ظن کو مختار مدعا علیہ کی نسبت ہم کام میں لائیں گواب اس کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو یہ عرض کر دیں کہ مختار مدعا علیہ کو یہ بحث پھیرنے میں مخالطہ ہو گیا ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو حضور کی طرح اور ان کی کلام کو قرآن پاک کی طرح

سمجھ لیا ہے۔ ورنہ کبھی وہ حکم جو هو الذی انزل الیک الکتب منہ آیات محکمات میں ہے جو صراحتاً صرف کتاب اللہ قرآن حکیم سے مختص ہے مرزا صاحب کی کلام پوچھنا نہ کرنا۔

اب میں اپنے لاجواب حوالوں کو جو اس ہیڈنگ میں ہیں حسب وعدہ فہرست اپنے جواب کی تائید و تکمیل کے لیے عرض کرتا ہوں کہ باوجود اس طول طویل و دراز کارتاویلات کے ہمارا مدعا بدستور ثابت رہا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین خواہ کتنی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ نمائشی زبان پر لائیں مگر ان عقائد کفریہ منافی توحید کے ہوتے ہوئے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ان کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا لا الہ الا اللہ کے خلاف بالکل لاجواب حوالے جن کا ذکر تک نہ کیا۔ تمہیداً جرح گواہ مدعا علیہ ۱۳ مارچ ۱۳۳۳ء و ۲۶ مارچ ۱۳۳۳ء۔

(۱) اذاعے الوہیت والوہیتہ تتموجرفی وحی۔ اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے

(۲) تمہید عنیت۔ انت فی وانا منک دفع البلاء صفحہ ۶ (آئینہ کمالات و کتاب السیرہ)

(۳) عقیدہ جسمیت۔ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے۔

(توضیح المرام صفحہ ۷۵)

(۴) تحسین و تاویل عقیدہ تثلیث۔ اور ان دونوں مجتوں کے کمال سے..... اس کا نام پاک تثلیث

ہے اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لیے بطور ابن اللہ کے ہے (توضیح مرام صفحہ ۴۱)۔

(۵) شرم و انگیر ہونا۔ لیکن تعجب کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے کہ مرزا نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب کہا

ہے..... اور پھر دوسرا تعجب یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا

نام ظاہر کیا جائے۔ مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم و انگیر ہو گئی اور شرم کے نلبہ نے میرا نام زبان پر

لانے سے اس کو روک دیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵۶)

(۶) صیاد کے ساتھ تشبیہ۔ اب سے پہلے خدا خاموش بیٹھا رہا اور اسی طرح بیٹھا رہا جس طرح صیاد جال کے نیچے

دانہ ڈال کر بیٹھا ہے۔ (تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

(۷) تقیص امر باری تعالیٰ۔ یتم امرک ولا یتما امری۔ وہ لاجواب حوالے جن کا جوابی بحث میں مذکور ہے

مگر اعتراضی پوائینٹ نظر انداز کیا گیا۔

(۱) شرک فی الاسم۔ اعفروا دحر من السماء ربنا عا ج۔ (براہین احمدیہ ص ۵۵۶)۔

(۲) ادعائے یکتائی۔ انت بمنزلتہ توحیدی و تفریدی۔ (اربعین ۳ ماثیہ صفحہ ۴۵)۔

(۳) شرک فی الامر۔ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون (استفتاء معہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷)۔

وجرح گواہ مدعا علیہ ۱۳ مارچ ۱۳۳۳ء۔

” لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے“

(۴) عقیدہ تثلیث و انا نبشرك بعلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء نشاء (ستفناء صفحہ ۷۵) نشاء
اعتراض کائن کی تثلیث و تشبیہ ہے۔

(۵) عقیدہ جسمیت : روشنائی چمرکنے والا نشان ۱۰۶ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۵۵ -

(۶) نسبت ولایت - انت فی بمنزلتہ و لدی حقیقۃ الوحی

(۷) عقیدہ ابوت - ان الله يبشرك بعلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء
(بحوالہ مذکورہ)

(۸) خطا و صواب کی نسبت - انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

(۹) خدا کا اسم اعلیٰ ہونا - انت اسم الاعلیٰ (اربعین ۳ صفحہ ۳۴)

(۱۰) استعمال لفظ خواب و بیداری : اسہر و انام سوتا بھی ہوں جاگتا بھی (البشری ص ۴۹-۵۰)

(۱۱) نیا خدا - بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۳۹۷ - جو گزر چکا۔

(۱۲) صفتہ الاحیاء والافناء - اعطیت صفتہ الاحیاء والافناء من الرب الفعّال۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳)

مختار مدعا علیہ نے سیکڑوں تائید کے نام پر اور اس کی اڑے کرتا بیدی حوالے پیش کئے ہیں اور میں صرف ایک
حوالہ اس جواب کی تائید میں پیش کرنا ہوں جس سے حضرت باری تعالیٰ جل و علاء شانہ کی نسبت مرزا صاحب کا نظریہ واضح
ہو جائے گا اور تمام ان کے اجمالی الہامات کفریہ کے حل کرنے کو معیار ہوگا۔ نیز اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا
کشف اور عظیم الشان کفریہ کیجئے ہم و گمان میں نہ ہوگا۔

(۲۰)

کشف مرزا صاحب : ایک مرتبہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ نے
طاقت رجولیت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے (کشف مرزا صاحب منقول از اسلامی قربانی قاضی
یار محمد صاحب بی لے پلیٹڈ - بحوالہ صدع النقاب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی = عشرہ کاملہ -

قاضی یار محمد صاحب مرزا صاحب کے مرید خاص ہیں اور مرید کی شہادت باقرار مرزا غلام احمد صاحب پیر کے حق

(حقیقۃ الوحی)

میں سب سے زائد معتبر ہے ملاحظہ ہو۔

آنچه من بشنوم زوجی خدا،
بمخدا پاک و انمش زخفا،

ہے ہرچو قرآن منزہ اسس دانم ازخفا با ہمیں است ایمانم
ایسا شخص اگر ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ بے شمار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے ہرگز ہرگز ایمان دار اور کلمہ توحید کا قائل
اور اس پر مومن شمار نہیں ہو سکتا ورنہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ شیطان لعین بھی عیاذ باللہ کلمہ گو مسلمان ہے کیونکہ اس کا صرف
ایک کفر یہ ہے اور عدالت خود مقابلہ کرے کہ ان کی نسبت کس قدر ہلکا اور کتنی آسانی سے قابل تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان
کے مقبوعین کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔

استدعا

یہ حصہ ثابت ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب اور ان کے مقبوعین جن میں مدعا علیہ بھی منسلک ہے ایمان کے بنیادی
اور سب سے زیادہ ضروری جزو کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہیں مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے گو کسی اور چیز کا جواب
نہ دیا جائے اور نہ کوئی اور کفر یہ عقیدہ ثابت کیا جائے بلکہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی صورت میں گو تمام ایمانیات
اس میں مکمل اور متفقہ طور پر موجود ہوں پھر بھی کافر و مرتد ہی رہے گا اور مدعا علیہ کو اپنے مرزائی احمدی ہونے کا اقرار ہی
ہے پس مدعا علیہ باقرار خود مرزائی ہے اور مرزائیت سے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا لہذا اس سے
نہ صرف ارتداد بلکہ کھلا ہوا متفقہ ارتداد لازم آیا۔

بس سے یقیناً نکاح فسخ ہونا چاہیے کیونکہ ارتداد پر فسخ نکاح کا حکم ہونا نہ صرف فقہ حنفی کا مسلم قانون ہے بلکہ
مطہن لا کا بھی۔ اور گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ سلسلہ یکم مارنچ کے الفاظ اگر مرتد ہو جائے تو
مام فتویٰ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اور ملاحظہ ہوں الفاظ گواہ مدعا علیہ سلسلہ بجواب جرح ۲۱ مارنچ ۲۰ مرتد ہونے سے تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ
سمجھا جائے گا۔ تعامل سے تمام مسلمانوں کا تعامل مراد ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زیب خانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

فللہ الحمد حمدًا کثیراً و صلی اللہ علی حبیبہ و صحبہ وسلم تسلیماً کثیراً
کلمہ توحید کے جزاؤں لا الہ الا اللہ کا جواب ختم ہوا۔

کلمہ توحید دوسرا حصہ ،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قول مختار مدعا علیہ :

”مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی مرزا صاحب کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی اور اس لغو باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ نعوذ باللہ آپ کلمہ کے جزو دوم کے بھی منکر ہیں تو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کی پہلی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو ہے۔“

الجواب

پہلے کی بحث کا جواب مفصل عدالت کے سامنے آچکا اور واضح ہو چکا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر حوالہ لا جواب پھوڑے اور سوائے ایک حوالہ کے کسی میں بھی مختار مدعیہ کے اعتراض کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے مسل کے خلاف غیر متعلق امور سے بحث کے حجم میں زیادتی کی۔ اور وہ ایک حوالہ بھی جس کا بزم خود جواب دیا ہے۔ وہ جواب اس کے اور مرزا صاحب کے مسلمات کی رو سے بالکل لغو باطل و مخدوش ہے بوقابل التفات بھی نہیں کیونکہ خود مصنف کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

”جبل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک الہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس کے مخالفوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی تشابہ یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء کے خلاف نکالے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو۔“

الجواب

اسی اصول کے تحت میں نے اصل بحث کی بنیاد متکلم کی نہایت واضح اور مصرح قول پر رکھی تھی جو اس کی نیت پر رہبان قاطع تھا۔ اور جس کا جوابی بحث میں جواب کجا مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا۔ جیسا کہ مفصل اوپر گزر چکا۔ اب دوسرے حصہ میں بھی ان شاء اللہ وہی ملاحظہ میں آئے گا۔

کفر و اسلام کے تازک مسئلہ کی بنیاد ہم نے تو معتبر مسلم کتب اور مرزا صاحب کے قطعیات پر رکھی تھی، بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اس نے غیر مسلم خلاف واقع غیر کاتب شدہ زید عمر و بکر کے رسائل و قصہ کہانیوں پر رکھی ہے۔ ۲۔

ہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا

ہے

قول مختار مدعا علیہ :

لیکن مختار مدعا علیہ نہ تو پہلی جزو کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار توحید باری تعالیٰ موجود ہو اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی صاف عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار رسالت نکلتا ہو۔ بلکہ متشابہ الہامات تشریحات مہتمم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو کلمہ کی دونوں جزوں سے انکار ہے الخ۔

الجواب

انکار توحید اور لا الہ الا اللہ کا اس سے صاف کیا ہوگا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ ہی میں ہے نہ کسی اور مخلوق میں اور مرزا صاحب اپنے اندر سر تا پا الوہیت کا صاف اعلان فرما رہے ہیں والوہیۃ تتموج فیہ جس کا مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی جواب نہ تھا۔ اور اس کا نام تک نہ لیا باقی لا جواب حوالہ اور برگز چکے ملاحظہ ہوں۔ اسی طرح ثانی جزو کے متعلق تھا مگر چونکہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو تقلید انبی اور معصوم اور تمام انبیاء سے افضل مان چکا ہے بلکہ اُس کا ذریعہ معاش ہی یہ ہے کہ دنیا کو مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت اور یہ تمام کفریات منوائے اُسے میری بحث میں صراحت بوجہ تہصیب نظر ہی نہیں آسکتی۔ مگر غیر متعصب و غیر جانبدار منصف مزاج کے واسطے آفتاب سے زائد روشن عبارات ہیں جن کی موجودگی میں مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد میں شبہ کرنا بھی ایسا ہی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

اس مذکورہ تقریر کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعا علیہ کو کوئی صریح حوالہ نہ ملا اس کے خلاف حوالے ہیں۔
یہ عبارتیں ہیں ”عدالت کو مغالطہ دیا گیا ہے یہ متشابہات ہیں“ یہ سب اپنے اور اپنے تبیین کو خوش کرنے کو ممکن ہیں کافی ہوں مگر دلائل و براہین کے میدان میں یہ خطابت کے الفاظ محض بے سود و بیکار ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

”کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر

ہو متشابہ مبہم ذوالسوء عبارت پر کس طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔“

جواب۔ ہماری جانب سے محمد اللہ بالکل صاف صاف واضح عبارات پیش کی گئی ہیں جن کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کا جو کسی شخص یا جماعت کا اسی کے جاو بجا پروپیگنڈے کے لیے ملازم؛ اپنے آقا یا جس جماعت کا ملازم ہے اس کی طرف سے تاویلات اور اہل فتویٰ تشریحات کو متشابہ اور مبہم قرار دینا چاہیے تب نہیں وہ معذور و مجبور ہے مدعا علیہ ایک بھی گواہ یا مختار جماعت مرزائیہ کا غیر تنخواہ دار پیش کرنا تو شاید قابل التفات بھی ہوتا۔ ان کی شہادتیں قانوناً جو وقعت رکھتی ہیں وہ

عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

باقی رہا یہ قول کہ

”کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو، کیا مختار مدعا علیہ یہ بتانے پر قادر ہو سکا کہ اس کے خلیفہ برحق ثانی یعنی جناب مرزا محمود صاحب قادیانی کا یہ فتویٰ ”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور داسرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں“

(آئینہ صداقت ص ۳۵)

”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں عدالت خود غور فرمائے کہ یہ فتویٰ کسی صریح عبارت پر دیا گیا ہے اور اس کی رد سے چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم علماء موفیاء و مشائخ سلاطین و نوابان اسلام جو بھی مرزا کو رسول نہیں مانتے یا بیعت میں شامل نہ ہو اوہ نہ صرف کافر بلکہ کافر کافر ہوا۔ اور مرزا صاحب نے خود اپنے تمام نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں مختار مدعا علیہ کو چاہیے تھا کہ اس قسم کی ریکٹ تاویلات کی آڑ تلاش نہ کرنا اور اگر ان تاویلات میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ تھا تو اسے اسی اصول کے تحت میں کہ کفر اور الکفرین ضروری جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم بلکہ مسلمہ فریقین ہے مرزا صاحب اور خلیفہ محمود کے کفر اور ارتداد کا اقرار کر کے ثابت ہو جانا چاہیے تھا۔

ہذا اللہ اے سبیل الاسلام

مختار مدعا علیہ اس کے بعد کچھ جرح گواہ مدعیہ کے ربط حوالہ جن کا جواب اوپر گزر چکا ہے لکھ کے فطرتی ہیں۔ چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور مجمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑے ہیں وہ آپ کی منشاء و تصریحات کے بالکل خلاف ہیں اور صرف خلاف نہیں بلکہ ان کے خلاف آپ کی بہت سی عبارتیں موجود ہیں اس لیے اس نے مرزا صاحب کی متناقض باتیں ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر امر کے متعلق مرزا صاحب کے کلام میں تناقض موجود ہے اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول موجود نہ ہو لیکن یہ اس کا سراسر مغالطہ ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور مجمل اقوال کے غلط معنی اس نے گھڑے ہیں وہ صحیح قرار پائیں اور آپ کے جو اقوال اس کے ان گڑھے ہونے غلط معنی کے خلاف پیش کئے جاویں وہ متناقض و متعارض تصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں حضرت مسیح موعود کے کلام میں وہ حقیقت کوئی متناقض متعارض نہیں ہے۔“

الجواب

اب مختار مدعا علیہ کو یہ جواب بالکل ہی مفید نہیں ہو سکتا جب کہ بنیاد اعتراض پر ہیڈنگ کے صریح اور غیر مشتبہ الفاظ پر ہے اور میں اوپر مجمل و متشابہ کے متعلق عنوان متشابہات کے تحت میں اس آڑ کی حقیقت اپنی طرح آشکارا کر چکا ہوں ایسی صریح واضح عبارات کے ہوتے کسی جگہ کی عبارت سے اس کے خلاف مختار مدعا علیہ کا استنباط ناقابل غفوت اور پھر یہ اصول قرار دیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی عادت ابتدا سے متعارض و مہمانت اقوال و دعویٰ کن ہے اور جیسا موقع دیکھا ویسا ہی کہہ دیا۔ مسلمان۔ سنی۔ شیعہ۔ عیسائیوں کے واسطے مسیح موعود و مہدی مسعود آریوں ہندوؤں کے واسطے گوپال سری کرشن مہاراج آریوں کے بادشاہ سکھوں کے لیے بے سنگھ بہادر ہونی مانتے سے گنہگار ہیں۔ ان کے واسطے محدث و مجدد مبلغ اسلام جیسے لاہوری پارٹی جو غیر تشریحی مابین جیسے قادیانی پارٹی کے لوگ ان کے واسطے غیر تشریحی اور جو مستقل صاحب کتاب صاحب شریعت بدین و قبلہ جدیدہ و کلمہ جدیدہ پر تیار ہو جائیں ان کے واسطے مرزا صاحب کی دینی کتاب اللہ ناسخ قرآن اور ان کی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ناسخ بجائے کعبۃ اللہ کے قادیان قبلہ اور اسی طرف نہ کر کے نماز پڑھیں بجائے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مرزا صاحب کا جدید کلمہ لا الہ الا اللہ احمد جبری اللہ موجود جیسا کہ مرزائیوں کے تیسرے فرقہ اروپائی کے سلسلہ میں خود بانی فرقہ ظہور الدین اروپائی مرزائی کے حوالہ سے اوپر آچکا ہے ملاحظہ ہو جرح گواد ص ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء ایسے شخص کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی بلکہ اس کا کفر اور کفار کے کفروں سے خطرناک و مخدوش ہوگا اس کی وضاحت معہ لسٹ متعارضات اوپر مستقل گزری چکی۔

قول مختار مدعا علیہ :

” مرزا صاحب کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اس بحث میں ظاہر ہوگا۔“

جواب :

بحث سے تو تعارض نہ اٹھ سکا جیسا کہ جواب الجواب سے واضح ہو چکا اور آگے آئے گا البتہ مختار مدعا علیہ کے اس قول اور اصول سے گواہان مدعیہ پر تعارض کا الزام تھا اس کا جواب انہیں الفاظ کو دہرا کر عدالت کے سامنے پیش ہے۔

قول ” گواہان مدعیہ کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے ان کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اسی بحث میں ظاہر ہوگا۔“

ان شاء اللہ تعالیٰ

تفصیل جواب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ معہ جواب

(۱) مختار مدعیہ نے پہلا مقالہ یہ دیا ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے؟ جواب: گویا مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ آخری نبی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے نہیں۔ بلکہ مختار مدعیہ کا مقالہ ہے۔ یہی دراصل خصوصیت آخری نبی ہونے کا انکار ہے جو علاوہ مستقل کفر ہونے کے گواہ ہے۔ ۲ مارچ ۳۳ء کی جرح کے جواب سے عین ذات نبوت کی انکار کے مرادف ہے الناظر ملاحظہ ہوں۔

و خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے "انکار خصوصیات انکار ذات ہے" جرح ۲ مارچ ۳۳ء۔
اب ہمارے ذمہ صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ آخری نبی کا مفہوم اور لفظ آخر نبی آخر الانبیاء وغیرہ آپ کے خصوصیات سے ہے کسی اور نبی کے واسطے قرآن و حدیث صحابہ کرام و ائمہ فقہاء عظام کی عبارت میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ جب ہی ہوا آپ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہوا یہی معنی کسی سے کسی نفعاً یا معنی کے مختص ہونے کے ہیں۔

تفصیل دلائل

- مفہوم آخری نبی کا مختص بذات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا۔
- (۱) ولكن رسول الله وخاتم النبيين
 - (۲) قل يا ايها الناس اني رسول الله اليكم جميعا
 - (۳) والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك
 - (۴) واذا اخذ الله ميثاق النبيين الاية
 - (۵) اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي الاية
 - (۶) فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول الاية
 - (۷) وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا
- ان پر تفصیلی تقریر کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ نمبر الف و س گ نیز بحث مختار مدعیہ۔

میں نے صرف سات آیات کے حوالہ پر اکتفا کی جو مسل پر مفصل موجود ہیں اور انہیں ان کا یہی مطلب ثابت کرنے کو نہ صرف صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال پیش کئے ہیں بلکہ مرزا صاحب کے صحابی خاص محمد علی صاحب ایم اے احمدی کی بھی یہی تفسیر درج ہے جو غیر احمدی ہونے کے الزام سے بری ہیں۔ اگر میں چاہوں تو محمد اللہ صریح کم از کم (۱۰۰) آیات پیش کر سکتا ہوں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت فی القرآن مولف مولانا محمد شفیع صاحب اور یہ ٹیٹو بھی نمونہ ہوں گی ورنہ تمام قرآن شریف اسی سے پُر ہے احادیث اس مفہوم پر شہادتوں میں احادیث متواترہ کا دعویٰ غیر مجروح گزر چکا معہ دلیل اور گواہ ۳ نے دو سو سے زائد عدد کی تعداد ظاہر کی ہے جس پر بھی کوئی جرح نہیں اور (۷) احادیث اعلیٰ صحیح متصل مرفوع نمونہ شہادت میں پیش کی جا چکی ہیں جن کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو سکا ملاحظہ ہو شہادات گواہان مدعیہ اور بالخصوص علامہ ابن کثیر۔

اجماع و اقوال صحابہ

فیصد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجماع صحابہ مدلل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۳ و ۴ میں گزرا تفصیل کے واسطے آیت خاتم النبیین کے تحت میں ابن جریر ملاحظہ ہو (۴۴) سے زائد آثار صحابہ نقل ہیں۔
آثار سلف صالحین ،

(۲۶) ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ مفسرین (۱۵) حوالہ شہادت گواہان مدعیہ ملاحظہ ہو۔

اٹھ لغت

قاموس مجمع البحار مفردات امام راضب جس جیسی کوئی کتاب قرآنی لغات میں بقول علامہ سیوطی، روئے زمین پر نہیں نظر الجھتا ہی اللہ منجھ کے حوالے گواہان مدعیہ نے شہادتوں میں پیش کئے اور دو اہم حوالہ لسان العرب اور تاج العروس کے بحوالہ انہی نبی مؤلفہ محمد علی صاحب ایم اے جو مسل پر آپکے ہیں اور یہ وہ دونوں کتابیں ہیں کہ مرزا صاحب کو یہ مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۳ء تاج العروس۔ خاتم النبیین الخ ای آخر ہم یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں۔

(۲۱) لسان العرب میں و خاتم النبیین او اخرهم قال وقد قرء خاتمه یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں اور خاتم کی جگہ خاتم بھی پڑھا گیا ہے آخری نبی محمد علی ایم اے ص ۳۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین

(۱) بحر الرائق۔ مسئلہ فریقین۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۱۷ مارچ ۱۹۲۳ء۔

(۲) شرح اشباہ -

(۳) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری -

(۴) بتاوی غالمگیری -

(۵) فتاویٰ ابن حجر مکی -

(۶) رد المحتار -

(۷) اشباہ والنظائر -

ایک پچھلے حوالہ کی اصل عبارت بطور نمونہ مع ترجمہ پیش ہے -

”اذا لم یعد ذ۔ ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فایس بمسلم لانہ من ضروریات الدین -
یعنی اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانا تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ آپ کا آخری نبی ہونا اور ان کا ماننا
ضروریات دین سے ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گوہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ اس حوالہ میں آخری نبی ہونا صرف
خصوصیات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ضروریات دین سے ہے جس کا نہ ماننے والا منفقہ کافر ہے۔

حوالہ جات لفظ آخری نبی یا آخر الانبیاء کی تخصیص کے متعلق احادیث صحیحہ -

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم

(مسلم کتاب الفضائل شہادت گوہ مدعیہ نمبر ۴)

(۲) فی حدیث المعراج قال تعالیٰ --- جعلتک اول النبیین خلفا و اخرهم بعثنا۔

(ابو نعیم حضا لئس کبریٰ ص ۱۹۶)

(۳) کنت اول النبیین فی الخلق و اخرهم فی البعث

(کنز العمال ص ۱۳۱ گ الف)

(۴) کنت اول الناس فی الخلق و اخرهم فی البعث۔

(بحوالہ صدر)

(۵) انا آخر الانبیاء و مسجدی آخر مساجد الانبیاء۔ (کنز)

یہ وہی پانچوں لاجواب حوالے ہیں جو بحث میں اور شہادتوں میں اچکے اور باوجود ان کے اس قدر واضح ہونے کے مختار
مدعا علیہ یا اس کے گواہان نہ مجروح کر سکے نہ کچھ جواب دیا۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ کا ایک حوالہ آخر الانبیاء کے لفظ کا تھا اس
کے بعض راویوں کے متعلق بعض محدثین کے اقوال گو وہ قول فیصل نہ ہوں نہ ہی وہ مسلم ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ہوں قطع
برید کر کے پیش کیا جس کے مد مقابل بڑے بڑے ائمہ اور ماہرین فن جرح و تعدیل کی رائے موجود ہے۔ ان راویوں کو معتبر

ٹھہرا ہے میں اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔ (برکات الدعاء) ص ۱۱
نیز جرح گواہ مدعا علیہ۔

اولاً تو یہ حدیث مجروح نہیں راویوں کی توثیق موجود ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ دوسرے اس مخصوص سند کی حدیث ابن ماجہ کو اگر کوئی مختار مدعا علیہ کی خاطر نظر انداز ہی کر دے پھر بھی مذکورہ بالا چار اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں (جس میں مسلم شریف جیسی اعلیٰ پایہ کتاب کی بھی حدیث ہے جو صحیحین میں شمار ہے جس کی احادیث جرح و تعدیل کی محتاج نہیں موجود ہیں جو اشارۃً و کنایۃً بلکہ صریح واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت مطلقاً بلا کسی تفصیل و تفسیر کے آخری نبی یا آخر الانبیاء کے ساتھ کر رہی ہیں اور جمع معرف باللہ کی طرف منصف ہونے سے تفسیر کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ یہ احادیث احاد ہیں بالکل ناواقفی ہے بلکہ یہاں تو اثر ثابت ہے۔ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حضرت علامہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ملاحظہ ہو کہ و بذلك و ردت الاحادیث المتواترة عن رسول الله ﷺ و شہادت گواہان مدعیس بھی نقل حافظ ابن کثیر سے بھی موجود ہے۔

اب ایک طرف صرف مختار مدعا علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ احادیث احاد ہیں۔ باوجودیکہ وہ حافظ حدیث اور امام حدیث بلکہ کسی مسلم در کس گاہ کا سند یافتہ بھی نہیں۔

دوسری طرف، ایک نہیں دو مسلم ائمہ حدیث و تفسیر بلکہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیر، علامہ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ہے۔

کہ اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منوانرا احادیث بلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں عدالت خود ہی نوازن فرمائے کہ مختار مدعا علیہ عدالت کو کس قدر مغالطہ دینا چاہتا ہے یہ کوئی نئے نئے حوالے نہیں تقریباً کل مدعیہ کے شاہدوں نے پیش کیا ہے بحث میں متعدد مرتبہ پیش کیا گیا اسے لا جواب کہے کہ جواب بحث میں تذکرہ تک نہ آیا۔ (فلسفۃ الحمد)

صحابہ کرام کی تصریحات

مفصل اور کثیر التعداد حوالے گواہان مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حافظ ابن جریر طبریؒ کی تفسیر میں ملاحظہ ہو ج ۲۳ ص ۱۱ میں صرف ایک نمونہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) عن قتادة قال قال رسول الله و خاتمة النبيين اى اخرهم
یعنی خاتم النبیین کے معنی۔ تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں ابن جریر ج (۲) ص ۱۱

ائمہ مفسرین

- (۱) مسلمہ فریقین رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری ج ۲۲ تفسیر ابن جریر۔
- (۲) حافظ حدیث امام التفسیر علامہ ابن کثیر جلد ۸
- (۳) ابن کثیر جلد سوم۔
- (۴) ابن کثیر جلد چہارم۔
- (۵) تفسیر کبیر ج ۲ و ۴۔
- (۶) تفسیر بیضاوی۔
- (۷) تفسیر کشاف۔
- (۸) تفسیر روح المعانی۔
- (۹) تفسیر ابی السعود۔
- (۱۰) تفسیر در منثور۔

میں نے انہیں حوالوں پر اکتفا کیا جو شہادت مدعیہ کی طرف مثل پر آپ کے ہیں ورنہ جدید حوالے بی شمار

موجود ہیں۔

ائمہ لغت

اوپر لسان العرب و تاج العروس کے حوالہ سے گزر چکا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور بھی سات حوالے
دہیں ذکر ہیں انکی اپنی جگہ پر آئے گی نیز گواہان مدعیہ کے بیان میں موجود ہے

اجماع اُمت

اجتمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره من دون تاويل و تخصيص
بس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بلا تاویل و تخصیص اس کے ظاہری معنی (یعنی آخری نبی)
مراد ہیں اور بلا تک و اشتباہ اس کا منکر قطعاً و سماعاً کافر ہے یہ مضمون شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ وغیرہ میں موجود ہے۔
شفاء علامہ قاضی عیاضؒ (۲) ملاحظہ ہو۔
شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ عقائد ،

- (۱) اول الانبیاء ادم و اخرهم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)
یعنی پہلا نبی آدم علیہ السلام اور تمام نبیوں کے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
- (۲) مواہب لدنیہ (۳) صحیح الاغشی (۴) عقیدہ طحاوی (۵) نغیۃ الطالبین (۶) شرح فقہ اکبر (۷) کتاب الفضل
(۸) نسیم الریاض (۹) الصارم الصلوی (۱۰) اللیل والنخل (۱۱) شفاء قاضی عیاض (شرح شفاء ملا علی قاری (ج ۲)
(۱۲) (۱۳) (۱۴) -
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و کتخت مختار مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین ،

- اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا آخری نبی نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات
دین سے ہے الاشباہ والنظائر، ۲ شرح فقہ اکبر (۳) شرح اشباہ (۴) فادس ہندیہ (۵) بحر الرائق جو مسلمہ فریقین
سے (۶) در مختار۔
تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و کتخت مختار مدعیہ۔

فیصلہ صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم

- (۱) محی الدین ابن عربی سید الطائفة۔
(۲) علامہ امام عبد الوہاب شعرانی، یواقیت ج ۲ صحت ۳۵ صفحہ ۱۲۵۔
(۳) سید الطائفة غوث اعظم حضرت سید شاہ عبد القادر جیلانی، جو تینوں حضرات مسلمہ فریقین ہیں۔
ملاحظہ ہو جبرع گواہ ص ۳۳۔
(۴) انسان کامل یہ بھی مسلمہ فریقین ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حوالے ہیں تفصیل کے واسطے شہادت گواہان مدعیہ و کتخت
مختار مدعیہ ملاحظہ ہو۔

شہادت قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب

اس کے آخر میں مسلمہ فریقین شہرہ آفاق صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت پیش ہے جو بقول گواہ
مدعا علیہ ص ۲ بھی ہزار ہا شہادتوں سے زیادہ با عظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے جو صلحائے روزگار

اور دانتوں کو گار میں سے بنیاب کے علاوہ اس کی جلالت نشان ہندوستان میں بھی سلامت ریاست : ماداپور کے
 رسالہ پوری سے دونوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر کا نقش فی الجرح ہے جو پروفیسر نواب صاحب بہادر فرمائے
 بہادر پور اور انھوں نے بھی واجب التعظیم ہیں ان کے اپنے قلم کی نگہی ہوئی تمبرک کتاب نسخہ شریفہ فوائد فریدی
 صفحہ ۱۲ ملاحظہ ہوا ارشاد ہے کہ ”سلسلہ نبوت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا
 ” سب سے پہلے نبی آدم صلی اللہ اور سب سے آخری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔“

ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کی وہ توجیہ جسے اس نے بحث میں بار بار دہرایا ہے کوئی یہاں منطبق کرے کہ مرزائیوں
 کے اصول پر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاذ باللہ) آخری نبی کی حقیقت مضمون منکشف نہ ہوئی ہو بوجہ کوئی نظیر
 نہ ہونے کے جسے کہ دجال وغیرہ کی نیز صحابہ برابر ان کے اصول پر غلطی کرتے ہیں (عیاذ باللہ) ائمہ دین و صوفیائے کرام
 کو بقول مرزا صاحب و حصہ کثیر وحی الہی و مکالمہ و مخاطبہ کا عطا نہیں ہوا تھا جو مرزا صاحب کو عطا ہوا۔ بس آخری نبی
 کی حقیقت صرف مرزا صاحب پر منکشف ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں یا اس میں یہ قید اور یہ تخصیص
 اور ان معنی کا اضافہ ہونا چاہیے نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد جو ان کی بیعت میں شامل نہیں وہ سب کافر
 اور پکے کافر ہیں اور کافر کی شہادت مستبر نہیں لہذا مرزائیوں کے مسلم کسی شخص کی شہادت ہونی چاہیے پس ہم مرزا صاحب
 کے خاص الخاص مرید بلکہ صحابی کی شہادت پیش کرتے ہیں جسے احمدی ہونے کے ساتھ مرزا صاحب کی صحابی اور ایک
 بڑے فرقہ کے امیر ہونیکا فخر حاصل ہے میری مراد امیر جماعت امدیہ محمد علی صاحب ایم۔ اسے ہیں ملاحظہ رسالہ آخری
 نبی کے مندرجہ ذیل اقتباسات اور یہ حوالہ بھی نیا نہیں ”آخری نبی“ رسالہ مسل میں درج ہے۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تعلیم قرآن و حدیث آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا سوائے
 اس کے کہ بطور مجاز یا استعارہ کوئی اس لفظ کو استعمال کرے اور اگر کوئی قطعی شہادت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہے تو بلاشبہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا ہمارے سامنے سوال نہایت مختصر
 ہے جس کو حل کرنا ہے یعنی یہ تو میلا اور میاں صاحب دونوں کا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے متعلق آیا ہے بحث صرف اس قدر ہے کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں میاں صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص
 جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ میرے نزدیک اس کے معنی ہیں آخری نبی میاں صاحب نے دعویٰ سے بیان کیا
 ہے کہ جو معنی وہ کرتے ہیں و لغت میں لکھے ہوئے ہیں اور جس طرح وہ معنی کرتے ہیں اسی طرح لکھے ہوئے ہیں ماہ النزاع خاتم النبیین
 کے معنی ہیں یعنی وہ الفاظ کی کوئی تاویل قطعاً نہیں کرتے۔ اور آخری نبی لغت میں معنی نہیں چنانچہ ان کے بیان کے الفاظ ان کے
 اخبار الفضل میں شائع شدہ بیان کے مطابق یہ ہیں ”ہمیشہ سے اُس کے یہ معنی لے جاتے ہیں ہم اس کی تعبیر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ
 معنی لغت کے ہیں بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی بھی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں۔“

(الفضل ۲۶ جون ۲۰۲۳ء)

اب میں لغت سے میاں صاحب کی نئی تفسیر کی رو سے محاورہ عرب ہی مراد لے لیتا ہوں تو یہ تو میاں صاحب نے بھی مان لیا کہ وہ اپنے معنی محاورہ عرب میں بغیر کسی تاویل کے صفائی سے لکھے ہوئے بتادیں گے اور بالمقابل میرا بھی یہ دعویٰ ہے کہ جو معنی میں کرتا ہوں وہ میں محاورہ عرب میں صفائی سے لکھے ہوئے بتادوں گا اول میں اپنے حصہ کو لیتا ہوں اور لغت تین طرح پر میں دکھا دوں گا کہ محاورہ عرب کے رو سے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں یعنی اول اس طرح پر کہ خود ان الفاظ خاتم النبیین کے معنی لغت یا محاورہ عرب کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر کہ عرب نے خاتم القوم کا محاورہ عربی کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر خاتم القوم کا محاورہ جس کے مطابق خاتم النبیین ہے صرف ایک ہی یعنی آخر القوم میں بولا جاتا تھا دوسرے اس طرح پر کہ لفظ خاتم بمعنی آخری عرب میں استعمال ہوتا تھا میاں صاحب نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ لغت عرب کا بہت سا علم ہمیں کتب لغت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد صفحہ ۵ - ۶ - ۷ پر متعدد عربی انگریزی ہے مستند لغت کے حوالے نقل کر کے صفحہ پر ابن حبان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۳) من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا ينقطع --- فهو زنديق يجب قتله - اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت اکتسابی ہے جو منقطع نہیں ہوتی ہے تو وہ زندقہ ہے جس کا نقل واجب ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنی وہ بھی آخری نبی کرتا ہے نہ کچھ اور یہ میاں صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خاتم کے معنی بھرے کر کچھ اور معنی خاتم النبیین کے بن جاتے ہیں :- صفحہ۔

”اب اس قدر لغت اور نفا سیرلی شہادت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر ہونے ہوئے کس قدر جرات ہے کہ ایک شخص یہ امدے کہ لغت میں یہ معنی خاتم النبیین کے نہیں اور یہ سب لوگ غیبنا ایک بات کو ماننے لگے پیچھے معنی بنائے۔“

پھر بہت سی اسی مضمون پر صحاح کی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

”میاں صاحب نے اپنی تائید میں صرف ایک حدیث پیش کی ہے اس کا عنوان دیوں قائم کیا ہے اس اجماع کے خلاف رسول کریم کی آواز۔ کیا تعجب نہیں کہ چالیس حدیثوں میں میاں صاحب کے کان کے پردہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون آواز نہ پڑی اور اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ کی اور ایک حدیث کی آواز نہ ہونے سن لی یہ رسول کریم کی آواز نہیں یہ اپنے نفس کی آواز ہے میاں صاحب ان تنکا دیکھنے والوں میں سے ہیں جن کو شہتیر نظر نہیں آیا کرتا جو ہاتھی کو نکل جاتے اور مکھی پر گھبراتے ہیں بھلا اگر رسول کریم کی آواز کی میاں صاحب کو کوئی پروا تھی تو اس قدر کھلی آوازوں کی کیا پروا کی جن میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صورت میں نبی نہیں ہو

سکتا اس شخص کی مثال ہے جس نے کہا تھا کہ قرآن شریف کے اوامروں سے مجھے کلو اور شرابو یاد ہے اور نہیوں میں سے لا تقر بوا الصلوٰۃ اگر چالیس حدیثوں کی کھلی شہادت کو ایک حدیث رد کر سکتی ہے جس پر بلحاظ مضمون اور بلحاظ روایت دونوں طرح طرح ہوتی ہے تو شاید ہمارے میاں صاحب کل کو قرآن شریف کو بھی غیر محفوظ مانیں گے“ (آخری نبی ص ۱۳۱)

پھر تمام ان دلائل کا مفصل جواب دے کر جو مرزائی پیش کیا کرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں۔

”خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے معنی لغت میں آخری نبی نہیں اور جو معنی وہ خود کرتے ہیں۔ یعنی ایسا نبی جس کے اتباع سے نبی بنا کریں گے وہ صراحت سے اور بلا ناویل لغت میں موجود ہیں مگر میں نے لغت کی قریباً سب کتابوں سے اور احادیث سے اور اقوال ائمہ سے دکھایا ہے کہ وہ سب کے سب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور یہی معنی حضرت مسیح موعود بھی کرتے ہیں میاں صاحب نے اپنے معنی پر ایک ٹوٹی ہوئی سند بھی پیش نہیں کی نہ لغت کا محاورہ پیش کیا نہ ہی حضرت مسیح موعود کا قول کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے خاتم کے معنی مہر ہوں یا آخری خاتم النبیین کے معنی دونوں صورتوں میں آخری نبی ہیں اب یا تو میاں صاحب اپنے معنی کسی حدیث سے ثابت کریں یا کم از کم ائمہ دین کے اقوال سے ہی دکھادیں یا یہ دکھادیں کہ لغت عرب میں یہ محاورہ تھا کہ وہ

خاتم القوم کے معنی کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس کے اتباع سے قوم اپنے اور ایک قوم کا آخری شخص اس کے معنی نہ کرتے تھے صرف ہی صورت میں وہ اپنے بیان میں سچے ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسی بحث سے مسئلہ نبوت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا“ (آخری نبی ص ۱۳۱) ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ اس سلسلہ میں رسالہ مذکورہ کا ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ان قطعی اور مسلم دلائل کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ جاننا چاہیے قرآن مجید و احادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جن معنوں کی رو سے آخری نبی ہونا ثابت ہے ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کیا الخ“

نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے بہر حال یہ تو مان لیا کہ انکار آخری نبی کا ضرور ہے مگر اس معنی سے نہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں۔

مگر میں نے مفصل قرآن حدیث و دیگر مستند دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ معنی کی کوئی تفصیل نہیں آخری نبی کا انکار مطلقاً کفر ہے مرزا صاحب بھی قبل دعویٰ نبوت فرماتے تھے۔

”اور پرانے یانے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے“ (ایام الصلح ص ۱۳۴)

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک عبارت کشتی نوح ص ۱۳ کے حوالہ سے ”نوع انسان کے لیے..... بتا..... کے لیے زندہ ہونے کی اور خلاف عادت مفاظ کے لیے صرف حوالہ نقل کیا حالانکہ غیر متعلق طویل عبارتیں نقل کرتا رہا ہے اور اس حوالہ سے اس امر کے ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے قائل ہیں۔

اولاً جواب کے لیے اصل عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ سے نقل ہے۔ ”نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کو ششمن کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دوتا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا صبح ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریحی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض سانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔“

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ماننے کے اس کے خلاف تصریح موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود ماننے میں جو بفسول مرزا صاحب نبی بھی ہوگا گو غیر تشریحی ہو۔

اور اس نتیجہ کے طور پر ممکن تھا کہ کوئی دور از کار تاویل کرے اس کا مطلب یہ بنانا کہ اس سے مراد بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت اور مرتے وقت تک اسی پر قائم رہنے سے تاویل کا دروازہ بند کرنا بالفاظ جو البندہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

”ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول۔“

نیز خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء جو ۲۳ مئی کو اپنی وفات سے تین یوم قبل لکھا ہے۔
(اقتباسات)

”میں اپنے نہیں نبی کہلاتا ہوں۔“

”سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔“

”اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کرا کر کہہ سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ

اس دنیا سے گزر جاؤں۔

اب خواہ وہ کسی معنی سے ہو جب کہ مرزا صاحب خود بھی نہیں ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً تمام نبیوں میں آخری مبعوث ہونے والے نبی نہ رہے جو بدلائل سابقہ آپ کی خصوصیات اور ضروریات دین میں سے ہے جس کا منکر اجماعاً کافر ہے۔

اور خصوصیت کا انکار یعنی اس کا انکار ہے ملاحظہ ہو جرح گواد مدعا علیہ مارچ ۳۳ء۔
پس بعد انکار خصوصیت محمدیہ جس سے تسلیم گواد انکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں کر ثابت رہ سکتا ہے پھر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب آخری نبی مانتے ہیں مختار مدعا علیہ نے حسب ذیل اشعار براہین سے پیش کئے ہیں۔

اول آدم آخر شال احمد است
اے خنک آنکس کہ نہ رہ آخرے

دوسرا ارشاد۔

احمد آخر زمان کو دین راجلے فخر
آخرین را مقتدا و بلجا کہف و حصار

جواب: یہاں احمد کو آخر زمان بتلایا ہے اور احمد سے خود مرزا صاحب مراد ہیں چنانچہ نہ صرف یہاں بلکہ و مبدشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بھی جو خصوصیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے محمد کی طرح احمد بھی ایک نام ہے مرزا صاحب کو حقیقی مصداق بنایا جاتا ہے اور مرزا صاحب کا نام احمد بتلاتے ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ملاحظہ ہو۔

”پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔“

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہنک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھنا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لیے تیار ہوں حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لیے بھی تیار ہوں اگر کوئی میرے دلائل کو قلعہ ثابت کر دے۔

اس تشریح کے بکھی جواب کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ احمد آرزومان سے خود مرزا صاحب مراد ہیں۔ چنانچہ اپنے مرید خاص شاہزادہ بہد البیحد صاحب سے اپنی شان کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کے دو شعر یہ ہیں۔ سے

طور جلال خدا غرشس بریں دست
امت احمد کہ بود بسترہ جو روح جفا

نور جمال خدا صورتت ... سے رہنما
امد آخر زماں کرد بنسروش رہا۔

(ایام السلیح ۱۳۲۳)

مرزا صاحب کے امد آخر زماں ہونے کی ساف تشریح ہے اگر کوئی سمجھے کہ پہلے شعر میں۔

اول دم آخر سان احمد است۔

میں آدم سے احمد تک ذکر ہے۔

ع

نو جواب ہے کہ مرزا صاحب آدم بھی ہیں اور احمد بھی نیز دین کی تکمیل بھی اپنے پرمانتے ہیں۔ لہذا آرزو ہی ہوئے ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب سے

آدم نیز احمد مختار۔
روشنہ آدم کہ تھا اور نامکمل اب تک

در برم جامہ ہمہ ابرار۔
میرے آنے سے ہوا کامل بجلہ برگ و بار۔ (درینین)

بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا محمد رسول اللہ کہنا جب کہ مرزا صاحب خود محمد اور رسول بھی ہیں زیادہ قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو درینین سے

میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعنوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

نیز آیت محمد رسول اللہ والدین معہ الخ کے مصداق بھی مرزا صاحب ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے پس جو خود محمد رسول اللہ بن گئے اس کا ایمان لانا لالا اللہ محمد رسول اللہ پر کیا پھر آئینہ کمالات کا یہ حوالہ چالاک کی سے مختصر پیش کیا ہے ”مگر وہ ملائکہ، اور ان کے منسی خانات کے ماننے کے بعد اس قدر تو ضرور دریافت کرے گی کہ ان کا کوئی فعل باعث اور یہودہ طور پر نہیں اس اقوام کے بعد ازیں عقل منسلا ساقلا شخب کی ان اغراض کو دریافت نہ کر سکے جو ملائکہ کے ارادہ اور نمیر میں ہیں لیکن اس قدر اتمالی اور رونمور سمجھ جائے گی کہ بے شک اس فعل کے لیے بھی مثل اور افعال ملائکہ کے درپردہ اغراض و مقاصد ہیں پس وہ لوجہ سے کہ ادراک نفسی سے عاجز ہے اس تفصیل کے لیے کسی اور ذریعہ کی محتاج ہوگی جو حدود عقل سے بڑھ کر ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام ہے جو اسی غرض سے انسان کو دیا گیا ہے تا انسان کو ان معارف اور حقائق تک پہنچا دے کہ جن تک مجرد عقل پہنچا نہیں سکتی اور وہ اسرار دقینہ اس پر کھولے جو عقل ذریعہ سے کھل نہیں سکتے اور وحی سے مراد ہما کی وحی قرآن ہے جس سے

ہم پر یہ عقیدہ کھولایا کہ استقامت شہید سے ملائکہ کی غرض جم شیطاٹین ہے۔

ملاحظہ ہو اس میں کہیں آخری نبی کی نبوت کی کوئی بحث ہی نہیں نہ معلوم مختار مدعا علیہ نے یہ حوالہ کس عالم سے

نقل کیا ہے

پھر پیکار حوالے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء کے بعد کے (۳) حوالے بزرگ خود مختار مدعا علیہ کی مغالطہ اندازی الم نشرح

کرنے کے واسطے پیش کئے ہیں۔

اور اسی مغالطہ اندازی سے مختصر نقل کئے ہیں تاکہ اصل مدعا کا پتہ نہ چلے۔

(۱) حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۴ اور تمام بیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے ہے اس پیشگوئی کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ وہ آخر الزمان

بنی اسرائیل سے پیدا ہوگا الخ۔

جواب۔ اس میں تو اپنا عقیدہ مرزا صاحب نے نبی آخر الزمان کے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ تمام ان بیوں کا عقیدہ اور سمجھنا

مذکورہ ہے جو بنی اسرائیل میں آتے ہے۔ مرزا صاحب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کہا ہو۔ اس کا ایک

حوالہ کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ پھر خود مرزا صاحب کیسے نبی کاذب بن سکیں گے۔

(۲) سو تقویٰ کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے بیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں

سے آئے گا۔ (حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۶)

یہاں بھی اپنی رائے کچھ نہیں بلکہ یہودیوں اور ان کے بیوں کے الفاظ میں آخری نبی کا لفظ ہے مرزا تو اس کے منکر ہی

ہے اور مرتے وقت تک نبی بنے ہے۔

(۳) اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔

(حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۴)

اس میں لفظ آخری نبی تو نہیں مگر یہ ہے کہ سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل

ہے۔ اس سے استنباط بھی آخری نبی نہیں ہو سکتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کو سی نبوت رسالت

پر رونق افروز ہیں اور نہ صرف نبی بلکہ تمام انبیاء سابقین کے ہم پلہ بلکہ بڑھ کر ہیں۔

انبیاء گریہ بودہ اندلسے

آنچہ داد است ہر نبی را جام

من بعرفان نہ کمتر نہ کسے

داد انجام را مل بہ تمام

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد اور سب احادیث مسلم و کثر الثمال وغیرہ ترک کر کے ایک مخصوص سند کی اس ماہ

کی حدیث پر غیر مسلم جرح نقل کی جس کے متعلق میں اوپر کہہ آیا ہوں اور مفصل آگے ختم نبوت کی بحث میں آئے گا۔

مختلف معنی سے جو آخر میں بے سود تاویل کی ہیں وہ اوپر کے دلائل سے لغو ثابت ہو چکیں لہذا مکرر اس پر کچھ کہنے

کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

“مختار مدعیہ اپنے مسلمہ عالم کا قول پڑھے مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں۔ اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ظنیات کا الخ (برائین قاطعہ صفحہ ۱۹)۔

نوٹ مسلمہ عالم کا لفظ اختلاف تانوں ہے۔ کہیں مسل میں پتہ نہیں۔ اسی اصول پر ہم نے خصوصیت مجزیہ لفظ آخری نبی اور اس کے مفہوم کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث قطعیہ متواترہ۔ اقوال صحابہ۔ ائمہ مفسرین۔ صوفیاء کرام حضرت خواجہ غلام فرید صاحب، حتیٰ کہ مرزا صاحب کے صحابی خاص الخاں جناب محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ سے پیش کر دیا۔ بلکہ شاید مختار مدعا علیہ آپ کو معلوم نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی آخر الزمان ہونا نہ صرف قرآن پاک بلکہ کتب منقولہ کا مسلح مسلم مسئلہ ہے۔ ملاحظہ ہو تورات مقدس۔“

یہ شخص آخر الزمان نبی کو نہیں ملنے گا میں اُس سے مطالبہ کروں گا (تورات استثناء باب ۱۸) ترجمہ میں شک ہو تو مرزا صاحب کی گواہی پیش ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۱۔

اب نو آخری نبی یا آخر الزمان نبی کی خصوصیت قرآن و حدیث کتب سابقہ سماویہ سب سے ثابت ہو چکی اور اس سے انکار کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ”اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر ایمان لانا ضروری مانا ہے یہ ایک مغالطہ گویان مدعا علیہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو خصوصیات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور نہ کسی حدیث متواتر سے بلکہ گواہان نے اپنی طرف سے چند مفروضات گھڑائے ان کا نام خصوصیات رکھ لیا ہے۔ ان پر بھی ایمان لانا ضروریات دین میں سے شمار نہ ہائے۔“

یہ صرف منطوقہ خیر بلکہ محض مغالطہ ہے جو کہ عدالت سرلوٹیدہ نہیں۔ کیونکہ خصوصیت اور تمام خصوصیات درآن پاک احادیث اقوال صحابہ و ائمہ بلکہ اسامی امت سے ثابت ہیں پس ان کا انکار تو متفقہ کفر ہوگا۔



خاتم النبیین کے معنی

قول مختار مدنا علیہ :

”مختار مدنی نے مرزا صاحب کے کلمہ کے دوسرے جزو کے انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین

کے شکر ہیں“

جواب

مختار مدنا علیہ نے یہ وجہ محض اپنی طرف سے تراشی ہے خاتم النبیین کے متعلق اس موقع پر کچھ نہیں پیش کیا گیا بلکہ آخری نبی کے لفظ اور اس کے بنوم کے متعلق تھا جو اوپر کے ہیڈنگ کے تحت مفصل گزر چکا مگر اب ہم اس کی خاطر اس کے متعلق بھی بہت ہی مختصر عرض کرتے ہیں۔

مختار مدنا علیہ نے بیانات کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ ”مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بسدن دل یقین کرتے ہیں“

جواب

خاتم النبیین معنی آخری نبی میں گفتگو ہے نہ کہ صرف لفظ خاتم النبیین میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہل جب تک کہ مرزا صاحب کی نبوت سے پردہ نہ اٹھا تھا۔ جب بھی مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتے تھے اور بیعت کے الفاظ میں بھی تھا اور بعد کو بھی آرتیک خاتم النبیین کا لفظ مخالف امیر فرماتے رہے لیکن معنی بدل ڈالے اور پہلے مطلقاً اہلسنت کی طرح تھا اور اب معنی لہر رہ گئے کیونکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اس کے معنی مسلمانوں کے مطابق یہ کرتے رہے ملاحظہ ہوں اصل الفاظ مرزا صاحب۔

(۱) اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم النبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور بناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی“

(دین الحق صفحہ ۲۷ بحوالہ حقیقۃ النبوت)

حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ کو بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے خط لکھا ہے جس میں مصرع ہے کہ ہا ہر نبوة را برد شد اختتام۔ (واقعات ایام صلح)

(۲) ”ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی پابندی ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور سلسلہ نبوت کا منقطع منسور ہو سکتا ہے اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی گواہیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں دنیا میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لاجبی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات کی لکڑی پر دی کر کے نسو من صریح قرآن کو سمدا چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا اور بعد اس کے بودی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ بس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔“ (ایام الصلح صفحہ ۱۳۶)

خصوصیت سے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

(۳) کیف مانی ان ادعی النبوت و اخرج من الاسلام و الحق بقوم کا فرین

ترجمہ: ”مجھے نبی ماننے والے دجال ہیں۔“ (تہمت البشری)

(۴) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نبیا ہو یا پرانا۔ (شان آسمانی صفحہ ۳۰ جون ۱۹۲۲ء بحوالہ حقیقتہ النبوت صفحہ ۹۳ حیرا دل)

اب ۱۹۶۱ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

اب اپنی نبوت سے پردہ اٹھ چکا آپ: بٹے اس کے کہ۔

مع - ہر نبوت را برد شد اتمام - اور کسی قسم کا نبیا یا پرانا نبی آنا خاتم النبیین کے منافی ہے اگر اور مگر اور قبولات۔ ذنا و بلمات کا اضافہ ہے گو لفظ تو وہی خوش آئند منالطہ امیر خاتم النبیین ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

” و نو من بانہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ الا الذی اذی“

مواعظ الرحمن ۶۷۶ جنوری ۱۹۲۳ء۔

یعنی ہم ایمان لاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ ہوگا مگر وہ جو آپ کا فیض یافتہ ہو ملاحظہ ہو کہ یا تو لاجبی بعدی مطلق تھا کسی قسم کی تخصیص شرارت اور قرآن و حدیث کے خلاف بیدینی تھی جیسا کہ ایام الصلح ص ۱۳۶

پر ہے یا اب تخصیص شرارت نہ رہی اور ایک ”مگر“ لگا کے تخصیص خلاف حدیث و قرآن کر دی کہ آپ سے فیس یافتہ امتی نبی آسکتا ہے۔

اس کے نتیجے کا تشریحی نوٹ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کا جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے حقیقۃ النبوت ص ۹ سے ملاحظہ ہو۔

(۳) ”تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لبتی ہے۔“ چشمہ معرفت ص ۲۲ حقیقۃ النبوت ص ۸۵ اس قسم کے صدہا حوالہ موجود ہیں جس کو تفصیل منظور ہو در حقیقۃ النبوت مرزا محمود صاحب کے ہیڈنگ۔

در ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالجات کے تحت صفحہ ۷۷ سے صفحہ ۱۱۸ تک ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ جواب یہ کہ لفظ خاتم النبیین کا اقرار تو آخر تک ہے مگر ۱۹۰۱ء سے پہلے حسب قول گواہ مسلمان تھے تو اسلامی معنی بھی ہیں جیسا کہ ایام الصلح سفر ہام نشان آسمانی سن ۱۹۳۳ء وین الحق صفحہ ۲۷ ازالہ صفحہ ۳۱۰ پر تشریح ہے بعد ۱۹۰۱ء اول تو صرف لفظ ہی استعمال میں ہے جیسا کہ فارم بیعت پیش کردہ گواہ مدعا علیہ منسلکہ مسل سے واضح ہے اور اگر معنی کہیں کچھ لئے تو یا وہ اسی دلیل کے ساتھ گول مول اور اگر وضاحت کی کبھی ہمت کی تو وہی کفریہ معنی بیان کئے ہیں جو کھلا ہوا انکار بلکہ موجب مزید توہین ہے ملاحظہ ہوا ستفتا۔ عربی صفحہ ۲۳ و سرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق، یہ مغالطہ وہی ضروری تھا کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ کی پیشگوئی میں تمام اپنے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کو دجال و کذاب بتایا گیا ہے اُنھنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ دار نبوت اگر بسا مغالطہ نہ کرے تو عیاذ باللہ سادق و مسدوق جیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف آجائے جو متفقہ فریقین محال و ناممکن ہے۔

قول مشار مدعا علیہ۔

”اور اس کے جو معنی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ اور ائمہ اور لغت عرب کی رد سے ثابت ہوتے

ہیں ان پر ایمان رکھتے ہیں۔“

جواب

محض غلط اور مغالطہ ہے مرزا صاحب کے قائم کردہ معنی کہ جس کی کامل پیروی و اتباع سے نبی بنا کریں جس کی اتباع نبیہ تراش ہو نہ کسی ایک آیت میں صراحت کی اشارت و کنایہ نہیں مدعی ایک حدیث میں گویا ضعیف سے ضعیف سہی نہ کسی مسلم امام کے معتبر قول میں نہ کسی لغت کی کتاب یا محاورہ عرب میں پلپے جاتے ہیں۔

مخلاف اس کے ہمارے پیش کردہ معنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی تمام نبیوں سے پیچھے آنے

والے ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہی سکتا نہ آپ کے بعد ایسا منصب نبوت کسی کو عطا ہوگا تقریباً یکسد

آیات دوسو سے زیادہ احادیث حوالہ گواہ مدعیہ ۱۳۴ سے زائد آثار صحابہ ۳۶ اقوال سلف صالحین دس عظیم الشان مفسرین کے فیصلہ آٹھ نہایت ہی مستند لغات تقریباً چھ نہایت ہی معتبر کتب فقہ پر متعدد حوالہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ مرزا صاحب کے بھی فیصلہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کر دیا گیا کہ خاتم النبیین یعنی آخری نبی جس کے بعد کسی قسم کا نبی نہ بن سکے اور اسلامی سلطنت ہو تو بفرمان رسول اکرم بتصریح امام شیخ الدین ابن عربی قابل گردن زنی ہے جو جو اس شریعت کے تابع ہو یا مخالف ملاحظہ ہو۔ (بوائیسٹ ج ۳۲ بحث ۳۵ صفحہ ۳۸)۔

سواء و افق شرعنا او خالف فان كان مكلفاً ضرربناً عنقه والا صحتنا عنه صفحہ ۱۔
مفصل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور آگے اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گا۔

(۳)

معراج جسمانی کا انکار

قول مختار مدعا علیہ :

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب اور اس کی جماعت کے کلمہ جزو ثنائی سے منکر ہونے کی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہونی تھی جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں کر کوئی اپنے یا کسی اور کے لیے معراج مانے تو شرک فی الرسالہ ہوگا اور مرزا صاحب نے ازالا وہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا اور ایسے کشف میں خود مؤلف بھی صاحب تجربہ ہے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لیے ایک نہیں بلکہ کئی معراج ثابت کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے اس لیے آپ کلمہ کی ثنائی جزو کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے لہذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیے۔

الجواب

حسب عادت یہاں مختار مدعا علیہ نے مسدود کو جو خط ملط کرنے کی سعی کی ہے۔ اور جس تمہید پر یہ اعتراض مبنی تھا اسے دیدہ و دانستہ ماسبق کی طرح نظر انداز کر دیا۔

بیان یہ کیا گیا تھا کہ آقا و مولیٰ سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ باری تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کمالات کے منبع و مخرج بتصریح انا قاسم و اللہ يعطی۔ نیز تمام کمالات میں بے نظیر و بی مثال ہیں قدرت نے ان کمالات کا نہ کوئی پیدا کیا نہ آئندہ کبھی پیدا کرے گا تمام مخلوق جن و انس اولیاء و ابدال غوث و اقطاب اولو العزم انبیاء کرام بلکہ مقررین کی بعد و بشمار تعدد و مصداق لا یعلم جنود ربك الا هو۔ سب کے تمام کمالات ایک پلے میں رکھے

سائیں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک ذرہ ایک پلہ میں رکھا جائے تو یہی ایک ذرہ شان محبوبیت بڑھ کر ہوگا بلکہ یہ تمام مذکورہ بالا اولیاء اور ملئکہ مقربین ابیاء کرام علیہم السلام ان سے مرتبہ علی کو کیا سمجھتے۔ ان کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جہاں تک اس سید گل خضر گل فی السکلی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے قدم اور نعلین شریفین پہنچائے ہیں۔ کسی کا سر بھی نہیں پہنچتا۔ جبرئیل علیہ السلام بھی باوجود انتہائی اورا علی تقرب کے ہم رکابی میں ایک مخصوص مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ پھر وہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اللہ کی رحمت کی معیت میں وہاں تک جاتے ہیں جس کو دنیا والے یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

کس ندانست کہ منزل گہم دلدار کجا است

این قدر هست کہ بانگے جو سے می آید

مگر دراصل ہمارے نظروں میں اس کی تعبیر ہی ناممکن ہے۔ ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او

اد فی فا وحی الی عبدہ ما اوحی۔

سے بیچ کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا
پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ تیبہ
بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچیا
البد سے زینت تری وہ عرش معلّا

جو رہے ترا نقش کف پائے محمد

باری تعالیٰ بھی وحدہ لا شریک لہ اور صیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحدہ لا شریک لہ فرق یہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنی خدائی میں وحدہ لا شریک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہونے میں وحدہ لا شریک، شان کی خدائی میں کوئی شریک و ہم نہ ان کی شان محبوبیت و کمالات میں کوئی شریک ان کی الوہیت میں شریک ماننا شرک فی الالوہیت ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و کمال محبوبیت میں کسی کو شریک ماننا شرک فی الرسالہ ہے۔ شرک فی الالوہیت کے بعد جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا لا الہ الا اللہ کلمہ کے پہلے جزو پر ایمان ناممکن ہے۔ شرک فی الرسالہ کے بعد (جسے بھی مرزا صاحب نے نہ چھوڑا) کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ بتلایا تھا۔ کہ چونکہ مسئلہ معراج جسمانی نہایت طویل الذیل ہے۔ اس لیے میں اس وقت اسے نہیں چھیڑتا۔ اور وہ تو سر سید علیہ الرحمہ کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور کشفی رنگ کا سمجھتے رہے مگر ایسا کشف جو نہ کسی نبی کو ہوا نہ ولی کو نہ کسی کو ہو سکے لیکن مرزا صاحب نے یہ کیا۔ کہ کشف بتا کہ یہ کہہ گئے۔ کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ یہ عبارت کبھی ہوئی شان رسالت و محبوبیت کے شرک پر دال ہے اور شرک فی الرسالہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر نبی کو کسی نہ کسی رنگ میں معراج ہوئی ہے۔ کسی کو آگ کے بھڑکنے ہوئے شعلوں

میں کسی کو کوہ طور پر کسی کو کشتی میں۔ کسی کو چاہ کنعان میں اور کسی کو شکم ماہی میں اور وہ سب بیداری اور جسم کی حالت میں تھی۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اقدس کے ساتھ عرش اعظم پر ہوئی۔ اس میں آپ کا کوئی بھی شریک و شریک نہیں اور کشف مان کر بھی اس جیسا کسی کو کشف ناممکن ہے۔

پس اعتراض صرف تشبیہ پر تھا۔ مسئلہ کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور بنا پر اعتراض صرف یہ فقرہ کہ ”اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب کبر ہے“ قرار دیا تھا۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ نے باوجود شدید احتجاج غیر متعلق ہونے کے اصرار کو پورا مسئلہ طول و طویل تقریباً پندرہ صفحات پر سپرد قلم کیا ہے جس کی بناء پر ہم بھی مفصل جواب دینے پر مجبور ہوئے۔
قول مختار مدعا علیہ:

”مختار مدعیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں (الف) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی (ب) اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے اس کا مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ اجمالاً پہلے حصہ الف کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔
جواب:

مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شعرانی اور ابن عربی کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں جنہیں میں مختار مدعا علیہ جواب جرح مارج سکتا ہوں میں مسلم مان چکا ہے۔

”قال الشيخ وَقَدْ هَذَا الْأَسْرَاءُ بِجَسْمِهِ الشَّرِيفِ وَلَوْ كَانَ الْأَسْرَاءُ بِرُوحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَكُونُ رُوحاً رَأَاهَا كَمَا يَرَى النَّاسُ فِي نَوْمِهِ وَأَنكَرَهُ مِنْ قَرْلِيْشٍ وَلَا نَادَعَهُ فِيهِ. وَإِنَّمَا أَنْكَرُوا عَلَيْهِ كَوْنَهُ أَعْلَمُهُمْ أَنَّ الْأَسْرَاءَ كَانَ بِجَسْمِهِ الشَّرِيفِ فِي تِلْكَ الْمَوَاطِنِ الَّتِي مَخَلَّهَا كُلُّهَا رِفَانٌ قَلْتُمْ فَكَمْ كَانَتْ أَسْرَاةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِفَانٌ جَوَابٌ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ فِي الْبَابِ الرَّابِعِ عَشَرَ وَثَلَاثُمِائَةَ أَلْفًا كَانَتْ أَرْبَعَةً وَثَلَاثِينَ مَرَّةً وَاحِدَةً بِجَسْمِهِ وَالْبَاقِي بِرُوحِهِ رَوَى رَاهَا قَالَ وَمَا يَدُلُّكَ عَلَى أَنَّ الْأَسْرَاءَ لَيْلَتْهُ فَرَضَ الصَّلَاةَ كَانَ بِالْجَسْمِ مَا دَرَدَ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْحَدِيثِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْحَشَ لِمَا زَجَرَ بِهِ فِي النُّورِ وَلَعَبَّرَ مَعَهُ أَحَدًا إِذَا الْأَرْوَاحُ لَا تُوصَفُ بِالرُّوحِيَّةِ وَلَا بِالْأَسْتِيْعَاشِ قَالَ وَكَذَلِكَ مِمَّا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْأَسْرَاءَ كَانَ بِجَسْمِهِ مَا وَقَعَتْهُ مِنَ الْعَطَشِ فَإِنَّ الْأَرْوَاحَ الْمَجْرُودَةَ لَا تَعَطَشُ.“

(روایت ص ۳۵)

امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی حضور علیہ السلام کو جسم سمیت ہوئی

اور اگر صرف جسمانی اور ایک کشف یا خواب ہو تا جیسا کہ لوگ نیند میں دیکھتے ہیں۔ تو کوئی بھی تزلزل میں سے انکار کر کے نہ ٹھکرتا بلکہ ان کا انکار صرف اس بنا پر تھا کہ وہ ان تمام مقامات (فرش سے عرش تک) آپ کا رات میں جانا جسمانی یقین کرتے تھے۔

پھر تعداد معراج کا سوال کر کے شیخ محمد بن الدین عربی کا فیصلہ فتوحات کے صفحہ ۱۴۷، باب سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو پچاس معراج میں ہوئی ہیں ایک جسمانی اور باقی روحانی کشفی۔ پھر فرمایا کہ وہ معراج کہ جس میں پنجگانہ نماز فرض ہوئی جسمانی ہے اور منجملہ دیگر دلائل جسمانی کے اس کے جسمانی ہونے پر ایک دلیل ہے کہ حدیث میں استوش کا لفظ بھی آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو توش ہوا حالانکہ ارواح توش کے سابقہ متصف نہیں کیجاتی یوں ہے ایک اس کے جسمانی ہونے کی دلیل منجملہ اور اولہ کے یہ ہے کہ آپ کو پچاس لاحق ہوئی اور صرف روح کو کبھی پچاس نہیں لگ سکتی، معلوم ہوا کہ یقیناً یہ معراج جسمانی تھی۔

ایسے واضح اور کھلے ہوئے مسلمہ بزرگ کی شہادت کے بعد سر سیدؒ اور سیدہ سیماں ندویؒ مولوی شفاء اللہ امرتسری کی اڑنہایت لغو اور ناقابل التفات ہے۔ خصوصاً جب کہ مسل پران کا تذکرہ تک نہیں۔ اور عدالت تو مسل کی پابند ہے۔ دوسرے حصہ کے جواب کہ اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف اور تمام علماء اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے۔ مفصل جواب تو لگے آئے گا۔ سرف و تو والے نقل کئے جاتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ اس معراج کے جسمانی ہونے پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

(۱) امام المحدثین حافظ بدر الدین عینی فرماتے ہیں۔

و جمهور السلف والخلف علی ان الاسراء کان بعد نزول رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تمام اگلے پچھلوں سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ یہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت نوحی نہ صرف روحانی (عمدة القاری شرح بخاری شریف باب الاسراء) قاضی القضاة ابو الفضل عباس ابن عمر و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ۔

ذهب معظم السلف والمسلمین الی انہ اسراء بالجسد فی الیقظہ وهذا هو الحق وهو قول ابن عباس وجابر والنس وحذیفہ وعمرو وابو ہریرۃ ومالك ابن صعصعہ و ابی حمیہ البدومی۔۔۔ الخ (شفاء شریف قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفا ملا علی قاری) یعنی جمہور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین و جمہور مسلمین کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری اس جسم کے ساتھ معراج ہوئی اور یہی حق ہے اور یہی مذہب حضرت ابن عباسؓ اور جابرؓ اور حذیفہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور ابو ہریرہؓ اور مالک ابن صعصعہ اور ابو جہہ بدری اور ابن مسعود اور سحاک و سعید ابن جبیر اور قتادہ اور سعید ابن مسیب اور ابن شہاب اور ابن زید اور حسن بصری اور ابراہیم اور مسروق اور مجاہد اور عکرمہ اور ابن جریر اور ابن جریر طبری اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم ورحمہم اللہ اور مسلمین کی جماعت عظیمہ کا یہی عقیدہ ہے۔ یوں ہی فقہاء ائمہ مجتہدین و محدثین و متکلمین و مفسرین کا مذہب ہے۔ الخ

انتہا زیادہ واضح فیصلہ اور ان ائمہ اور اکابر کو چھوڑ کر سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ امرتسری و سرسید کی پیروی کرنا جن میں سرے سے بعض معجزات اور کرامات کے قائل نہیں اور بعض تقلید ائمہ سلاسل اولیاء اللہ کے بلکہ ہجری یا وہابی ہیں کہاں تک زیبا ہے۔ ہمارے مسلم بھی صحابہ و ائمہ و سلف صالحین ہیں۔ سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ امرتسری سرسید علی گڑھی ہمارے مسلم بزرگ نہیں۔ نہ مسل پر ان کا کوئی تذکرہ یا نہ مختار مدعا علیہ نے جرح میں پوچھا ہاں ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم ہوں کہ ان کے قول سے سند لانا ہے۔ تفصیل آگے اپنی جگہ ان شاء اللہ آئے گی۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۲) گیا پہلے انبیاء میں سے یا اولیاء امت میں سے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی؟

جواب۔ اس طرح ہرگز نہیں ہو سکتی نہ کسی کو ہونی آدم سے نبی تک کسی کو ویسی مانیں تو بھی شرک فی الرسالۃ لازم آئے گا جیسا کہ میری تمہیدی تحریر سے واضح ہے۔ مختار مدعا علیہ ہی ایک حوالہ نہ پیش کر سکے اور جو مغالطہ دیا ہے وہ آگے اپنے مقام پر آئے گا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۳) ”کیا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح معراج ہوئی؟“

جواب،

یقیناً لکھا ہے۔ مختار مدعا علیہ کو ان کے تنخواہ دار ہونے یا ان کے اٹھتی دپیر ہونے کی وجہ سے نہ نظر آوے اس میں میرا کیا قصور ہے۔

حوالہ مکرر پیش ہے۔

سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا..... میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگترین مقام ہے۔ جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ، اصنی اور اجلی ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۲۲ ملاحظہ ہو کہ معراج جسمانی کو کشف قرار دے کے اسی قسم یعنی معراجی کشفوں میں اپنے آپ کو صاحب تجربہ فرماتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”پہلی بات کے متعلق خود مختار مدعا علیہ نے سرسید احمد خان صاحب کو مسلمان سمجھتے ہوئے اور ان کے نام کے ساتھ علیہ الرحمۃ کا فقرہ استعمال کرتے ہوئے جو بزرگان دین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اترار کیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے منکر تھے اور اسے رؤیا مانتے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں سریح طور پر لکھا ہے اگر ہماری یہ رائے صحیح

نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ رؤیا کے ساتھ اسی مقصد سے بولنا ہے کہ رؤیا سے رؤیت یا تعین فی البقظہ مراد ہے تو وہ بھی مجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی البقظہ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں نہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷) جب مختار مدعیہ کے نزدیک سر سید احمد خاں معراج جسمانی کے منکر ہو کر صرف مسلمان نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں جو خطاب علیہ الرحمۃ کے مستحق ہیں تو وہ اسی بنا پر کسی اور لوگوں سے اسلام سے خارج اور کلمہ شہادتین کے منکر کس طرح تار سے سکتا تھا۔ جیسا تو اس تفریق و تخالف کی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب نے جو صحیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور قدیم نوشتوں کی بنا پر ضروری تھا کہ زمانہ کے مولوی حسد اور تعصب کی وجہ سے انہیں کافر و مرتد کہتے ہیں۔ الخ یہ پچھلے لفظ حسب ضابطہ مسل سے کاٹنے کے لائق ہیں میں خصوصیت سے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں۔

الجواب

جواب میں کوئی اور دلیل جیسے کہ میں نے دلائل قاطعہ پیش کئے ہیں نہ پیش کر سکا صرف سر سید احمد صاحب راشد اس پر رحم کرے، ان کی غلط فہمی اور مختار مدعا علیہ کا ان کے لیے علیہ الرحمۃ کے استعمال کرنے کو دلیل سمجھ لیا مگر مختار مدعا علیہ کو واضح ہونا چاہیے کہ یہ دلیل نہ قرآن کی ہے۔ نہ حدیث کی نہ اقوال سلف نہ ائمہ ہدای کی۔

سر سید احمد صاحب ہرگز کوئی مذہبی پیشوا نہیں بلکہ ایک دنیا دار نیچری خیال کے آدمی ہیں جو معراج جسمانی معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء اللہ وجود ملکہ جن شباطین پلصراط کتنے امور ہیں جن میں تاویلات کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور عامہ مسکین کی طرف قائل نہیں پس سر سید کی تحقیق دینی معاملہ میں اور ان کی تفسیر اللہ کی مراد بیان کرنے میں محض غلط اپنی ذاتی رائے کسی پر حجت نہیں۔ باقی علیہ الرحمۃ کا لفظ مسلم بزرگان دین کے ساتھ مختص نہیں ہر شخص اپنے والد استادا اپنے بزرگ زندہ کو صاحب وغیرہ اور مدظلہ دام برکاتہ اور مردہ کو مرحوم اور رحمۃ اللہ۔ علیہ الرحمۃ کہتا ہے جیسے ہم کہیں مولانا محمد علی مرحوم اور اس کو ان کی بزرگی اور مسلم ہونے کا اشارہ نہیں اسی طرح علیہ الرحمۃ اور رحمۃ اللہ علیہ بھی عربی زبان میں مرحوم ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ذرہ کافرق نہیں۔

اول نوں سر سید احمد نے آخری عمر میں ان تمام خلاف شرع عقائد سے رجوع کر لیا ہے اور ان تاویلات پر ندامت و معذرت پیش کی ہے۔ جس کے واسطے تفسیر العقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نا تو تو ی رحمۃ اللہ علیہ جس میں ان کی خط و کتابت کا اکثر حصہ چھپا ہے۔ اور امیر الروایات امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ کی ملاحظہ فرمائی جائے اور میں نے اپنے مستند اکابر سے بھی ان کے رجوع کی معصومیت سننی ہے لہذا مجھے حق ہے کہ انہیں مسلمان سمجھ کر مرحوم اور اس قسم کے لفظ سے یاد کروں مگر مسلمان ہونا اور غیر ہے۔ اور مسلم ہونا اور۔ بولوں اگر مرزا صاحب کی ان کفریات سے کوئی توبہ اور اس سے رجوع مختار مدعا علیہ دکھا

دستاویز مرزا صاحب کو بھی مرحوم۔ علیہ الرحمۃ وغیرہ اسلامی نام والقباب سے یاد کرتے۔
 دوسرے یہ کہ سر سید احمد صاحب مرحوم کی سمجھ میں نہ آیا اور اپنی غلط فہمی سے معراج جسمانی کے قائلین سے علیحدہ
 ہو گئے مگر کسی قسم کی گستاخی یا شرک فی الرسالة کا ارتکاب نہ کیا۔ جیسا کہ ان کی دوسری تصانیف نقار پیر احمدیہ وغیرہ
 سے واضح ہے۔

نیز یہ عبارت ضرور ملاحظہ ہو۔ اور خصوصیت سے طرز خطاب میں لحاظ ادب۔
 (تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷)

کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی گستاخی بارگاہ نبوت کی ملاحظہ ہو۔

”سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا۔“

تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام)

جسم کو کثیف کہہ کر اس کی معراج نہ ماننا اور اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مد مقابل اگر ہمارے یہ رائے صحیح نہ ہو اور
 ابن عباس نے عین کا لفظ رویا کے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہے کہ رویا سے رویت یا تعین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی مجملہ اس
 گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں
 اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷)۔ کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب
 کی عبارت ملاحظہ ہو۔

سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۲۲)

معراج پاک جیسے کشفوں میں بارہا صاحب تجربہ بنا کر کس قدر کھلی ہوئی گستاخی ناقابل عفو جرم ہے۔ پس میں نے یہ عرض کیا
 کہ مدار اعتراض اس مشارکت پر ہے۔ صرف جسمانی اور روحانی پر نہیں اور سر سید کو یہ نہیں سوجھا بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال
 کا کوئی ثانی و شریک و ہمہم نہیں سمجھتے۔ ان کی دوسری تصانیف و مضامین ملاحظہ ہوں۔

لہذا مرزا صاحب اس توہین اور شرک فی الرسالة اور اس کے توبہ نہ کرنے کی وجہ سے لا الہ الا اللہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ

پر ایمان دار نہ رہے۔ بخلاف سر سید صاحب کے آئی کہ اولاً کوئی گستاخی نہیں دوسرے آخر میں ان سب سے رجوع کیا

ہوا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ ذریعہ مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کر دوں علامہ سید سلیمان

ندوی سیرۃ النبی جلد ۳ ص ۲۹۳ میں بذیل عنوان الخ:

الجواب

مختار مدعا علیہ نے کذب بیانی کی حد کر دی۔ سید سلیمان صاحب ندوی فریق مدعا علیہ کے نزدیک مسلم عالم ہونا ایسا سفید بھوٹ ہے۔ جس کی نظیر تمام عالم میں نہ ملے گی۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ سید صاحب کا تذکرہ تک تمام کا دعوائی مقدمہ میں مل پر نہیں نہ یہ دیوبندی ہیں کہ اس آڑ میں تاویل کر کے کام نکالا جائے۔ بلکہ دیوبندیوں سے ان مسائل میں ان کے اور ان کے استاد شبلی صاحب کے اختلافات مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے القاسم در جدید اور العرف الشہی علی الترمذی اور تعزیرات بخاری حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہوں۔

پس ان کی آڑ فریق مدعا علیہ پر حجت نہیں۔ مرزائیوں کی مسلم ہوں ہیں اعتراض نہیں ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ نے سیرت النبی جلد ۳ کی عبارت صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۳۰۶ تک تقریباً ۱۳ صفحوں کی نقل کی ہے۔ جس کی غرض محض طول دینا ہے۔ میں ان کے استدلال کا خلاصہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں نقل کر کے مختصر جواب اولاً پیش کرتا ہوں تفصیلی جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) خلاصہ دلیل و ما جعلنا الروایا التي اربناك الا فتنة للناس الایۃ اور رویا عام طور سے

خواب کے معنی میں ہوتا ہے۔ الخ

روایا کے معنی کی بحث بعد میں آتی ہے یہاں تو بہ تسلیم سید صاحب رویا عین میں ہے یعنی خواب نہیں بلکہ

مشاہدہ ہے۔

ملاحظہ ہو بخاری شریف باب المعراج۔

”عن ابن عباس ہی رویا عین اربھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری

یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رویا سے خواب کے معنی مراد نہیں بلکہ رویا سے رویت عین یعنی مشاہدہ بصری

مراد ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما علاوہ حیرامت اور صحابی خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم الناس بالفسیر القرآن۔

ہونے کے مختار مدعا علیہ کے نبی مرزا صاحب کے دلہنے باز اور مسلم صحابی مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے اصول پر ایسے

سہ : ان کی توثیق مرزا صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ۔

”مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں۔ ان کی تالیفات کے دیکھنے

سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں انکی نظر بہت محیط اور سبق معلوم ہوتی راز صفتی ہے۔

مسلم ہیں کہ ان کے مقابل کسی مسیح موعود مہدی مسعود کی بات معتبر نہیں چونکہ یہ بالاتفاق قریش ہیں اور قریش کے متعلق ارشاد ہے -

اب خلاصہ تفسیر سورۃ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالفرد تمام دینیات میں بتسوع اور مقتداء ہیں - کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مروجہ ان کے تابع ہے - خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود الخ (الفرقان مولوی احسن امروہی صفحہ ۸)

اب اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کا بھی ان کے مقابل حوالہ نہ دینا چاہیے - چہ جلتے کہ سید سلیمان ندوی اور مولوی ثناء اللہ امرت سہری دوسرے سید وغیرہ -

عبادت سیرت النبی -

”صحیح بخاری صحیح مسلم مسند ابن جنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا خواب و بیداری دونوں پہلوؤں میں سے خاموش ہیں یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری اور یا یہ کہ ان میں خواب منام اور رویا کی تصریح ہے بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطے سے یہ تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا“

الجواب

چونکہ سید صاحب نیز شبلی صاحب صرف مورخ تھے محدث تھے اس لیے احادیث اور تطبیق میں سخت غلطیاں کی ہیں - خود اسی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی حدیث بدر پر ناواقعی سے بدر صغریٰ کو بدر کبریٰ پر قیاس کر کے تنقید و تبصیر کر کے انکار کر دیا ہے جس پر محدثین نے گزرت کی ہے اور بھی احادیث کے متعلق غلطیاں کی ہیں جس کے واسطے تقریر بخاری و شریف حضرت سید الورشاد صاحب ملاحظہ ہو -

یہی دیکھ لیا جلتے کہ راوی شریک کی روایت کو معیار اور مدار ٹھہرایا ہے - حالانکہ اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں -

”قد جاء في رواية شريك في هذا الكتاب او هام انك عليه العلهما قد نذب مسلم على ذلك بقوله فتقدم و اخر و زاد و نقص منها قوله الخ“

(شرح مسلم نووی صفحہ ۶۱)

یعنی معراج کی روایت جو شریک نے کی ہے - اس میں بہت اوہام ہیں - جن پر علماء کے سخت اعتراض ہیں امام مسلم

نے مسلم شریف میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ کہ ان بزرگ نے اسی روایت میں تقدیم و تاخیر اور کمی و زیادتی کر ڈالی ہے۔ پھر آگے تفصیل میں یہ تمام امور انہیں غلطیوں میں شمار کئے ہیں جن میں سید صاحب معیار حل احادیث فرماتے ہیں: "اس سے ملاحظہ فرمائیں کہ جس حدیث میں محدثین اوہام بنائیں اسی کو معیار قرار دینے والا حدیث کے متعلق کیا فیصلہ دے سکے گا۔"

تحقیقی جواب

اب ان متعارض احادیث کی تطبیق مجھ سے سینے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سم معجزین ہوتی ہیں جن میں ایک معراج جسمانی ہے جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی ہے باقی (۲۳) روحانی ہیں پس جن روایات میں فاسیقظ وغیرہ کے الفاظ ہیں روحانی یا منامی پر دلالت کرنے والے ہیں گو سطح ظاہری ایک جیسی اور روایات میں الفاظ راویوں کے متناہ اور محتظ ہو گئے ہوں۔ اور جہاں جہاں جسمانی کی تصریح کی ہے وہ سب اسی ایک معراج جسمانی کے متعلق ہے۔ جس پر قریش نے انکار کیا اور ابو جہل تکذیب کر کے ابو جہل اور سیدنا ابو بکر تصدیق کر کے صدیق اکبر بنے یہ اپنی توجیہ نہیں بلکہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام الصوفیہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ملاحظہ ہو کتاب یواقیت والحواہرج ۲ ص ۳۵ بحث ۳۴) حوالہ اوپر مفصل نقل ہو چکا۔

تعب ہے کہ مرزا صاحب کے امام و اقوال کی تطبیق کے واسطے بڑی بڑی تادرا لوجود کتب تلاش کی جائیں اور سرکارِ دو عالم سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال باقی رکھنے اور ناموس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے اپنے مسلم بلکہ مسلمہ فریقین بزرگ کی کتاب تک نظر انداز کر دی جائے۔ فیا سرتاہ۔ اس مختصر تقریر سے احادیث حضرت ابو بکرؓ انس بن مالک، مالک ابن صعصعہ الانصاریؓ وغیرہ کے جس قدر حوالے مسند احمد بخاری وغیرہ سے آئے تھے سب کا جواب آگیا تفصیل آگے آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

قول سید سلیمان ندوی بحوالہ مختار مدعا علیہ۔

» دلائل پہنچی ہیں ایک روایت ہے جس میں ابو سعید خدریؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں حشاک کے دقت خانہ کعبہ میں سو رہا تھا ایک آنے والا (جبرئیل) آیا اور اس نے مجھے آگراٹھایا اور میں اٹھا۔ اور اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے۔ لیکن اس کا دوسرا راوی ہی جو تھا دروغ گو اور ناقابل اعتبار ہے اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں وہ سرتاپا لغو ہیں۔"

جواب

اس کے راوی کو دروغ گو اور ناقابل اعتبار کہنا ایک شخص کی رائے ہے کسی امام جرح و تعدیل کا فیصلہ نہیں دوسرے محدثین کے نزدیک وہ راوی قابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال وغیرہ جہاں اس راوی کے متعلق تمام اقوال توثیق و تعدیل

منتقول ہیں پھر دوسرے صحیح صریح احادیث اس کی مؤید ہیں چونکہ اس روایت سے صریح سید صاحب کے مدعا کے خلاف نکلتا تھا کہ ”جبرئیل نے مجھے آگے بیدار کیا اور میں اٹھا“ اس لیے اسے مجرد قرار دیا اور اس سے زیادہ مناکیر جس روایت نزدیک راوی میں تھے اُسے حل احادیث کا معیار بنا گئے بیح ہے۔ **حَبَّتِ الشَّيْءُ يَعْنِي وَيَصْمَد**۔ باقی اس میں معراج کے واقعات کو غرائب امور اور سر تپا، لغو بتا، یہ وہی بیچسبیت ہے کہ عقل میں نہ آئے تو ان سے انکار کرنے لگے اور ایک اصول ہمارا اور ان کا یہ بھی اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک حراہیت و عقل روایت و نقل پر مقدم ہے (جو اصول یورپ کی تاریخ نویسی کا ہے) اور ہماری نزدیک صحیح نقل سے ثابت ہو جائے خواہ ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے اُسے درست مانیں گے کیونکہ روایت نقل صحیح درایت و عقل کی کسوٹی پر مقدم اور افضل ہے۔

قول سید صاحب

”ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر سورۃ اسرار میں حضرت حسن بصری سے اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سو رہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں ہلا کر مجھے اٹھایا الخ لیکن اس کا سلسلہ حسن بصری سے آگے نہیں بڑھتا“

جواب

سید صاحب کو معلوم نہیں کہ جس سے جو سلسلہ آگے نہیں بڑھتا اس کے واسطے حضرت حسن بصری نے قاعدہ باندھا ہے کہ میں جہاں کہیں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا وہاں مراد یہ ہے کہ یہ روایت بواسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہے میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ انکا نام نامی زبانی پر نہیں لاسکتا (مراد زمانہ حجاج ظالم ہے جو حضرت علیؑ کے نام لینے پر نفل کرتا تھا) ملاحظہ ہو خلاصۃ التہذیب صفحہ ۱۷۷ حاشیہ اور اتحاد الفرقہ بوصول الخرقۃ لیسوطی صفحہ ۲)۔

پس اصل سند یوں ہی کہ مدار سلسلہ صوفیاء کرام حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں فخر د عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس سے صحیح سند اور کیا ہو سکتی ہے کوئی علم حدیث سے واقف نہ ہو اس کا کیا علاج۔

قول سید صاحب بحوالہ مختار مدعا علیہ

بہر حال جیسا کہ پہلے ہم نے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں یا مطلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطے سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزدگوار معراج کو روحانی اور رؤیاء صلوات کہتے ہیں صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۶، پھر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں رد کیا ہے..... تا..... الحسن البصریؒ و نحو ذلک الخ

حضرت عائشہؓ و معاویہؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ دونوں نے کہا ہے کہ معراج میں آپ کی روح بھائی گئی اور آپ کا جسم گویا نہیں گیا یعنی وہ اسی دنیا پر اپنی جگہ پر موجود تھا اور حسن بصریؒ سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے:

الجواب

چونکہ سید صاحب کی عقل میں معراج کا واقعہ نہیں آتا اس لیے جو بھی روایت کے نام سے صحیح غلطے مگر ان کے مدعا کے لیے ٹھیک ہو وہ ان کے قائم کردہ عقلی معیار پر صحیح ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت عائشہؓ کا قول کہ "ما فقدت جسدا رسول اللہ ﷺ لیلۃ المعراج کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اظہر میں نے گم نہ کیا یعنی بستر پر موجود تھا۔ اور یوں ہی قول حضرت معاویہؓ اور حسن بصریؒ نقل کرنا ہوں مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

قول سیدہ عائشہؓ

مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں معراج جسمانی پر اور تمام صحابہ کرام کا اتفاق نقل کیا ہے اور صرف حضرت عائشہؓ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو کہ۔

بادبود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن حضرت عائشہؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں۔

(ازالہ اوہام کلاں ۱۱۹ کلاں خورد صفحہ ۲۵۴)

درد سوالہ۔

”اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ بیت المقدس پر گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک روپا صالحہ تھے۔ رازالہ اوہام کلاں صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۲۹۲)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے معراج جسمانی۔ یعنی جسم سمیت آسمان پر جانے کے متعلق تمام صحابہ کا اعتقاد اور ان کا منقطع جمع علیہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے ہیں صرف جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا سہارا لے رہے ہیں۔ پس اگر میں نے عقلی و نقلی روایت سے دروایت سے ان کا بے بنیاد ہونا ثابت کر دیا تو مرزا صاحب کے اقرار سے بھی اجماع صحابہ ہو جائے گا جس سے ایک مستثنیٰ نہیں اور بالاتفاق اجماع صحابہ قطعاً حجتہ اور اس کا منکر بلاشبہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ دایم مانع ۳۳

(حدیث عائشہؓ)

باعتبار سند اور روایت تنقید کے یہ حدیث بالکل غلط بلکہ موضوع اور گھڑی ہوئی ناقابل اعتبار ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی شرح مواہب مقصد خاص ج ۲ صفحہ ۴۔

وحدیثها هذا نس بانسان عذبه المانی عن من العلة القادمة و فی سنده من انقطاع راوی مجهول وقال ابن دحبہ فی التنبیہ انہ حدیث موضوع علیہا وقال فی معراج الصنف قال امام الشافعی ابو العباس ابن شریح هذا حدیث لا یصح و انما وضع ردًا للحدیث الصحیح..... وکان المعراج یجسد الروح جمیلاً زرقانی شرح مواہب مقصد ۵ ج ۲ صفحہ ۴۔

اس حدیث عائشہؓ کا کوئی لکھ کر زرقانی شرح مواہب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہرگز ثابت نہیں اس کا متن بھی سخت معلول ناقابل اعتبار ہے اور سند بھی سند میں ایک راوی کا درمیان سے پتہ نہیں رکھ دینا درنہایا بیہین (ایک مجہول راوی ہے) نہیں معلوم معتبر ہے یا غیر معتبر، امام ابن حجر زہلی نے کہا کہ یہ حدیث یقیناً موضوع اور گھڑی ہوئی ہے امام شافعیہ امام ابو العباس ابن شریح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل غلط ہے اور صرف معراج جسمانی کی اعلیٰ صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے بہر حال معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی۔ زرقانی ج ۲ صفحہ ۴۔ اتنے بڑے بڑے مسلم ائمہ حدیث کا یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ان سے ثابت ہی نہیں صرف ہمدیوں کے اختراع و ایجاد ہے۔

صحیح حدیث حضرت عائشہؓ اس کے خلاف ہے

اخرج الحاكم وصحیحو ابن مردويه والبيهقي في الدلائل عن عائشة رضي الله عنها قالت لما اسرى بالنبي صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبحت اجث الناس بذلك فارتد الناس فمن كانوا امنوا به و صدقوه و سعاد بذلك الى ابى بكر..... قال نعم انى اصدقه لما هو ابعده من ذلك اصدقوا بخبر السماء فى عدة او روحية فذلك سمى ابو بكر الصدريق.

(در منشور ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۸)

حضرت عائشہؓ سے باہر صحیح حاکم ابن مردویہ بیہقی نے روایت کیا کہ جب معراج کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معراج ذکر فرمایا تو بہت سے لوگ (باور نہ کر کے) مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑ کر پہنچے کہ تمہارے دست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں..... (آخر میں ہے کہ) صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اس کی تسبیح کرتا ہوں کیونکہ جب میں اس سے زیادہ مستحبہ اور افضل میں نہ آنے والی آسمانی چیزوں کی تسبیح کرتا ہوں تو اس کی تسبیح کیونکر کرے

اسی پر آپ کو صدیق کا لقب بارگاہ نبوت سے عطا ہوا۔ (ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۳۸)

ملاحظہ ہو کہ اگر خواب ہی تھا اور معراج جسمانی نہ تھی تو بہت سے مسلمانوں نے مستحور سمجھ کر ازداد کیوں اختیار کیا۔ اور صدیق اکبر نے تصدیق میں کیا انوکھی بات کی جس پر صدیق کا خطاب ملا۔

حضرت صدیق سے بہت سی روایتیں صحیح معراج جسمانی کی ہیں جن کے ذکر میں طوالت ہے میں زرقانی کے فیصلہ پر اکتفاء کرتا ہوں کیونکہ وہ ارباب نقل میں نہایت معتبر امام ہیں ان کی نقل پر کسی کولب کشائی کا موقع نہیں۔

امام زرقانی کا فیصلہ

بل الذی یدل علیہ صحیحہ قولہا انه بجسدہ الشریف لانکارہا دو بیتہ ربہ دو بیتہ عین ولو کانت عندها مناما لم تنکرہ۔۔۔ الخ (زرقانی ج ۶ صفحہ ۴)

یعنی حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صحیح قول یہی ہے کہ معراج پاک جسم شریف کے ساتھ ہوئی کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ریتہ یعنی باری تعالیٰ میں اختلاف رکھتی ہیں اگر ان کے نزدیک معراج روحانی یا خواب تھا تو اختلاف روایت کی کوئی بھی وجہ نہ تھی۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۶ صفحہ ۴)

(درایتہ حدیث عائشہ پر تنقید)

نقل درایتہ کے لحاظ سے بھی ان کا یہ ارشاد کہ شب معراج جسم اطہر کو میں نے مٹولا تو بستر پر نہ بلا ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ اس معراج کے وقت جنابہ صدیقہؓ کی عمر شریف بتول ملا علی قاری (۳) مادہ اور بہ تحقیق صحیح ایک سال کے اندر ہی تھی۔

بہس وقت یہ نوبہ شعور ممکن ہے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں ان کا شب گزارنا کیونکہ چھ سال کی عمر میں ان کا پیغام دیا گیا اور نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جا کر ہجرت کے بعد نو سال کی عمر میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر قدم رنجہ فرمایا۔ لہذا یقیناً یہ واقعہ کسی نے اپنے طور پر خلاف واقعہ بنایا ہے۔

امور تنقیح طلب۔

- (۱) معراج کا سمنہ کیا تھا۔
- (۲) جنابہ صدیقہ کی عمر اس وقت کیا تھی۔
- (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اول اول کہاں اور کس سن میں تشریف لے گئیں اور محرم راز نہیں۔

(جواب ثبوت)

ادل کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تعین سنہ معراج میں چودہ کے قریب قابل لحاظ اقوال ہیں اور کافی اختلاف

تفسیر -

- (۱) قبل نبوت (روایت شریک)
- (۲) نبوت کے ۱۵ ماہ بعد -
- (۳) نبوت کے تین سال بعد - قول ابن اسحاق -
- (۴) نبوت کے پانچ سال بعد - قول امام زہری -
- (۵) مکہ اور قبائل میں اسلام شائع ہو چکا تھا (ابن اسحاق)
- (۶) ہجرت سے ۶ ماہ قبل ۸ ماہ - ۱۱ ماہ - ۱۲ ماہ - ۱۳ ماہ - ۱۴ ماہ - ۱۵ ماہ - ۱۷ ماہ - ۱۸ ماہ قبل اقوال یہ ہیں پس
تیسرا تو یہ ہوئے (۱۴) ۳ سال قبل -

(فیصلہ)

بادجود اس اختلاف کے مسند کمزور نہیں ہو سکتا کیونکہ جانچنے کا صحیح معیار موجود ہے یہ غلط ہے کہ اختلاف کسی مسئلہ کو کمزور کرتا ہے بلکہ اکثر پرکھنے اور پڑتال کا موقع نکل آتا ہے اور حق واضح سے واضح کر ہو جاتا ہے۔ درنہ ناقابل التفات اختلاف نودجود باری تعالیٰ - نبوت رسالت حجت و وزخ قیامت سہی میں ہے۔

پہلی روایت شریک بالکل غیر معتبر ہے خصوصاً لفظ فیصلہ کہ معراج پاک آپ کے نبی ہونے سے قبل ہوئی۔

(نودی شرح مسلم ج ۹)

دوسرا اور تیسرا قول بھی روایت درایت نہیں آئے معلوم ہو گا نیز ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹ چھٹے قول سے جود ہو گیا تک علاوہ روایت کمزور ہوں گے اس لیے بھی ناقابل قبول ہیں کہ محدثین میں کسی کو بھی اس امر میں اختلاف نہیں کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ نے آپ کے ساتھ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد پڑھی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین بلکہ پانچ سال قبل ہوئی ہے ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹۔

پس اب صرف قول سالم رہ جاتے ہیں۔

(۱) نبوت کے پانچ سال بعد قول زہری -

(۲) اسلام مکہ اور قبائل میں پھیلنے کے بعد اور دونوں کا ما حاصل ایک ہی ہے کیونکہ تین سال تو تبلیغ کا زیادہ موقع ہی نہ

نہا آج معہ اہل و عیال شعب ابی طالب میں محصور تھے اور آپ کا مکمل بائیکاٹ تھا جو تھے سال سے تبلیغ کافی شروع ہوئی اور پانچویں سال اکثر نائل میں اسلام پہنچ گیا۔

فیصلہ

امام ذہری کے صحیح قول کے موافق معراج ۵ نبوی یعنی نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

پیدائش حضرت عائشہ رضی

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رزکی ولادت ۵۰ نبوی کے بعد یعنی پانچویں سال نبوت کے ہے ملاحظہ ہو (زرقاتی بردایتہ طبقات ابن سعد) نیز اس کی تصریح سیرۃ النبی شبلی میں یہی ہے جو خود مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ہے۔ پس ۵۰ معراج اور ولادت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہی یعنی پانچواں سال نبوت ۵۰ نبوی رہا۔ اب عدالت خود ہی غور فرمائے کہ چند ماہ کی بچی جن کا ہنوز کوئی دربار رسالت سے خصوصی تعلق نہیں نہ وہاں شب باثنی ہے نہ کچھ سمجھ سکتی ہے پس کہ معراج کی سبب میں نے جسم مبارک کو بستر ہی پر پایا۔ پس یہ قول ردایتہ درایتہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ لہذا فیصلہ یہ رہا کہ تمام صحابہ کاتبہ تسلیم مرزا صاحب یہی عقیدہ اور اسی پر اجماع رہا کہ معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانا موااب نو اس کے ٹھنڈ کا کفر بلاشبہ واختلاف ثابت ہو گیا۔

ایک اور گزارش

اگر باوجود ناقابل قبول ہونے کے اس قول کو کون تسلیم بھی کر لے تو پھر اس معراج جسمانی کے سوا کوئی اور (۳۳) روحانی معراجوں میں ہوگی کیونکہ اس قول و تحقیق کے لائق وہ ہجرت کے بعد ہوئیں اس وقت روحانی معراجیں متعدد ہوتی ہیں۔

حضرت صدیقہ کے مقابل ان کے والد بزرگوار کا صحیح فیصلہ

نعجب ہے کہ مرزائی یا دوسرے منکرین معراج ایک موضوع قول چند ماہ کی بچی کا لیکر آڑ بکرتے اور اسے حجت بولتے ہیں مگر خاندان تہذیب کے رکن کہیں تمام امت سے افضل صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار جنابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبر کے صاف اور صریح قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو درمنثور بحوالہ سابق۔

اخبرنا البزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردويه والبيهقي في الدلائل وصحة

عن شداد ابن اوس قلنا يا رسول الله كيف اسرى بك الى ان قال ابو بكر يا رسول الله اين كنت الليلة قدر التمسك في مكانك الخ يعني شداد ابن اوس سے

باسناد صحیح مروی ہے کہ شب معراج کی صبح تک کہ میں حضرت ابو بکرؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو رات بہت تلاش کیا مگر حضورؐ (بستر پر) نہ ملے اس پر فرمایا کہ مجھے رات معراج ہوئی الخ۔
(رد مشورہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۷۱)

شفاء تامنی بیاض ۲ کے صفحہ ۸۷ پر ہے۔

” عن ابی بکر بروایتہ شداد بن اوس انه قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسریت بہ طلبتک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البأرحۃ فی مدانک فلم اجدک فأجابہ ان جبرئیل حملہ الی المسجد الاقصی الخ“

یعنی صدیق اکبرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شب گذشتہ حضورؐ کو حضورؐ کی جگہ پر تلاش کیا آپ موجود تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس اور آسمان پر لے گئے تھے الخ۔

(شفاء شریف ص ۱۷۱)

ملاحظہ فرمائیں انہی وضاحت ترک کر کے موضوعات کو محبت بنانا بیدینی نہیں تو اور کہا ہے یہ فیصلہ صدیق اکبرؓ۔
مخارمہ نا علیہ بلکہ تمام مرزاہوں کو مسلم ہونا چاہیے کیونکہ صدیق اکبرؓ صرف قریشی بلکہ مایہ ناز قریش اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب امت سے نسل میں

اور قریش کے منعلق ان کے مسلم بزرگ جن کی شان میں مرزا صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔ جیسی نبی اللہ مولوی سید محمد حسن صاحب امر دبی مہتمم مسارف ریاست بمبھال۔

مولوی صاحب موسوف اس ماجر سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور نعلق روحانی رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ یاقوت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فائز ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید دعویٰ میں بکمال منانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موسوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور دقیق آدمی ہیں انہوں نے ہدایت تکمیل اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیے ہیں ناظرین اس کو ضرور دیکھو

(ازالہ اہام صفحہ ۳۱۱ و ۳۲۰)

فیصلہ مولوی احسن امروہی

”قریش بالضرور تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے خواہ امت میں کوئی نسیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو۔“
پس اس صدیقی فیصلہ کے مقابل مرزا صاحب کا قول بھی ناقابل التفات ہے گو وہ بزعم خود مہدی مسیح موعود کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ و سرسید وغیرہ۔

تنقیح نمبر دوم

ادیر کی تحقیق میں بحوالہ طبقات ابن سعد و زقانی گزر چکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت معراج چند ماہ کی تھی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

تنقیح نمبر سوم

اوپر ثابت ہو چکا نیز مسلم ہے کہ حضرت صدیقہ کی رخصتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آبادی ہجرت کے پہلے سال ہوئی جب کہ ان کی عمر ۹ سال تھی اور جیہی وہ آپ کی صحیح معنی میں محرم راز ہوئیں (تفصیل کے واسطے طبقات ابن سعدین حضرت عائشہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو)

حضرت معاویہؓ کے قول کا جواب

چونکہ مرزا صاحب نے اجماع صحابہ سے صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس لیے اس کے جواب میں اتنی تفصیل کی گئی باقی حضرت معاویہؓ کا معراج جسمانی پر عقیدہ ہونا مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ وہ جسم سمیت آسمان پر شب معراج جانے کا عقیدہ بلکہ حسرت سے یہی عقیدہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب صحابہ کا نقل کرتے ہیں بلکہ اجماع صحابہ بتایا ہے ملاحظہ ہو ازالہ کلال سفوفہ ۱۱۹ و ۱۲۱۔

پس مرزا صاحب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معراج جسمانی کے معتقدین کی فہرست میں منسلک کرتے ہیں۔

والفضل ما شهدت به الاعداء

لہذا بجائے زیادہ تفصیل کے صرف اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ ادل تو یہ انکا قول قابل اعتبار سند سے ثابت نہیں

بلکہ مجرد ادل ناقابل اعتبار ہے۔ دوسرے سہرے نبوی تک تو یہ ایمان نہ لائے تھے۔

بلکہ یہ تو ہجرت کے برست بعد قریب فتح مکہ تقریباً ۱۳ - ۱۵ سال واقعہ معراج کے بعد ایمان لانے میں پھر ان کی اس دقت کے متعلق شہادت کہ آپ کا جسم شب معراج بستر ہی پر نکھایا غلط یا سنی سنائی بات ہوگی پھر صحیح ملنے پر یہ شہادت اسی معراج کے متعلق ہو سکتی ہے (۳۳) روحانی ہیں نہ کہ چوتھوں جسمانی جیسا کہ یواہریت سے گزر چکا۔

(شہادت حضرت ابی سفیان)

حضرت امیر معاویہ کا غیر ثابت شدہ ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع قول تو یہ حالانکہ سزا سائب کی تصریح کے بھی خلاف تھا مگر ان کے والد برر گوار کی نہایت صحیح شہادت جو ہر قل شہنشاہ، روم کے دربار میں بادشاہ کے حضور ہی میں کی تھی نظر انداز کر دیا یہ کہاں کی دیانت ہے۔

ابن کثیر وغیرہ میں صحیح سند سے موجود ہے کہ ابو سفیان نے ہر قل شاد روم کے رد پر معراج جسمانی کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ اسے مستبعد سمجھ کر متنفر ہو جائے گا اس کے سر ہانے بیت المقدس کا چابی بردار موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ بادشاہ نے وجہ دریافت کی اس نے عرض کی کہ میں حسب دستور جو وقت اور تاریخ یہ بتا ہے میں بیت المقدس کو مقفل کرنے لگا تو گواہ بند نہ ہوئے اعزہ سے مدد لی کامیاب نہ ہو اور انہوں کو دکھایا معلوم ہوا کہ اس کا ایک پتھر نیچے سرک آیا ہے بلا نور نے دروازہ بند ہی نہیں ہو سکتا اسی طرح کھلا چھوڑ کر چلا گیا صحیح آیا تو آدمی کے آنے کے نشان تھے اور جس پتھر سے انبیاء سابقین اپنے جانور باندھا کرتے تھے اس میں ایک مزید حلقہ کا اضافہ اور جانور بندھنے کا نشان تھا اور دروازہ بالکل درست پتھر اپنی جگہ پر تھا جس سے میں نے یقین کیا کہ سرور نبی آخر الزمان پیدا ہو چکے الخ۔

(حسن بصری کے قول کے متعلق)

حسن بصری کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت محض غلط وہ کسی روحانی معراج کا تذکرہ کرنے ہوں گے گو اس قول کی سند بھی نا قابل التفات ہے سفار تاشی نیامن کے صفحہ ۱۶ سے حوالہ نقل کر چکا۔ جس میں حضرت حسن بصری کو معراج جسمانی بحالت بیداری میں ملنے والوں سے منسک کیا ہے نیز ایک حدیث بھی ابن جریر نے کے واسطے بسند حسن بصری نے یہاں واضح گذر چکی کہ معراج جسمانی تھا اور اس پر انقطاع کا جو اعتراض تھا اس کا جواب بھی وہیں دیدیا کہ وہ حسن بصری حضرت علی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کیونکہ جہاں وہ انقطاع کریں وہاں حضرت علی مراد ہوں گے۔

(خلاصۃ التہذیب حاشیہ صفحہ ۷۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت صحیح نہیں حضرت حذیفہ کی تصریح اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے نیز اس نقل کی سند ناقابل اعتبار ہے کسی معتبر محدث نے تصحیح نہیں کی اور ثناء قاضی عیاض صفحہ ۸۶ پر تصریح ہے کہ حذیفہ ابن یمانؓ معراج جسمانی بحالت بیداری کے قائل ہیں۔

نتیجہ

نقیر بالا سے رد و ردش کی طرح واضح ہو گیا کہ بن بزرگوں کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی ہے اولاً صحیح نہیں دوسرے ردعانی (۳۲) معراجوں کے متعلق ہے جس میں ہماری گفتگو نہیں اس معراج جسمانی کے متعلق جس میں نماز بجا نہ فرض ہوئی کسی ایک کا بھی سلف صالحین صحابہ و تابعین سے اختلاف ثابت نہیں اور یہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔

لفظ روایہ کی بحث ،

بلاوجہ اس آیت وما جعلنا الرویا التي ادینا لك الا فتنة للناس کی تحت ایک عاشریہ کا اعجاز کر کے لفظ روایہ کی بحث کا اعجاز کر لیا کہ روایہ کے معنی خواب کے ہیں۔ پھر شہاب تسمیل البیان۔ مجمع البحار حریری وغیر کے قطع برید کر کے کچھ حوالے نقل کئے ہیں

الجواب

ہمیں اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جب کہ مخصوص اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فیصلہ موجود ہے کہ یہ روایہ عینی مشاہدہ معراج کا ہے نہ روحانی و منہی۔

(بخاری باب الاسراء فتح الباری ج ۷ صفحہ ۷۸)

اور چونکہ ابن عباس علاوہ حبر امتہ اور قرآن کے متعلق تمام امت سے زائد واقف ہو سکے بوجہ اس کے کہ قریشی ہیں ایسے مسلم ہیں کہ ان کے مقابل دوسرے عالم شہاب حریری وغیرہ کی مہدی مسعود اور مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو۔

(القرآن مولوی احسن صاحب امرہی صفحہ ۸)

پھر یہی تبرعاً صرف ایک حوالہ نہایت ہی مستند لغت سے جس میں مدعا اورہ اہل زبان یا گیا ہمیش ہے

(حوالہ لسان العرب ج ۱۴ صفحہ ۹)

قال ابن بربی وقد جاء الرویاء فی الیقظة قال الراعی ذکبر للرویاء دھش

خوادہ و بشر نفسا کان قبل یلوہا۔۔۔ الخ

امام لغت ابن بری فرماتے ہیں کہ یقیناً روایہ بیداری کے مشاہدہ پر بھی مستعمل ہے اور عرب کے مشہور مستند شاعر

(لسان العرب ج ۱۴ صفحہ ۹)

جاہلی لاطعی کا شعر سند میں پیش کیا ہے الخ۔

اب یہ نہ صرف مستند ڈکشنری کا حوالہ ہے بلکہ محاورہ عرب اور شعر بھی معتبر شاعر کا پیش ہے جس کو گواہان مدعا علیہ

بھی لغت اور معتبر لغت کہتے ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعا علیہ و برن مارچ ۲۳ء

ایک عظیم الشان مغالطہ اور اس کا جواب

علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے جو سو فی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنے حجتہ اللہ البالغہ میں معراج اکبریٰ ان الفاظ میں لکھی ہے و امیری سے لے کر
واللہ اعلم تک۔

ترجمہ:۔ آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سردرة المنتہیٰ اور جہاں خدانے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری
کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے
اس لیے جسم پر روح کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور ان واقعات میں
سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح ہر واقعات حضرت حزقیل اور موسیٰ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے
اور اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہونے میں خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو ربیاد میں
ان کو معلوم ہوئی واللہ اعلم کنا براء عظیم الشان مغالطہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر سفید ٹھوٹ اور بدترین بہتان
ہے جو نادان فقی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ لگایا گیا ہے اگرچہ ترجمہ میں خیانتیں بھی ہیں مگر میں مختار مدعا علیہ ہی کا پیش کردہ
ترجمہ حضرت شاہ صاحب کے دامن قدس کی صفائی کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

”آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سردرة المنتہیٰ اور جہاں خدانے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے
بیداری کی حالت میں ہوا۔“

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کتنے واضح الفاظ میں تشریح فرمایا ہے ہیں کہ یہ تمام
واقعات جسم مبارک کے لیے حالت بیداری میں ہوا۔ نہ کہ کشف و خواب میں پس کس قدر جرات اور دیدہ دلیری ہے کہ ان
لی طرز انکار معراج جسمانی کی نسبت کی جائے اور اتنے عظیم الشان مغالطہ کے بعد مختار مدعا علیہ کی حقیقت عدالت پر
یوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لیکن سے واللہ اعلم تک اپنے مذاق متعلق اس معراج جسمانی کا ایک فلسفہ صوبیانہ

اصول پر بیان فرمایا ہے میں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ عالم ظاہر اور عالم مثال کے درمیان کا ہے جو مقام جامع کہلاتا ہے یہاں جسم پر ایسی لطافت طاری ہو جاتی ہے کہ اس پر روح کے احکام یعنی سرعت حرکتہ رفع الے السماء وغیرہ جاری ہو سکتے ہیں اس مقام میں اس جسم لطیف کی حرکت اور سرعت اور رفع الے السماء وغیرہ کوئی مستبعد نہیں جس طرح روح کے متعلق یہ امور مستبعد نہیں۔

پھر ان امور کے جواب نے معائنہ فرمائے تاج فلسفیانہ بیان فرماتے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ یا وہ بزرگ جن سے اُس نے نقل کیا ہے خوش فہمی سے تعبیر خواب سمجھ رہے ہیں بعینہ یہی فلسفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

مختار مدعا علیہ نے تفسیر ثنائی ج ۵ صفحہ ۲۶ سے دو عبارتیں قطع برید کر کے نقل کی ہیں جس کے جواب میں اولاً یہ گزارش ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مدعیہ یا اس کے فریق یا کسی دیوبندی عالم کے مستند مسلم نہیں بلکہ سخت اختلاف ہے اور نہ صرف فروعی امور میں بلکہ تقلید جیسے اہم مسئلہ میں یہاں تک اختلاف ہے کہ وہ ائمہ کرام کی تقلید کو شکر قرار دیتے ہیں اور سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ کی شان گرامی میں زبان درازی کرتے ہیں ہمارے ان کے مناظرہ اختلافات اختلافی رسائل تمام پنجاب و ہندوستان میں شائع و ذائع ہیں ممکن ہے کہ یہ بزرگ مرزاٹیوں کے مسلم ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا وہ دم مقابل تھے اور مرزا صاحب نے ان کے متعلق آنریری فیصلہ میں اعلان کیا تھا کہ میرے اور ثناء اللہ میں یہ فیصلہ ہے کہ بھوٹا پسے کے آگے مر جائے گا۔ ہر حال ہم پر ان کا قول حجت نہیں ان کی ذاتی رائے ہے۔ نیز اگر غور کیا جائے تو وہ بھی تو یہی فرماتے ہیں پس ان بزرگوں کے (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب) کلام سے جو امر ثابت ہوتا ہے خاکسار سے ماننا ہے باقی آگے اُس کی تعبیرات کا درست ہونا یا انکی غلطی ہے خود ان کی جماعت اطمینان سے اس تفسیر پر سخت تنقید و تبصرہ کیا ہے اور اس سے ان کے ایمان میں شبہ کیلئے اُس تنقیدی رسالہ کا نام انکار ثناء اللہ بجمع اجزاء امنت بانڈ ہے پس جب ان کی جماعت کو وہ تفسیر خود مسلم نہیں تو ہم پر کیا حجت ہوگی۔

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس مسئلہ پر سرخی و ہیڈنگ و عنوان ملاحظہ ہو۔

”اسراء اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں بحسبہ الشریف ہوئے ہیں۔“

پس جب مصنف کا واضح مذہب اس ہیڈنگ سے معلوم ہو گیا تو عبارتیں قطع و برید کر کے مدعا کے خلاف نکالنا صریح بہتان ہے اصل یہ ہے کہ سر سید اور سلیمان ندوی مولوی ثناء اللہ سے اس کا جواب مرزا صاحب کی طرح نہ بن آیا اور مخالفین کے خوف سے ناویلین کرنے لگے جیسے کہ مرزا صاحب صاف منکر ہو کر توہین پر اتر آئے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”بہر حال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ و ائمہ نے معراج کو اس بسم غفری سے تسلیم نہیں کیا؟“

الجواب

یہ محض غلط اور بہتان ہے تفصیلاً جواب عرض کر چکا تمام صحابہ کا اتفاق عمدۃ القاری اور شفاء شریف سے پیش کر چکا۔

چار عادل شاہد اور پیش ہیں۔

(۱) ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۴۱ -

(۲) نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۱ -

(۳) ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳ -

(۴) زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۰۲ -

ہر علامہ عصر حافظ ابن کثیر اور امام نووی محدث اور امام ابن جریر طبری اور حضرت حافظ ابن تیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تصریح فرماتے ہیں کہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت ہوئی اور یہی مذہب تمام سلف صالحین اکابر صحابہ و ائمہ متقدمین و متاخرین کا نقل فرمایا ہے۔ جس کے بعد یہ ریکنگ تاویلات مختار مدعا علیہ قابل التفات بھی نہیں۔

اور مرزا صاحب بھی سوائے حضرت عائشہؓ کے تمام صحابہ کا منفقہ اجماعی عقیدہ یہی نقل کرتے ہیں کہ معراج جسم سمیت ہوئی (ازالہ کلاں صفحہ ۱۲۱ و ۱۱۹) حوالہ مدعا اصل عبارت گزر چکا اور حضرت عائشہؓ کے قول کی بھی حقیقت واضح ہو چکی پھر مختار مدعا علیہ کا یہ قول مذکورہ بالا محض غلط اور بلا دلیل ہے۔

انبیاء سابقین،

دیگر انبیاء کی معراج روحانی جو سیرۃ النبی ج ۱ صفحہ ۲۷۱ اور صفحہ ۲۷۲ سے نقل کی وہ بالکل غیر متعلق ہے ہم خود علاوہ ایک معراج جسمانی کے اور آنحضرتؐ کے واسطے بھی روحانی مانتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دوسرے حوالے

حماقت البشری وغیرہ سے جو حوالے مرزا صاحب کے گول مول ذوالوجہ پیش کئے ہیں وہ بے سود ہیں کیونکہ اس میں تو بعد خاتم النبیین مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے اور دعویٰ نبوت کو کفر اور اپنی کو نبی ماننے والوں کو دجال کہتے ہیں اور پھر یہ

سب امور جزو ایمان ہو گئے لہذا اس کا کیا اعتبار میں نے تو صریح توہین اور انکار کا حوالہ ازالہ ادہام کا پیش کیا ہے جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے جہی تو وہ یہ بہتان انکار معراج جسمانی بزرگوں پر باندھ رہا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیریؒ

قول مختار مدعا علیہ۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

گر چو احمد در شب معراج وصل
از زمین تا سدرہ و از سدرہ بعرش
از فلک بگذشت و از انس و ملک
قاب قوسین است و او ادنیٰ حجاب
از جسم تا صوب اقصیٰ می روم
بر براق برق آسمی روم
از دتے سوئے تدک می روم
بے حجب تاحق تعلق می روم

(دیوان خواجہ معین الدین چشتی صفحہ ۲۵)

لور تست آن مجسم گسٹہ در ذات نبی
تقرہ خنگہ برج را از مہ کشد زریں لگام
ستر ما اوجی نگیند در ضمیر جسبریل (۳-۵) کشف اسرار لدنی کے کتبہ ۱۲۱ کتاب

(دیوان معین صفحہ ۶ نیز صفحہ ۷ بھی ملاحظہ ہو)

گر عروج جان معین بایست بہر نہ تا فلک
با وجودیکہ یہ دیوان صرف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی طرف منسوب ہے ورنہ دراصل یہ ملا معین الدین کا شغلی مصنف
معارج النبوت کا ہے جیسا کہ المعارف میں سید سلیمان ندوی نے اس پر کافی تنقید کی ہے مگر میں اسے تسلیم کر کے جواب
پیش کرتا ہوں۔

الجواب

اس حوالہ کے نقل میں اگر مختار مدعا علیہ خیانت و قطع دہر بد نہ کرتا تو ہرگز یہ شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا بہر حال اس کا
پہلا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ”ہمہ اوست“ اور وحدۃ الوجود کے صوفی مشرب بزرگ ہیں جس پر اسی دیوان کے مندرجہ

ذیل اشعار دلیل ہیں

کیسکہ عاشق معشوق خویشی بہ اوست
تریف خلوت و ساتی انجمن ہمہ اوست

اگر بیدیدہ تحقیق بنسگری دانی
اگر تو خرتہ ہستی خویش پارہ کنی
زجام عشق نہ منسوز بخود آمد در بس
ملوک کثرت اشیاء نقیض وحدت گشت
تعیینست گزار اعتبار ما و نیست
من نیگویم انا الحق یاری گوید بگو
کہ ناظر دل منظور جان دش ہمد دست
نظر کنی کہ دریں زیر سر ہستی ہمد دست
کہ دار نمبر ہمبگفت بار سن ہمد دست
تو در حقیقت اشیاء نظر نگوں ہمد دست
اعتبار گزر کن کہ ما من ہمد دست (دیوان معین ص ۱۳)
چون گویم چون مراد لاری گوید بگو
(دیوان معین صفحہ ۲۴)

زیادہ تفصیل کے واسطے دلیل العارضین ملاحظہ ہو۔

پس یہ ہمد اوست اور وحدۃ الوجود کا رنگ جو مکر و بیخودی کہے اس میں جو بھی زبان پر جاری ہو وہ قابل مواخذہ نہیں جیسا کہ اسی میں دعویٰ انا الحق وغیرہ موجود ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار دیوان پاک میں "قطعہ" کے ہیڈنگ کے تحت ہیں مندرج ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ قطعہ وہ اشعار کہلاتے ہیں جو سب مل کر ایک مضمون بنیں اس میں قطعہ دہریدہ نہیں ہو سکتی مگر مختار مدعا علیہ کی خیانت ملاحظہ ہو کہ اس کا صرف آخری شعر باوجود قطعہ ہونے کے حذف کر دیا درباقی پیش کیا تاکہ مفاطلہ دے سکے حالانکہ وہ شعر اصل معاہدہ پر نہایت سفار سے روشنی ڈال رہا ہے کہ یہ تمام کلمات عالم بیخودی کے ہیں اصل کتاب ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہو چکا کہ اصل بے ایمانی کا پتہ چل جائے وہ شعر یہ ہے۔

من نمید انم دریں بحر عمیق .

نشتہ ام استادہ ام یا میروم .

کس قدر مدہوشی کی تصریح ہے اس سے واضح ہو گیا کہ یہ عالم بیخودی پر ہے جس پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ اور مرزا صاحب وحدۃ الوجود وغیرہ کے خلاف ہیں جیسا کہ گورچیکا۔ دوسرے شعر میں فرما رہے ہیں جس پر کوئی اعتراض ہی نہیں۔ عالم صححو ہوش میں معراج پاک کے متعلق ارشاد ہے۔

قول مختار مدعا علیہ :

"تیسری بات کہ کیا مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح کئی معراجوں کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی اور جس عبارت سے غلط استدلال کر کے مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر یہ افتراء کیا ہے سیر معراج اس جسم کثیف و عنصری فلکی - شمس) ... تا ... مولف خود صاحب تجربہ ہے ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۲ - مختار مدعا علیہ نے اس حوالہ کو ایسے طریق پر پیش کیا ہے

بس سے بر فاسر ہو کہ مرزا صاحب اپنے کشفوں کے مقابلہ پر معراج کو استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ مختار مدعیہ کا دید و دانستہ عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

الجواب

یقیناً معراج کو ایک کشف بنا کر اسی قسم کے کشفوں میں اپنے کو صاحب تجربہ کنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک توہین نہ ہو مسلمانوں کے نزدیک ناقابل برداشت توہین اور شرک فی الرسالہ ہے جو صریح محمد رسول اللہ کے افسار کے منافی ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک تو کھلی ہوئی تنقیص و تشبیہ بھی توہین نہیں مرزائیوں کے ایک مشہور بزرگ ان کے ارگن رسالہ نتیجۃ الاذہان قادیان کے اڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل فرماتے ہیں۔

محمد پھر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں غزوات میں

محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

پھر مختار مدعا علیہ نے اس ازالہ ادہام کی بھی متنازعہ عبارت کی تائید کی ہے اور حاشیہ میں اپنی طرف سے ذاتی و صفاتی کی تقسیم اور ذاتی تشبیہ کی شرط لگا گئے پھر آگے فرماتے ہیں: "اور مرزا صاحب کے اس قول سے کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے یہ مراد نہیں کہ آپ کو ایسے ہی معراج ہوئی جیسے آنحضرت صلعم کو الخ۔"

مطلب بالکل واضح ہے تاویل محض بیکار ہے عدالت اصل عبارت مکرر ملاحظہ فرمائیں کہ۔

صیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔۔۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے اور اس میں صرف کیا تاویل کریں گے مرزا صاحب تو اپنے آپ کو تمام صفات میں ان کا ظل اور بروز بتاتے ہیں اور العود احمد کے اسول پر پہلے سے بڑھ کر جیسا کہ خطبہ الہامیہ و حقیقۃ النبوت کے حوالے سے آگے اپنے محل پر آئے گا جس میں مدلل اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کیا ہے پھر مختار مدعا علیہ نے کشف و بیداری کی تاویل اور اجلی و اصفیٰ کی بحث شروع کر دی مگر عالی جاہا۔ جو بھی سہی جسمانی نہ سہی کشفی اجلی ہو یا اصفیٰ و اخفی ہمارا اعتراض تو دراصل "اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے" پر ہے جو بدستور شرک فی الرسالہ کی بین دلیل لاجواب موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتا۔

کیا معراج جسمانی کا منکر کا فیسو

و اجمعنا ان من انکر المعراج الی بیت المقدس یصیر کافرًا ثم ہنأ ثلثہ اشیاء
الاسراء والمعراج والاعرج فاما الاسراء من مکة الی بیت المقدس فہذا مما لا ینکرہ
المعتزلۃ ومن انکر یصیر کافرًا لان هذا ثبت بالنص الخ (تمہید ابوالشکور صفحہ ۱۳)

یعنی ہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے معراج جسمانی کا بیت المقدس تک کا انکار کیا وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر یہاں تین امور ہیں اسراء۔ معراج اعراج۔ اسراء جو مکہ سے بیت المقدس تک ہے اس کا انکار تو معتزلہ بھی نہیں کرتے اور جو انکار کرے گا کافر ہوگا کیونکہ آیت قرآنی سے نصاً و صراحۃً ثابت ہے۔

(۲) د فی کتاب الخلاصۃ من انکر المعراج ینظر ان انکر المعراج فهو کافر الخ
(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صبیح المدنی شاہد رہ)
تقریباً مضمون سابق کی طرح منکر معراج جسمانی پر کفر کا فتویٰ خلاصہ سے نقل کر کے اس پر دلائل پیش کئے ہیں۔
یس دو شاہد عادل امام شہادت کے لیے کافی ہیں سے

طوفان نوح لے لے لے چشم فائدہ،
ددا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ابو الوفاء
گو مسئلہ ایک حد تک اجمالی رنگ میں آپ کا مگر مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور لگا دیا کہ۔
”اور اگر معراج کے واقعات پر بھی خور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔“

الجواب

معراج پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف کے ساتھ بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں پر جوتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور پھر عرش اور لامکان تک پہنچنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک خلاف واقعہ ہے اس کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا کہ سوائے کشف یا خواب کے عالم اعیان میں جسم کے ساتھ یہ واقعہ ہو۔
مگر مرزا صاحب کا ابن مریم بننے کے واسطے پیلے مریم کے رنگ میں پیدا ہونا پھر حاملہ ہونا پھر در دزد کی شدت سے بومہ بعد سے کھجور کے نیچے جانا اور پھر اپنے سے خود ہی پیدا ہونا اور یوں ان کا مریم اور ابن مریم دونوں بن جانا قرین قیاس اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو حقیقتہ الوحی نظم صفحہ ۳۳۶)

ہست اد غافل زراز ایزدی	آنکہ گوئد ابن مسریم چوں شدی
در براہین نام من مسریم نہاد	آن خدائے قادر در رب العباد
دست ناداد بہ پیران نئی،	مدتے بودم بزرگ مسریمی
از رفیق راہ حق۔ نا آشناء	بجو بکرے یافتم نشودنما،
روح یلے اندران مسریم دمید	بعد ازان آن قادر در رب مجید
زادزان مسریم مسیح ابن زمان	پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیان

زبانہ مسریم بود اول گام من
شدز جائے مسریمی برتر قدم
گر نمیبدانی براہین را بہین
نکتہ مستور کم فہمہ کے ۔

زبان سبب شد ابن مسریم نام من
بعد ازاں از فتح حق بیسے شدم
ایں ہمہ گفت است رب العالمین
حکمت حق رازہا دارو بیسے

نہیں ان کے ذاتی عقائد سے اس دقت سرکار نہیں۔

معراج کے متعلق عقلی طور پر قابل غوا امور

(۱) سرعت حرکت - (۲) ارتفاع جسم خاکی (۳) کہ نار دزمہ پر یا زہریلی ہوا کا حائل ہونا (۴) آسمان میں شگاف و خرق القیام کیونکر ہو سکتا ہے (۵) شق صدر (۶) رویت باری (۷) رویت انبیاء (۸) رویت جنت و دوزخ وغیرہ تفصیل تو اس موقع پر ناممکن ہے اجمالاً گزارش ہے کہ ان میں سے کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ عقل سلیم کو اس کے بار کرنے میں متامل ہو بلکہ میں تو مذہب اسلام اور ان کے تمامی جزئیات کو تصریح قرآنی فطرۃ اللہ اور عقل کے مطابق سمجھتا ہوں مگر نظری ہوں گے یہ معنی نہیں کہ انہیں صرف عقل سے ثابت کیا جاوے۔ ثابت تو وہ نقل ہی سے ہوں گے البتہ سمجھ عقل سے جائیں گے۔

اور عقل بھی تسلیم کیونکہ ایک تو عقل نظری ہے اور ایک مخصوص ماحول سے متاثر سوسائٹی شرائع اور احکام عقل نظری کے مطابق ہیں نہ سوسائٹی کے جس کا فرق واضح ہے مثال سے واضح ہو۔

ایک بددی کی عقل یہ ہے کہ المعبیۃ تدل علی البعیر والافار علی المسیر الخ کہ ایک میٹنگنی اونٹ کا اور قدم کے نشان قافلہ کا پتہ دیتے ہیں پس یہ زمین و آسمان وغیرہ ایک علیم و خبیر کا پتہ کیوں نہ دیں گے اور ایک دہری کہتا ہے انھی الاحیاء تناد الدنیا نموت ونحی ما یملکنا الا الدھر کہ خدا کوئی نہیں سب دہر و زمانہ دگردش زمانہ کے کرشمہ ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ ایک کسی نشی کا امکان یعنی ہو سکتا ہے اور ایک وقوع یعنی درحقیقت ہوئی بھی یا نہ۔ عقلی دلیل تو صرف ہو سکتے پر قائم ہو سکتی ہے باقی یہ امر کہ ہوتے بھی یا نہ صرف رائیہ اور نقل سے مل سکے گی۔

نمبر وار مرتب اجمالی جواب

(۱) ”سرعت حرکت“ اس کے امکان میں کہ آن کی آن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک فرش خاکی سے عرش تک کیونکر پہنچا۔ نہ فلسفہ قدیم یونان کی بنا پر کوئی اشکال ہے اور نہ جدید سائنس کے اصول پر۔

فلسفہ قدیم یونانی

کیونکہ فلسفہ قدیم میں یہ امر مسلم ہے کہ جتنی دیر میں آنتاب کی ٹیکہ جو شمس بتما مرہ طلوع ہوتا ہے، بویہ منہ اذ
دقیفہ کا وقت ہے) اتنی دیر میں فلک الافلاک فلک اعظم جو اعظم ترین مخلوقات سے ہے پانچ لاکھ پندرہ ہزار
پچھ سو (۱۵۴۰۰) فرسخ مسافت قطع کرتا ہے جس کے (۱۵۵۸۸۰۰) پندرہ لاکھ اٹھاون ہزار اٹھ سو میل جوئے
روح المعانی (۳ صفحہ ۱۷۴) پس اتنے بڑے تمام مخلوق سے وزن جسم کی اس قدر سرعت حرکت مستبعد نہ ہو اور
بہ ازاد لبس مجرب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو کیفیت بنا کر سرعت حرکت کے استبعاد پر معراج جسمانی کو ناممکن
اور انتہا پہنچائے

بسوخت غفلت زحیرت کہ ایں چہ بوا العجیبت

فلسفہ جدید اور سائنس

فلاسفہ جدید اور سائنس دانوں میں یہ مسلمہ اصول ہے ایک ساعتہ میں برقی بجلی زمین کے گرد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ
زمین کے گرد چکر لگا کے اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جاتی ہے پھر برقی سوار کے متعلق کیا استبعاد ہے مولانا گرامی فرماتے ہیں
قضا گیر و قدر گیر و ازل گیر و ابد گیر
سوار برقی شد ماہی فلک آمد غنا گیر
یہ تو ان کے واسطے درمنا میں اختصاراً پیش کر دیں جو عقلی دلیل کے دلدادہ ہیں باقی خدا پرستوں اور موحیدین
کے واسطے قرآن پاک کی صرف ایک آیت کافی ہے

وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اذیک بہ قبل ان یوقد الیک طرفک فلیما
داہ مستقرا عندہ قال ہذا من فضل ربی لیبیلونی اشکر امر اکفر ومن شکر فانا ما دینکر
لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم

مکہ بلیس کے تخت منگلنے کی سیدنا سلیمان نے ضرورت محسوس فرمائی تو ایک جن نے دربار کے برخاست ہونے
کا وقت نصف دن مانگا مگر ان کے وزیر آصف ابن برخیا جنہیں خدا تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا فرمایا کہ میں لڑنے والوں میں لانا ہوں
اور پلک مانی ہے وہ عظیم الشان تخت اتنا میں سے ہزار ہا میل کی مسافت پر افسانے شام میں لاپیش کر دیا۔ تبسبحان اللہ
ما اعظم شانہ زود برہانہ۔ پس ایک خدا کا ادنیٰ بندہ تو صرف اس کا نام لے کر یہ کر سکے اور مستبعد نہ ہو مگر خود قدرت
والا خدا کرے تو عقل میں نہ آئے تو انجیباہ۔

ارتفاع جسم خاکی ،

قمری حرکت کے ناسفہ قدیم بھی قائل ہیں اور آج بھی مشاہدہ اور سائنس دان بلکہ اب تو کسی ہندوستانی کے واسطے بھی جلتے تعجب نہیں ہوائی جہاز خصوصاً آرنمبر ۱۰۱ بونبائہ ہو گیا ستر آدمیوں معہ ان کے ضروریات زمین سے اس قدر بلند سرف ایک پانی یا پٹرول کی اسٹیٹ سے ایک ناجزا انسان لے جلتے اور جسم خاکی جلتے اجسام خاکیہ مرتفع کر دیکھتے مگر خدائے قادر دتوانا اپنی لازوال اور پیمثال قدرت کے کرشمہ سے اپنے پیس پاک کے جسم بلیف کو زمین سے بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی قائل ہو تو یہ بیان مثل اس پر تسمیہ اڑائیں ہج بریں عقل و دانشس بیاید گریست اوہم مسلمانوں کے واسطے نہ جدید فلسفہ کی ضرورت نہ قدیم کی سرف قرآن پاک کی ایک آیت کافی ہے ۔

شہر (قرآن مجید)

وسلیمان الریح غدوہا عشوہ وں اجہا عشوہ

حضرت سلیمان کے نابغ ہوا کر دی تھی ان کا تخت ہوا بر سج کے تیل ترین لمحہ میں ایک ماہ کی مسافت اور شام کے ٹائم میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے ۔

گردناریاز مہر پر یاز بہر پٹی ہوا کا حامل ہونا

(۱) کون غلامند نہیں جانتا کہ آگ کا جلانا ٹھنڈک کا ضرر رساں ہونا ایک مخصوص دقت تک جسم کے اس میں پہننے پر منحصر ہے درختوں میں باد چنی روزانہ ہاتھ ڈالتے اور لگاتار ہے مگر جلتا نہیں ۔ پس مذکورہ بالا سرعہ پر ضرر ناممکن ہے ۔

(۲) طب قدیم اور جدید میں ایسی دوائیں اور لباس ایجاد ہو چکے ہیں جن پر آگ اور سردی بلکہ بندوق کی گولی تک اثر نہیں کرنی سردی کے ملازم ایک مخصوص لباس پہن کر برف کے پہاڑوں کی پیٹھس کو وہاں تک جاتے ہیں جہاں آگ ٹھہری نہیں سکتی ۔ پس انسانی دوا اور لباس و ایجاد تو ان حضرات کو روک لے مگر وہ جنت کا پانی بو خدانے سب سراج غسل کو بھیجا اور وہ حملہ نورانی جو زیب تن فرمانے کو جبریلؑ لائے تھے اگر گردناریاز بہر پٹی ہواؤں سے بچا لیا گیا تو استجاب کیا ہے ۔

(۳) آگ کا کام جلانا اور ٹھنڈک زہریر کا دکھ دینا ضرور ہے مگر یہ خاصیت ان کی اپنی خانہ زاد نہیں بلکہ خداداد ہیں پس جس طرح خزانہ شاہی کا پہرہ دار سنتری خزانہ کی طرف رخ کرنے والے کو روکتا اور اسرار پر گولی کا نشانہ سزور اور ہمیشہ بناتا ہے مگر شاہی فرمان یا شہنشاہ دزیر اگر کسی کے ساتھ ہو تو بجلتے گولی کے نشانے کے آداب شاہی بجالاتا ہے پس اگر کسی کے پاس فرمان یا نادر کوئی بود او سلاما علی ابواہیہ اور کسی کے ہمراہ جبریلؑ شہید القوی دو مرتہ اور پردہ راہ داری ہو اور آگ نہ جلائے یا سردی نہ ستائے بلکہ وہ اور آرام مہیا کرے اس پر تعجب کیا ہے

اور ہم مسلمانوں کے دماغوں کو ہوا کا بنس قرآن اور سے اترنا صحف اور ہمیں دوسری کا صحیح و سالم کتابی رنگ میں آنا حضرت عیسیٰ پر مائدہ دسترخوان اترنا کا ہے۔

آسمان کا بیٹھنا اور بڑھنا

قدیم فلاسفہ کے پاس سوائے اٹکل کے ایک بھی دلیل نہیں اور وہ اٹکل بھی ان کے پاس فرض طبع زاد نجیبی آسمان میں تو شاید ناند ہو اس خدائی آسمان سے بالکل الگ ہے اور سائنس نے تو آسمان کے وجود ہی سے انکار کر دیا اور حد نظر کا نام بیان ہے ہمات واسطے یہیں کان ہے لہذا لہذا ابواب السماء۔

کہ آسمان کے دروازے میں کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں آسمان بنانے والے کی رائے اور فیصلہ یہ کہ ہم نے دروازے اس میں رکھے نہیں اور عقلاء کی سمجھ میں بھی نہیں آتے اس کا کیا علاج۔

نشق صدر

آج اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں جب کہ فن برائی کے محیر العقول کرشمے موجود ہیں تنگی وقت ہے مثالیں نہیں دیتا اور ہمارے لیے ایک آیت کافی ہے۔ "انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون" (قرآن حکیم)

جنت و دوزخ

دنیا میں اصول مسلم ہے کہ ہر مرکب کے مفردات کا علیحدہ گرام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص مرکب یا کسی معجون کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس کے اجزاء اپنی اپنی جگہ ضرور موجود ہیں انسان کو اگر بعد عناصر سے مرکب پا کر یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ کائنات عالم میں کردار کرہ ہوا، کرہ آب کرہ خاک علیحدہ علیحدہ بھی موجود ہیں۔

پس جب کہ دنیا اور اس محسوس عالم اور مخصوص دار میں رنج اور خوشی خار و گل سکھ اور دکھ تندرستی و بیماری ساتھ ساتھ ہیں تو عقلاً کوئی ایسی جگہ ضرور ہونی چاہئے جہاں صرف پھول ہی پھول ہوں خار کا پتہ نہ ہو صرف تندرستی ہو اور مرض کا وجود نہ ہو صرف خوشی آرام سکھ ہو رنج تکلیف دکھ کا پتہ نہ ہو۔

اور ایک جگہ اور مکان ایسا ہی ہونا چاہیے جہاں صرف خار ہوں گل ناپید ہو۔ صرف غم و تکلیف و بیماری ہو اور خوشی و آرام تندرستی کا فقدان ہو اور اس کا نام اسلامی اصطلاح میں جنت دوسرے کا نام دوزخ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب ،

اب کون سوال کرے کہ ان دنوں کہاں میں بیتہ دو تو اس سے میں پوچھوں گا کہ یہ ہندوستان کا نقشہ ہے اس میں مکہ مدینہ بغداد کربلائی صلی لندن امریکہ جاپان دکھاؤ اگر یہ جواب ہو کہ وہ اس محدود نقشہ ہندوستان میں کہاں ملیں گے وہ تمام دنیا کے نقشہ میں ہیں سارے ربع سکون کا نقشہ لاؤ دکھا دیں گے پس یہی گزارش میری بھی ہے کہ وہ آپ کے دینیوی نقشہ میں نہیں بلکہ خدائی نقشہ میں ہیں ساری خدائی کا نقشہ جبرئیل کی لائبریری سے لاؤ جنت دوزخ ان شاء اللہ انگی رکھو کے بتادیں گے۔

ملائک و شیاطین

قرآن نے دلائل کا ایک سوال سکھایا ہے کہ دنی النسم اذ لا تبسرون اپنے ہی نفسوں میں دلائل سوچو ایسے زیری اصول پر گزارش ہے کہ جیسے اندر شرکی سلا جنت سے اور خیر کی بھی بھلائی اور نیکو کاری کی اور برائی اور بد کاری کی بھی پس مذکورہ سابق اصول پر ایک مخلوق بھی ایسی ہونی ضروری ہے جس میں سدا جنت سرف خیر اور بھلائی اور نیکو کاری کی ہو شر اور برائی اور بد کاری ان سے سرزد ہی نہ ہو سکے اور ایک ان کے برعکس مخلوق ہونے اسی طرح ضروری ہے۔ اول کو ملک فرشتہ اور دوسرے کو شیاطین کہتے ہیں باقی ہمارے واسطے قرآنی تسبیحات جنت و درر جن داس ملک و شیاطین کافی ہیں قرآن پاک کا مطالعہ فرماویں۔ فیہ نبیان لکل شیء عاسب کبر اس میں ہے

ایک اعتراض کا جواب

سوال یہ ہو گا کہ میں دکھاؤں غرض کر دوں گا کہ پانی اور ہوا کے جراثیم محسوس دکھاؤ دو جواب یہ ملے گا کہ جب تک امریکہ بنا ہوا مخصوص پاور کے لائسنس کا چشمہ استعمال نہ کر دے اسے نہ دیکر سکو گے پس گزارش یہ ہے کہ جن ملک شیاطین جب تک مخصوص پاور کا بنایا ہوا مدنی چشمہ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین سید شاہ عبدالقادر جیلانی خواجہ غریب نواز کے کارخانے سے حاصل کر کے نہ استعمال فرمائیں گے انہیں مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

اور ہمارا ایمان تو مشاہدہ سے زیادہ ان کے خالق اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر ہے لو کشف الغطاء لہما از دنا یقیناً مشاہدہ پر کوئی اعناقہ نہ ہوگا۔ (در ربیت باری تعالیٰ)

یہ مسئلہ بہت ہی طویل ہے اور اختصار ناممکن ہے اس لیے صرف کتاب یواقیت والجواہر ج ۱ صفحہ ۱۱۹ بحث ۲۲ کا حوالہ کافی سمجھتا ہوں جو گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔

کلام سردی بے نقل بشنید
خداوند جہا نرا بے جہت دید

روایتہ انبیاء

درہ تو انبیا کریم کے جسم محفوظ رہتے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد انبیاءہ رد اور نطفی وغیرہ) کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس جسم کو دیکھنا کیا محال۔ نیز آج مسمریزم کی معمولی پیکٹس سے تو انسان ارجح کو دیکھ لے اور ہم کلام ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مراقبہ کا یہ بھی اثر نہ ہو کہ انبیاء کی رویت و ہمکلامی ہو جائے۔ نیز جب کہ وہ ذات گرامی باوجود انتہائی لطافت کے ملائک کو دیکھنے اور فرش خاک سے فرش پاک کا بلوہ دیکھتے ہوں انبیاء کی ملاقات و روایتہ میں کیا استبعاد ہے۔

اجمالی کل واقعات کی ایک دلیل

دنباہیں مشاہدہ کہ کسی شہنشاہ کو کوئی معزز مہمان آئے تو اس کی تمام حکومت اور تمام عاملوں تمام کارخانوں و محکموں میں یکدم تعطیل کر دی جاتی ہے تاکہ اس کا اکرام سب پر ہو بڑا ہو جائے۔ کاشٹے والی مشین نہیں کاشتتی چلے والی نہیں چلنی پیسنے والی نہیں چستی۔ جو کام پورا اور ادھورا جس جگہ ہو وہیں بند ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل ختم نہ ہونے پر وہیں سے یکدم شروع ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ جیسا شہنشاہ مطلق اور سیدالادلیں والاخرین خانم النبیین جیسا جبب پاک صاحب لولاک علی اللہ علیہ وسلم معزز مہمان اگر تمام کارخانہ عالم یکدم تعطیل کر کے بند کر دیا جائے۔ نہ آگ جلے نہ سردی سنائے۔ موار کے سماں اور زمین یا چاند سورج دن و رات ساعات و لمحات زمانہ حرکت کریں تو کب تعجب نہ تو کوئی وقت لگنا چاہیے۔ کوئی گزند پہنچے گا۔ امکان ہے نہ کوئی اعتراض مگر اللہ بعیرت نہ دے اس کا کیا علاج۔ سے

تہی دستاں قسمت راچہ سوزاں را بہر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ سے ارد سکدر را

نفس مسئلہ معراج پر ایک کلی عقلی دلیل

السان کے دو جزو ہیں ایک جسم جس کی ترکیب اجزا عنصریہ سے ہے۔ اور جس کی بقا و ارتقاء بھی عنصری استیاء سے متعلق ہے۔ دوسرا جزو روح ہے۔ جس کی حقیقت سمجھنا تو دشوار ہے قل الروح من امر ربی وہ مولیٰ کا ایک حکم ہے۔ جس کا جس کا حقہ علم نہیں۔ مگر اتنا مشاہدہ ہے۔ کہ انسانی اعضاء کی شکم مادر میں تکمیل کے بعد ایک برقی طاقت اس کے اندر آ کر سے متحرک کر دیتی ہے۔ اور وہ زندہ کہلانے لگتا ہے۔ اسی برقی اثر کا نام روح ہے۔ یہ ہے تو انسان زندہ ہے وہ مؤنم انسانی افعال کا منبع یہی روح ہے۔ یہ خارج ہو جائے۔ تو انسان بیکار مرد سپرد ریش کے لائق بن جاتا ہے پس

انسان دراصل روایت اور جسم اس کا اہم حصہ ہے۔ حرکت بسا بہ تو انجن کرنا ہے۔ مگر ٹرک اسٹیم سے ملا اسٹیم انجن ایک ایسے ایجنٹ حرکت نہیں کر سکتا اور اسٹیم سے ہی کام کرتا ہے۔ اسی اسٹیم کا پاور جب زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو مسلم انجن ماری اور دمحات کافی یوجہ اور کتنے انسانوں کو اٹھا کر ہوا بر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی طرح انسانی روحانیت کا اسٹیم جب زیادہ تیز اور طاقت ور ہو جاتا ہے۔ یہاں ذہنیہا یعنی دلوں اور جسموں کا نار نور سے شور تو انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے جس چیز کو انسان جیسا عاجز و بے بس اپنی ناقص نفس اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک لے جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر و توانا اپنی نامحدود قدرت اور لفظ کن کو کام میں لا کر غیر محدود جگہ تک پہنچا سکتا ہے۔

جب انسان مثلاً لوہا لکڑی آدی وسیلے اڑایا جاتا ہے۔ تو کیا خدا کی قدرت میں دو کر وڑ دو سنگھ دو ارب اور وہ قدر و اللہ حق قدرہ سے غیر منہاجی مسافت پر لے جاتا نہیں۔

اتے بر تر از خیال و قیاس و گمان و ہم
 و از ہر چہ گفتند اند شنیدیم و خواندہ ایم
 و قدر تمام گشت و پیاہاں رسید عمر
 ماہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

(وقوع پر دلیل و شہادت)

امکان یعنی ہو سکتا تو بحد اللہ ثابت ہو گیا۔ صرف یہ باقی رہا۔ کہ ہوا بھی یا نہ اس کے واسطے معتبر و معنی شہادت پیش ہیں۔ کیونکہ وقوع پر سوائے شہادت کے کوئی عقلی دلیل ہی ناممکن ہے۔

(خدا کی شہادت اللہ شہید بینی و بنیکم)

سفر معراج کی تین منزلیں ہیں۔

(۱) بیت اللہ الحرام مکہ سے بیت المقدس شام تک۔

(۲) مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔

(۳) سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان اور تقرب خاص تک۔

خلاصہ جواب

ہیں جو شخص اپنے اندر الوہیۃ بتائے ہو اور نواہ الہیہ نہ مانے تو وہ مانعہ صلہ جرن سے مراد ہے
 ہیں نہیں کر چکا ہے کہ خدا کے سوا کسی میں الوہیۃ نہیں پائی جا سکتی اور یہ ہے کہ خدا نے مجھے یہ کہا کہ تو مجھ میں سے ہے
 اور میں تجھ میں سے اور خدا نے پاک کے نہ صرف بیٹھا رہا تو وہ پاؤں بندھے ہوئے مومن انھوں میں باری تعالیٰ میں
 طول و عرض کا قائل ہو اور بڑے مخربوں سے یہ کہے کہ خدا کو میرا نام لینے سے شرم، امانت ہوئی اور شرم کے غلبہ نے میرا
 نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا جس کے خلیفہ یہ اعلان فرمائیں کہ مرزا صاحب کے نئے سے قبل خدا (عیاذ باللہ)
 ناکام اسی طرح خاموش بیٹھا جیسا کہ صیاد جال پچھا کر بیٹھا رہتا ہے جو خدا پر یہ بہتان عظیم باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا کہ
 تیرا کام پورا ہوگا اور میرا پورا نہ ہوگا جو خدا کا اپنی طرف سے نیا نام خلاف شرع عاج تجویز کر کے شرک فی الاسلام کا مرتکب
 ہو اپنے کو خدا کی توحید و تفرید کی طرح اس سے مقرب سمجھتا ہو خدا کے امر کا جو انما امرہ اذا اراد نسیئہ ان یقول نہ
 کن ذی کون میں ہے شریک و ہمیم ہو اور اپنے لیے خدا پر یہ بہتان باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا انما امرک اذا
 اردت شیئا ان تقول لہ ما کن ذی کون کہ اے مرزا صاحب آپ کا امر اس سے سوا نہیں کہ جب کبھی
 بھی آپ کسی چیز کا ارادہ کریں اور اُن کہیں وہ ساتھ ہی فی الفور ہو جائے جو اپنے کو یوں کہے کہ گویا یہ بیٹا کیا خدا ہو بہو آسمان
 سے اتر آیا جو اپنی پیش گوئیوں پر نشئی حالت میں خدا سے دستخط کرائے اور زائد روشنائی چھڑکے جو عالم محسوس میں اس کے
 کرتے اور ٹوپی پر نمودار ہو اور پھر اس سرخ داغوں والے کرتے کو خدا تعالیٰ شانہ کی روشنائی سے الودہ سمجھ کر تبرک بنا کر رکھیں
 اور یوں خدا کے مجسم ہونیکے عقیدہ کی عملی تکمیل کر دکھائے۔ جو اپنے آپ کو فخر کے ساتھ اُس بیٹے کا باپ سمجھے جو ہو بہو آسمان
 سے خدا ہو کر آیا ہے جس کے الفاظوں میں خدا کا یہ قول ہو کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی اور جو اپنے نام (غلام احمد) کو جو
 مشرعویت بھی ہے خدا کا سب سے بڑا نام قرار دے اور خدا کے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی طرح انت اسمی الاعلیٰ کا قائل ہو جو
 خدا کی طرف پیداری و خواب کو منسوب کرے اور جو ایک نئے خدا کا قائل ہو اور بھی کہی اپنے اندر صفت اور قوت صلاحیت
 اعیاء افناء کی بتائے زمین و آسمان کی خلق پر اپنے کو قادر پائے اور وہ لفظ ولذ جس کی خدا کی طرف نسبت کرنے سے منہ قرآن آسمان
 ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو جائے زمین شق ہونے لگے پہاڑ ریزہ ریزہ ہونے لگیں۔
 لیکن فخر و بیان سے اپنی نسبت استعمال کرے اور اسی پر اکتفاء نہ ہو بلکہ عیاذ باللہ خدا جانے کیا ہے کیا عادی اور
 پھر ان وسوسوں پر یہ ناز ہو کہ یہ سب وحی و الہام الہی ہیں ما یسطق عن النہی ان ھذا الوحی یوحی کے مصداق ہیں
 نہ صرف یہی بلکہ قرآن پاک کی طرح بلا فرق ایک ذرہ پاک و منزه اور قابل ایمان سمجھے۔

چونکہ معراج پاک کو تمام کائنات عالم انسان جن و ملک زمین و آسمان کے واسطے آیت اور نشان بنایا تھا لہذا پہلی منزل وہ رکھی جہاں تک وہاں مخاطب انسانوں کی تگ و دو اور جتنی ان کی دنیا تھی تاکہ اس کو وہ جانچ پڑتال سکیں اور آگے کو اسی پر قیاس کر لیں۔
 دوسری منزل جن و ملک کی جہاں تک رسائی اور سدرۃ المنتہیٰ ہے قرار دی تاکہ وہ بھی گواہ ہو جائیں۔
 تیسری منزل کا کسی کو علم نہ دیا گیا ہوا۔ کیونکہ ہوا کیسے ہوا کیا ہوا اور کیا سنا۔ عقل بھی متخیر وہ ہم بھی خائب
 خاصر بس صرف اماناً باللہ و رسولہ ہے

پہلی منزل کے جسمانی ہونے پر قرآنی شہادت

قال الله تعالى سبحان الذي اسرى بجبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصا الآية

تشریحی نوٹ - ۱

”سبح ان“ کا لفظ اہم اور نادر واقعات پر مستعمل ہوتا ہے کوئی ثواب و کشف ہوتا تو اس کی ضرورت نہ تھی۔
 حوالہ ”فالسبب انما يكون عند الامور العظام فلو كان من امارا لم يكن فيه كبر شئ“ ولہ يكن
 مستحظماً۔ (ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۴۱)

”و اسر علی“ اسراء کا لفظ سوائے جسمانی کے کشف یا نوم پر نہیں بولا جاتا ہے۔

حوالہ ”لانه لا يقال في النوم اسر“ الخ شفاء قاضی عیاض ص ۵۵۔

قرآن میں صرف اسی معنی میں مستعمل ہے۔ فاسرنا هلك ذآسر بعبادی ”مطہرنا بعددہ۔ عبد صرف
 روح کو نہیں کہتے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور بلا کسی دلیل شرعی کے مجازاً روح مراد لینا بہاں درست
 نہیں۔

ثبوت

فان العبد عبارة عن مجموع الروح والجسد۔ (ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۴۱ تحریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳)

قرآن میں جب کبھی اللہ عباد بولا گیا اس سے جسد مع الروح مراد لیا گیا۔

مثله من انزلنا على عبد رآ“ اذ كونا عبداً نأويوب“ عبد اشلوداً“ انزل على عبده

الكتاب“ نزل الفرقان على عبده“ ان عبادی ليس لك عليهم سلطان“ كونوا عبداً اتوا

الاعبادك منهم المخلصين“ وعد الرحمن عبادة“ وعباد الرحمن الذين يمشون على

الارض "فوجد عبدًا من عبادنا" اذایت الذی ینھو عبدا اذا صلی "انہ لما قام عبد اللہ" اور سینکڑوں مثالیں ہیں۔

ایک مغالطہ کا جواب

مخارمدا علیہ نے عبد کے معنی روح کے لینے کے واسطے فا دخلی فی عبادی و ادخلی جنتی پڑھ کر مغالطہ دیا ہے کہ نس سے کہا جائے گا کہ بندوں کی ارجح سے مجاؤ الخ۔

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے یہاں بھی لفظ عبادی بسم من الروح کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ قول اس سے قیامت میں کہا جائے گا جہاں جسم اور روح دونوں موجود ہوں گے زیادہ تو نہیں نہ تھی جلالتیں، یہی دیکھ لی ہوئی، "دیقال لها فی القیامة فا دخلی فی جملة عبادی الصالحین و ادخلی جنتی معہم" کہ یہ قیامت میں کہا جائے گا الخ۔

چونکہ مخارمدا علیہ اور خود مرزا صاحب بھی حشر جسد کے منکر ہیں اس لیے انہیں بھی نظر آیا مگر مسلمانوں کے نزدیک حشر روح مع الجسد ہوگا چسکا آگے ایسے محل پر آئے گا لہذا یہاں بھی عبد سے مع الجسد مراد ہوگا۔ ان تشریحی نوٹوں کی بجائے کسی تفصیلی تفسیر کا صرف صحیح ترجمہ پیش ہے۔

سبحان الذی اسری بعیدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لئلا یموت من آیاتنا انہ هو السميع البصیر ۝

تمام اعتراضات مشکوک و شبہات سے وہ ذات الہی میرا ومنزہ ہے جس نے اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مع جسم کے بہت ہی تلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ اُسے اپنے عجائبات قدرت دکھائے الخ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب واقفہ کی شہادت

بخاری، مسلم، ابن کثیر، ابن جریر، درمنثور، روح المعانی میں صحیح مرفوع متصل کافی تعداد میں احادیث اور اکثر صریح جہانی ہونے کی منقول ہیں، چونکہ وہ مفصل اور طویل ہیں، لہذا حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور بعض اوپر اقدر کفایت گزر چکی ہیں۔

صاحب خانہ کی شہادت

روی الطبرانی عن امرهانی قالت بأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بدو

بيتاً فقد نه من الليل فامتته من النوم مخافته ان يكون عرض له بعض قریشی فقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جبرئيل اتانى... الى ان قال وانا اذ اذيد ان اخرج الى قریش فاخبرهم بما ربيته فاخذت بثوبه فقلت انى اذكرك الله تاتى قوما بكد بونك وينكرون مقامك فاخاف ان يسطروك قالت فنضرب ثوبه من يدي ثم اخرج اليهم فاتاهم وهم جلوس الحدیث

(ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت ام سانی رضی جن کے گھر سے معراج ہوئی فرماتی ہیں کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بستر پر نہ دیکھا سخت پریشان ہوئی اور اس ڈر سے میری نیند اڑ گئی کہ یا ادا قریش کی کوئی کارستانی ضرور سامی ہو۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہ سب قریش کو کہتے جا رہا ہوں۔ میں دوڑ کر دامن بکڑ لیا اور خدا کی قسم دیکر عرض کی کہ ان سے نہ بیان فرمائیں۔ دشمن جھٹلائیں گے اور ناحق حملہ کریں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دامن چھڑا کر باہر تشریف لے گئے اور حاضرین کو سارا واقعہ سنا دیا الخ۔

آپنی زبردست شہادت کے بعد کہ جن کے گھر میں معراج ہو وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پائیں اور حضرت عائشہؓ کی طرف نسبت کرنا کہ میں نے بستر پر دیکھا جو اس وقت بقول ملا علی قاری پیدا ہی نہ ہوئی تھیں یا چند ماہ کی تھیں کس قدر ظلم صریح ہے۔ غناء تیر وایا اولی الایصاد۔

خاندانی شہادت

جب شب معراج نبی عبدالمطلب نے آپ کو بستر مبارک اور دو لنگہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کونکے۔ اور آپ کے شفیق چچا حضرت عباسؓ تو بے چینی میں وادی ذی طوی تک یا محمدؐ یا محمدؐ پکارتے پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو عدم موجودگی کا سبب بیان فرمایا کہ مجھ کو معراج ہوئی اور بیت المقدس وغیرہ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۴ صفحہ ۲۶۹)

شفاء قاضی عیاضؒ میں صفحہ ۸۷ پر صدیق اکبرؓ کا بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

درمیانی سفر کی شہادت

قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ تمہارا فلاں قافلہ فلاں مقام پر ملا تھا ان کا اس رنگ کا ایک اڈٹ بھاگ گیا تھا اس کو میں نے فلاں جھاڑی کی فلاں طرف باندھ دیا تھا جب قافلہ آئے دریافت کرنا۔ فلاں منزل پر فلاں ابن فلاں نے ایک کوزہ پانی سرد ہو نیکور کھا تھا اسے پی کر میں نے الٹ کر رکھ دیا تصدیق کرنا

پھر بیت المقدس وغیرہ کے نشانات بتائے اور تانہ کی آمد کا وقت سب حرف بحرف صحیح اترا۔
(روح المعانی درمنثور ج ۱ ج ۱ ص ۱۵۰)

پہلی منزل کی آخری شہادت

بیت المقدس کے چابی بردار ابو سفیان کا واقعہ اوپر نقل کر چکا ہوں جو ہر قل شام کے دربار میں پیش آیا تھا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دوسری منزل کا ثبوت

چونکہ اس کا تعلق ملا اعلیٰ سے تھا اس لیے ستارہ کی قسم کھا کر والنجم میں بیان فرمایا
فاستوی وهو بالا فوق الاعلیٰ - یا عند سدرۃ المنتہی عندہا جنتہ المآوی۔
اذ یغشی السدرۃ ما یغشی الآیۃ
شیر کی نوٹ ان نثر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں نہ کہ جبرئیلؑ جیسا کہ بعض کا قول ہے سرف ایک
حوالہ پیش ہے: (درمنثور ج ۱ ص ۱۵۰)

”انحدوا بن مردویۃ عن النبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتھی الی سدرۃ المنتہی
رئی فرأش من ذهب یلوذ بیہا۔ (درمنثور ج ۱ ص ۱۰۰) اسی طرح اس نثر ۶ ص ۱ پر بہت حد تک صحیح قول
موجود ہے۔

(ترجمہ) پھر آپ مسجد اقصیٰ سے شب معراج اوپر اقی اعلیٰ تک پہنچے اور پھر سدرۃ المنتہی تک۔

تیسری منزل

”ثم دنا فتدلی فكان قاب قوسین او ادنی۔ فادخی الی عبده ما اولحی ما کذب الفؤاد
ما رآہ الا فتبادونہ علی ما یبوء۔ (سورہ بقرہ ۲۷)

(ترجمہ) کسی مترجم قرآن سے دیکھ لیا جائے۔
اس امر کے واسطے کہ اس سے مراد جبرئیل نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ روایات خصوصاً
ابن عباس کی ابن جریر ج ۶ شفاء صفحہ ۸ ص ۸۰ روح المعانی ج ۸ صفحہ ۶۵۵ و نثر سے ملاحظہ ہوں۔

(خلاصہ)

الحمد للہ دلائل وبراہین کی روشنی میں عقلی و نقلی قطعی دلائل سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی جسم اظہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔ یہی مذہب تمام صحابہؓ ائمہ ذوالبعین اور خلف و سفہ صالحین کا ہے جس کے منکر کا ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نیز خناس کبریٰ سیوطی و مواہب وغیرہ سے گزر چکا کہ بیہوشیاں محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کو کسی کے واسطے ایسا ملنے والا مسرک فی الرسالہ ہے اور کسی طرح اس کا ایمان کلمہ کی جزو ثانی محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں نہیں ہو سکتا فالحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی حبیبہ وانا متوالیاء۔

معجزہ شق القمر

قول مختار مدعا علیہ۔

” مختار مدعی نے مسیح موعود کے کلمہ کے جزو ثانی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔
 له خسف القمر المتیر وان لی عساً القمران المشرقان التکر۔ کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اوی طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمزور کر کے دکھایا ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے لہذا مرزا صاحب کا نہ ہونے اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں۔“

الجواب

مختار مدعا علیہ اپنی عادت سے مجبور ہے کہ میرے اعتراض اور میری مراد کو اپنے لفظوں میں ڈھال کر کچھ نہ کچھ جواب دے۔ اور یہی ایک قسم کا اقرار لاجوابی ہے۔ درنہ وہ اس طور پر توڑ موڑ کے میرے مدعا کو مضبوط نہ کرتا۔ جس طرح مسئلہ معراج جسمانی کو بلا وجہ طول دینے کے واسطے داخل کیا گیا۔ حالانکہ اعتراض صرف تقابل پر تھا کہ اصل مسئلہ اس وقت زیر نزاع نہیں جو بھی ہو یہاں صرف اس قدر بحث ہے۔ کہ جو چیز سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مرتبہ بدقت اقرار ہے۔ وہ اپنے واسطے کم از کم دو چند اور اس سے زائد زور دار ثابت کرنا مرزا صاحب کی ایک خاص عادت ہے۔

مسئلہ معراج جسمانی میں وہ پوائنٹ پچا کر جسمانی اور روحانی کی بحث چھیڑ دی۔ اور یہاں بھی وہ پوائنٹ لاجواب سمجھ کر بدل دیا۔

اس اعتراض صرف یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتلایا۔ جو اس

کی ناقص اور گھٹبا تبیر ہے۔ اور پھر اسے آپ کا نشان ثابت کر کے اپنے واسطے اُس جیسے آسمانی دو نشانی یعنی خسوف قمر اور خسوف شمس چاند اور سورج دونوں کا گہن لگنا فرار دیا۔ اس مقابلہ میں سخت ترین توہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ معجزہ شمس و قمر اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اُس کا استحضاف کیا۔ اور ایسے اہم معجزہ کو نہایت معمولی اور سے ساں سے کم کر دکھایا۔

اس کے ثبوت میں مختار مدعی نے کوئی بحث ہی نہیں کی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اصل شمس مرزا صاحب کے زعم سے پیش کر دیا جس میں کسی تاویل کے بغیر ناقص بھی نہیں مگر ملاحظہ ہو سے

لہ خسف القمر المنیر والن لی
عنا القمران المشرقان اتذکر

ترجمہ:۔ مرزا صاحب کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا
تفصیل احزاب صفحہ ۱۷ -

ملاحظہ فرمادیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشان سرف خسوف (یعنی چاند گہن) اور اپنے لیے چاند اور سورج دونوں کے گہن کا نشان فرار دے کر کس طرح ٹھانڈے سے اس ذات گرامی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس کے مقابل باری تعالیٰ نے جن وانس ملک اور کائنات عالم میں کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور قدرت نے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں اس کی نظیر پیدا نہ کی بلکہ یہ امر یقین اور عقیدہ کے حد تک ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ ناسیامت اس کی نظیر ناممکن ہے، مقابلہ اس سے تو اظہر من الشمس ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قائل ہو کہ یہاں خسوف القمر سے شاید کوئی آپ کے زمانہ میں آب کا نشان چاند گہن ہوا ہو اس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہو۔ اور درحقیقت شمس القمر کا استحضاف نہ ہو۔

تو اولاً یہ گزارش ہے۔ کہ وہ اعتراض تو بجا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بس قسم کے ایک نشان کا قول ہے۔ اپنے واسطے اسی قسم کے دو چند بتائے جا رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے یہاں خسوف قمر سے معجزہ شمس القمر ہی کو مراد لیا ہے اور اسی کو استعارہ کی آڑ لے کر خسوف قمر یعنی چاند گہن سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو جاوے اور اپنا مقابلہ اچھی طرح ہو سکے۔ اس ثبوت میں بجائے کسی دلیل کے خود مختار مدعا علیہ کے الفاظ اسی بحث سے نقل کرتا ہوں۔

”بیس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شمس القمر کے لیے بطورہ استعارہ استعمال کیا ہے“

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مذکورہ بالا تقریر سے اصل مدعا اس طرح واضح ہے۔ کہ کسی اور جواب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قابل اعتراض

دوامر تھے۔

(۱) معجزہ شش القمر اور اس کا محمول کر دکھانا۔

(۲) آپ کے اس آسان نشان جیسے اپنے واسطے در ثابت کرنا۔

پہلے کا ثبوت اس سے ہے کہ معجزہ شش القمر کو مرزا صاحب نے خسوف قمر یعنی چاند گہن کا نام دے کر کس قدر معمولی کر دکھایا ہے۔ اور ایسا استخفاف کیا ہے۔ جس کی نظیر کفار مکہ میں بھی نہ ملے گی۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر خسوف قمر (چاند گہن) نہ بتایا بلکہ اسے جادو قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب نے سرے سے اس کی ماہیت ہی بدل دی۔ اور ایسا معمولی روزمرہ کا خسوف قمر چاند گہن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ جس سے کوئی استعجاب اور اعجاز کی شان ہی پیدا نہ ہو۔ اور دونوں کو ایک ہی میں جمع کر دکھایا جو بہ نسبت اس کے نادر اور قریح اور شاندار اعجاز رکھتا ہے۔ اس سے زائد تو یہ کیا ہو سکتی ہے دوسرے متعلق مرزا صاحب کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ۔

”اس کے لیے زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔“

(تفسیرہ اعجازیہ صفحہ ۷۱)

عدالت نور ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور اپنے لیے خسوف قمر اور شمس چاند و سورج دونوں کا فرمایا ہے۔ یہ کھلی ہوئی توہین سرکارِ دد عالم محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ایسی نہ جسکی کوئی اور مخالفت نہ کر سکا جادو تو انہوں نے کہہ دیا۔ مگر کسی اور میں اس جیسا جادو ثابت کرے اس کا استخفاف استہزاء نہ کر سکے۔

میری مذکورہ بالا تقریر سے عدالت پر واضح ہو گیا ہوگا۔ میرا یہ اعتراف مجھی بالکل ہی لاجواب ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں لانا اور اس مخصوص پوائنٹ کو دیدہ و دانستہ ترک کر دینا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے عجز اور اس کے لاجواب ہونے کا کھلا ہوا اقرار ہے۔

مختار مدعا علیہ کی غیر متعلق باتوں کا جواب

”آخری حصہ کا جواب میں تو صرف اس ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں اس کو سمجھنا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے اس میں صرف اپنے غصہ اور ناراضگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے دعا کے میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔ باقی میرا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان چاند گہن کا ظاہر نہیں ہوا۔ اس میں بھی معمولی تفسیر کے مطلب و بگاڑ ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان خسوف قمر چاند گہن کا حدیثین کے نزدیک ثابت نہیں نہ کسی حدیث کی ایک کتاب میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے سورج گہن کا واقعہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرا وہ دعویٰ اب بھی محمد شہید ستور لاجواب ہے جو اب جب ہوتا کہ کسی ایک حدیث یا کسی مسلم

محدث کا قول پیش کر دینے مگر یہ تا قیامت ناممکن ہے

کسی ایک محدث نے بھی خسوف قمر کو زمانہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ خسوف قمر آپ کی بعثت کا کوئی نشان ہوتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ”اس کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا“ تو کسی ضعیف سے ضعیف حدیث یا کسی محدث کے قول میں تو ہوتا۔

مختار مدعا علیہ کی احادیث نبویہ یا سیر اسلامی پر اتنی نظر کب تھی۔ کہ انہیں کوئی ایک حوالہ مل جاتا میں حوالہ پیش کرتا ہوں ”ولم یذکر احد من المحدثین خسوف الفداء فی عہدہ علیہ السلام الخ“ کسی ایک محدث نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے کتب کا تذکرہ نہ کیا۔

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی ص ۲۵۶)

دعویٰ تو یہ تھا کہ اس کا نشان میں جیسا کہ مرزا صاحب بتا رہے ہیں ناس نہیں۔ کیونکہ اتنا بڑا نشان ہو۔ اور محدثین جنہوں نے استہزاء تک کے حالات جمع فرمائے ہیں۔ اس کو نظر انداز نہ کیا۔ تو محمد اللہ یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

مزید فائدہ کے طور پر یہ بھی ذکر کر دوں کہ حدیث کی کتابیں تو اس تذکرہ سے خالی ہیں۔ علاوہ برین کتب سہری بھی اس کا تذکرہ عام طور پر نہیں۔ باوجودیکہ وہ احادیث کی طرح قابل استناد نہیں ہوتیں۔ صرف سیرت ابن حبان میں ایک قول اس کا موجود ہے۔ جس کو محدثین نے ناقابل اعتناء قرار دے کر قبول نہ کیا۔

ماہر فن ریاضی محمود شاہ فرسادی نے مستقل اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں خسوف شمس کا ایک مرتبہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونا ضرور مذکور ہے۔ مگر خسوف قمر کا اس میں بھی تذکرہ نہیں۔

(العرف الشذی صفحہ ۲۵۲)

ہر حال میرا یہ دعویٰ کہ چاند کے گہن کا نشان ظاہر ہوا بالکل لاجواب رہا کیونکہ اگر نشان ہوتا تو محدثین نظام کیوں ذکر نہ کرتے نشان تو خدا کی طرف سے اظہار ہی کے واسطے ہوتا ہے اس کا پوشیدہ رہنا باری تعالیٰ کے منشاء اور غرضی اظہار نشان کے سراسر خلاف ہے لہذا نشان ہونا تو کسی طرح ثابت نہ ہو سکا اور نشانوں سے نادانفہی نہ صرف مختار مدعا علیہ کی ثابت ہونے کے لیے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب بھی اس سے یکسر نادانفہ ہیں۔

اصول ریاضی کی آڑ اس کا جواب

میرے مطالبہ کے مطابق مختار مدعا علیہ جب کوئی ثبوت نہ لاسکا کسی حدیث کی مستند کتاب کا حوالہ نہ لاسکا تو یہ کہہ کر مسند کو رانا چاہا۔ کہ علم ہیئت دورہ ارضی کے قانون اور طبیعیات کے حالات سے ہے کہ آپ کے زمانہ میں خسوف قمر نہ ہوا اور پھر اس کے ساتھ

مختار مدنیہ کے حق میں گویا افتخانی فرمائی ہے۔

میں اس کا جواب آئینے لفظوں میں نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کے لفظوں میں پیش کر کے یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ تمام الفاظ مرزا صاحب کے واسطے بجز مکرر پڑھے جاویں۔

”علم ہیئت و ریاضی کے اصول کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ“

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا توقع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں :-
(ضمیمہ چہتمہ معرفت صفحہ ۴۱)

پس نتیجی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا۔ کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں۔ یہ عذرانہ بالکل فضول میں۔

(ضمیمہ چہتمہ معرفت صفحہ ۴۲)

”علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس نے حد بست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ نہیں آتے۔“
(ضمیمہ چہتمہ معرفت صفحہ ۴۲)

پھر اس کے بعد مدار استارہ کے نشان کا تذکرہ لکھ کے فرماتے ہیں۔

”اب کوئی ہیئت دان بنلا دے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔“
(صفحہ ۴۳)

اب کیا مختار مدعا علیہ یہ جرات کرے گا۔ کہ مرزا صاحب کو علم ہیئت اور طبیعیات اور دورہ ارضیہ کے قانون سے صدرجہ نادائق اور غائل وغیرہ القاب دے۔

معلوم ہونا چاہیے۔ کہ قواعد واقعات کے تابع ہوتے ہیں۔ واقعات اور مشاہدات کے بعد قانون رد ہو جایا کرتے

ہیں۔ خواہ وہ قواعد طبیعیات کے ہوں یا فلکیات کے۔ بلکہ فلسفہ الہیات کے اکثر قواعد کلیہ جو خلاف شرع ہیں۔

ایک تخمینہ اور انگل سے زائد حیثیت نہیں رکھتے اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اپنی قلبیئت کے اظہار کرنے اور مختار

مدعیہ پر بدزبانی کرتے ہوئے ایک حوالہ روح المعانی کا پیش کیا ہے۔ اس حوالہ میں اسی معجزہ شق القمر اور آیت اقتوت الساعة

والشق القمر کے نزول کا تذکرہ ہے اس میں یہ نہیں ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں علاوہ اس معجزہ شق القمر کے کوئی اور نشان

خسوف قمر چاند گہن کا ظاہر ہوا۔ اسی معجزہ شق القمر کو ایک راوی حضرت القمر سے تعبیر کر رہا ہے۔ جس کے متعلق وہ مفسر

صاحب روح المعانی خود لکھ رہے ہیں۔ کہ لاسیاق الخیر غریب“ کہ اس حدیث کا سیاق غریب ناقابل قبول ہے یعنی

اولاً یہ روایت ہی درست نہیں۔ اور اگر کسی حد تک مان لی جائے تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہوگا کہ معجزہ شق القمر

چودھویں شب کو ظہور میں آیا۔ کیونکہ اکثر چاند گہن چودھویں کے شب کو ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی جگہ بھی مختار مدعا علیہ کا مدعا یا مرزا غلام احمد صاحب کی تائید نہیں۔ محض مفاطلہ ہے اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ معجزہ شق القمر چود ہو جس شب کو واقع ہوا اور اس امر کی نہ یہاں کوئی بحث ہے نہ یہ مابہ النزاع ہے۔

بہتان عظیم

صاحب روح المعانی پر کس قدر عظیم الشان بہتان ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کسی طرح معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتا رہے ہیں حالانکہ اس روایت کا سقم ثابت کرنے اور اس کی تادیل حسن پیش کرنے کے واسطے انہوں نے نقل کیا ہے۔ اُن کا اصل مذہب مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ پیش نہ کیا۔ اور عبارت قطع و برید کر کے پیش کر دی اصل عبارت صاحب روح المعانی ملاحظہ ہو۔

(۱) انفصل بعضہ عن بعض فصار فرقتین و ذلك على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صح من رواية الشيخين وابن جرير عن انس ان اهل مكة سألوه عليه الصلوة والسلام ان يريهم اية فاداهم القمر شقتين حتى راوا حراء وبينهما واخبر ابو نعيم من طريق الضحاك عن ابن عباس ان اجدال اليهود وسألوا اية فاداهم الله تعالى القمر وقد انشق لا يعول عليه - و في الصحيحين وغيرهما من حديث ابن مسعود انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت قریش هذا سحر ابن ابی کبشة فقال رجل انتظروا ما ياتيكم به السفار فان محمد الا يستطيع ان يسحر الناس كلهم فجااء السفار فاخبروهم بذلك رواه ابوداؤد والطيا سى وفي رواية البيهقي فسألوا السفار وقد قد موا من كل وجه فقالوا ايناها فانزل الله تعالى اقتربت الساعة وانشق القمر الاية

(روح المعانی ج ۹ ص ۶۴)

یعنی اس چاند کا بعض حصہ بعض سے بالکل جدا ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ واقعہ (شق القمر) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا ہے۔ شیخین اور ابن جریر نے حضرت انس سے بسند صحیح یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت علیہ السلام سے ایک معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے غار حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور جو ابی نعیم نے ضحاک کی سند سے

حضرت عباس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علماء یہود نے آنحضرتؐ سے معجزہ مانگا یہ یہود کا سوال اور اس پر دکھانا معتبر نہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس کے ورے تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم گواہ رہو اور ان کی حدیث سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے اس پر یہ کہا کہ یہ تو ابن ابی کبشہ (آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سحر اور جادو ہے۔ ان میں سے ایک شخص گویا ہوا کہ ٹھہر جاؤ اور باہر والے قافلوں کا انتظار کرو وہ اس کے متعلق کیا خبر دیتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں پر جادو کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو انہوں نے اس کے متعلق انہیں خبر دی اور تصدیق کی۔ اس حدیث کے راوی ابوداؤد اور طیالسی ہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ قریش نے باہر کے تمام اطراف و جوانب سے آئے والے قافلوں سے اس امر کے متعلق دریافت کیا اور ان تمام نے بھی جواب دیا ہے کہ ہاں ہم نے ایسا دیکھا ہے۔ تو اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اقتربت الساعة الایۃ۔

والاحادیث الصحیحة فی الانشقاق کثیرة و اختلفت فی توأتره فقیل هو غیر متواتر فی شرح المواقف الشریفی، انه متواتر وهو الذی اختارہ العلامة السبکی قال فی شرحه لمختصر ابن الحاجب الصحیح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص علیہ فی القرآن روی فی الصحیحین وغیرہما من طرق شتی بحیث لا یمتری فی توأتره انتھی باختصار

وقد جاءت احادیثہ فی روایات صحیحة عن جماعة من الصحابة منهم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والنس بن مسعود و ابن عباس وغیرہم۔

روح المعانی ج ۹ ص ۲۲۲

یعنی انشقاق قمر کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن ان کے توأتر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث صحیحہ غیر متواتر ہیں اور شرح مواقف شریفی میں ہے کہ وہ سب متواتر ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور شرح مختصر ابن حاجب میں کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ معجزہ شق القمر متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قرآن میں اس کی نص موجود ہے اور صحیحین وغیرہ میں مختلف طرق سے اس کی روایات موجود ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے توأتر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں سے حضرت علی اور حضرت

النس اور ابن مسعود اور ابن عباس (رضوان اللہ علیہما اجمعین) بھی ہیں۔

پس مذکورہ بالا روایات نے نہ صرف معجزہ شق القمر کی حقیقت واضح کی بلکہ ثابت ہو گیا کہ یہ اسی طرح نص قرآنی اور متواتر احادیث میں بھی موجود ہے جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں ورنہ ایمان بھی خطرہ میں ہو جائے گا۔
ایسی عظیم الشان شہادت کو مختار مدعا علیہ نے خیانتاً نقل نہ کیا اور صاحب روح المعانی نے جس قول کو رد کرنے کے لئے نقل کیا تھا اُسے اُن کا اصلی مذہب بنا کے اُن پر بہتان عظیم باندھا اور اُس میں ہی کتنے مغالطہ دیئے۔ بس سے اُس کی نقل مذاہب کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ بلاوجہ بزرگوں کی طرف خلاف واقعہ امور افتراء منسوب کر دیتا ہے جیسا کہ یہ خیانتیں متعدد مرتبہ عدالت کے روبرو آچکیں۔

اس سے یہ امر بوضاحت ثابت ہو گیا کہ معجزہ شق القمر کوئی استعارہ یا نظر بندی و کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ دراصل یہ ایک عظیم الشان کھلا ہوا معجزہ تھا۔ کہ آپ نے درحقیقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طور پر متنازعہ کوہ و حراذہ بھی اس کے درمیان میں آگیا۔ البتہ یہ ضرور علماء میں بحث جاری رہی ہے کہ آیا یہ معجزہ صرف آپ کی صداقت کا نشان ہے یا اس چاند کے پھٹنے اور ٹرنے میں قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ اقتربت الساعة وانشق القمر بتلارہے ہیں کہ قیامت قسریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے فلسفہ اور ہر دو حصہ آیتہ کریمہ کے ربط پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام غزالی نے تقریریں کی ہیں۔ جس سے مختار مدعا علیہ اور بعض دیگر مصنفین اس مغالطہ کی سعی میں ہیں کہ دراصل معجزہ ہوا ہی نہیں۔ صرف نظر بندی تھی یا ان اکابرین کلام سے مناسبت نہیں۔ اور غلط فہمی ہو گئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ دنیا میں جب کوئی اجلاس قائم کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور جس ذات گرامی کے واسطے وہ محفل منعقد کی جاتی ہے۔ جب تشریف لے آئیں۔ اور خطبہ صدارت بھی ہو چکا تو پھر گیس یا شمع کی لاٹ کم یا شق کر دیتے ہیں۔ تاکہ حاضرین کو انتہائی جلسہ کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ اب کوئی اور مقصد اور رسالت منظور نہیں سوائے اس کے کہ یہ منشور سامان مجتمع کر لیا جائے و دراصل جلسہ ختم ہو چکا۔

باری تعالیٰ نے دنیا کے عظیم الشان اجلاس کو سجایا زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کا نیلگوں شامیلہ اُس پر تانا اسے مختلف رنگ کے چھوٹے بڑے قہقہوں سے آسترہ پیراستہ کیا اس میں روشنی کے دو ہنڈے چاند و سورج روشن کئے۔ نیز تمام انتظامات کی تکمیل فرمائی۔ آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام اس کے اعلان کے لیے بھیجے۔ انبیاء کے ہمراہ دعوتی خطوط آسمانی صحائف کی شکل میں روانہ فرمائے آخر میں وہ صدر الانبیاء اور بدرالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز جلسہ ہوئے۔ اور پیغام الہی اور خطبہ صدارت تو یہ صدارت سب تک پہنچا دیا۔ اور جلسہ کی غرض و غایت اور تخلیق کائنات کی مصلحت پوری ہو چکی۔ تو صد کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔ اب صرف سامان منتشرہ کے مجتمع کرنے کا وقت ہے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت بھی قیامت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ کہ

بعثت انا و الساعة کما بین یعنی میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے انشقاق قمر کے ساتھ اقترابت الساعة لگایا۔ کہ قیامت قریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس فلسفہ اور حکمت بیان کرنے سے ان بزرگوں کی غرض معجزہ شق القمر کی اور تائید مزید ہے۔ نہ کہ انکار۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے۔

آراء القم فرقتین کا غلط مفہوم

اس حدیث کا یہ غلط مفہوم تھا کہ واقع میں دو ٹکڑے نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انہیں نظر آئے تھے۔ یعنی ایک قسم کی نظر بندی تھی محض پیدہی اور معجزات کے انکار کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کے یہ معنی اور مفہوم ہرگز نہیں صاف اور صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ آپ نے اہل مکہ کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔ یعنی آپ کے اعجاز سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ چاند سالم رہا اور نظر بندی کے طور پر صرف انہیں دو ٹکڑے نظر پڑے۔ کیونکہ انشقاق قمر کا مشاہدہ علاوہ عرب کے اطراف کے دور دراز ملکوں حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک بڑے راجہ نے بھی کیا۔

واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔

مرزا صاحب اور معجزہ شق القمر

مرزا صاحب نے اس مسئلہ معجزہ شق القمر میں بھی حسب عادت اقرار و انکار کے دونوں مسلک اختیار کئے ہیں اور دجل کے معنی ہی یہی ہوتے ہیں۔ کہ ذو معنی 'مشتبہ الفاظ بولے جاویں۔ تاکہ دنیا گمراہ ہو۔ اور سے

خدا بھی خوش رہے اور بت بھی راضی

کوئی ایسا قرینہ چاہتا ہوں

کا مصداق ہو مختار مدعا علیہ نے تین حوالے پیش کئے ہیں۔

(۱) سرسہ چشم آریہ۔

(۲) آیتہ کالات اسلام۔

(۳) چشمہ معرفت۔

مگر غائر نظر سے معلوم ہو گا کہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب تک کھلا ہوا دعویٰ نبوت نہ تھا یا بقول مرزا محمود صاحب نبوت سے پردہ نہیں اٹھایا تھا۔ معجزہ شق القمر کا اقرار و اثبات بڑے شہود سے اسلامی پیرایہ میں ہے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد

وہ بلند آہنگی کچھ پھینکی ہے۔ اور اس میں انکار کی جھلک بھی موجود ہے۔ چنانچہ سرمہ چشم آریہ مرزا صاحب کی بہت بہلی کتاب ہے۔ جس کا سنہ تالیف ستمبر ۱۸۹۶ء ہے اس وقت تو مرزا صاحب حیوۃ نیسی علیہ السلام کے قائل تھے اور صرف آریہ وغیرہ کے مقابل مناظر اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور آئینہ کمالات اسلام فروری ۱۸۹۳ء کی کتاب ہے۔ اس میں معجزہ شق القمر بلا کسی وسیع کاری کے اسلامی رنگ میں بیان کر رہے ہیں۔ اور کفر کی بنیادیں جمارہے ہیں۔ مگر بہت ہی پوشیدہ۔ لیکن چشمہ معرفت جو بہت آخری کتاب ۱۸۹۸ء کی ہے۔ اس میں الفاظ تو اقراری بظاہر ہیں لیکن تاویل کر کے اس سے گویا انکار ہی کر دیا ہے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

تمام تقریر کے بعد اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا کہ کوئی امر تھا اس کا نام شق القمر رکھا گیا دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ لگے بات صاف کر دی ہے۔ کہ :-

بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ ایک عجیب قسم کا خوف (چاند گہن) تھا جس کی قرآن شریف کے پہلے خبر دی تھی۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

یہاں ایک قسم کا چاند گہن قرار دیا۔ گو بعض کی اڑلی۔ پھر تاویل کا راستہ یوں نکالا۔ کہ قرآنی آیات جو اس کے متعلق ہیں ان میں پیش گوئی بتایا۔ تاکہ بزعم خود انہیں استعارہ قرار دیکر تاویل کر سکیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں اس طور پر دھول ڈالی جاسکے چنانچہ اسی کے بعد آخری اپنی رائے کا اظہار ان الفاظوں میں کر دیا۔

”ادبیہ آئیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہوگا۔ کیونکہ خوف قمر و کسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر صفائی سے معجزہ شق القمر کا آخر میں انکار کر دیا۔ کہ دراصل چاند گہن خوف تھا۔ اور خوف میں گویا پوشیدہ حصہ پھٹ جاتا ہے اس لیے استعارہ کے طور پر لفظ شق القمر بول دیا گیا ہے۔ ورنہ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔

محمد اللہ اس سے مرزا صاحب کا شق القمر کے معجزہ کا انکار صاف ہویدا ہو گیا۔ گو لفظ شق القمر بولتے ہیں اسی معنی میں خوف کا لفظ استعارہ اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ شق القمر کی اصلی کیفیت پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”پس مرزا صاحب نے بھی خوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے الخ“

اب اس تقریب کے بعد میرا اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اولاً اسلامی معجزہ شق القمر کو استعاہ قرار دیکر ایک قسم کا چاند گہن خوف قرار دیا۔ پھر اپنے واسطے مد مقابل چاند اور سورج دونوں کا خوف و کسوف نشان بتایا۔ پس ایک طرف تو معجزہ شق القمر کا استخفاف اور انکار ہے۔ اور دوسری طرف مقابلہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ایسا استخفاف اور مقابلہ توہین کرنے والا کبھی کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

سیاق و سباق کی تاویل ،

محض مفاطلہ کے واسطے دو چار مابقی اشعار نقل کر دیے مگر جب عدالت غور کرے گی تو صاف معلوم ہو گا کہ وہ بھی محض ایک تاویل ہے۔ جو ناقابل قبول ہے۔ اور دراصل اس کفریہ مضمون کی تمہید ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ آل قرار دیا ہے۔ جو سراسر اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

”اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمال کا وارث بنا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو درجہ پہنچے گا۔“

آخر میں لکھتے ہیں۔

”و پس وہ روشنی جو اس میں ہے مجھ میں چمک رہی ہے۔“

ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ ہرگز اللہ کے محبوب کی روشنی کبھی اس قسم کے شخص میں نہیں چمک سکتی۔ اس تنازعہ شعر کے بعد پھر قرآن پاک کی عظمت و جلال پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کیونکہ کسی نبی پر آیا ہوا کلام اعجاز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ سوائے اس کلام بانی جو اللہ کے آخری نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔ مگر مرزا صاحب بڑے فخر سے اسی شعر کے منقل لکھتے ہیں۔

وكان كلام معجزا ايت له - كذلك لي قول علي الكل يبهر

خود ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اُس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا ہے۔ جو سب پر

قصيدہ اعجازا حمدیہ صفحہ ۱۱

غالب ہے۔

عدالت خود بلاخطہ فرماتے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں مشارکت اور مقابلہ کا جذبہ مدعی نبوت میں کس قدر موجود ہے۔ اور کوئی بھی صفت نہیں جس میں اپنے آپ کو اللہ کے جیسب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور سہم قرار نہ دیں۔

مخاردا علیہ کی سیاق و سباق سے تاویل عند گناہ بدتراز گناہ سے زائد نہیں۔ بلکہ سیاق و سباق سے اور اس سے

بڑھ کر توہین ثابت ہوتی ہے۔ جس کا نمونہ ابھی اوپر عرض کر چکا۔

قول مخاردا علیہ۔

(۱) اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگی تو وہ نشان کیونکر ہو سکتا تھا چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتب میں اس پیشگوئی کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کی ہے اور درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا چنانچہ آپ اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم میں لکھتے ہیں ترجمہ از اشعار عربی - تیرے پر جان قربان ہو اسے بہتر مخلوقات ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا جیسا کہ تو نے اشارہ کیا تھا:

(۲) ”اور یہ بھی واقع ہے کہ روایت میں مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان ماہ رمضان میں سورج چاند گہن قرار دیا گیا اور وہ گہن تیرہ سو گیارہ میں وقوع پذیر ہوا“

مختار مدعا علیہ نے باوجود عدالت کے بار بار روکنے کے مرزا صاحب کی صداقت کا نیا مسند یہاں چسپاں کر دیا اس میں قابل غور دو امور ہیں۔

(۱) کیا کسی صحیح حدیث میں مہدی کی یہ شناخت قرار دی گئی ہے۔

(۲) کیا صرف مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ ہوا کہ گہن اور نہیں ہوا۔

الجواب

(۱) اس نشان کے ثبوت میں مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان حدیث کا نام لے کر یہ ٹکڑا پیش کیا کرتے ہیں کہ حدیث دارقطنی جس کا ذکر کسوف خسوف ماہ رمضان کے بارہ میں آیا ہے اس کے الفاظ ہیں

ان لمہدینا آیتین لہم نکونا منذ خلق السموت والارض وینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ۔

ترجمہ: ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی چاند گہن رمضان کی پہلی شب میں ہوگا اور سورج گہن اس کے نصف میں۔

الجواب

(۱) امام محمد باقرؑ کا قول ہے اور وہ بھی ضعیف کہ اس کے دو راویوں عمر اور جابر جعفی کو اسمائے رجال میں کذاب اور واقع احادیث بیان کیا ہے۔ اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہوگا۔

(۲) الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ قول درست نہیں کیونکہ چاند گہن پہلی رات کو نہیں ہوتا اور سورج گرہن نصف مہینہ میں۔

علاوہ اس کے ماہ رمضان کی ان تاریخوں میں باب اور مجاہد اللہ کے زمانہ میں بھی رمضان میں کسوف و خسوف ہوا جو ۲۶۶ھ میں دکھایا ملا حظ ہو کتاب یوزائف دی گلوبس و کتاب کانادجال مصنف مولوی عبدالحکم ایم بی منقول از عمدۃ المتفح حصہ دوم برہان صریح صفحہ ۶۲۔

پس معلوم ہوا کہ یہ نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا ہے۔ اور اس سے مرزا صاحب کی تصدیق کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔

(عنوان نمبر ۵)

یہ نمبر (۵) اشوکہ اللہ علی کل شیء اور نمبر (۶) آسمان سے کئی تخت اترنے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ اور نمبر (۷) اقاتی ما لمدیوت احد من العلمین۔ یہ تینوں ایام مختار مدعیہ کے تحت میں ایک ہی عنوان اور ایک ہی ہیڈنگ کے تحت درج ہیں اور دراصل ان پر کوئی مستقل حکم نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تدریجی ترقی دکھانا منظور ہے۔

کہ شروع میں اپنے کو اولیاء اللہ اور صلواتی امت و انبیائے اولوالعزم پر ترجیح دی اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ اور ان کے خصوصیات میں شریک و ہم پلہ بن بیٹھے۔ اور تمام ان امتیازی خصوصیات میں اپنے کو شامل کر لیا۔ جن میں نہ آدم کو شرکت کا فخر نصیب ہوا نہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو مختار مدعا علیہ نے تینوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل طور سے پیش کر کے اصل استدلال پوائنٹ سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں ایک استدلال قائم کر کے ایک ایک طول لا طائل غیر متعلق جواب دے ڈالا۔

آنا تو مختار مدعا علیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ان ایامات میں مرزا صاحب اپنے آپ کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر مرزا صاحب بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں غرض اس حصہ کثیر دجی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔

اولیاء اللہ اور اقطاب و ابدال پر فضیلت اس میں مسلم ہے انبیاء سابق پر فضیلت کا بار بار اعلان ہے۔

انبیاء گریہ بودہ اندیے
من بعرفاں نہ کمتر ز کیے
آنچه داد است ہر بنی لاجام
داداں جام راما بتمام
کم نیم زان ہمہ بیرونے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین
(در شعبی) نزول المسح

پس مذکورہ بالا ایامات ثلثہ کو میں نے ایک تمہید اور زینہ قرار دیا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مخصوص میں شریک و ہم پلہ بننے کا کہ اولاً اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دی پھر انبیاء سابقین پر بعد ازاں حب مریدین اور کوہانہ تقلید کے مقلدین نے اسے تسلیم کر لیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات تک رسائی کا دعویٰ کرنے لگے۔ (اس تدریجی ترقی کے ثبوت کے واسطے حقیقۃ النبوة صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ ہو۔)

لہذا جہاں تک میرے استدلال اور مدعا کا تعلق تھا وہ مختار مدعا علیہ کو بھی خواہ دانستہ یا دانستہ مسلم ہے اور مرزا صاحب کا یہی مسلک اور مذہب ہے لہذا اس طولانی بے معنی بحث کے جواب کی بھی ہمیں حاجت نہیں۔ تاہم مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ استدلال کی بنا پر ہم کہنے کو تیار ہیں کہ ان الہامات ثلاثہ میں تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تو ہیں ہمہ کوئی کہ جب بھی کسی کی فضیلت بیان کی جائے تو وہ فضیلت اس کے ہم جنسوں پر ہوتی ہے مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یہ گھوڑا سب سے منتخب ہے تو دنیا یہی سمجھتی ہے کہ گھوڑوں میں سب سے افضل ہے آدمی اور دوسرے جانور اس میں شامل نہیں۔ بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ انا کم مالک یوت احد من العلمین یا فضلکم علی العلمین۔ چونکہ مخاطب بنی اسرائیل امتی میں پس مطلب یہ ہوا کہ تمہارے زمانہ اور تم سے قبل کی امت پر اس قدر انعام نہیں کیا اور تم کو تمہارے زمانہ اور زمانہ گذشتہ کے تمام امتیوں پر فضیلت بخشی البتہ اس میں انبیاء اور وہ امتیں جو اب تک پردہ عدم سے منقہ شہود پر نہیں آئیں داخل نہیں۔ اگر کسی نبی کے حق میں یہ کہا جائے تو اس کے زمانہ اور اس سے قبل کے تمام انبیاء مراد ہوں گے غیر انبیاء یا بعد کے انبیاء بالذات اس میں شامل نہ ہوں گے۔

مرزا صاحب چونکہ بزعم خود نبی ہیں اور نبی کا امتی سے مقابل نہیں بلکہ انبیاء سے ہے چنانچہ انبیاء سابقین پر مرزا صاحب برابر اپنے فضائل کی وجہ زبانی کیا کرتے ہیں پس مرزا صاحب کے ترجمہ کے مطابق الہام نمبر ۵ انشاء اللہ علی کل شیء - خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ مرزا صاحب کا ہر چیز پر برگزیدہ ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز پر برگزیدہ صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس چیز میں آپ کا کوئی بھی شریک اور سہم نہیں۔ جو اپنے کو یا کسی اور کو تمام اشیاء سے برگزیدہ سمجھے وہ یقیناً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے توہین کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی پر دھبہ لگاتا ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں ایمان صادق نہیں ہو سکتا۔

اس کے ضمن میں بنی اسرائیل کے متعلق آیات کو استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ وہاں تو اہم سابقہ پر فضیلت دی جا رہی ہے۔ اور ان کا مقابلہ صرف امتیوں سے ہے۔ اور یہاں مرزا صاحب خود نبی بن بیٹھے ہیں۔ اور ہر چیز پر اپنی برگزیدگی کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ لہذا اس پر قیاس مع الفارق ہے۔

اس الہام کے مابین و مابعد کو قرینہ قرار دینا ہی سہی کیونکہ یہ کوئی مسلسل عبارت نہیں۔ کہ سیاق و سباق سے اس کا تعلق ہو۔ بلکہ مختلف الہامات مختلف اوقات کے آئے ہوئے۔ مختلف و متنازع معانی رکھنے والے کسی میں مرزا صاحب مراد اور کس میں ذات الہی۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ اخطی و اصیب کے تحت میں خود ہی پیش کر چکا ہے کہ اس الہام کے نصف حصہ میں ضمیر متکلم سے مرزا صاحب اور نصف آخر کے ضمیر متکلم سے ذات خداوندی مراد ہے۔ پس جب کہ ایک ہی جملہ کے سیاق و سباق کا ربط نہیں۔ تو مختلف جملوں اور علیحدہ علیحدہ بے ربط فقروں اور عبارتوں کا سیاق و سباق کیا قائم ہو سکے گا۔

عدالت خود تمام الہامات کو ملاحظہ فرما کر میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتی ہے۔ کہ وہاں کوئی مسلسل مربوط عبارت نہیں۔ بلکہ بے ربط علیحدہ علیحدہ فقرات مختلف الہامات بنا کے یکجا نقل کئے ہوئے ہیں۔

نمبر (۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر پھلایا گیا۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترتے ہیں۔ نیز اگر مرزا صاحب مدعی ولایت ہوتے۔ اور اپنے آپ کو صرف ولایت کا تخت نشین شمار کرتے تو ان تختوں سے ضرور ہم بھی ولایت ہی کے تخت مراد لیتے۔ مگر مرزا صاحب تو بزعم خود دعویٰ دار نبوت ہیں۔ اور گھٹیا یا مجازی نہیں۔ بلکہ بقول مرزا محمود صاحب قرآن نے جو معنی نبوت کے قرار دیئے ہیں۔ اُس کے رو سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں۔ بلکہ حقیقی اور گھٹیا نہیں۔ بلکہ بڑھیا نبی ہیں۔ پس جب کہ مرزا صاحب تخت نشین نبوت ہیں۔ تو یہ آسمانی تخت نبوت ہی مراد ہوں گے۔ اور مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترے مگر تیرا (یعنی مرزا صاحب) تخت سب تختوں سے اوپر پھلایا گیا اس میں کسی تخت اور کسی نبی کی تخصیص نہیں۔ اور جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خصوصی تک ہاتھ مارتے ہیں بس بلاشبہ اس مرزا صاحب کے تراشیدہ الہام میں نہ صرف انبیاء سابقین بلکہ سید الاولین سرور عالم محمد بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی سیفِ یمانی یا تقویٰ الایمان و عوارف المعارف سے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین ہروردیؒ کی اڑھینا بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ وہاں مقابلہ خدا کے جلال و جبروت کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخلوق خدا کے ہم پلہ نہیں۔ بلکہ سب اُس کھانے ننگوں ہیں۔ نبی یا ولی۔ لن یستنکف المسیح ان یكون عبدًا للہ ولا الملائکۃ المقربون حضرت مسیحؑ جنہیں اُن کی قوم خلیا خدا کا پنا اور ملائکہ جنہیں یہود اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا کی عبودیت سے منہ نہیں موڑتے۔ بلکہ اتنا ہی عجز و نیاز کا اعتراف کر رہے ہیں۔ خود سید الاولین والآخرین امام النبیین محبوب ابی العین صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انما اتا جدک و رسول فرماتے رہے اور اُس انتہائی عجز و انکساری و نیاز بارگاہ لیزدی میں پیش فرما رہے ہیں جس کی حد نہیں بخلاف مرزا صاحب کے وہ چونکہ نبی ہیں۔ اور بزعم و باطل خود تخت نبوت پر متمکن ہیں۔ پس آسمانی تختوں سے تخت نبوت اور مرزا صاحب کے تخت کا سب سے بالا ہونے سے تمام انبیاء ماسبق اور ان کے تختوں کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

پیران پیر سید الطائفہ عمید القادر جیلانیؒ غوث زمان اور قطب وقت ہیں۔ ان کے ارشاد قدھی ہذا علی رقبۃ کل ولی میں ولی کی تصریح خود موجود ہے۔ نیز وہ خدا نخواستہ دعویٰ دار نبوت نہیں۔ بلکہ اولیاء امت سے ہیں۔ لہذا

اُن پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ باہر سے کوئی تخصیص کی گئی ہے۔ بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور دلی

کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور بظہر است فرما چکے ہیں سے

انبیاء گریپ۔ بودہ اندبے
من بعرفاں نہ کم نزم زکے
انچہ دادہ است ہرنی راجام
داد آن جام را مرا بہتام
کم نیم زان ہمہ برومی یقین
ہرکہ گوید دروغ ہست ولعین

(۷)

اتانی مما لم یوت احد من العلمین .

مختار مدعا علیہ وہی بنی اسرائیل کے متعلق جو فضیلت کی آیتیں ہیں۔ اُن کی آڑ چاہی ہے۔ حالانکہ میں اوپر تفصیل سے عرض کر آیا ہوں۔ کہ ہر ایک کا مقابلہ اُس کی ہم جنس وہم مسلک سے ہوگا۔ نبی کا نبی سے امتی کا امتی سے پس بنی اسرائیل یقیناً اپنے زمانہ اور مابین کے امتیوں پر افضل ہیں ہاں جو امتیں اب تک معرض وجود میں نہیں آئیں۔ وہ اس سے مراد نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب چونکہ بزعم خود مدعی نبوت ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اللہ نے وہ دیا جو کسی کو عالمین سے نہ دیا۔ مقابلہ پر انبیاء ہی مراد ہوں گے۔ اُن کے زمانہ کے ہوں۔ (جیسا کہ آج کل تقریباً اٹھارہ^(۸) مدعیان نبوت پنجاب میں موجود ہیں۔ دو چار سے میں خود مل چکا ہوں۔ اکثر سے خط و کتابت ہے۔ خود قادیاں میں نور احمد کاہلی مدعی نبوت موجود ہے) یا زمانہ سابقہ کے عرض یہ کہ انبیاء کرام پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔ اور اس سے مختار مدعا علیہ نہ معلوم کیوں پینا چاہتا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب خود بھی کھلے الفاظ میں فرما چکے ہیں سے

انبیاء گریپ۔ بودہ اندبے
من بعرفاں نہ کمترم زکے
انچہ دادہ است ہرنی راجام
داد آن جام را مرا بہتام
کم نیم زان ہمہ برومی یقین
ہرکہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزول المسیح صفحہ ۹۹-۱۰۰)

باقی رہا اگر یہ شبہ ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شبہ اس سے مستثنیٰ ہوں۔ تو اس کا ازالہ آگے کی تقریر سے ہو جائے گا کہ یہ تمام کفر و شرک کی عمارت آہستہ آہستہ قائم کی گئی ہے۔ تاکہ لوگ بدک نہ جائیں۔ جیسا کہ مرزا محمود صاحب نے حقیقتہً النبوت کے صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۵ پر اس امر کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا ہے۔

اسی سنت قدیمہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے سلوک کیا اور آپ کی جماعت کو بہت سے ابتلاؤں سے بچایا اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔۔۔

پچھریں سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مہینو طی پیدا کرے“

مرزا صاحب کا ترجمہ اس میں بھی وہی عادت ہے۔ کبھی کبھی کچھ کہیں مطلب کفر یہ بیان کر دیا۔ کہیں مجبور ہو کر اسلامی طرز کا اظہار کر دیا۔ اور یہ تو لازماً ہونا تھا۔ کیونکہ بتصریح ارشاد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت و جلال و کذاب ہو گا۔ اور خود مرزا صاحب ہی دجل کا یہ معنی بتاتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے مفہوم کا نایید مندرجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

- (۱) ”دجال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر مسیح کے ساتھ باطل ملا دے۔“
 (۲) ”اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے“
 (تبلیغ رسالت صفحہ ۳۰۰ جلد سوم)

(۸)

علم نبوی میں مقابلہ

خلاصہ عبارت مرزا صاحب -
 ”ابن مریم اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی چونکہ سامعے کوئی نمونہ نہ تھا۔ اور اب مرزا صاحب پر وہ ہو بہو منکشف ہو گئی۔“

(ازالہ کلاں صفحہ ۲۸۲)

یہ عبارت جس غرض سے پیش کی گئی ہے اُس سے مختار مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ اُسے یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم - دجال - یاجوج و ماجوج - کی حقیقت ہو بہو منکشف نہ ہوئی۔ اور کا حقہ اُسے نہ سمجھے۔ بلکہ اُن کی حقیقت سمجھنے میں اجتہادی غلطی رہی۔ اور مرزا صاحب نے کا حقہ سمجھ لیا۔ اور اُن پر امور مذکورہ کی حقیقت منکشف ہو گئی۔
 اب نزاع صرف مندرجہ ذیل امور میں ہے۔

- (۱) کیا یہ اجتہادی امور ہیں۔
 (۲) انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔
 (۳) ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تنقیص و توہین نہیں۔

الجواب

(۱) ابن مریم - اور دجال - ویا جوج ویا جوج کا علم اعتقاد یہ میں سے ہے نہ کہ اجتہاد میں سے ہے۔ ہر مسلمان اس سے واقف ہے۔ علامات قیامت امور دینیہ ایمانیہ میں سے ہیں۔ تمام کتب عقائد میں امور اعتقاد دینیہ ایمانیہ کے تحت مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے یہ تمام امور دین فرار دیئے ہیں۔ کہ

”هَذَا جَبْرِيْلٌ اَتَاكُمْ بِحِلْمِكُمْ دِينِكُمْ الْحَمْدُ اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَهْرُئِيْلُ عَسْتَحْسَبُ - تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔“

اور تمام دنیا سچی کہ مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ امور دینیہ ایمانیہ میں انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو عبارت مرزا صاحب۔

”لیکن امور دینیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے الخ

(ازالہ کلاں ص ۲۸۱)

ابن مریم کے نزول وغیرہ میں مرزا صاحب اور مرزائیوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی اُسے امور ایمانیہ میں قرار نہیں دیتے۔ میں اس کے واسطے گواہان اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شرانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں کہ۔

فقد ثبت نزول الی والحق انه رفع بجسده الی السماء والایمان بذالك واجب۔

(دلائل اثبتہ ص ۱۳)

یعنی عیسٰی کا نزول آسمان سے کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

لہذا یہ تمام مذکورہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں جن میں نبی سے کسی قسم کی اجتہاد می غلطی ناممکن ہے۔ اور ان امور میں کسی امتی کا علم نبی سے نائد ماننا کھلا ہو کفر ہے کیونکہ یہ امور غیبیہ سولے وحی ربانی کے عقل سے معلوم ہی نہیں ہو سکتے۔ اور نبی بلکہ سید الانبیاء اگر ان امور غیبیہ اور اس وحی کے سمجھنے میں غلطی کریں۔ تو اصلاح پھر کون کرے گا لہذا ان امور میں مرزا صاحب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماننے کے بعد کسی طرح مجدد رسول اللہ کلمہ کے دوسرے حصہ پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

”انبیاء سے اجتہاد می امور میں غلطی ہو سکتی ہے“

اس سلسلہ میں بلا وجہ مختار مدعا علیہ نے خبر اس۔ فتوح الغیب۔ ہدیۃ الشیعہ۔ اشاعت السنۃ وغیرہ کے متعدد جدید اور قانوناً غیر مسلم حوالے پیش کئے۔

الجواب

پہلا جواب تو وہی ہے۔ کہ جن امور میں یہاں گفتگو ہے۔ وہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلطی ممکن ہے۔ دوسرے یہ قریقین کو مسلم ہے۔ کہ انبیاء سے اگر خدا نخواستہ اجتہادی لغزش ہو۔ تو وہ آل پر قائم نہیں رہتے۔ حفاظت الہی ان کو کسی غلطی پر باقی نہیں چھوڑتی بلکہ منجانب اللہ انہیں اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ان کو خدا نخواستہ یہ اجتہادی امور بھی ہوتے۔ تو بھی وحی الہی اس میں متنبہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس علم کو منکشف کر سکتی ہے۔ کسی امتی کو اتنا علم ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال امور دینیہ ایمانیہ میں کسی طرح نبی کے علم پر کسی امتی کے علم کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

ایک مغالطہ کا جواب

یہ بھی مرزائیوں کا محض مغالطہ ہے۔ کہ ابن مریم اور دجال یا جوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب پر منکشف ہو گئی۔ میں مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر عدالت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ خود توازن کر لے۔ کہ مرزا صاحب یا مرزائیوں کے ادعائی باطل میں ذرہ برابر صدق کا شائبہ نہیں۔

ابن مریم کے متعلق مرزا صاحب کی رائے

کہ خود مرزا صاحب اولاً مریم کے رنگ میں پیدا ہوئے۔ پھر ان میں عیسیٰ کا حمل قرار پایا ہے۔ پھر تقریباً ۹ ماہ بعد دروزہ اٹھا۔ اور تنہ کھجور کے نیچے لے گیا۔ پھر اپنے آپ سے خود ہی پیدا ہو گئے لہذا وہ مریم بھی ہوئے اور ابن مریم بھی۔

ہست اوغانل زراز ایزدی	آنکہ گوید ابن مسدیم بچوں شدی
در برابین نام من مسدیم نہاد	آں خدائے قادر و رب العباد
دست نادادہ بہ پیراں نہی	مدتے بودم برنگ مسدیمی
از رفیق راہ حق نا آشنا	بچو بکرے یا فتم نشود نما
روح عیسیٰ اندراں مسدیم دید	بعد ازاں آں قادر و رب الحمید
نادزاں مسدیم مسیح ابن زماں	پس بہ نفخش رنگ دیگر شدیاں
زانکہ مسدیم بود اول گام من	زین سبب شد ابن مسدیم نام من

بعد ازاں از نفع حق عینے شدم
 ایں ہمہ گفت است رب العالمین
 شد جائے مریمی بر تر قدم
 گرنے دانی براہین را بین
 حکمت حق راز ہا داد بیسے
 نکتہ مستور کم ہند کسے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۹)

مخاردا علیہ باوجود غیر متعلق ہونے کے اس بحث میں متعدد بنگہ ابن مریم دجال یا جوج ماجوج وغیرہ کی پیشگوئی کے مرزا صاحب کے زمانہ میں وقوع اور ہو چکنے کی تصریح کی جس کی بنا پر ہم بھی مجبور تھے کہ ان ہر سہ امور کے متعلق اور ان کے وقوع پر ایک مفصل بحث کریں اور عدالت کے سامنے ایک مکمل مرزا صاحب کے خیالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا نقشہ پیش کر دیں تاکہ عدالت خود توازن فرمائے مگر چونکہ عدالت عالیہ کی رائے گرامی میں وقوع وغیرہ کی بحث غیر ضروری اور موضوع مقدمہ سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے میں عدالت کے حکم کی پابندی اور احترام کو مد نظر رکھتے ہوئے جس قدر حصہ وقوع سے تعلق رکھتا تھا حذف کر رہا ہوں۔

اب صرف اس حصہ کو لیٹا ہوں جو مرزا صاحب کی پیش کردہ اصل عبارت میں مسرہ اور ماہہ النزاع ہے۔

عالی جاہا۔ ہمارے آقا و مولا اعلم الاولین والآخرین پر مرزا صاحب کا یہ محض بہتان اور اتہام صریح ہے کہ ابن مریم دجال یا جوج ماجوج کلموں کو حقیقت منکشف نہ ہوئی اور نہ وحی الہی نے اس کی حقیقت کا پتہ دیا بلکہ امثلہ قریبہ اور متشاکل و متشابه چیزوں سے تفہیم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں میرا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کی وضاحت اور انکشاف تمام کی جس قدر بھی صورتیں ممکن ہیں وہ صاف صاف واضح اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیں۔

یعنی ابن مریم نے ان کے نزول کی تصریح فرمائی ان کا حیلہ شریف درمیانہ قدر رنگ سفید سرخی فائل بال دونوں شانوں تک بہت سیاہ اور چمکدار جیسے نہانے کے بعد ہوتے ہیں گھونگر دالے عردہ بن مسعود صحابی سے ملتی جلتی شکل ان کی خوراک کی تصریح کہ لوبیا یا جو چیزیں ہاگ پر نہ لگیں وہ تناول فرمائیں گے دقت نزول دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے سر پہ ایک طویل ٹوپی جسم مبارک پر ذرہ دونوں ہاتھ فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ حربہ جس سے دجال کو قتل کریں گے جس کا فر کو آپ کی سانس پہنچے گی وہ فوراً سر جائے گا شہر دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ و گوشہ پر ان مسلمانوں کی جماعت میں اتریں گے جو مسلمان مع مہدی دجال سے لڑنے کو مجتمع ہوں گے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو مستورات کی ہوگی وہ لوگ نماز کے واسطے صفیں درست کر رہے ہوں گے امام مہدی ان کے امام ہوں گے حضرت مہدی عیسیٰ کو امامت کے لیے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے جب امام مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو امام بنائیں گے اور وہی نماز پڑھائیں گے وہ نماز صبح کا وقت ہوگا۔ بعد نزول صرف چالیس سال دنیا میں رہیں گے ان کا نکاح حضرت شعیب کی قوم کے قبیلہ میں ہوگا جس سے اولاد بھی ہوگا سر صلیب و قتل خنزیر فرمائیں گے نماز سے

جنت و دوزخ ہوگی مگر درحقیقت اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کے برابر دو سو ایک ماہ اور تیسرا ایک ہفتے کے برابر ہوگا باقی ایام سب دستور ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے۔ جو لوگوں سے کلام کریں گے۔ جب وہ بادل کو کہے گا وہ پانی برسائے گا جب منع کر دے گا قحط ہو جائے گا۔ مادر زاد اندھے اور ابرص کو درست کر دے گا۔ زمین کے پوشیدہ خزانے اس کے حکم سے باہر آکر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔

ایک نوجوان آدمی کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا تو پھر اسے بلائے گا تو وہ صبح سالم ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے ساتھ جڑاؤ تلواریں ہوں گی۔ لوگوں کے تین فرقہ ہو جائیں گے ایک دجال کا اتباع کرے گا دو سلاہنا کا شتکاری میں لگا رہے گا اور تیسرا دریائے فرات کے کنارہ پر اس کے ساتھ ساتھ جہاد کرے گا۔ مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو کر ابتدائی لشکر دجال کے پاس پہنچیں گے۔ اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ یا سیاہ یا سفید گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اور یہ سارا لشکر شہید ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔

دجال جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں اس وقت تمام یہودیوں کی شکست ہوگی۔ پھر عیسیٰ اسے باب لہ پر قتل کر کے اپنے نیزہ پر اس کا خون دکھائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ عدالت ملاحظہ فرمائے اس انکشاف نام کو بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ”مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی باہریوں کا گروہ ہے جو ٹڈیوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے“

(انزالہ ادہام صفحہ ۲۰۶)

”نصاری کے علماء ہی بیشک دجال مہود ہیں“

(حاشیہ جمانۃ البشری صفحہ ۶۶)

یا جوج و ماجوج

قرآن پاک میں ہی کافی ذکر ہے ان باجوج و ماجوج مفسدون آلیتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یا جوج و ماجوج کو نکلے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیر لے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو کوہ طور پر جمع فرمائیں گے یا جوج کا ابتدائی حصہ جب دریائے طبریہ پر گزرے گا تو دریائے سب پانی کو پی کر صاف کر دے گا اس وقت بوجہ قحط وغیرہ ایک راس بیل لوگوں کے لیے سو دینار سے بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جوج کے واسطے بددعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گلے میں ایک گٹھی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعہ ”مر جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور سے زمین پر آئیں گے مگر تمام زمین یا جوج و ماجوج کے مردوں سے پریدہ ہو

ہوگی پھر بدلو کے درد بولے کی خدا سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین دھل جائے گی پھر زمین
اصلی رنگ پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ سب مسلم شریف مسند احمد ابوداؤد دارقطنی وغیرہ میں
موجود ہے۔

اس قدر کشف تام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و معلومات میں ہے مگر مرزا صاحب کو نظر نہیں آتا اور خود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس تحقیقات کو ترجیح دے رہے ہیں کہ۔

»یا جوج ویا جوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس و برطانیہ کی قوموں سے ہیں؛

اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب کا کس قدر صریح بہتان ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا اور
اس مقابلہ میں کس قدر صریح توہین تھی جو کلمہ شریف پر ایمان کے سراسر منافی ہے۔

فینما هو كذلك اذا اوحى الله الى عيسى انى قد اخرجت عبداً الى يدي ان لا احد يقتالهم فخذ
عبادى الى الطور وبعث الله يا جوج ويا جوج وهم من كل حدب ينسلون فيمراؤا انهم على جيرة طبرية

فيشربون ما فيها ويمر اخرهم فيقول لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسرون حتى ينتهوا الى جبل الخمر وهو
بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من في الارض هلم فلتقتل من في السماء خير من بنشابهم الى السماء

فرد الله عليهم نشابهم مخضوبة دما ويحصر بنى الله واصحابه حتى تكون راس الثور لا احد هم
خيرا من مائة دينار لا احد كم اليوم فيرغب بنى الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النصف في

رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط بنى الله عيسى واصحابه الى الارض فلا
يجدون في الارض موضع شبر الا ملاء زهمهم وندتهم فيرغب بنى الله وعيسى واصحابه

الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فنظرهم حيث شاء الله وفي رواية
نظرهم بالنهيل ويستوقد المسلمون من قسم ونشابهم وجابهم سنين ثم يرسل

الله مطرا لا يكن منه بيت مدار ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفقة الخ
(رواه مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۸)

ترجمہ :- نواس بن سمان نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے کہ ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس
اسی اثناء میں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی مخلوق کو نکالوں گا جن کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر

سکتا لہذا میرے ان بندوں کو تم طور کی طرف لے جاؤ۔ اور یا جوج ویا جوج کو نکالیں گے جو نہایت عجلت کے ساتھ ساری دنیا
میں پھیل جائیں گے اول حسنان کا جب بحیرہ طبریہ پر جو کئی میل کا لمبا دریا ہے گندے گا تو اس کا پانی پی لے گا پھر پی لیں گے

جو اس میں ہوگا اور اخیر ان کا جب وہاں سے گدسے گا تو کسے گا کہ کبھی یہاں پانی تھا پھر چلے جائیں گے یہاں تک کہ جبل الخمر

تک پہنچیں گے وہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے پھر کہیں گے ہم نے تمام زمین والوں کو قتل کر دیا اور آسمان والوں کو قتل کر لیں پھر اپنے تیروں کو آسمان کی طرف ماریں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون اکودہ کر کے واپس لوٹائیں گے اور اللہ کا نبی اور اس کے اصحاب محصور کئے جائیں گے تاکہ راس الثوران کے نزدیک سو دن بار سے زیادہ قیمت ہوگا پس اللہ کا نبی عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے اصحاب اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ماجوج پر نغف کے جانور پر بھیج دیں گے پس وہ (یا جوج) زمین پر مگر گریں گے جیسے ایک نفس کے موت۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ابن مریم و بال یا جوج و ماجوج کی حقیقت کما حقہ کس قدر انکشاف نام سے ہوئی ہے مرزا صاحب کجا انبیاء اولو العزم نے بھی یوں بیان نہیں کی نہ اس قدر تفصیل کسی آسمانی کتاب میں پائی جاتی ہے پھر بھی مرزا صاحب کا یہ بہتان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال و یا جوج و ماجوج کی حقیقت منومو منکشف نہ ہوئی جیسی کہ مجھ پر اس قدر توہین عظیم ہے کہ جس کے بعد کسی طرح ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔
قول مختار مدعا علیہ۔

”ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرتؐ کوئی تنقید توہین نہیں“

الجواب

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ علم علوم کمالیہ اور احمد دینیہ ایمانیہ سے ہیں اور مرزا صاحب کے امتی تمام مسلمانوں کو انہیں امور سے اختلاف کی بنا پر کانزہ کہتے ہیں پس ان اہم امور میں کسی شخص کو علمی فضیلت دینا اور اس کو علم پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دینا عدالت خود ہی دونوں تحقیقوں میں توازن کر کے رائے قائم کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کے خیالات محض مجنونانہ ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اپنے علم کو ترجیح نہ دیتے۔

یا جوج و ماجوج،

مرزا صاحب

یا جوج و ماجوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ کی قوموں سے ہیں حاشیہ حمانۃ البشریٰ صفحہ ۸۰ (۱۸۸۰)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات

یہ مسئلہ ایک حد تک قرآن پاک کی وحی الہی نے صاف کر دیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ماجوج
مفسدون فی الارض فهل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا و بینہم سدا۔ قال ما مکن فیہ دبی
خیر فاہینونی بقوة واجعل بینکم و بینہم ردا ما اتونی زبر الحدید حتی اذا ساء فی بین الصدقین

قال انفقوا حتى اذا جعله نارًا قال اتوني افترغ عليه قطرا فما استطاعوا ان يظهروه وما استطاعوا له نقبًا - قال هذا رحمة من ربي فاذا جاء وعد ربي قبله دكا وكان وعد ربي حقًا

ان آیات میں کس تفصیل سے یاجوج و ماجوج کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی درخواست پر ذی القربین کا سد سکندری قائم کرنے اور اس کے توڑنے یا سوراخ کرنے پر تا قرب قیامت قادر نہ ہونے اور پھر قرب قیامت اس سد سکندری و دیوار کے حکم خدو کا ٹوٹنے وغیرہ کا اس سے عدالت اندازہ کر سکتی ہے کہ روس و برطانیہ اور نصاریٰ کا وجود بھی نہ تھا یہ تو میں موجود ہیں اور یاجوج و ماجوج کے نام سے موسوم ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عن حذيفة من اسيد الغفاري قال اطعم النبي صلى الله عليه وسلم علينا ونحن نتذكر فقال ما تذكرون قال نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها وتوول عيسى بن مريم وياجوج ما جوج - - الخ هما قبيلتان من ولد يافث من نوح عليه السلام -

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۶ باب العلامات میں یہی الفاظ)

ترجمہ: حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اور ہم ذکر کر رہے تھے تو فرمایا: کیا ذکر کر رہے ہو عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا کہ وہ ہرگز نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشان دیکھو گے پس ذکر فرمایا دیوان اور رجال اور دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا اور یاجوج اور ماجوج کا آنا الخ۔

بین السلور حاشیہ میں ان یاجوج و ماجوج کا یافت ابن نوح کی اولاد سے ہونے کی ہی تشریح ہے۔

(۲) عن المناس بن سمان (قال فی حدیث طویل) ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - - کھلا ہوا کفر ہے جس کی دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اولین و آخرین کے جامع ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اعطیت علم الاولین والآخرین - تمام وہ علوم جن کا تعلق کمالات سے تھا جن کی شان مجربیت کے لیے

ضرورت تھی تمامہا دنیا لہا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں تمام دنیا کے اولیاء انبیاء و ملائکہ اور دیگر کائنات عالم کا علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور سید الانبیاء کا علم نہیں بلکہ ایک ذرہ علم محمد سے ایک پلہ میں رکھا جاوے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ مقربین اس کا اندازہ کیا کر سکیں کسی کا وہم گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا حضرت امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ومن جودك الدنيا و ضرورتها
ومن علومك علم اللوح و القلم

روح قلم کا علم ایک جھلک ہے علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کس کوئی مسلمان تو اس توہین کو پسند بلکہ برداشت نہیں کر سکتا ہاں مرزا صاحب کے متبعین کے نزدیک مرزا صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علمی قوتیت میں کوئی توہین نہ ہو تو یہی نقطہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دور کو ہلال اور اپنے بروز کی رنگ کو بدر کامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگے بسلسلہ توہین ان شاء اللہ آئے گا۔ ابو الوفاء۔

حضرت مولانا تھانوی اور مولانا سہارنپوری پر اتہام

مرزا صاحب کی جماعت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بلھنے میں تامل نہیں کرنی تو بزرگان دین اور علماء ربانیین اس کی رست درازی سے کب بچ سکتے ہیں۔

چونکہ حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی مفصل بحث آگے جہاں پر حسام الحرمین اور بریلوی اور دیوبندیوں کا ذکر آئے گا اسی سے اس لیے تفصیلاً تو عرض نہیں کرتا صرف مختار مدعا علیہ کا قول نقل کر کے اجمالی جواب کی طرف اشارہ کر کے بہتان عظیم عدالت پہ واضح کرتا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”تعجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے مقتدا اور پیشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سحر اور بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے پر مخفی ہے۔“

(حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی) صفحہ ۷

مختار مدعا علیہ نے تمام مبندار و خبر استفتا سوال و جواب حذف کر کے درمیان سے ایک عبارت کاٹ کر جو وہ دوسرے کی حکایتہ نقل فرماتے ہیں کہ اگر بقول زید صحیح ہے اپنی رائے اور عقیدہ نہیں قطع و برید کر کے پیش کیا اور اس

سے اس ناجائز مغالطہ کی سعی کی کہ خدا نخواستہ حضرت مولانا تھانوی کا مذہب ہے حالانکہ یہ ایک افترا کا جواب ہے جس میں زید کا ایک عقیدہ نقل کیا گیا ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول زید صحیح ہو تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آئے گی کیونکہ زید کے اس قول سے لازم آئے گا کہ یہ لفظ عالم الغیب معاذ اللہ جانوروں اور باطنوں تک بولا جاسکے حالانکہ یہ سراسر ناجائز و باطل ہے وہ تو زید کے قول پر حکم لگا رہے ہیں اور اس باطل عقیدہ کو رد کر رہے ہیں اور مختار مدعا علیہ عدالت کو یہ مغالطہ دے رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں جیسا بتایا انا سفید جھوٹ شاید ہی کوئی بول سکتا ہو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو بھی ایسا مغالطہ ہوا۔ جس پر خود مولانا تھانوی جی اس عبارت کے متعلق ایک سوال کیا گیا اور انہوں نے جواب مرحمت فرمایا۔

ہر دو سوال و جواب بختمہ درج ذیل ہیں۔

در خدمت اقدس حضرت مولانا مولوی المحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیو حکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی یہ بیان کرتے ہیں ادھیام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اس لیے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارہ مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے

یا صراحتہ یا اشارتہ کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔

بینوا وتو جدوا۔

بندہ محمد رفیعی حسن عفا عنہ

الجواب

مشفق مکرم سلیم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ

(۱) میں نے یہ خیبت مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی

خلعہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خیبت سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری

مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۳) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یا بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھنا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آئیں اس جواب کی تمیم کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر مجھے تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم فیہ جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جبرو اسطہ ہو وہ مخلوق کیسے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں "الحج" اس کے آگے بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان فرمایا ہے (۲) (بسط البنان صفحہ ۹ و ۱۰)

ان کتاب میں فرماتے ہیں کہ "بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکالات العلیہ والعلیہ کے باب میں یہ ہے کہ ما بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ملاحظہ ہو

حفظ الایمان و بسط البنان صفحہ ۱۵

اس دیہ و دانستہ بہتان کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اخوض امری الی اللہ ان اللہ بصید بالعباد قول محتارہ علیہ۔

یہ اور کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کرنی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ مؤلف مولوی غیل احمد پٹیٹھوی۔ مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوچی ص ۵۱) اس میں ایسے لعین کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے کیا اس میں آنحضرت علیہ السلام کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سو ادبی کی مشعر نہیں؟

"یہاں اصل عبارت قطع و برید کے سبب منشاء ایک کفریہ مضمون بنایا ہے اگر کل عبارت نقل کر دیتے تو یہ وہم و گمان بھی نہ ہوتا تفصیل تو آگے آئے گی صرف اجمالاً گذارش ہے کہ یہ عبارت جہاں سے شروع ہے وہیں سے پیش کر دوں ایک سطر اوپر سے اگر یہ عبارت لی جائے تو معلوم ہو جائے کہ کس علم میں گنگو ہے اور یہ اپنا عقیدہ ہے یا کسی اور کا۔

در الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کرنی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

اصل یہ ہے کہ یہ کتاب براہین قاطعہ ایک اور کتاب انوار ساطعہ مؤلف مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری کی شرح ہے

اور وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محیط زمین اور گمراہی وغیرہ کا جو شیطانی علم سے متعلق ہے یوں ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ علم شیطان کو حاصل ہے جو کمترین خلالتی ہے تو سرور صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل المخلوق ہیں انہیں کیوں نہ ہونا چاہیے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کفر و شرک سے انہیں منع فرماتے ہیں نہ کوئی حماقت و جہالت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان یعنی جیسے دشمن خدا پر قیاس کیا جائے پھر شیطان کو علم وجہ ارض کا شیطانی علم ہے جو نصوص سے ثابت ہے یہ شیطانی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف قیاس فاسد سے بلا کسی نص سے ثابت کرنا عظیم الشان کفر و شرک اور توہین نبوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیطانی علوم سے ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پاک صاف تھی البتہ رحمانی علوم کے ذرہ ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ علوم دینیہ ایمانیہ میں اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کجا کوئی بھی اولوالعزم نبی مقرب فرشتہ ان علوم میں آپ سرور کائنات سے افضل کیا مادی بھی نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ ہے مولانا خلیل احمد صاحب کا اسی براہین قاطعہ کے شروع صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر و دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف و کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا۔

اس مخصوص عبارت کے اور اس بہتان عظیم کے متعلق حضرت مولانا سے خود دریافت فرمایا گیا ہے سوال اور جواب مرحمت

فرمایا۔ جغہ ذیل ہے۔

”بخدمت شریف مخدوم مکرم جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور
انبیٹھہ فامت برکاتہم بعد عرض تیختہ ماثورہ عرض ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے
کہ آپ نے کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔“

- (۱) کیا اس مضمون کی آپ نے براہین قاطعہ یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے۔
- (۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم کے اشارہ و کنایہ بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔
- (۳) اگر یہ مضمون صراحتہ مفہوم نہیں ہوتا اور لزوماً مفہوم ہوتا ہے تو یہ معنی آپ نے مراد لیے ہیں یا نہیں۔
- (۴) اگر یہ مضمون آپ نے صراحتہ بیان فرمایا نہ کنایہ اشارہ آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا کہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ابلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان مانتے ہیں یا کافر۔

(۵) جس عبارت کو خان صاحب براہین سے نقل کرتے ہیں اور اس مضمون مذکور کو اس کا مفاد صریح بیان کرتے ہیں اس

عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

بینوا و توجروا۔
(بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ)

ملخص عبارات جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدنیو ضمیمہ۔

الجواب ومنه الوصول الى الصواب۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر یہ الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے اور میرے اسٹڈی ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۴ میں یہ عبارت موجود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا انتھی خان صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا حساب روز جزا ہو گا یہ کفر یہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحتہ ہے نہ کنایتہ۔

عرض خان صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذب خالص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو مدت العزیمتی و موسرہ بھی اس کا نہیں ہو گا کہ شیطان کیا کوئی ولی فرشتہ آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاکہ و کفی باللہ شہید اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرمادیں مطلب صاف اور واضح ہے۔ حورہ خلیل احمد وفقہ اللہ للترہود عند

خلیل احمد

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ یہ کیسا جھوٹ اور اتہام ہے ہم اس کے متعلق کیا لکھیں عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ کس قدر اتہام ہے جو شخص جس عقیدہ کو کفر کہے اس کو اس کے ذمہ مرہو دیا جائے کس قدر ظلم صریح اور تکفیر کا شوق ہے:

(قطع الوتین صفحہ ۱۰۶۹)

جمع مدعا علیہ گ ۲۹ مارچ ۱۳۳۳ھ

اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ بہتان صرف اپنا عیب چھپانے کے لیے تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے اعتراض کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا مرزا صاحب نے ان امور دینیہ میں ابن مریم اور دجال دیا جو ج ما جو ج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اپنے علم سے کم اور اپنا رتبہ افضل بتا کر وہ غلیم الشان زہرہ گداز تو ہیں کی ہے جسے کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد مة العمرہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہتھی رہیں جب تک صاف نفلوں میں توبہ نہ کریں ایمان دار نہیں ہو سکتے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ ۱۲ کی عبارت مندرجہ ذیل پیش کی ہے اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت سے لے کر... سب حکن الذی اسرای الایۃ اور اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب نے آنحضرت کے فتح مبین کو نظر استحقاق سے دیکھا ہے اور اپنی فتح کو بڑا بتایا ہے حالانکہ یہ نتیجہ نکانا سراسر باطل اور خلاف منشاء منکلم ہے جس فتح مبین کی طرف آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں اشارہ کیا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر دی تھی اور بزرگان امت محمدیہ بھی مانتے چلے آئے ہیں اور خود مختار مدعیہ اور گوہان مدعیہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود اور جہدی کے زمانہ میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایسی فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اور جہدی دیگر مذاہب والوں سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے اور جو مسلمان نہیں ہوگا اسے تلوار کے گھاٹ اتارینگے اور دنیا میں سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہوگا اگرچہ ہمارے نزدیک دین کے مقابلہ میں جبر کرنا مذہب اسلام کی رو سے جائز نہیں ہے لیکن اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام دلائل قاطعہ اور حجج باہرہ کی رو سے تمام ادیان پر غالب آئیگا اور جن ممالک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہ ہوئی تھی وہاں بھی شمس اسلامی طلوع کرے گا اور ظلمات میں زندگی بسر کرنے والوں کو بھی اپنی شعاعوں سے نورانی بنا دینگا۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ کورہ مہمور کے لوگ اسلام کو اختیار کریں گے۔

اور دنیا میں دیگر مذاہب کے پیرو اتنی قلیل تعداد میں رہ جائیں گے کہ وہ معدوم کے حکم میں ہوگا۔

حسب مادۃ مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق اور لایعنی تاویلات سے طول دے کر وقت گزاری کی ہے اور اصل مسئلہ کو لاکر مطلب کو ضبط کرنا چاہا چاس مسئلہ پر ہیڈنگ یہ تھا کہ دو اپنی فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح دینا، عدالت خود غور فرمائے کہ بلا کسی تاویل کے یہ مضمون مرزا صاحب کی عبارت اور ان کے ترجمہ سے واضح ہے اور جس کتاب کا حوالہ ہے یعنی خطبہ الہامیہ اس کا موضوع یہی ہے کہ اپنی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے زمانہ پر ثابت کی جائے اصل عبارت اولاً مرزا صاحب کے ترجمہ کے ملاحظہ ہو۔

وقد مضی وقت فتح مبین فی زمن نبینا المصطفیٰ وبقی فتح اخر وهو اعظم واکبر واظہر

من غلبته اولى وقد ران وقته وقت المسيح الموعود من الله الرؤوف الودود وارحم الراحمين
واليه اشار في قوله تعالى سبحانه الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد
الاقصا الذى باركنا حوله ففكر في هذه الاية ولا غرر كما لعاقبين .

ترجمہ حسب ذیل ہے .

اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کے پہلے غلبہ سے بہت
بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر کہ اس کا وقت مسیح الموعود کا وقت ہو اور اسی طرف خدا نے تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ
ہے کہ سبحانه الذى اسرى بعبده اس آیت میں فکر کرو اور عاقلوں کی طرح منہ گزر خطیبہ الہامیہ ص ۱۹۳ و ۱۹۴ .
اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرماوے کہ مرزا صاحب کس فخر سے اپنے زمانہ کی فتح کو بزرگ خود حضور کی اس فتح مبین پر
تزیین دے رہے ہیں جس کی شہادۃ باری تعالیٰ نے انا فتحنا لك فتحا مبینا دی ۔ اور الیوم اکملت لکم
دینکم واتممت عدیکم الخ سے اس کی رجسٹری کر دی اس فتح مبین کی عظیم الشان بشارت آدم علیہ السلام سے لیکر
عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی کو میری نہ ہوئی ۔ حتیٰ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح کے وقت اعلان فرمایا کہ آج شیطان
اس بات سے بالوس ہو گیا کہ اللہ کے گھر میں اُس کی پرستش کی جاوے ۔ تعجب ہے کہ چودھویں صدی کے مدعی بنوۃ اور کفر
امت جس نے چالیس کروڑ پرستاران نو حیدار درغلامان سرور دو عالم فخر بنی آدم صلعم کو یکا لخت سرفراہ اپنے نہ ماننے کی
وجہ سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے نہ ماننے والوں کو سور حرامی و لہ الزنا بنایا ان کی عنیت مآب مستورات کو
کتیان بنایا اسلامی توحید دنیا سے نابود کرنے اور شان رسالت محمدیہ صلعم کے مٹانے میں کون دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔
علماء اسلام جو اس کی اس اسلام دشمنی کا پردہ بے نقاب کرتے ہیں انہیں بد ذات فرقه مولویان ۔ اور گندے گندے
خطابات عطا کیے غرض بجائے اسلام کی ترقی کے معدور سے چند اپنے ہم نوا کنز نواز مسلمان باقی رکھ باقی سب کو کانٹنر
اور بزرگ خود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زعم میں باطل میں اسلام اور خدا کے منہ کو شکست دی جو تیرہ سو سال
میں کوئی بھی نہ دے سکا اس پر یہ ستم ظریفی کہ سرور دو عالم فخر بنی آدم صلعم کی فتح مبین پر میری فتح بہت زائد راجح اور
غالب و ظاہر ہے ۔ پھر مبین تک قناعت نہ کی بلکہ اللہ پر بھی افتراء اور بہننان باندھ کر کفر کی تکبیل کر دی کہ میری اس
فتح پر خدا نے سبحانه الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الخ کی آیت میں اشارہ فرمایا ہے جو شخص
مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ جانتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا بیان ہے چو کہ خود
مرزا صاحب اس کے منکر ہیں اس لیے اس آیت میں وہی تو ہیں سرور دو عالم کا اشارہ بتا رہے ہیں کہ میری فتح حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر بہت زیادہ غالب و راجح ہے اتنی واضح عبارات کے ہوتے ہوئے مختار مدعا علیہ
کی طویل لاطائل تاویلات قابل انتفاع ہی نہیں ۔ علاوہ اس کے اس کا تو اقرار ہی ہے کہ مرزا صاحب کی فتح مبین حضور فخر

دو عالم کی فتح پر غالب درانج ہی ہے ہاں یہ تاویل کر رہا ہے کہ مسیح کے زمانہ کا علیہ سب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہو گا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین اور آپ کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر کوئی بابرکت اور فتح و عزت کا زمانہ ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہیں۔ خیر القرون قونی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بخاری شریف) میرا زمانہ تمام قرونوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس کے قریب آئے پھر وہ جو اس کے بعد آئے بس۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا زمانہ وہ تھا کہ رابع مکون کے مراکز پر پرچم اسلام لہراتا تھا اور علاوہ دینی ترقیوں کے صاحب تخت و تاج تھے۔ اور آج مسلمانوں اور اسلام پر جو مصائب و آلام ٹوٹ رہے ہیں اس سے کوئی باخبر انسان ناواقف نہیں جہاں سے کبھی اللہ کی صدائیں آتی تھیں وہاں آج گر جا کے ناقوس کی آوازیں آرہی ہیں مسجد ابا صوفیہ اور اسپین کے صرف حالات پڑھنے اور تو اور خود بزم خود مسیح موعود نصارے کے مٹانے اور پرچم اسلام لہراتے اور اسلام ہی دنیا میں پھیلانے آئے تھے تمام پرستاران توحید کو اسلام سے بزم خود خارج کر کے خود اور ان کے امتی نصارے کے غلام بنے ہیں اور اس پر اس قدر نازان ہیں کہ نصارے کی تائید میں سترائیاں تصنیف کر کے بھردی ہیں جب بغداد شریف مسلمانوں سے نکل کر نصارے کے قبضہ میں گیا تو اس پر چراغاں کیا اور مبارک باد، خوشیاں منائیں۔ ملکہ منظمہ کو عیسائی سلطوت پر مبارک باد کا عریضہ لکھا کہ یہ عریضہ مبارک باد ہی اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو یسوع مسیح کے نام ہر طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے آیا ہے (تختہ قیصریہ ص ۱)

جہاد جیسے پاکیزہ مسئلہ کو محض خوشنودی نصارے اور گورنمنٹ برطانیہ کے واسطے فراب بنا کر ممنوع قرار دیا اور سائل اس کے خلاف عربی و فارسی لکھ کر ممالک اسلامیہ میں صرف خوشنودی نصارے کے لیے شائع کئے ملاحظہ ہو کتاب البریہ ص ۱ نصارے کی حکومت کو اللہ کی رحمت اور اس زمانہ کو مذہبی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر بتایا جس کی تفصیل آگے لپنی جگہ آئیگی غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور پھر خلفاء راشدین کا زمانہ ہر لحاظ سے بالاتر ظاہری و باطنی فتوحات سے پر ہے اس سے بڑھ کر ناممکن ہے ہاں حدیث میں ہے کہ خیر القرون کے بعد ایک زمانہ آئیگا ہے کہ جس میں جھوٹ فریب شائع ہو جائے گا اور امانت کی جگہ خیانت رائج ہوگی۔ ثم باقی من بعد ہم قوم یجولون و ۲ یوقنون (الحديث بخاری شریف)

پھر یہ درمیانی فتنے حضرت امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہاتھوں پر ختم تمام پندیر ہوں گے۔ یہ آج تک کوئی بھی نہ سمجھا کہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کی فتوحات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات پر راجح ہوں گے یہ محض افتراء اور کذب خالص ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ کی منصب امامت ۵۶ھ سے ۵۷ھ کاٹ کر پیش کیا علاوہ اس کے قطع برید میں بہت کچھ

اس مطلب سے فوت ہو گیا پھر بھی اس میں کہیں اس منحوس مضمون کا پتہ نہیں کہ امام مہدی کا زمانہ یا ان کی فتح آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی فتح مبین پر راجع و غالب ہوگی۔ وہاں تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوالذی ادسل دسولہ با مہدی و دین الحق اللہ میں غلبہ دین و اسلام کا وعدہ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا مگر یہ غلبہ ختم نہیں ہوا بلکہ ہماری رہا اور جاری رہے گا جب تک دنیا ختم نہ ہو اور جب آخر زمانہ میں دنیا کے ختم ہونے پر امام مہدی ظہور فرما دیں گے۔ تو چونکہ دنیا تمام ہو چکی ہے ان کے ہاتھوں یہ غلبہ بھی انجام کو پہنچ جائے گا۔

یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ ان پر انتقام ہوگا لہذا وہ پڑھ گئے اس طرح قرآن مجید میں ہے یا ایہا الناس انہ رسول اللہ الیکم جمیعاً حضرت مولانا شہید فرماتے ہیں حضرت کی رسالت قیامت تک کے لوگوں کے لیے عام ہے حضرت نے اپنے زمانے میں خود بلا واسطہ تبلیغ کی پھر اس تبلیغ رسالت کا سلسلہ یونانیوں بڑھتا ہوا چلا گیا گو بلا واسطہ خلفاء راشدین و ائمہ ہدیہ میں و علماء ربانیہ میں و اولیاء امت جاری رہا یہاں تک کہ زمانے کے ختم ہونے پر امام مہدی آخر مبلغ اسلام پر سلسلہ تبلیغ ختم ہوگا۔ اس میں یہ معلوم کس طرح مختار مدعا علیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت مولانا شہید رحم امام مہدی کے زمانہ یا ان کی تبلیغ یا فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین سے بڑھ کر غالب اور راجع بتا رہے ہیں محض اس مغالطہ کے لیے یہ جہاتیں نقل کر دیں تاکہ اس مغالطہ سے لوگ سمجھ لیں کہ اور بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے حالانکہ بزرگ اس بدیہی بات کے خلاف کوئی منصف مزاج کافر اور دشمن بھی لب کشائی نہ کر سکے۔

قول مختار مدعا علیہ

اگر مختار مدعا علیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعہ تو فتوحات اور دین کی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں وہ دراصل اس نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ تکریم و اعزاز ہوتا ہے تو یہ اعتراض نہ کرتا۔

(الجواب)

اعتراض صرف فتوحات پر نہیں گو فتوحات کیا ہوئیں مرزا صاحب کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی جو تذبذب ہوئی تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں سوائے چند اپنے مریدین کے سب مسلمان کافر اور ولد الزنا و دائرہ اسلام سے خارج اور سو ربنادے گئے پھر گناہ بیگمات کنیاں قرار دی گئیں کوئی خدا اور رسول کی توہین نہیں جو ان دوست نما دشمنوں کے ہاتھوں عمل میں نہ آئی ہو عیسائیوں کو گندی گالیاں دے کر مجبور کیا کہ باقی اسلام اور ازواج مطہرات پر وہ ناپاک حملے کریں وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض تو صرف یہ ہے کہ کبھی کس انتہی کی فتح اس کے نبی سرور دو عالم کے اس فتح مبین سے بڑھ سکتی ہے جیسے باری تعالیٰ نے انا فتحناک فتحاً مبیناً کے شان دار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے فتوحات ایک پہلو میں رکھے جائیں اور یہ انا فتحناک اللہ کی فتح مبین

جس میں اللہ کا گھر ہمیشہ کے لیے توں اور شیطان تسلط سے پاک کی جگہ ایک پل میں رکھا جائے تو وہی راج اور غالب رہے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توہمات میں سے ادنیٰ درجہ کی نتیجہ بھی تمام عالم کے توہمات پر راج اور غالب ہے۔ مگر جن کے قلب سے باری تعالیٰ سرور دو عالم کی عظمت سلب کر کے اس عظمت عظمیٰ و نعمت علیا سے محروم کر دے وہ اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہیں آخر البوہیل والبولہب پر شان محبوبیت کو پوشیدہ ہے خدا کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک وارثان محمدی اور پیروان بولہبی کی جنگ جاری رہے گی۔

باقی خطبہ الہامیہ سے جو ایک ٹکڑہ کاٹ کر پیش کیا ہے میں عدالت کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ وہ خود پورا صفحہ بلکہ ماقبل اور مابعد کو ملا کر ملاحظہ فرمائے کہ اس میں تعریف بجا اور توہین مکملے گی پیش کر رہا جارت سے پہلے منہ پر بھی نہیں موجود ہے۔ اس لیے خدا کے نزدیک اس کا اپنی مرزا غلام احمد صاحب کا (ظہور نبی مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانے معراجی کا منتہا اور تجیر الہی کی روحانی بجلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے، عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنا ظہور بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور اپنا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا منتہا اور تجلیات کا آخری سرا قرار دیا ہے کیا اس سے اور بھی بڑھ کر کوئی فضیلت موجب توہین ہوگی کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کہاں مرزا غلام احمد صاحب اور کہاں ان کا زمانہ معراج زمانی اور کہاں یہ چودہویں صدی سولے کفر و شرک کے اور کہاں ہے غرض یہ کہ عنوان بھی درحقیقت لا جواب ہے گو غیر متعلق اس قدر باتیں مختار مدعا علیہ نے پیش کر دیں مگر جب تک مرزا صاحب کا رجوع صاف لفظوں میں اس کفر یہ عقیدہ سے پیش نہ کیا جاوے کسی تاویل سے مرزا صاحب کا ایمان محمد رسول اللہ پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قول مختار مدعا علیہ

- مختار مدعی نے مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے۔
- ۱۔ هو الذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔
 - ۲۔ انا اعطیناک الکوثر۔
 - ۳۔ عسوا ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔
 - ۴۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔
 - ۵۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فأتبعونی یحبکم اللہ۔
 - ۶۔ وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی۔

۷۔ وما دمیت اذ رمیت ولكن الله رمى .

۸۔ ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم .

۹۔ لولال لما خلقت الافلاك .

۱۰۔ سبحان الذي اسرى بعبدا .

ان الہامات کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے وہ آنحضرت کی خصوصیات میں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیسا وہ اگر ہزار مرتبہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابل قبول نہیں۔

سوان تمام امور کا جواب گواہ مدعا علیہ نبی کے بیان میں مفصل مذکور ہے اور اس میں ائمہ اور اکابر اولیاء امت محمدیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں سے ناص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملہم ہے علی حسب المنزلتہ اس کو نصیب ہوگا اور اس امر وہی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا اس لئے ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ نبی مدعا علیہ ص ۱۰۴ تا ص ۱۱۳۔

اولاً بیان مطبوعہ کوٹ نہیں جس کا حوالہ ہے اکثر جگہ کاٹا گیا ہے اور اس بحث میں اکثر حوالے اسی سے ہیں جو اصل ریکارڈ میں نہیں جیسا کہ آخر میں آئے گا۔

دوسرے مختار مدعا علیہ نے حسب عادہ، مغالطہ کے لیے ان خصوصیات کے دلانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور بلاوجہ قبل از وقت اس جگہ اس بحث کو اٹھا دیا ہے کہ کسی کو قرآنی آیات الہام ہو سکتے ہیں یا نہ حالانکہ قرآنی آیات کا الہام ہونا اور امر ہے جس کی مفصل بحث اپنی جگہ پر آئیگی، اور خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر کو شریک مانکر نہ صرف خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے واسطے سے اصل ذات و شان محمدیہ اور ان کی رسالت کا انکار اور امر ہے صرف مدعا علیہ ہے کہ ان آیات مثلاً انا اعطیناک الکوشر۔ عسی ان یبعثک ربک مقامہ محمود او ما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ لولال لما خلقت الافلاك وغیرہ کے مصداق صرف سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ خصوصیات ہیں جن میں آپ کا شریک کائنات عالم میں کوئی نہیں نہ جبرئیل و میکائیل اور نہ ملائکہ مقربین نہ اولیاء اولوالعزم اور نہ انبیاء علیہم السلام کسی کو شریک ماننا صرف شرک فی الرسالت نہیں بلکہ سرے سے آپ کی خصوصیات کا انکار کر کے آپ کی رسالت ہی کا انکار کرنا ہے جس کے بعد کوئی کتنی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر لائے۔ کلمہ پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

یہاں مندرجہ بالا امور متقی قابل بحث ہیں۔

یہ حدیث ہے۔

- (۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے۔
 (۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔
 (۳) کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی نبی ولی فرشتہ نے اپنے کو ان آیات کا مخاطب اور ان القابات خصوصی میں کسی طور پر اپنے کو یا کسی کو شریک و سہمہانا ہے۔

الجواب:-

(۱) کیا کسی شخص کے خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے اس کے ثبوت میں میں نے تمہیدی طور پر گواہ مدعا علیہ ۲ مارچ ۱۳۳۳ء کا حوالہ پیش کیا تھا کہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انکار خصوصیات انکار ذات ہے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں در خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے انکار خصوصیات انکار ذات ہے، (جرح گواہ ۲ مارچ ۱۳۳۳ء)

بحمد اللہ یہ نتیجہ ثابت اور مسلم ہے لہذا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

نتیجہ (۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ سے ہیں، اصل بحث مخصوص لانا القابات اور انہیں خصوصی خطابات میں ہے نہ کہ ان کا وہ مفہوم جو اپنے الفاظ میں توڑ موڑ کر ڈالا ہے اور مخصوص ان امتیازی خصوصیات، و القابات و خطابات کا مخاطب و مصداق صرف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ کسی مسلمان کے روبرو اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں کون نہیں بابت لولا لہما خلقت الافلاک وما ارسلناک الا رحمة للعالمین انا اعطیناک الکوثر، عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ وغیرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حضور کے سوا اس خصوصی انداز میں کسی نبی یا ولی کو خطابات نہیں کئے گئے مگر اس پر وہی صدی کے مدعیان نبوت کے دور کی ایک یہ بھی بوجہ ہے کہ ان بدیہات پر بھی دلائل پیش کرنے پڑتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں لاکر معاملہ کو رو لانے کی ناجائز سعی انتہا کو پہنچا دی۔ مگر بھلا اللہ ایک حوالہ ضعیف سے ضعیف بھی ایسا پیش نہ کر سکا جس میں مخصوص ان القابات و خطابات سے کسی اور نبی یا ولی کو خواہ بذریعہ الہام خاص ہی سے نوازا گیا ہے کسی بزرگ کا اس مقام سے فیض ماہل کرنا اس سے اپنے قلب کو منور کرنا اور چیز ہے مگر ان خطابات و القابات مخصوصہ کا مصداق و مخاطب ہونا اور بات ہے اولیاء اللہ اور موقیائے کرام بعض خدا کی صفت و قدرت سے فیض پاتے ہیں۔ بعض صفت خلق سے بعض صفت تزیین سے مگر وہ مصداق قدیر اور خالق اور رازق تو نہیں ہو جاتے بعض باری تعالیٰ کے مقام جلال سے وابستہ ہوتے ہیں بعض صفت جمال سے مگر اللہ کے جلال و جمال کے مصداق یا اس کے شریک و سہمہ نہیں کہلاتے نہ ان خدائی القابات کے مستحق ہوتے ہیں اس سلسلہ میں مفصل بحث تو لقب کے تحت میں علیحدہ علیحدہ آئیگی اس جگہ عموماً بحث میں مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق حوالوں سے مناظرہ کرنا

چاہا ہے اولاً اسے بے نقاب کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے نتیجے کے طور پر اپنے مطبوعہ بیان کے ص ۱۱۲ کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ ان صفحات میں اس امر کی تائید میں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت اس میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔

الجواب ان کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت تو اگے معلوم ہو جائے گی۔

اولاً صرف یہ گزارش ہے کہ ان مقامات سے اولیاء اللہ کو حصہ ملتا اور ان کا اس سے وابستہ ہو کر فیض حاصل کرنا اور پختہ ہے اور ان القابات و خطابات کا مصداق و مخاطب ہونا اور امر ہے جیسا کہ اوپر پر عرض کر چکا ہوں۔ ان مقامات سے فیض حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض کا حصہ لینا ہے مگر ذات محمدیہ سے فیض اور حصہ لینے والا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوتا۔ اس طرح ان مقامات سے حصہ لینے والا ان خطابات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ صوفیائے کرام کے مشاغل اور ذکر اور اشغال سے نا بد ہے صوفیائے کرام کے بیان مختات استعاروں کے لحاظ سے مختلف مراتبات سے تعلیم ہوتے ہیں، کوئی مناسم فناء کا مراتب ہے کوئی مقام بہاد کا کوئی مقام ابراہیمی کا کوئی موسوی کا کوئی یسوی کا کوئی مقام محمود کا کوئی مقام دنا فتدنی کا اور ان سے حصہ لینے کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقامات سالک پر منکشف ہو جائیں اور ان کے خصوصی فیض سے اُس کا قلب منور ہو جاوے بہ معنی نہیں کہ ان خصوصی قرآنی امتیازی خطابات و القابات کے مستحق یا شریک و ہمیم ہوں گے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل پارہ حوالہ مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں شرح مننوی بحر العلوم ص ۱۰۰ ہدیہ مجددیہ (فتوح الغیب) ص ۱۰۰ دیوان معین ص ۱۰۰ شرح فصوص الحکم اس میں حوالہ دیا وہ ہے کہ جرح میں ہر دو گواہ نہ وہ کتاب پیش کر سکے نہ اس کے مصنف کا نام رندہیب بنا سکے نہ وہ کوئی مسلم قابل اعتماد کتاب ہے اس کے مصنف ایک معمولی شخص وکیل احمد سکندر پوری ہیں۔

یہ بھی ہے حوالہ (۲) بھی فصوص الحکم ایک غیر متعارف شرح کا حوالہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک دوسرے شروح کی طرح مسلم و معتبر نہیں اور نہایت قطع و برید سے پیش کیا ہے۔ باوجود اس کے کسی ایک حوالہ میں یہ نہیں کہ ان مخصوص مذکورہ بالا القابات و خطابات سے اسی انداز پر کسی نبی یا ولی کو نوازا گیا ہو۔ لہذا میرے یہ تمام اعتراضات بالکل بدستور لاجواب ہیں۔

تفصیلی جواب۔

حوالہ ما شرح مننوی مولانا روم

”پس در آور کارگہ یعنی عدم تا بہ بینی صنع و صانع را بہم۔“

کی شرح میں ”ابو عبد اللہ صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام قنای صفات کا ہے جو حدیث قریب

الذوال میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کان آنکھ ہو جاتا ہے اور دوسرا مقام فنا ہے اور تیسرا مقام جمع الجمع و فای قوسین اور مقام کمال ہے بیساکہ آیتہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ سے ظاہر ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں اور اس کو مقام احدیت جمع اور اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں دینے خدا سے بہت ہی قریب) جو کہ آیتہ و ما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی میں بیان کیا گیا ہے یہ لکھ کر فرماتے ہیں و این مقام باصالت خاص بن خاتم النبیین است۔ اور اشت و کمال متابعت او کل اولیاء را ازین حفظے است (مشنوی و فتر دوم حاشیہ ص ۱۷) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے۔ (منقول در بیان گواہ مدعا علیہ ص ۱۷)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں مذکورہ بالا دس القابات و خطایات محمدیہ مثلاً لولاک لما خلقت الافلاک۔ انا اعطینک الکوثر و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین عیسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً وغیرہ سے کسی ایک خطاب یا لقب کا مخاطب علاوہ ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نہیں بتایا گیا نہ کسی کو ان امتیازی خصوصیات مذکورہ میں شریک و سہیمانہ ہے یہاں تو صوفیائے کرام کے مشاغل و مراقبات قرب خداوندی کے مدارج و مقامات مثلاً فنا فی اللہ است، و فنا فی الصفات اور مقام جمع الجمع جس کا دوسرا نام مقام کمال اور مقام احدیت جس کا دوسرا نام مقام اولیٰ ہے چار مقامات کا ذکر ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ساک مقام ذات میں عین ذات باری اور مقام صفات میں عین صفتہ خداوندی یوں ہی مقام احدیت میں اللہ و وحدانیت ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں فنا ہو کر ان کی تہہ اور حقیقت تک بقدر طاقت بشریہ رسائی کر لیتا ہے یا وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے رنگ میں رنگ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تقرب کے مقامات تک حقیقی اور اصلی رسائی تو مجرب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو میر نہیں ہو سکتی البتہ آپ کے خدام اور کمال اولیاء اللہ کو آپ کے صدقہ میں کچھ حصہ بقدر مراتب ان مقامات فنا در فناء سے ضرور مل جاتا ہے ورنہ اصل تقرب خداوندی تو صرف مجرب خدا ہی کو حاصل ہے اب اس بحث کو اصل مدعا یعنی خصوصی القابات میں مشارکت سے کس قدر ربط و تعلق ہے اسے میں عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں۔ (حوالہ ص ۱۷ مدیہ مجددیہ)

وهوالمقامالمحمودالذی لا یشترکہ فیہ لہ من الانبیاء والرسل والکمال والیاء امتیاز
مدیہ مجددیہ ص ۱۷) میں اولاً عرض کر چکا ہوں کہ مدیہ مجددیہ ہماری غیر مسلم کتاب ہے اور اس خوف سے باوجود مدیہ ہم مطالبہ کے نہ کتاب پیش کر سکے اور نہ اس کے مصنف کا نام بتا سکے۔ پس ہم اگرچہ اس کے جواب کے سکوت نہیں مگر صرف اس لیے کہ شاید شائع ہوئے پر بندگان خدا کو اس سے بغاظہ ہو جو اب بھی عرض ہے۔

(۱) "مقام محمود" یعنی مرتبہ سائش میں ننگو نہیں بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے آیت کریمہ عسیٰ ان یبعثک

بِك مَقَامًا مَحْمُودًا اَمِّصِدَاقٍ اور مخاطب کون ہے مگر ہدیہ مجددیہ کی عسارت میں کوئی بتا نہیں سکتا کہ آیت مذکورہ کا مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی و ولی ہو سکتا ہے بخلاف اس کے قرآن پاک و احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت کریمہ کا خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آپ کے ایسے خصوصیات میں سے ہے جس میں اولین و آخرین میں سے کوئی نبی یا ولی شریک نہیں ہو سکتا قرآن حکیم و من اللیل فتہجد بہ نافلة لک عسیر ان یبعثک ربک مَقَامًا مَحْمُودًا۔ یہ آیت اپنے سباق و سباق کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس کا خطاب ہی صرف آپ ہی کو ہے تمام قرآن پاک اور احادیث آثار صحابہ افعال ائمہ اور بزرگان دین کے ارشادات میں کبھی اس خصوصی لقب اور آیت کا استعمال کسی اور نبی و ولی فرشتہ کے واسطے نہیں کیا گیا۔

ہاں مقام محمود کا مراقبہ موفیانے مانا ضرور ہے۔ مگر وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تمام فنا اور مقام دنا وغیرہ جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ سالک پر اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور اس کے نبوس و برکات کا اس کے آئینہ قلب پر انعکاس اور پرتو پڑتا ہے اور یہی مطلب اولیاء اللہ کو مقام محمود سے حصہ ملنے کا ہے ورنہ تبصریح قرآن حکیم یہ خطاب اور اس آیت کے مصداق نبی رحمتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں بلکہ اس میں کسی کو شریک و سہیم ماننا شرک فی الرسالة ہے جس کے بعد کلمہ شریف کے جزو ثانی پر ایمان ناممکن ہے اور ہدیہ مجددیہ میں باوجود غیر مسلم ہونے کے اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں صرف مختار مدعا علیہ نے معطلہ دیا ہے۔ اگر اس آیت کے خطاب اور اس کے مصداق میں کسی کو شریک مان لیا جاوے تو ان احادیث نبویہ کے خلاف ہو گا جو صحت و تسلیم میں اعلیٰ پایہ کی نہیں۔ ملاحظہ کے واسطے نوٹہ اس کے متعلق مختصر فیصلہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہے۔

مقام محمود کے متعلق سید الانبیاء صلعم کا فیصلہ

۱۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاکسی حلة من مال الجنة ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلاق بقوم ذلک مقام المحمود غیرى۔ ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۴۔ اس حدیث کے تحت میں لغات و شرح رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ مقام محمود ہے بس صاف نظروں میں واضح ہو گیا ہے کہ اس موعود مقام محمود میں کوئی بھی مخلوق میں ایسا نہیں جو اس پر فائز ہو سکے۔ سوائے ایک ذات گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو قائم النبیین ہیں۔

(۲) بخاری شریف میں ایک باب پہلے باب قولہ عسی ان یبعثک ربک مَقَامًا مَحْمُودًا یعنی صرف اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق قائم اور مخصوص کرنے کے واسطے متعلق باب باندھا پھر ایک طویل مفصل حدیث نقل فرمائی

ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود۔ یعنی وہ دن ہوگا کہ جس دن اللہ صرف پتے حبیب کو مقام محمود پر فائز فرما دے گا۔ بخاری شریف ج ۲ - ص ۶۸۶ -

(۳) بخاری و مسلم میں منقذہ احادیث موجود ہے جس میں مفصل شفاعت نبویہ کے ذکر کے بعد یہی آیت عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا تلاوت فرما کر ارشاد ہے دھذا المقام الذی وعدہ ربکم۔

(۴) دارمی شریف میں اس مقام محمود کی تعریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ (باب الشفاعۃ مشکوٰۃ ص ۱۱۳)

شما قوم عن یمین اللہ مقاما یبغظن الادلون والآخرون مشکوٰۃ ص ۱۱۳ یعنی مقام محمود خدا کے داہنے طرف ہے جو صرف مجھے ملے گا اور اس پر تمام اولین و آخرین اگلے پھلے بلا استثناء خبیثہ اور رشک کریں گے۔

(۵) اور اذان اور اس کی دعا کی حدیث میں بھی مقام محمود کی تشریح اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص کی تشریح کی ہے مشکوٰۃ ص ۶۵۴

مرزا محمود صاحب خلیفہ تادیان کا فیصلہ

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کے نزدیک کتاب اللہ اور کتاب الرسول سب مرزا صاحب کے اور ان کے خلفاء کے تابع ہے اور ان کے مقابل دراصل کسی آئینہ یا حدیث کو نہیں مان سکتے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء لیکن مرزا محمود صاحب کی تمام تصانیف پر میرا ایمان ہے اور وہ سب کی سب بلا استثناء مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء لہذا میں ان کے خلیفہ ثانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں اگر اس آیت کریمہ کا خطاب اور اس کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور یہ حضور کو انعامات البیہ میں سے ایک انعام عظیم ہے ملاحظہ ہو الوار خلافت خلیفہ محمود صاحب۔

کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت تعالیٰ نے فرمایا ہے عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مقام عظیم کے طور پر آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔

ہو ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زینجانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

(اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے)

(۱) آیت عسی ان یبعثک ربک الخ میں وعدہ الہی صرف آنحضرت کے واسطے ہے۔

(۲) یہ مقام محمود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا انعام ہے۔

(۳) یہ مقام محمود اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بطور انعام عطا فرمایا۔

نتیجہ

پس مختار مدعا علیہ کے نزدیک قرآن و حدیث قابل اسناد ہوں یا نہ ہوں ان کے خلیفہ دوم صاحب یعنی مرزا محمود صاحب کا فیصلہ بہر حال ناطق ہوگا اس کے بالمقابل بدیہ مجددیہ کجاسی نبی یا ولی کا فیصلہ قابل التفات نہیں۔

لہذا ثابت ہو گیا، کہ مقام محمود جس کا وعدہ عسلی ان بیعتک دیک متاماً محموداً میں ہے خصوصیات محمدیہ اور نقاب معطفے سے ایک ایسا امتیازی طعزی ہے جس میں کسی کی بھی شرکت نہیں ہو سکتی اور کسی کو اس کا مخاطب سمجھنا جیسا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کو چسپاں کیا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اے مرزا صاحب عسلی ان بیعتک دیک متاماً محموداً یہ ایسا کھلا ہوا شرک فی الرسالہ و مزینج توہین ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے مقالوں کی بہت سعی کی مگر کسی ایک نبی و ولی کجاسی عالم صوفی کے قول سے بھی یہ پیش نہ کر سکا کہ اس نے اپنے یا کسی کے واسطے عسلی ان بیعتک دیک متاماً محموداً کا استعمال حقیقی یا مجازی اصلی یا ظاہری اور برزوی کی طرح بھی ہائز رکھا اور گفتگو صرف لغوی معنی کے لحاظ سے مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ نہیں بلکہ مخصوص اس آیت عسلی ان بیعتک میں اس کے معنی اراد اللہ ان بیعتک دیک متاماً محموداً میں۔ پس باوجود اس طویل تقریر کے مرزا صاحب کا کفر و اتداد دور نہ ہو سکا نہ ان کی بے ربط باتوں سے میری بحث کا کوئی بھی جواب ہو سکتا ہے۔

(۱) حوالہ شرح خصوص الحکم شیخ عبدالرزاق قاشانی کا ہے) فله المقام المحمود شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ص ۵۳

الجواب

(۱) اولاً یہ شرح کوئی معتبر شروح سے نہیں اور نہ ہی ہماری مسلم ہے (۲) خود مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ امام عبدالوہاب شعرائی میں سے زائد شیخ اکبر کا کلام کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ نیز مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان مقام محمود آنحضرت کے خصوصیات سے بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بواقیت والوار خلافت (۳) مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ نے فله المقام المحمود کا ٹکڑا ویرہ و دانستہ کاٹا ہے تاکہ بے ربط ہو کر مغالطہ کے لائق ہو سکے ورنہ آیت عسلی ان بیعتک دیک۔ الخ کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ امام ہدی کا ایک بڑا مرتبہ قابل تعریف ستائش ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آیت مذکورہ کا محمودہ مقام ان کو دیا جاسکتا ہے یا وہ بھی اس کے مخاطب و مصداق ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ حوالہ یہاں بالکل بے ربط ہے اس میں ماہ النزاع کے متعلق اشارہ تک نہیں۔

(۴) حوالہ فتوح الغیب کا ہے)

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ وہ ہر رسول و نبی و صدیق کا وارث ہو جاتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ہم ص ۲۱)۔

الجواب۔ گو یہ ترجمہ نہیں بلکہ حاصل مطلب اور یہ بھی ماقبل و مابعد سے بے ربط قطع و برید اور خیانت سے پر ہے

اہم مختار مدعا علیہ کو ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مختار مدعا علیہ نے یہ نیز متعلق حوالہ کیوں پیش کیا یہاں نہ تو مقام محمود یا خصوصیات عشرہ کا ذکر ہے نہ کسی خصوصیت سے کسی نبی یا ولی کی شرکت، تذکرہ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ انسان تمام تعلقات غیر اللہ چھوڑ کر جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جاتا ہے تو انبیاء و صدیقین کا وارث ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی وراثت نہ تو دینار و درہم میں ہے نہ کسی مقام کی مشارکت میں بلکہ وراثت انبیاء کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نبیوں کے علوم سے فیضیاب ہو۔ اس پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود شہادت پیش کرتا ہوں ان العلماء ورثة الانبیاء وان الابدیاء وللمیورثوا دینا و اولادہما و انما ورثوا العلم فمن اخذوا اخذوا بحفظ و اقر (مسند احمد - ترمذی شریف، ابوداؤد شریف - ابن ماجہ - دارمی) مشکوٰۃ کتاب العلم

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار و درہم وغیرہ میں نہیں ہے ان کی وراثت صرف ایک علم میں ہے اور کسی شے میں نہیں بس جس نے ان کا علم حاصل کیا اس نے ان کی وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یوں ہی بخاری شریف میں باغ فدک کے سلسلہ میں ہے کہ۔

ہم انبیاء کے گروہ کی وراثت کسی دینار و درہم میں نہیں جاری ہوتی بلکہ صرف علمی وراثت ہے علم کے سوا اور کسی شے میں وراثت انبیاء و رسل جاری ہی نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت شیخ الطائف سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ارشاد کہ ہر نبی و رسول کا وارث ہو جاتا ہے صرف اس قدر ہے کہ انبیاء و رسل کے علم سے بقدر مراتب حصہ پاتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔ یہ کفر یہ مطلب ہرگز نہیں جو مختار مدعا علیہ نے کہ عدالت کو مغالطہ دینا چاہتا ہے کہ ان کے خصوصی مراتب میں شریک و سہم ہو جاتا ہے ورنہ پھر ہر ولی کو سید الرسل فخر بنی آدم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین مانا پڑے گا اور اسے مرزا صاحب کے مریدین تو تسلیم کریں گے مگر کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو کسی مقرب سے مقرب کو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محبوب خاص سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و سہم تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ اسے سخت ترین توہین بارگاہ رسالت کی خیال کرے گا۔ پانچواں حوالہ دیوان حسین سہ

انہیں حقیقت دناوت چو بگذری شاید کہ نادنا فتدلی صعود خود بینی

الجواب

اس میں کہیں کوئی بھی اشارہ ماہ النزاع امور کی جانب نہیں اور یہ شعر محض صوفیاء کرام کی اصطلاح سے ناواقف کی بناء پر یہاں مختار مدعا علیہ نے نقل کر دیا۔ ورنہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام فنا اور بقاء کا آخری مقام دنا فتدلی ہے اور اس پر صعود سے مراد دنیوی تعلقات کا انقطاع اور رب العزۃ سے تعلق کا اتہائی استوار ہونا ہے اس

سے یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیاداً باللہ شریک و سہم ہو جاتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لیے ردیف ایام کی پہلی غزل ملاحظہ ہو۔

نیز حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ مور یہ اور ہمہ اوست سے تعلق رکھنے والے ہیں جس پر ان کے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

کیسکہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست حریت غلوۃ و ساقی انجمن ہمہ اوست
اگر بدیدہ تحقیق بنگری دانہ کہ ناظر دل و منظور زبان دن ہمہ اوست
ز جام عشق نہ منصور بنجو دآمد و بس کہ دارنیر ہم گفت کہ بارن ہمہ اوست ؟
ز آفتاب گزر کن کہ ما ز من ہمہ اوست الخ (دیوان معین ص ۱۳)

من نیگویم انا الحق یا ر میگو ید بگو جوں نگویم چون مراد لدا ر میگو ید بگو
خواہ اس پیش کردہ شعر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔ دیوان معین ص ۱۳
اگر بچشم حقیقت وجود خود بینی نیام جملہ اشیاء بہود خود بینی
پیش کردہ شعر کے بعد تیسرا شعر ہے کہ۔

بہ بند دیدہ ز ایمان کہ تا ز عین عیانت وجود دست پر جان وجود خود بینی

اور مرزا صاحب صوفیاء کرام کے دعدۃ الوجود سے بالکل در اور علیحدہ ہیں بلکہ اُسے اچھا ہی خیال نہیں کرتے اور اپنے خدائی دعویٰ کی بنیاد بھی اس پر رکھنا پسند نہیں کرتے ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام) پس مرزا صاحب کے کلام کی تائید حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے کہ ناصر ت خواجہ صاحب کے مشرب سے نادانقی بلکہ خود مرزا صاحب کے مذہب سے بھی نادانقی کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شعر بھی مختار مدعا علیہ کے لیے مفید نہیں بلکہ متنازعہ سے بالکل بے ربط ہے۔

چھٹا سوال کتاب اثبات الالہام والہیۃ ص ۱۲۲ و ۱۲۳ مؤلف مولوی عبد الجبار غزنوی، اگر الہام تاشریک سمجھا جائیگا۔

الجواب

(۱) مدعیہ اور اس کا گروہ مقلد حنفی ہے۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی غیر مقلد و بابی بلکہ تقلید شخصی کے شرک سمجھنے والوں کے سرگروہ ہیں۔ لہذا ان کا کوئی حوالہ جیب کہ اُن سے اصولی اختلاف ہے ہم پر حجتہ نہیں جس طرح اسلامی قربانی یا اردنی تصانیف باوجود احمدی مصنف ہونے کے مختار مدعا علیہ نے تسلیم نہ کیا۔

(۲) مولوی عبد الجبار غزنوی کوئی بڑے عالم بھی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے عالموں میں متوسط درجہ میں شمار ہیں۔

(۳) قرآن پاک و احادیث و اقوال بزرگان سے خصوصیت ثابت ہونے کے بعد مولوی عبد الجبار کا انکار محض لغو ہے۔
 (۴) مولوی عبد الجبار نے اس سلسلہ میں جو آیات نقل کی ہیں وہ خصوصی القاب کی حد کی نہیں گو ضمیر خطاب مخصوص ہو بخلاف ہماری پیش کردہ آیات و ما ارسلنا الا رحمة للعالمین: عسنى ان يبعثك ربك مقاماً محموداً وغیرہ۔
 یہ آیات اور اس طرح خصوصی لولاء و لہما خلقت الافلاك وغیرہ خصوصی القاب ہیں۔ جب کہ درتوی خطابات و القابات کسی دوسرے کے واسطے بتاویل استعمال کرنا بھی قانوناً جرم ہے تو خداوند تعالیٰ نے جو خطابات اپنے مخصوص جیب سید الانبیاء فخر بنی آدم کو عطا فرمائے ہیں وہ کیونکر دوسرے کے لیے استعمال ہو سکیں گے
 ساگاواں حوالہ فتوح الغیب مقالہ ۲۸ ”ثم ترفع الى الملك الاكبر فتخطب بانك اليوم لدينا مكين امين“
 یعنی جیب نورانیہ فناء میں کمال کو پہنچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا اور خدا تعالیٰ تجھے مخاطب کرے گا
 کہ انك اليوم لدينا مكين امين۔

الجواب

انك اليوم لدينا مكين امين۔ کسی نبی کا خصوصی لقب خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ یہ وہ فقرہ ہے کہ عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جیل سے بلا کر فرمایا تھا کہ انك اليوم لدينا مكين امين۔ آج سے آپ میرے نزدیک باعزت اور امانت دار ہیں۔

پس نہ تو یہ باری تعالیٰ کا عطا کیا ہوا خطاب ہے نہ کوئی لقب نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ لہذا یہ حوالہ اس جگہ بالکل بے ربط ہے۔

آٹھواں حوالہ مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی ص ۱۲۶

”مجدد الف ثانی رحمہ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد بیچا کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو

اہام ہوا تھا“ انا نبشرك بخلام اسمہ یحییٰ اسی رعایت سے ان کا نام محمد بیچا ہوا

الجواب

(۱) مقامات امام ربانی غیر مسلم کتاب ہے تو نہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے نہ ان کے کسی مستند خلیفہ کی بلکہ ان کے سلسلہ کے ایک سربراہ کی کتاب ہے جس میں ان کے کچھ حالات قلمبند ہیں اور اہل سلسلہ کے نزدیک اُس میں رطب و یابس امور بھی ہیں۔

(۲) اس میں کوئی خصوصی لقب یا خطاب کسی دوسرے کو واسطے استعمال نہیں ہوا بلکہ جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دی گئی تھی اس طرح حضرت مجدد صاحب کو بھی ایک بیٹے کی بشارت دی گئی اور بشارت کی مشارکت کا کوئی اعتراض نہیں بلکہ خصوصی لقب اور خطاب کی شرکت کا سوال ہے وہ اور انبیاء کے ساتھ

نہیں بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ تو علماء امت محمدیہ کو بھی ایک قسم کا ارتباط حاصل ہے جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل امیری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ پس یہ حوالہ بھی امر متنازع فیہ ہے غیر متعلق ہے۔

نواں حوالہ علم الکتاب خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ صلا

الحمد لله الذي جعلنا حاكما في المؤمنين ببركة المحمدية الخالصة وقوة النسبة تقرب مع الله ورسوله عليه الصلوة والسلام واهموني في قلبي بالهام الخاص ان احكم بينهم من احكام الله تعالى وادعهم الى الطريقة المحمدية بما انزل الله في كتابه من الايات التي هي شهادات البينات على حقيقتك ولا تتبع اهواءهم واستقم كما امرت فان تولوا عن طريقك الحق فقد حسبى الله انما يريد الله ان يصيبهم بما وعد للفاستقين وان كثيرا من الناس لفاسقون افحكم الجاهلية ينغرون في زمان يحكمهم الله باياته ما يشاء حسب رضاء في رسوله محمد عليه الصلوة والسلام على لسان محمد يبين الخالصين ومن احسن من الله حكما يقوم يوقنون واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله في القرآن واسمعوا ليد اقتبس بالايات وابدؤكم دعوته الحق ما دعاكم احد الى الان على هذا نهج المرضي وتعالوا الى رسوله واختروا المحمدية الخالصة التي هي الطريقة الحققة قالوا حسبنا ما وحدثنا عليه اباؤنا من الطرق الاخرى ولو كان اباؤهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون هذا ما امرني الله ببيان وحكمتي ان احكم به بينكم فحكمت بحكمته بينكم بالقسط ان الله يحب المنقسطين وانا في ربي آيته الكبرى واعطاني كلماته العليا وانا في هذا الكتاب وناداني بالخطاب حيث قال لي يا خليفة الله ويا آيات الله اني شهدت بعبوديتك فاشهد انت بالوهديتي و انت عبدي ومقبولي ومقبول رسولي قلت يا رب اشهد ان لا اله الا انت واشهد انك علو كل شئ شهيد انت الهي ومعبودي وليس سواك مقصودي انا عترة جنبيك وبعضة عند لبيك وقال يا عبد الله ويا عارف بالله اني جعلتك مظهرا اجامعا لكل ظهر ري الى فاذهب باياتي الى كل مخلوقاتي ودعوتك من الجسم الالهي والجسم المحمدي فمن اطاعك فقد اطاع الله والرسول قلت يا رب قبلت جميع احكامك ودعوت الخلق الى دينك واسلامك فاهدهم الى والى ابي لا هديهم اليك و الى رسولك و انت تهدي من تشاء وقال يا مورد الواردات ويا مصدر الآيات انا جمدناك اية للناس لعلمهم يرشدون ولكن الثر الناس لا يعلمون قلت يا رب تعلم ما في نفسي ولا اعلم ما في نفسك ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم وقال قد تو كانت الحقيقة دائمة مما كشفت علي لا تظهرها الله

عَلَىٰ لَٰئِهٖ تَعَالَىٰ اَكْمَلُ لِي الدِّينِ وَاتَمَّ عَلُو نِعْمَتِهٖ وَرَضَىٰ لِي
 بِالْاِسْلَامِ دِينًا وَ لَوْ كَشَفَ الْغَطَاءَ مَا اَزْدَدَتْ يَقِينًا اِنْ رُبِّي لَدَا
 فَضْلٍ عَظِيمٍ -

(بحوالہ جرح ۱۱/مارچ ۱۳۳۳ء)

اسی جرح میں گواہ مدعا علیہ کے الفاظ ذیل بھی ملاحظہ ہوں "اس عبارت میں یہ فقرہ ہے - واسمعو مما
 کیف اقتبس بالآیات - (ترجمہ سنو میں کس طرح آیات سے اقتباس کرتا ہوں)۔
 الجواب

اس کے خط کشیدہ الفاظ یا مخصوص ملاحظہ ہوں اس میں کہیں یہ نہیں کہیہ آیات اُن پر نازل ہوئیں بلکہ یہ تصریح موجود
 ہے کہ "واسمعو کیف اقتبس بالآیات سنو میں کیسے (بے تکلف) آیات قرآنیہ کا اقتباس کرتا ہوں۔ اور اسی علم الکتاب
 کے متناظر خود ہی اقتباس کی یہ تعریف فرماتے ہیں کہ "باید دانست کہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ راندرج در عبارت آورده
 و الفاظ و معانی آنها نرا بدیگر حروف مطالب ربط و ادون و ربا باز کلمات ازان نگاشتن و انرا علامت و اشارت بر
 تماش و داشتن صفت اقتباس است و الاقیاس هو ان یتضمن من الکلام نظما و نشر اشینا من القرآن و الحدیث
 و در کلام محققین و صحابی آید کی کہ و ان ف علم فصاحت و بلاغت است می و اند و از اینجا کہ بنیاد معارف و مطالب محمدیان
 خالص بر کلام اللہ و احادیث است و نور معرفت کہ ایشان قبس از مشکوٰۃ نبوة یہد ایت ہادی علیم و رسول کریم اکثر جا ہا
 عبارت ابن متن و شرح ہمیں قسم است کہ اظہار مطالب بکلام اللہ و احادیث رسول و با زبناط تمام ہاں مقام کردہ
 شد ہذا من فضل ربی علی ما اقتبس من کلامہ بلا تکلف و هو ہدانی الی ہذا السبیل و ذلک من آیاتہ الباہرۃ
 و تائیداتہ الظاہرۃ و ان فی ذلک لآیات لا ولی النہی و السلام علی من اتبعہ الہدای و یرجى جائے اقتباس از کلام و اقوال کہ او سبحانہ
 سادات محمدیہ را در تمام احوال شرف اقتباس و امجاع وادہ است وہمان ذات پاک لولاک لعا خلقت الافلاک
 کہ عموما باعث ایجاد ہمہ موجودات است خصوصا نیز علت ہستی و وجود ایشان ظاہر او باطناً انتارہ است و تصریح
 ابن معنی برائے اُن کردہ تا کلام جاہل تا واقف از حقیقت تصرف در آیت و حدیث نہ فہمہ - جرح ۱۱/مارچ ۱۳۳۳ء
 اس میں صاف تصریح ہے کہ کلام اللہ کے فقرہ اور آیات بطور اقتباس کے اپنے کلام میں لائے ہیں نیز صلی پر و اکتب
 الایات فی کتابک و القہ الی الناس ثم تول منهم بالتجاہل العارف فانظر ما ذایو جموت یعنی اور
 آیات کو اپنی کتاب میں لکھو اور اسے لوگوں کو پہنچا۔ -

پس یہ آیات ان پر مکر نہیں اتیں بلکہ اللہ نے اہل ایمان کو علم فرمایا کہ قرآن کی آیات کا اقتباس کر کے اپنی کتاب میں لکھ
 کر لوگوں کو تبلیغ کرو۔

الجواب

اس سے مختار مدعا علیہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیات قرآنیہ مکرر الہاماً بزرگان دین پر نازل ہوتی ہیں اور اس میں وہی مخاطب ہوا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بحث مفصل ان شاء اللہ تعالیٰ وحی کے سلسلہ میں آئیگی یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ آیات مندرجہ علم الکتاب الہاماً مکرراً ان پر نازل ہوئیں۔ محض حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ علیہ پر افتراء ہے اور بہتان ہے جرح میں اس کے متعلق کافی مواد ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا اور بہت کچھ بحث ابتدائی میں پیش ہو چکا یہاں انہیں دونوں پیش کر دہ کوٹیشنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیات قرآن کی اثری ہوئی ہیں قرآن ہی سے لے کر اقتباس کے طور پر یہاں مستعمل ہوئی ہیں۔

مکرر الہاماً نازل نہیں ہوئیں پہلے کوٹیشن کے ابتدائی الفاظ

” ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بہا نزل اللہ فی کتابہ من الآیات الخ “

” یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ ان مسلمانوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہیں ان آیات سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔“ ملاحظہ فرمائیں کس قدر صاف و صحیح عبارت ہے کہ جو قرآن پاک میں آتری ہیں ان کے ذریعے سے دعوت طریقہ محمدیہ کی مسلمانوں کو دیجئے یہ کہیں نہیں کہ الہاماً مکرراً آپ پر آیات مندرجہ ذیل آتری ہیں بلکہ تصریح ہے کہ اپنے وعظ و دعوت میں وہ آیات استعمال کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اتاری ہیں کس قدر عظیم الشان افتراء و بہتان ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ میں یہ ابتدائی تمہید اور اس قدر واضح فیصلہ ہو اور پھر وہ اس سے عدالت کو مغالطہ دہی کی ناجائز سعی کرے۔ عدالت کے روبرو اس عظیم الشان کذب بیانی کے بعد اُس کی گواہی یقیناً ساقط الاعتبار ہونی چاہیئے۔ اور مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے اُس کی دوسری باتوں کا بھی اعتبار نہیں ملاحظہ ہو جہنمہ معرفت ص ۲۲۔

دوسرے حوالہ کے ابتداء میں ہے ” واکتب الآیات فی کتابک قرآن کی آیتیں اپنی کتاب میں لکھو، پھر خدا کے ارشاد کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ (الذبتہ ما یاق الخ) یہ سب امور تصریح ہیں اس امر کی کہ وہی قرآنی آیات ہیں جنہیں بطور اقتباس کے موقع و محل پر خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنے مضمون میں چسپاں کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے یہ خدمت رشد و ہدایت اختیار کی ہے نہ اپنی رائے سے قول مختار مدعا علیہ۔“

”جن آیات قرآنیہ کے متعلق خواجہ علیہ الرحمۃ نے امر فی قلبی بالسہام الخاص کہا ہے سو اس سے مراد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے الخ“ کس قدر سفید بھوٹ ہے امر فی قلبی بالالہام الخاص کے آگے وہ الہام خاص بھی مذکور ہے مختار مدعا علیہ کے قیاس آرائی کی حاجت نہیں ملاحظہ ہو، امر فی قلبی بالسہام الخاص ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الایات الخ“ یعنی میرے قلب میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ الہام فرمایا کہ ان لوگوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ کی طرف ان آیات کے ذریعہ سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔

وہ تو وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے صرف یہ حکم الہام خاص سے فرمایا کہ قرآن میں جو میں نے آیتیں نازل کی ہیں ان کی بندگان خدا میں دعوت و تبلیغ کیجئے اور مختار مدعا علیہ یہ شکل مار رہا ہے کہ ”اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے“

اب یا تو یہ دانتہ مغالطہ دیا یا سہو ہو گیا۔ یا مختار مدعا علیہ کو اس عبارت کا ترجمہ معلوم نہ تھا غرض حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا دامن تقدس اس افتراء سے پاک ہے

مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور مغالطہ کے لیے نقل کیا ہے۔

”ولقد القی اللہ علی قلبی من آیات بینات مردانی لست بحافظ القرآن الخ“

الجواب

یہ بھی مغالطہ ہے وہ محض یہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ نے قرآن کی آیتیں یاد کرا دیں مالا تکہ میں حافظ قرآن نہیں پس میں ان کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گیا اس کے حکم کے مطابق معروف ہو گیا اور اب بلا تامل آیات قرآنیہ اپنے مضمون میں استعمال کرتا ہوں زیادہ توضیح کے لیے علم الکتاب منذ ص ۲۳۶ و ۲۵۱ جرح گواہ مدعا علیہ ۱۱/ ماہر ج ۲۲ پر ملاحظہ ہو۔ غرض یہ کہ یہ حوالہ بھی محض بے سود اور کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ مفصل بحث وحی والہام کے سلسلہ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱)

هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (ترجمہ مرزا از

حنیفت الوحی مک)

مختار مدعا علیہ نے حسب عادت اپنے الفاظ میں میرا مدعا نقل کر کے مطلب ضبط کرنیکی ناجائز سعی کی ہے۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ یہ مذکورہ بالا آیتہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے نہ کسی اور نبی اور ولی کے نہ کسی کے واسطے اس کا ہونا ممکن ہے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے دو حصہ قرار دیئے تھے۔

(الف) اس کا مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور نبی و ولی۔

(ب) اس کا مفہوم یہ بتانا ہے کہ اس کا مصداق اور کوئی کسی طرح نہیں ہو سکتا

دلیل

(الف) بحث میں مفصل قرآن و احادیث و اقوال بزرگان سے یہ تمام چیزیں مدلل کی گئی تھیں چوتھے مجھے ان کا اعادہ مطلوب نہیں لہذا صرف ایک آیت کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں جہاں یہ آیت مذکورہ ہے اسی جگہ تفسیر صحیحہ موجود ہے کہ اس کا مصداق صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ہوا الذی امد سل رسولہ بالہدای و دین الحق لپیظہ علی الدین علیہ و کفی باللہ شہیدا میں ایک رسول کے بھیجنے اور اس کے دین کا تمام ادیان سابقہ پر فوقیت اور سب کا ناسخ ہونے کا ذکر فرمایا۔ ممکن تھا کوئی ناواقف اس سے کوئی اور نبی و رسول یا ولی مراد سے یسا لہذا باری تعالیٰ نے اس کے متصل ہی اُس کا مصداق نامزد فرمادیا کہ ”محمد رسول اللہ“ یعنی وہ رسول جن کی اور جن کے دین پاک کی اوپر مدح کی گئی ہے وہ محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس آیت کا مصداق کسی طور پر کسی تادیل سے کسی اور کو قرار دینا علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شرکت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اس نص قرآنی کا ہی انکار ہے جس میں نام پاک لے کر اُس مصداق کی تعیین ہے۔ لہذا اس میں نہ صرف ایک بلکہ مستقل دو کفر ہیں۔

(ب) اس امر کا کہ اس کا مصداق کوئی اور ہونا ناممکن ہے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس آیت کا غلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت یعنی شریعت اور مستقل دین کے ساتھ بھیجا جو تمام دینوں کا نسخ کر نوا لاپے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کے امتیوں کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت اور دین جو سابق کا نسخ ہو نہیں سکتا پس اگر اس کا مصداق کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طور پر دیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ صاحب شریعت ہو جائے اور اس کا دین ادیان سابقہ کا جس میں اسلام بھی شامل ہے ناسخ قرار دیا جائے جو بالاتفاق کفر ہے۔ بہر حال اس آیت کا مصداق کسی اور کو ماننا نہ صرف ایک کفر بلکہ متعدد کفروں کو مستلزم ہے۔ مختار مدعا علیہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

”یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلام کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت۔“

مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ

گویا مختار مدعا علیہ نے میرے مدعا کے اصول کو تسلیم کر لیا کہ اس آیت میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین لے کر سوائے نبی آخر الزمان سید الانس و البجان صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نہیں بھیجا گیا۔

نہ کسی نبی کو یہ فخر حاصل ہے نہ کسی ولی و فرشتہ کو نیز اس کے مصداق کو قرآن پاک نے محمد رسول اللہ کہہ کے تعین فرما دیا۔
 پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ“ کھلا ہوا کفر کا اقرار ہے
 جو کسی تاویل سے ٹل نہیں سکتا کیونکہ یہ وہ آیت ہے کہ مرزا صاحب گجگسی اور اولوالعزم نبی پر بھی نازل نہ ہوئی بلکہ کسی اور نبی
 میں بھی اس کا نزول ماننا کفر ہے۔ (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکلیہ)

بدی اور دین حق کی مختار مدعا علیہ نے کچھ خود تاویلیں تصنیف کیں اور کچھ مرزا صاحب سے نقل کیں مگر ایسی آیت جس
 کا مصداق قرآن پاک نے خود متعین فرما دیا ہے کسی اور کو قرار دینا خواہ کسی تاویل سے ہونص قطعی کا کھلا ہوا انکار اور قرآن
 پاک کلام الہی کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے نہ صرف کفر بلکہ کفر علی کفر ہے اور اگر اس قسم کی تاویلات سے انسان غلامی حاصل کر سکتا
 ہے تو پھر عیاذ باللہ کوئی قرآن پاک کی تمام آیات متعلقہ توحید و صفات باری تعالیٰ و متعلقہ رسالت و خصوصیات محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے اوپر اسی تاویل سے چسپاں کر سکتا ہے اور کسی قسم کا کفر نہ ہونا چاہیے۔ یوں توحید اور رسالت کا مسئلہ ہی دنیا
 سے ناپید ہو جائے گا ہر شخص اپنے لیے فدائی صفات اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم القاب استعمال کرتا رہے گا حالانکہ
 کوئی بھی مسلمان اس کے کفر و بغاوت ہونے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے اربعین ۱۵۱۵ اور سراج منیر ۳۲۶ سے مرزا صاحب کی کچھ تاویلات نقل کی ہیں کہ در خدا وہ ہے
 جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے،
 میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن نے اس آیت کا مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو نص قطعی سے
 ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے کہ۔

”آیت قرآنی الہامی پیرا یہ میں اس عاجز کے حق میں ہے،، جو الہ سابق اب تو کسی جواب کی حاجت ہی نہیں کیونکہ مرزا
 صاحب نے اسی قرآنی آیت کو اپنے حق میں مان لیا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گو الہامی پیرا یہ میں سہی اور قرآن پاک
 کی نص قطعی ہے کہ یہ آیت ہر طرح سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لا جواب
 رہا اور الہامی پیرا یہ کی آڑ ہرگز سود مند نہیں ہو سکتی۔“

رسول کی تاویل مامور فرستادہ مبعوث سے کرنا اور دین سے اس کا غلبہ دلائل سے مراد لینا کہ تمام ملتیں دلائل بینہ
 کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی وغیرہ وغیرہ یہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد وقعت نہیں رکھتا۔
 نیز اصل اعتراض تو صرف اس قدر ہے کہ یہ آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جو نص قرآنی

سے ثابت ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے حق میں یہی آیت قرآنی فرما رہے ہیں۔
 پس کوئی بھی تاویل کی جائے جب تک اس آیت کی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ہے کسی اور
 کو مصداق ماننا ایسا اٹل کفر ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اور خصوصیت کا انکار بالخصوص اس آیت کی خصوصیت مشتعل ایک کفر

ہے۔ کیونکہ یہاں خصوصیت نامزد کر کے نفس قطعی سے ثابت ہے کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول سے نہیں جس کے انکار کی گنجائش ہو۔

مرزا اور مختار مدعا علیہ کے دو عظیم الشان بہتان

(۱) مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ «اس آیت میں، وہی پیشی گوئی ہے جو ابتدا سے اکثر علماء کرتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے حق میں ہے» الخ

محض اقراء اور جھوٹا بہتان ہے۔ کسی عالم ربانی نے یہ آیت یا اس کی پیش گوئی علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسیح موعود کے حق میں نہیں بنائی۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ «اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کے حقیقی مصداق اور اظہار دین علی المخالفین مسیح موعود اور ہمدی مسعود کے وقت میں ہوگا۔

یہ بھی محض جھوٹ اور اقراء ہے کسی ایک اسلامی تفسیر میں یہ نہیں کہ اس آیت کا حقیقی مصداق مسیح موعود یا ہمدی ہوں گے بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی مصداق بنص قرآن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عدالت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثبوت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا، حوالہ ۱۲۰۲ چشمہ معرفت ایک حوالہ منصب امامت ۵۶ نقل کیا ہے کہ «قال اللہ تعالیٰ هو الذی ارسل رسولہ بالہدای و دین لحدیظہر علی الدین کلمہ ظاہر است کہ ابتدا سے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و امام آل از دست حضرت ہمدی خواہد گردید»

اس میں کہیں اشارہ تک نہیں کہ اس آیت کے حقیقی مصداق ہمدی ہوں گے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ علیہ دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا اور یہ ختم نہیں ہوا بلکہ مذہب اسلام برابر ترقی کرتا رہے گا اور چارہ دانگ عالم میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی حتیٰ کہ جب تک دنیا ختم ہوگی اور اس امت کے آغوشی مبلغ امام ہمدی ظاہر ہوں گے۔ تو چونکہ دنیا ختم ہے دین بھی ختم ہوگا اور جیسا کہ حدیث میں ہے جب تک روئے زمین پر کوئی ایک متنفس بھی اللہ کہنے والا ہے قیامت نہ آئے گی جب تمام اہل خیر و اہل اسلام ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں صرف اشرار ناس باقی رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب استغناء و اشراط الساعۃ۔

(خلاصہ جواب)

اس آیت کے حقیقی مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی ہیں۔ کسی نے بھی کسی اور کو اس آیت

کا مصداق قرار نہیں دیا بلکہ کسی غیر کو اس کا مصداق بتانا کفر اور نص طبعی کا انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مدارج میں شرک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ مرزا صاحب صرف اپنے حق میں اس آیت قرآنی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے جو اللہ نے ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرک علی الدین ککلمۃ ابجہاز احمدی ص ۷۷ ماشاء اللہ خدا تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصداق بنائے اور مرزا صرف تمہا آپ کو۔ مختار مدعا علیہ و دیگر اس کے ہم مذہب مرزا صاحب کو اس کا حقیقی مصداق بتاتے ہیں۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کی امت کے کفر میں کسی شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ میرے اصلی پوائنٹ کو نظر انداز کر کے مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں صرف غیر متعلق امور پر اکتفاء کیا۔ پس میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب رہا جو مرزا صاحب کے کفر کے واسطے کافی و واقعی ہے۔

(۲)

”انا اعطیناک الکوثر“

اس آیت کریمہ اور ان الفاظ کا مصداق جو بھی یا جائے۔ بلا اختلاف اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں۔

کسی اور کو اس لقب سے تو از نابی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔
اس آیت کی تقاسیر۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر)

(۱) عن انس انه صلوا لله عليه وسلم قال اتدرون ما الکوثر قلنا الله ورسوله اعلم قال فانه نهر وعدني ربي هو حوض ترد عليه امتي يوم القيمة الحديث۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں کوثر کا پتہ ہے کہ کیا چیز ہے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایک حوض ہے جس پر تیا امت کے دن میری امت وارد ہوگی۔

(۲) بسم الله الرحمن الرحيم انا اعطيتك الکوثر۔ فی الاحادیث الصحاح هو نهر فی الجنة عليه خیر کثیر ترد عليه امتي يوم القيمة انية عدد الکوثر الخ
ترجمہ: تحقیق دیا ہم نے تجھ کو کوثر۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہ ایک نہر جنت میں ہے جس میں خیر کثیر ہے جس پر

میری امت قیامت کے دن آگے جس کے برتن ستاروں کے شمار میں ہیں۔
اس سے ثابت ہوا کہ حوض نہر خیر کثیر سب کا عامل ایک ہی ہے۔
کیونکہ اس حوض نہر پر خیر کثیر فرماتے ہیں۔

امام مفسرین کا فیصلہ

(۱) امام مفسرین نے کوثر کا مصداق وہی حوض کوثر اور نہر کوثر قرار دیا ہے اور جنہوں نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے وہ یا تو وہی خیر کثیر مراد لیتے ہیں تو حوض کوثر ہے یا دیگر خصوصیات نبویہ کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے کہ کمالین میں خیر کثیر کی تفسیر کی ہے کہ من النبوة والقرآن والسنة اعدت و نحوہا ما اعطيه النور صلوات اللہ علیہ وسلم من الفضائل الدنیویة والآخریة۔ کہ خیر کثیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوہ قرآن شفاغہ وغیرہ وہ فضائل نبویہ اور اخرویہ مراد ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے ہیں بہر حال اس آیت انا اعطیناک الکوثر سے خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس نواہ بمعنی حوض کوثر ہو جیسا کہ متبادر اور احادیث اور تفسیر سے ثابت ہے۔ یا خیر کثیر کے معنی میں ہو۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہی خصوصیات نبویہ ہیں قرار دیتے ہیں۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال الکوثر خیر الذی اعطاه اللہ کہ کوثر سے وہی خیر کثیر مراد ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے عطا فرمائی گئی تھی۔

پس جب کہ مرزا صاحب نے اسی آیت انا اعطیناک الکوثر سے اپنے آپ کو مخاطب اور مصداق مان لیا خواہ وہ پھر از تاویل، خصوصیت محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب امتیازی اور لقب خصوصی میں شرکت یقیناً ثابت ہو گئی جو کھلا ہوا شرک ہے اور جس کے بعد کسی طرح ایمان کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہو سکتا۔ اب مختار مدعا علیہ کی یہ تاویلات کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا بلکہ شرکت یا خیر کثیر مراد لی ہے لہذا نے سود اور لغو ہیں۔ اعتراض کسی معنی ناص پر نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ خصوصی خطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں کسی اور کی شرکت ایمانی کلمہ کے منافی ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ پس یہ دوسرا نمبر بھی لا جواب رہا۔

قول مختار مدعا علیہ

”ابام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی مسلمان سمجھتے تھے اللہ وہاں صرف آیات نقل کی ہیں کہ یہ اسلام کی خنایت کے دلائل ہیں نہ اس وقت دعویٰ ہو کہ رسالت تھا اس کا مصداق اپنے کو قرار دیا تمہارا مسلمان اس معاملہ میں تھے کہ ان کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ رسالت محمدیہ کے دلائل ہیں مگر جب نبوت

سے مرزا صاحب نے پردہ اٹھایا اور اپنے کو محمد احمد رسول و نبی بنا کے ان کا مصداق قرار دیا تو نہ صرف علماء بلکہ تمام مسلمان و فرقہ اسلامیہ عرب و عجم کے ان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی جنہیں مختار مدعا علیہ نے یہاں تائید و پیش کیا ہے تکفیر میں پیش ہوئے۔ اور بھی وجوہات موجب تکفیر قرار دیں ملاحظہ ہوا شاعت السنۃ ج ۷ ص ۷۷۔ (مرزا غلام احمد صاحب کا دیوانی زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا، مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو بھوٹ بولنا دھوکا دینا آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً سنہ ۱۸۷۱ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشہر کی ہیں علی الخصوص سنہ ۱۸۷۱ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں قیل ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔

(اشاعت السنۃ ص ۷۷)

(خلاصہ)

اعتراض صرف انا اعطینا لکوشتر کے خطاب میں شرکت پر ہے۔ جب تک مرزا صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو شریک مانتے ہیں خواہ کوئی بھی معنی لین شرک بالرسالہ رہینگے اور کلام توحید پر ایمان نصیب نہیں ہو سکے گا۔

کیونکہ اوپر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اس کا خطاب اور مصداق ہر معنی سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور۔ مگر مرزا صاحب اس کا مصداق صرف تنہا اپنے آپ کو بتاتے ہیں ملاحظہ ہوا بجا از احمدی ص ۱۸ کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے پس علاوہ شرک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے سے انکار ہے جو خلاف نص قرآن اور صریح کفر ہے۔

(۳)

عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

قول مختار مدعا علیہ و مختار مدعیہ نے اس اہام سے بھی عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا مسیح موعود نے اس آیت قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے مختار مدعیہ نے دافع البلاء ص ۱۸ کا حوالہ دیا ہے اور ص ۱۹ پر جو اس کا ترجمہ درج ہے وہ دائرہ نظر انداز کیا ہے جس پر درحقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی مرزا صاحب نے یہ معنی کئے ہیں۔ اس میں بھی حسب عادتہ بہل و بدل کر جواب دینا چاہا ہے یہاں بھی معنی اور مطالب میں بحث و اختلاف نہیں بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خطاب عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو ہے اور اوپر عمومی بحث میں بیڈنگ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات" کے تحت میں مفصل گزر چکا کہ یہ خصوصی خطاب آیتہ مذکورہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس میں کوئی نبی و ولی شریک نہیں قرآن پاک کا سیاق و سباق بھی اس تخصیص کو ثابت کرتا ہے۔ احادیث بخاری و مسلم و دیگر صحاح اس کی شہادت میں پیش کر چکا ہوں کہ اس آیت کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ مقام موعود صرف ایک ہی شخص کو ملے گا کوئی دوسرا مقدار و شریک و سہم نہیں۔ اور وہ صرف ذات گرامی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ احادیث نیز تفاسیر میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ باری تعالیٰ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر شفاعت کیلئے فرمائینگے جس سے تمام انبیاء سابقین انکار اور نفسی نفی کہہ چکے ہوں گے اس وقت آپ اس مقام شفاعت پر کھڑے ہوں گے جسے مقام محمود کہتے ہیں اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے اور یہی مراد وعدہ عسی ان یبعثن ربک مقاماً محموداً سے ہے مرزا صاحب نے اس خصوصی مقام محمود اور اس آیت کے خطاب میں اپنے آپ کو بھی شامل کیلئے جو کھلا ہوا شرک فی الرسالتہ اور توہین سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی کلمہ کو یہ خصوصاً اس جزو ثنائی، محمد رسول اللہ کے ہے۔

مرزا صاحب نے بعینہ یہ آیت عسی ان یبعثن ربک مقاماً محموداً اپنے اوپر چسپاں کی ہے جو ان کے شرک فی الرسالتہ جو نیکو کافی ہے، مختار مدعا علیہ اس کا ترجمہ خود مرزا صاحب کا اسی ایجاز احمدی سے یہ نقل کر رہا ہے "کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری شنا کرے گی یہ بعینہ ترجمہ اسی آیت کا ہے خواہ مقام محمود کا لفظ نقل کیجئے کہ کیسے کہ ایسے مقام پر کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی" ایک ہی بات ہے۔ بہر حال اس ترجمہ کو آیت کافی نہیں۔ مرزا صاحب کی دنیا میں سوائے ان کے متعلق تمام دنیا نے تعریف نہ کی یوں ہی تو دنیا میں کسی نبی حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے حمد و ثنا کی بہر حال آخرت ہی کی حمد و ثنا مراد ہے اور وہی شفاعت کیلئے کے وقت ہے جب کہ آپ اس مقام شفاعت پر فائز ہوں گے اور تمام دنیا اولین اور آخرین ہر دروازہ سے مایوس ہو کر اس دروازہ پر آئیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے نفسی نفسی کے انا ہا انا ہا کہ ہاں میں اس کے واسطے ہوں اور یہی موعود مقام محمود ہے کہ عسی ان یبعثن ربک مقاماً محموداً جس میں کوئی بڑا سے بڑا نبی ولی مقرب فرشتہ شریک نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کے سوائے کسی نے یہ آیت کسی طرح اپنے یا کسی اور پر چسپاں کی ہو یا اسے چسپاں کرنا جائز رکھا ہو۔ بس یہ اعتراض بھی بالکل لاہذا، اور جو کچھ بھی مختار مدعا علیہ نے اس کے تحت لکھا یا کہا سب پہلو سے غیر متعلق۔

(دو غیر متعلق و غیر مسلم حوالے اور ان کی حقیقت)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے دو غیر مسلم حوالے نقل کئے ہیں۔

پہلا حوالہ شرح قصص الحکم کا۔

مختار مدعا علیہ وکواہان مدعیہ کے مسلم پیشوا شیخ عبدالرزاق قاشانی نے ہمدی موعود کے لیے بھی مقام محمود
تجزیہ کرکے چنانچہ شرح فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”فلذا المقام المحمود کہ ہمدی کے لیے مقام محمود ہے شرح
فصوص الحکم مطبوعہ ۱۹۵۲ء“

یہاں جھوٹ مختار مدعا علیہ کا یہ ملاحظہ فرمائیں کہ عبدالرزاق قاشانی کو مختار مدعا علیہ وکواہان مدعیہ کا مسلم پیشوا بتایا
ہے حالانکہ عدالت میں ریکارڈ موجود ہے کسی ایک کواہ سے ان کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں ہوا محض سفید جھوٹ
عدالت کو معالطہ دینے کے واسطے سنہ ۱۹۵۲ء میں کیا مختار مدعا علیہ مسلم بنانا جو ڈیش اسول پر محض لغو ہے اور مختار
مدعا علیہ برابر اسے غیر مسلم بنانا رہا یہ بھی بہتان عظیم ہے۔

علاوہ غیر مسلم اور اس شرح کے غیر معتبر ہونے کے یہ نوالہ غیر متعلق ہے کیونکہ صرف لفظ مقام محمود یعنی قابل ستائش
مترتباً بہ النہایع نہیں بلکہ آیت کریمہ عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کے خطاب اور اس کے اپنے یا کسی
اور چسپاں کرنے میں گفتگو ہے یہاں اس کا تذکرہ تک نہیں یہاں صرف اس قدر ہے کہ ہمدی قابل تعریف خدمت
انجام دینگے پس ان کے لیے قابل تعریف مرتبہ ہوگا یہ اور جزو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی خطاب
عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً میں اپنے آپ کو شریک کرنا اور اپنے اوپر اسے چسپاں کرنا دوسری
جہیز ہے اور مرزا صاحب اس پھیلے جرم کے مرتکب ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتک ہے۔
اور در احوالہ بدیہ مجددیہ ص ۵۷ کا ہے کہ

”وہوالمقام المحمود الذی لا یشاركہ فیہ من الالذبیاء والرسول الا اولیاء امتہ“
اور مقام محمود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں مگر وہ اولیاء جو آپ کی
امت سے ہوں الخ

الجواب

- (۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم ہے ناقابل اعتبار ہے۔
- (۲) شرح کے وقت باوجود بار بار سوال کے کہ کتاب پیش کر سکے نہ مصنف کا نام و مسلک۔
- (۳) اس میں یہ بتایا کہ کوئی نبی اور رسول مقام محمود میں شریک نہیں سوائے دلی کے اور مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت
ہیں۔ پس یا وہ نبی و رسول نہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ و افتراء ہے یا مقام محمود میں شریک نہیں۔ اس شرکت کا ادعا بہتان
عظیم ہے جس سے بڑھ کر ہنس قرآن و نبیوں کوئی کر نہیں ہو سکتا۔ ومن اظلم من افتری علی اللہ کذبا (قرآن حکیم)
منیری علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم و کافر نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس ہدیہ مجددیہ کی بشارت میں جو اولیاء اہل سنت کو مقام محمود میں وارث بتایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولیاء اس مقام پر فائز یا اس میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ وہ بطورے سیران پر منکشف ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کی کسی کو سب کرانی جائے اور بتایا جائے کہ یہ شہنشاہ معظم کا مقام ہے۔ یہ وزیر اعظم کا یہ وائسیرانے کا یہ خواص و مقربین شاہی کا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ دیکھنے اور سیر کرنے والا اس مقام پر فائز ہو گیا بلکہ صرف اس کا شاہد، کیا۔

(لکھنؤ ضابطہ)

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں مگر نبوۃ اور ہر وہ نئے جو مقامات نبوۃ سے متعلق ہو اس کی وراثت صرف ان کا عکس مشاہدہ ہے نہ ان میں دخول اور اس پر فائز ہونا بلکہ مقامات نبوت کو وہ ایسے دیکھتے ہیں جیسے کوئی سمندر کے پانی میں ستاروں کا نظارہ کرے۔ بلا واسطہ اصلی نظارہ بھی محال ہے۔ باریزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سوئی کے سر سے کئے برابر مقام نبوۃ کو دیکھا تھا کہ جلنے کے قریب ہو گئے۔

اس ضابطہ کا حوالہ فریقین کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرائی و محی الدین ابن عربی رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مارچ ۱۳۳۵ء

(۱) لا ذوق لنا فی مقام الانبیاء حتی نتکلم علیہ وانما نراہ کما تراسی النجوم فی السماء کما سیاق بسطہ فی مبحث الولایۃ۔ (رواقیت ص ۱۹)

یعنی ہمیں نبیوں کے مقامات سے کوئی ذوق نہیں کہ ان پر بحث بھی کر سکیں ہم تو انہیں صرف اسطور پر دیکھ سکتے ہیں جس طرح تم لوگ پانی میں ستاروں کا نظارہ کرتے ہو۔

”والہ (۲) د قال فی شرحہ لترجمان الاشواق اعلم ان مقام النبی ممنوع لنا دخولہ و غایۃ معرفتہ من طریق الارث النظر الیہ کما ینظر من ہو فی اسفل الجنة الی من ہو فی اعلیٰ علیین او کما ینظر اهل الارض الی الکواکب السماء وقد بلغنا عن الشیخ ابی یزید انه فتح له من مقام النبوة قدر جزع ابدۃ تجلیا لا دخولا تکاد ان یحرق لرواقیت مبحث ۴۲ ص ۲۱“

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سید الصوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی شرح ترجمان الاشواق میں ارغام فرماتے ہیں کہ جان لو کہ مقامات انبیاء میں ہمارا داخلہ بند ہے ہماری انتہائی پرواز و معرفت وراثت کے طور پر صرف اس قدر ہے کہ انہیں اسطور پر دیکھ سکیں جیسے کہ سب سے نیچے درجہ کا بنتی اعلیٰ علیین کو یا باشندگان زمین آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ہمیں خبر ملی کہ باریزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلی کے طور پر سوئی کے سر سے کئے برابر نبوۃ کے مقامات سے انکشاف ہوا تھا باوجودیکہ دخول نہ تھا پھر بھی جلنے کے قریب ہو گئے تھے (رواقیت و الجواہر، مبحث ۴۸)

اس سے مندرجہ ذیل امور مسلمہ ثابت ہوئے۔

- (۱) کوئی ولی باوجود رفعت شان کے مقامات انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔
- (۲) وراثت صرف یہ ممکن ہے کہ اتنے فاصلہ سے نظارہ کرے جیسے نیچے کا جنتی اعلیٰ علیین کا یا زمین کا باشندہ آسمانی ستاروں کا
- (۳) دخول تو درکنار یہ نظارہ بھی انتہائی پرواز ہے جس کی تاب بائزید بسطامی رحمہم بھی باوجود اس بلالت شان کے نہ لاسکے حالانکہ نظارہ صرف سوئی کے سرے کے برابر تھا۔

(نتیجہ)

مقام محمود بھی مقامات انبیاء بلکہ فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مقامات سے ہے۔ پس اگر کوئی ولی اس سے وراثتاً حصہ پاسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی انتہائی پرواز یہ ہوگی کہ اُس کا یوں نظارہ کرے جس طرح زمین والے آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں اس میں دخول اور اس پر فائز ہونا محال قطعی ہے اور مرزا صاحب نے اپنے پرآیتہ عسی ان یبعثک ربک مقام محمود اچسپاں کر کے مریخ کفر اور شرک فی الرسالہ کیا ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ حوالہ باوجود غیر مسلم ہونے کے صرف اصطلاح صوفیاء سے ناواقف پر مبنی تھا۔ اور یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے۔

(۴)

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

مختار مدعا علیہ نے یہاں بھی دانتہ اعتراضی پہلو سے گریز کر کے غیر متعلق جواب دیا اور اپنے اس طرز سے اس کے لاجواب ہونے کو بھی تسلیم کر لیا۔

بحث نہ فقط رحمة للعالمین میں ہے نہ رحمة اللہ، رحمة عالم میں بلکہ اس آیت کریمہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے خطاب اور مصداق میں ہے۔ کہ یہ بعینہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہم نے اہل بحث میں قرآن پاک کے سیاق و سباق نیز دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خطاب اور اخص ترین مقام میں اس میں کوئی نبی و ولی و رسول و قطب آپ کا شریک و سہیم نہیں نہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس آیت کریمہ کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی یا ولی یا اپنے پر چسپاں کیا جو بھی اس خصوصی خطاب میں اپنے آپ یا کسی کو شریک مانے یا اُس پر اس آیت کو چسپاں کرے وہ شرک فی الرسالہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کر نیوالا اور ان کے ناموس پاک پر حملہ کرنا وہ ہے کہ ایمان کسی طرح محمد رسول اللہ پر نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب نے حقیقتہ الوجدی وغیرہ پر وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب اپنے کو بتلکے

یہ آیت کریمہ اپنے اوپر چسپاں کی ہے۔ لہذا ان کا ایمان کبھی کبھار توحید کے دوسرے حصہ پر نہیں ہو سکتا جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ پہلے حصہ پر بھی ان کا ایمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تخصیص مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے لکھتے ہیں کہ: پھر دوسری جگہ کہا: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنی ہم نے کسی خاص قوم کے لیے رحمہ نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمہ کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا کے ساتھ ہے نہ کسی خاص قوم سے (مضمون طحہ چشمہ معرفت ص ۱) مختار مدعا علیہ نے بھی اسے اولاً نقل کیا ہے اور گویا تخصیص مان لی ہے مگر تاویل یہ کرتا ہے کہ:

» مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا ہے اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مہدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رحمہ للعالمین ہوگا۔

اس کے ثبوت میں بجائے کسی مسلم حوالے کے دو جہاد غیر مسلم حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلا حوالہ اشاعت لاشرائط الساعة کا فال مہدی رحمۃ اللہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ارسَلناک الا رحمۃ للعالمین و المہدی یفضواشۃ ولا یخطفی فلا یبدان یکون رحمۃ یعنی مہدی خدا تعالیٰ کی رحمہ ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مہدی آنحضرت کے نقش قدم پر چلے گا۔

الجواب

(۱) اولاً یہ سید محمد شریف کوئی مسلم عالم نہیں نہ ان کی کتاب مسلمات فریقین سے ہے۔ (۲) یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث نہ کسی امام کا قول نہ کسی بزرگ کا ارشاد نہ کسی فقہ یا متکلم و محدث و منسک کا ارشاد اور ان کی رائے ہم پر یا کسی مسلمان پر حجتہ نہیں۔ (۳) یہ ماہ النزاع سے غیر متعلق ہے مہدی کا اللہ کی رحمہ ہونے کا اس میں ذکر ہے اللہ کی رحمہ ہونا اور شئے ہے اور وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کا مخاطب ہونا اور اس آیت کو چسپاں کرنا اور چیز سے اللہ کے تمام نیک بندے انبیاء اولیاء صلحاء سب دنیا پر اللہ کی رحمہ ہیں۔ جیسے بھوٹے مدعیان نبوت اور بدکار اور دشمنان خدا دنیا کے لیے اللہ کی لعنت اور عذاب ہیں۔

مگر وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کی رحمہ کے لیے یعنی آپ صرف رحمہ ہی ہیں اور سر تا پا رحمہ بخلاف انبیاء و رسل سابقین کے کہ وہ تبیین اور اجاب کے لیے رحمہ تھے نہ مخالفین و اعداء کے واسطے کیونکہ ان کا تختہ الٹا جاتا تھا زمین میں وحنائے جاتے تھے صورتیں مسخ کر کے خنزیر بند بنائے جاتے تھے پتھر برسائے جاتے تھے طوفان سے انہیں صحنہ ہستی سے نیست و نابود کیا جاتا تھا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طفرائے امتیاز ہے کہ دنیا میں قدم رکھا اور یہ تمام عذاب اور عالم گیر عقوبتیں آپ کی رحمہ کے

کرشمہ میں بند کر دی گئیں۔ دنیوی عذاب سے آپ کے اصحاب بھی مامون رہے اور اعداء البرجیل والبولہب وغیرہ بھی اور نبیوں میں رحمۃ کی بھی شان تھی اور عقوبت و عذاب کی بھی۔ مگر یہاں دنیوی لحاظ سے صرف رحمۃ ہی رحمۃ ہے اسی لیے اور کسی نبی کو یہ خطاب عطا نہ ہوا۔ بلکہ صرف مدنی تاجدار سید البرار صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین پس یہ وہ مخصوص لقب ہے جس کی تخصیص کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ مسلمان کا بچہ بچہ واقف ہے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا شرکت غیر کے امتیازی لقب ہے جس لقب کو نہ آدم حاصل کر سکے نہ نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نہ اولیاء اللہ بطور وراثت پاسکیں اُسے مرزا غلام احمد اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

زور ہی کیا تھا جھائے باغیاں دیکھا کئے اشیاء لٹا رہا ہم بے زباں دیکھا کئے

یا لیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا

دوسرا حوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۲۔

دونفقہ رحمۃ للعلمین صفتہ خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء و دیگر علماء پرانہیں بھی موجب رحمۃ عالم کہتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا ایک دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتاویل بولا جائے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲)

الجواب

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض گواہوں کے سلسلہ اکابر میں ہونا اور بات ہے اور ان کی طرف منسوب شدہ ہر کتاب کے ہر جزو کا مسلم ہونا اور بات۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ نہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ ان کے زمانہ میں جمع کی گئی نہ انہوں نے نظر ثانی کی۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاویٰ ہیں جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بھی ان میں فتاویٰ ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۴) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر متقلد عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کرا باہے اور غیر متقلدین کو حضرت سے خصوصاً عناد تھا۔

(۵) اس پر کسی معتبر عالم نے نظر ثانی بھی نہیں کی نہ کوئی تصدیق و توثیق۔

(۶) ان میں اکثر فتاویٰ کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ غلط ان کی طرف منسوب ہیں۔

(۷) القائم الرشیدیہ وغیرہ میں اس کے کل فتاویٰ نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی لیا گیا ہے۔

(۸) مولانا تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں نیز ان کی احادیث کی تقاریر بھی چھپ چکی ہیں ان کی کسی تحریر تصنیف یا نلامذہ واضح ہے۔
کے نقل میں یہ مسئلہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف نقلیں موجود ہیں۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے اس عبارت کے نقل کرنے میں دیدہ و دانستہ خیانت کی اور اس کے اوپر لفظ الجواب تھا حذف کر دیا تاکہ اس کا قبل سے رابطہ نہ معلوم ہو سکے۔

(۱۰) یہ دراصل ایک مستثنیٰ کے استثناء کا جواب ہے جسے خیانتہ مختار مدعا علیہ نے نقل کیا حالانکہ تمام فتاویٰ مستثنیٰ کے سوال استثناء کے تابع اور اسی روشنی میں لکھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ یہاں گفتگو رحمة للعالمین لفظ رحمة عالم وغیر ہاں نہیں بلکہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء اولیاء بلکہ سلمیٰ امت موجب رحمة عالم ہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور یہ خاص آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کس اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں اس کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لہذا یہ اس بنگہ سے غیر متعلق ہے۔

(۱۲) یہ فتوے بھی نظر غائر سے دیکھا جائے تو ہمارے دعویٰ کی تائید ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمة عالم ہونے میں سب سے اعلیٰ اور تمام انبیاء و اولیاء کو آپ سے ادنیٰ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا خطاب اور خصوصی لقب ادنیٰ کو نہیں دیا جاسکتا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) آیت میں تو خطاب خاص ہے ہی ”لفظ رحمة للعالمین“ بھی دراصل کسی کے لیے تجویز نہیں فرماتے ہیں بلکہ یوں فرما رہے ہیں ”کہ اگر دوسرے کے لیے بتاویں بولا جائے تو جائز ہے“ بلا تاویل اصلی استعمال اس کا بھی جائز نہیں۔
تاویل کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے واسطے احتیاط کے سخت خلاف ہے۔

(۱۴) اس میں تصدیق لفظ رحمة للعالمین ”دوسرے کے لیے اس لفظ“ بار بار اس منصف کے لفظ کو دہراتا بھی بتا رہا ہے کہ اس کے اصلی معنی یا آیت کریمہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کو حضرت مولانا بھی مخصوص خطاب تسلیم فرما رہے ہیں ورنہ بار بار لفظ کا اعادہ نہ فرماتے اور ہماری گفتگو صرف آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے خطاب اور اس کے کسی پر بلفظہ چسپاں کرنے میں ہے جس کی آدم علیہ السلام سے آج تک سوائے مرزا صاحب کے کسی مسلمان کے کلام میں ایک نظیر نہیں گویا اس پر ایک قسم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ یہ مخصوص خطاب وما ارسلناک الا رحمة للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آیت کسی پر چسپاں کرنا شرک فی الرسالۃ منافی کلمہ توحید موجب تنقیص شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد مرزا صاحب کے کفر میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہو سکتا مذکورہ بالا تقریر سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ اعتراض بھی بالکل لا جواب ہے اور یہ دونوں حوالے علاوہ اس قدر

شبهات اور قطعی نہ ہونیکے بالکل غیر متعلق ہیں اور مختار مدعا علیہ نے دانتہ اعتراضی پہلو بچا کر جواب دیا ہے جس میں دراصل اس کے لاجوابی کا بزبان حال اقرار ہے فلنہ الحمد۔

نوٹ! یہ بھی واضح ہو چکا کہ کوئی بھی ترجمہ اور تاویل ہو اس آیت کا کسی غیر پر چسپاں کرنا ہی شرک فی الرسالة اور موجب تنقیص شان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ خصوصی القاب و خطابات کسی غیر کے واسطے بلفظ استعمال کرنا گو کسی معنی میں ہوں جرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۵)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جو کام مشرکین مکہ اور کسی بدترین یہودی اور آریہ تے نہیں کہا اس پر چودھویں صدی کے مدعی نبوت نے کربانہ رکھی ہے اور خدا جانے ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب کو دیرینہ عداوت ہے آپ کا کوئی بھی خصوصی کمال نہیں پھوڑتے۔

جس پر بے باکی سے حملہ نہ کریں کون دنیا میں وہ مسلمان ہے جو اس سے واقف نہیں کہ مجوبیت خداوندی حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے اور اسلام کا پچھرا واقف ہے کہ اقل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی خطاب ہے اس سے بھی اور کسی کو نہیں نواز گیا اس کو اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنا اور موجب تنقیص و شرک فی الرسالة منافی کلمہ توحید ہے جس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ناممکن ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیت اور یہ خطاب باقبل و ما بعد سے تلاوت فرمادیں نص قطعی سے اس خطاب کی تخصیص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجودہ زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں، محض لغو اور پچھرا بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نزول قرآن کے زمانہ میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھا مگر مرزا کے الہامی زمانہ میں مخصوص نہ رہا لاجل و لا قرة الابالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب مجوبیت الہی ہونا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے۔

یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں ہو یا الہام میں کسی اور پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتی، اور کیا کوئی الہام قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے مگر یہ ہی بعینہ الہام میں اس کے خلاف مرزا صاحب کے لئے ہے۔ دراصل اس کا اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے الہام الہی الہام ہی کیونکہ فریقین کے مسلمہ بزرگ سید الطائفہ شیخ اکبر اور علامہ عبدالوہاب شمرانی رحمہما اللہ کبریت احمد فی علوم الاکبر کے ص ۱۱۹ پر اسے تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ الہام و کشف شریعتہ ظاہرہ یا نص کے مقابل کفر اور تلبیس شیطانی فرمایا ہے اور ایسے شخص کو اضرین اعمال میں شمار کیا ہے۔

بہر حال یہ مخصوص خطاب اور یہ آیت کسی پر کسی طرح چسپاں ہونا جائز نہیں نہ حضرت آدم ۷ سے آج تک کسی

آسمانی کتاب کسی نبی کے قول کی محاباتی ولی امام بزرگ عالم ربانی کے اشارات میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کوئی ایک حوالہ اس آیت کے چسپاں کرنے کا کہیں سے پیش کر سکا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ

»مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے مجھ سے بیت کے درجہ تک پہنچے ہیں اس لیے آپ کی پیروی الخ»

بالکل میری البطلان ہے کیا سیدنا ابوبکرؓ جنہیں افضل امتی من امتی ابوبکرؓ اور لوگنت ہتھنذا خلیلا غیر رقی لآخذت ابابکر خدیجہ کے گرفتار اور بے مثل لقب سے نوازا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اور محبوب تھے سیدنا اسامہؓ کا تو لقب ہی حبیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ مگر کسی کو اس آیت کے خطاب میں کسی مسلمان نے شامل نہ کیا نہ یہ آیت کریمہ اس پر چسپاں کی۔ میرا درود رحمتہ اللہ علیہ کا یہ حوالہ کہ فمن اطاعک فقد اطاع اللہ ورسولہ العظیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی شرکت ہے۔ نہ آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحکم اللہ کا ذکر ہے۔ نہ میں معلوم مختار مدعا علیہ نے کیوں یہ حوالہ یہاں نقل کر دیا کیونکہ بحث آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحکم اللہ میں تھی۔ اس کی نظر میں یا یہی آیت کسی دوسرے پر چسپاں ہوتی یا اس جیسی دوسری یا محض آیت ہی ہوتی نہ اس جیسی

یہاں تو صرف یہ بت کہ تم صرف قرآن و حدیث کی لوگوں میں تبلیغ کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم لوگوں تک پہنچاؤ جو تمہارا کہنا ماننے کا وہ اللہ اور رسول کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ حوالہ محض بے ربط اور غیر متعلق ہے۔

گھٹکو تو یہ ہے کہ یہ آیت یا اس کا منہم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع محبوبیت خداوندی کا موجب ہے کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اس کے خلاف تمام دنیا میں ایک نظیر نہیں۔ مختار مدعا علیہ اس قدر جدوجہد کے ایک نظیر پیش کر سکے۔

دور احوال اشاعت السنۃ مولوی محمد حسین بلالوی غیر منسلک کا ہے کہ »اس آیت کے معنی میں وہ (مؤلف براہین) یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں ہے۔ اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر لازم کیا گیا ہے اور حبیب انہی الفاظ میں (قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت قرار دیتے ہیں چنانچہ بعض مہمہ کتاب، ان الفاظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو یعنی اتباع رسول مقبول کرو۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ خدا تم سے محبت کرے (اشاعت السنۃ ص ۲۱۹)

(الجواب)

(۱) مولوی محمد حسین غیر مقلد ہیں اور مدعیہ نیز اس کا گروہ مقلد و حنفی ہذا مخالف کی رائے حجت نہیں بلکہ یہ تو فریقین کو غیر مسلم ہیں (۲) مولوی صاحب موصوف شروع میں مغالطہ میں تھے بعد کو متنبہ ہوئے اور انہیں وجوہات سے مرزا صاحب کو کافر و مرتد قرار دیا کیونکہ براہین کے وقت مرزا صاحب کا کفر مستور تھا بعد میں ہویدا ہو گیا (ملاحظہ ہو اشاعت السنۃ ص ۲۱۹) ج ۲ ص ۷۲

(۳) اس جواب کا حاصل بھی وہی ہے جو مختار مدعا علیہ کا جس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں پھر جب کہ اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں مان لیا تو تخصیص تو ثابت ہی ہو گئی اس کے بعد کسی طرح کسی پر چسپاں کرنا اس تخصیص کو باطل اور شرک فی الرسالہ کرنا ہے بلکہ شان محبوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانا ہے جو رسولؐ مرزا صاحب اور مرزا ابوں کے کسی کاتبیہ اور محبوب مشغلہ نہیں۔

(۴) اس حوالہ میں بھی کسی آیت، باحدیث و تفسیر و فقہ کسی صحابی امام بزرگ عالم کے قول سے اس کا ثبوت نہیں کہ یہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا کی گئی ہے بلکہ جب تک وہ مرزا کے معتقد مرزائی تھے مرزائیوں کی طرح تاویل میں کرتے تھے جب اللہ نے تو بہ در بوع کی توفیق دی تو جس قدر تردید و تکفیر کی ہے وہ دنیا پر واضح ہے مولوی صاحب مومون کے اس رسالہ اشاعت السنۃ کے اگلے فائل ملاحظہ فرمادیں۔ مرزائیت کی جڑیں ہلا دی ہیں اور مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے دجل و فریب آشکارا کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا نمونہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۱ باطلہ مخالفہ دین اسلام اولادیاں سابقہ کے علاوہ جھوٹا برون اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹا برون دھوکا دینا آپ اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیانات ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیش گوئیاں منتشر کی ہیں علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ منتشر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں قیل ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا ارشاد اللہ تعالیٰ

قول مختار مدعا علیہ "اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا رد بھی ہے چنانچہ مرزا صاحب نشان آسمانی ۱۳۵۲ء میں اس الہام کو ذکر کر کے کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف مولوی لوگ فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور بیرونی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر متواتر زور دے رہا ہے یعنی مخالفین کو اس الہام میں جواب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق و صادق ہے اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی بیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔"

مولویوں کا رد نہیں بلکہ ان کی تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ذخیرہ کفریات میں اس سے ایک عدد کا اضافہ ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اچھے الفاظ استعمال کرنا محض مرزا صاحب کا دجل اور فریب ہے ورنہ وہ اپنے نقیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خصوصیت میں ہمسرا اور شریک و ہمہم سمجھتے ہیں اور برابر متبک و توہین میں سرگرم رہتے ہیں ان کے نمائشی ایمان و اسلام کوئی اعتبار نہیں۔ دراصل جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا مرزا صاحب اور مرزا ابوں کا ایمان نہ لا الا لا اللہ پر ہے نہ محمد رسول اللہ پر نہ ایمان مجمل پر نہ مفصل پر۔ مرزا صاحب کی تقلید انسان

نومذ اور رسول کا دشمن اور شیطان نہیں کا دوست بنانی ہے جیسا کہ مفصل گزرا اور آگے آ رہا ہے۔

(مخلصہ)

مخصوص اعتراضی پہلو کہ یہ آیت کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اور اس خطاب میں شرکت شرک فی الرسالہ ہے مختار مدعا علیہ بالکل دانستہ نظر انداز کر گیا اور اس کی ایک نظر مسلم و غیر مسلم لاسکا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔

(۶)

وما دمیت اذ دمیت ولكن الله دہی

یہاں بھی مختار مدعا علیہ رد کبکر کہ اس کا بھی وہی جواب ہے جو مابقی کا اعتراضی پہلو سے گزرا گیا بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خصوصی خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی طرز ہے اس کا کسی اور پر چسپاں کرنا موجب ہتک و تنقیص شان کرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور شرک فی الرسالہ کی یہ بھی ایک قسم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خطاب کو آدم سے آج تک نبی صحابی ولی امام بزرگ نے اپنے یا کسی کے لیے استعمال کرنا یا اسے چسپاں کر کے جائز نہ سمجھا۔ مختار مدعا علیہ بھی اس کی ایک نظر بھی کسی غیر مسلم کتاب کی بھی نہیں کر سکا بلکہ اس کی خصوصیت کا اعتراف مرزا صاحب کے الفاظ میں کر گیا کہ

”ہمارے سید و ملا سید المرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگرزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دغا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے فدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا عتاق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا، کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ ہو چھا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سرایمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا اس معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے وما دمیت اذ دمیت الخ یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا یعنی درپردہ طاقت الہی کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا، لہذا یہ اعتراض بھی بالکل بے لوث جواب ہے کیونکہ ہمارا اعتراض جیسا کہ ابھی ذکر کیا صرف خطاب میں شرکت اور اس آیت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپاں کرنے کا تھا جس کا جواب بن پڑا اور مختار مدعا علیہ نے پہلو پچا کر استدلال ہی ضبط کر دیا کہ ”یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو اپنی طرف منسوب کر لیا بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔“ یقیناً بہتان ہے کیونکہ میں نے یہ اعتراض ہی نہیں کیا ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیات نبویہ سے ہے جیسا کہ اصل بحث میں دلائل بینہ سے واضح کر آیا ہوں اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر چسپاں کرنا کسی معنی سے درست نہیں بلکہ توہین نبوی ہے اور کسی مسلمان نے کسی تاویل سے حقیقتاً یا مجازاً

اس کو کسی پر چسپاں کرنا روا نہیں سمجھا۔ مسلمانوں کے اعتراضات کے بعد مرزا صاحب کی یہ تشریح ہے کہ اس سے اشارہ ان اشارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حال میں شامل ہو رہے ہیں: البشری ج ۲ ص ۹۷

علاوہ مضحکہ انگیز ہونیکے اصل اعتراض یعنی آیت قرآنی کو جو خصوصیات محمدیہ سے تھی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کیا اس کا جواب نہیں بن سکتا۔ جب تک کوئی نظیر اس کی عالم اسلامی سے پیش نہ کریں یا کوئی آیت حدیث کسی صحابی امام بزرگ عالم کا قول اس تاویل سے بوز استعمال کا پیش کریں۔

مزید برآں جس البشری سے اسے نقل کیا ہے اس میں بھی نقل کی خیانت موجود ہے کیونکہ وہاں آیت کا وہی ترجمہ موجود ہے جو قرآنی آیت کا اُسے درمیان سے دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا اصل یوں ہے کہ (۴۳) ۳/۱۲ مئی ۱۹۰۵ء،
 دما دمیث اذ میث و لکن اللہ دعی (ترجمہ) تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی تھی جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی (تشریح)
 حضرت بیچ موجود نے فرمایا اس سے اشارہ ان اشتہارات، اب اس آیت کے اس ترجمہ کے بعد پھر کسی توجیہ کے کسی پر چسپاں کرنا قیامت اور کفر کو دو بالا کر دے گا۔ اس لیے مختار مدعا علیہ نے (البشری ج ۲ ص ۹۷) درمیان سے قطع و برید کی خیانت کا ارتکاب کیا۔ بہر حال یہ اعتراض بھی مابقی اعتراضات کی طرح بالکل لا جواب ہے جو اب کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ جو تاویل کی اُس سے اصل اعتراض اور مضبوط ہو گیا۔

(۷)

و ما یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحَىٰ یُوحَىٰ

تمام مسلمان اہم سابقہ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کو نہایت فخر و میاباہت کے ساتھ پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ فخر کسی ولی اور متبع کو کجا اولوالعزم انبیاء کرام صنفی اللہ اور خلیل اللہ کلیم اللہ و روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر نہ ہوا کہ ان کی تمام گفتگو اللہ کی وحی ہو۔ حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔
 گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔

مرزا صاحب کو صبر نہ آیا اور اس عزت پر بھی حملہ کر ہی دیا اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسرن بیٹھا اور کلمہ شریف پر ایمان سے ہاتھ دھویا۔

مختار مدعا علیہ سے ان کفریات کا جواب بن نہیں آتا اور دھڑا دھڑکی لایبغی غیر متعلق تاویلات سے وقت پورا کر نیکی سچی کرتا ہے اعتراض تو یہ ہے کہ یہ آیت انھیں خصوصیات محمدیہ میں سے ہے اس کا استعمال اور اس کو کسی پر چسپاں کرنا سخت ترین توہین اور شرک ظالم رسالت ہے جس کے بعد کلمہ شریف کی جزو ثنائی پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ سیدنا آدم سے آج تک کسی نے اسے اپنے یا کسی نبی ولی پر چسپاں نہیں کیا۔ اگر کیا ہو تو ایک مثال غیر مسلم کتاب ہی سے دکھا دیں مثال تو زبلی نہ جواب بن پڑا یہ تاویل کر کے جان بچائی کہ "مختار مدعا علیہ کا اس الہام پر وہی اعتراض ہے جو پہلے الہاموں پر کیا ہے اس

لہذا اسی طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مرزا صاحب کے اس ابہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے ابہامات مذاق کے لئے کی طرف تھیں الخ ..

(الجواب)

۱) یہ کہنا کہ یہ وہی اعتراض ہے اور وہی ہمارا جواب ہے کس قدر لغو ہے اصل اعتراض سے جواب نہ بنا۔ یوں ظالمیہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح پہلے اعتراضات لاجواب ہیں اسی طرح یہ بھی لاجواب ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک جواب ناممکن ہے۔

۲) یہ عجیب مضحکہ نیز جواب ہے کہ "ما یناطق عن الصوی ان ہوا لادھی یوحی"۔ قرآن پاک میں جیب مذکور ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں اور خصوصیات محمدیہ سے قرار پائے مگر مرزا صاحب کی اربعین جلد ۲ صفحہ ۲ پر بعینہ یہ آیت مرزا صاحب کی خصوصیت بن جائے۔

۳) جواب توجیب ہو سکتا ہے کہ کسی آیت یا حدیث یا صحابی ولی غوث کے کلام سے اس کی تخصیص باطل کر دیں یا کسی اور کے واسطے جواز استعمال کی نظیر پیش کریں اور یہ ان شاء اللہ تاقیامت ناممکن ہے ان بے سود تاویلات سے کفر نہیں مل سکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید کا اس سے لزالہ ہو سکتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ ۔

”چنانچہ آپ اس ابہام کا ترجمہ پہلے ان دو ابہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ پس تم قرآن کریم کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے۔ ہم نے اس بندہ پر رحمہ نازل کی ہے اور یہ اپنی طرف سے نہیں لوتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔“ (اربعین ص ۱۸۸)

صرف اس ترجمہ کو رولانے کے واسطے اس کے ساتھ دو ابہام جو اس سے کچھ ربط نہ رکھتے تھے ساتھ ترجمہ میں نقل کر دیئے اور اس کے منہل بعد کا ابہام جو مستقل ایک کفر تھا چھوڑ دیا۔ دنا فتدی فکان قاب قوسین او ادنی باوجود اس تمام قریب آئے کے آیت ما یناطق عن الصوی ان ہوا لادھی یوحی کا وہی ترجمہ مرزا صاحب نے بھی کیا جو مسلمان کرتے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے نہیں لوتا بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو خدا کی وحی ہے۔ اس ترجمہ سے بجائے کسی کے جواب کے اعتراض اور مضبوط ہو گیا کیونکہ یہ خصوصی امتیاز اور یہ آیت کہ یہ اسی ترجمہ کے ساتھ جو خصوصیات محمدیہ سے بت بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور اپنے کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمراہ اور آپ کے کمالات و فضائل خصوصیات محمدیہ سے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور خصوصیت شریک و سہیم ٹھہرا دیا جس سے بڑھ کر کیا تمہین ہوگی اور اس غلیم الشان شرک نے رسالہ کے بعد کلمہ شریف پر ایمان کیونکر منبر ہو سکتا ہے

قول مختار مدعا علیہ

اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین لازم نہیں آتی بلکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اللہ، یہ شخص غلط ہے اتنی بڑی توہین کو فضیلت سمجھنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے ورنہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ ہے وہ بلا تاویل اسے توہین ہی خیال کرتا ہے۔

پھر ایک غیر متعلق حوالہ علم الکتاب ص ۱۲۸ سے نقل کیا ہے درالبہام خاص آن مت کہ اوسبجانہ یربندگان خاص در حالت قرب مع اللہ بر قلب ایشان بے دخل فکر و اندیشہ ویلے توسط ہو اس دیگر با لقاء رحمانی سے اندازہ در درنا و نفوس ایشان کلمات بے صدائے خود میسر آید ولیکن اولیاء را این حالت دائم می شود و هیچ گاہ خود در میان نمی باشند و آئینہ دل مرتبہ ما نطق عن الہوی سے گزرد و ہمہ کلمات چنین اسے خاص البہامات الہی است و فاش از مشاہدہ و گاہ با بعض اوقات بوساطت ملائکہ با آواز و صوت ہم پیغام خود حتی سبحانہ بولیا و خویشی سے رساند درین آواز سرودش سے خواند و احساس این صدائے سرودش گاہ گوش ظاہری ہم کردہ سے شود و اکثر ہمہ گوش باطن سے شود۔

اس میں کہیں بھی اس آیت کریمہ کا خطاب و تعلق کسی اور سے نہیں بتلایا یا اس آیت کریمہ کو اپنے یا کسی اور پر اس تذکرہ ترجمہ سے چسپاں کیا ہے اس میں تو صرف یہ الفاظ ہیں کہ «و هیچ گاہ خود در میان نمی باشند و آئینہ وار مرتبہ ما نطق عن الہوی می گزرد» یعنی جب کہ در میان سے خودی اٹھ جاتی ہے تو آئینہ کی طرح مرتبہ (مقام) ما نطق عن الہوی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق اور پر شیخ عربی کے الفاظ میں پیش کر چکا ہوں کہ کوئی ولی مقامات نبوت سے کسی مقام پر فائزہ وارد داخل نہیں ہو سکتا اس میں دخول کی ہمیشہ کے لیے ممانعت ہے وراثت کسی مرتبہ کے مشاہدہ کی انتہاء یہ ہے کہ جیسے زمین پر سے آسمان کے ستاروں کو دیکھیں اور میر در رحمہ اللہ کے لفظ در خود در میان سے باشند، اور لفظ در آئینہ وار، میں اسی کی طرف اشارہ ہے بہر حال اس مرتبہ کا آئینہ وار مشاہدہ اور چیز ہے اور آیت، ما نطق عن الہوی کا مصداق ہونا اور بات ہے اور بحث صرف آیت کے کسی پر چسپاں ہونے میں بھی جس کی ایک نظر بھی کسی غیر مسلم کتاب سے بھی نہ پیش کر سکے لہذا یہ اعتراض بھی بدستور سابقہ لاجواب ہی رہا۔ اعتراضی پہلو کا تذکرہ تک نظر انداز کر دیا جواب کیا دے سکتے۔

(۸)

وما کان اللہ لیعد بہم و انت فیہم

یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے وہی اصل اعتراض سے پہلو تھی کی روش اختیار کی ہے اور ہمارا اعتراض بدستور لاجواب ہے اعتراض تو صرف یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور خصوصی لقب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کی ذات نہ صرف دوستوں بلکہ دشمنوں کے واسطے بھی رحمت ہے اور آپ رحمتہ للعالمین کے ہوتے ہوئے باری تعالیٰ دشمنان نبوی و کفار مکہ پر بھی عذاب نہیں بھیجتا اور جب تک آپ اللہ میں رہیں عذاب سے مامون و محفوظ رہیں گے۔

اس آیت کریمہ کا مصداق نبص قرآن اور سیاق و سباق نیز انا و بیث صحیح بلکہ اجماع امت کے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کسی آسمانی صحیفہ حدیث تفسیر نارسخ صحابی ولی عالم کے اقوال و اشارات میں اسے کسی اور پر چسپاں نہیں کیا گیا نہ مختار مدعا علیہ باوجود اہتاج و وجد کے ایک غیر مسلم ضعیف سے ضعیف نقل پیش کر سکا۔ پس مرزا صاحب کا شرک فی الرسالہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہری اور تنقیص و توہین پورے طور پر واضح ہو گیا۔ جس کے بعد کلمہ شریعت پر ایمان محال قطعی ہے۔ پس اس میں تاویران کا اضافہ یا یہ تاویل کہ قرآن میں آیت سے اہل مکہ اور اس اہام میں تاویران کے باشندے مراد ہیں مختص بے سود اور اصل اعتراض سے غیر متعلق ہے کیونکہ اعتراض کسی ترجمہ یا تاویل پر نہیں بلکہ اس آیت کے کسی پر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چسپاں کرنے پر تھا جو بدستور سابق بالکل لاجواب ہے بلکہ جواب کا اشارہ تک نہیں۔

(۹)

(سبحان الذی اسری بعبدہ الخ)

اور پاک ذات و بی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرایا حقیقتہ الوحی مشہد
یہاں بھی وہی مخالطہ ہے ہر مسلمان واقف ہے کہ سبحان الذی اسرای بعبدہ کی خلعت نمازہ نہت
محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے آدم علیہ السلام سے آج تک کسی نبی ولی کو اس سے نوازا
نہ گیا۔

اس آیت کو کسی طرح اپنے یا کسی پر چسپاں کرنا بارگاہ رسالت کی سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالہ ہے جس کے
بعد کلمہ شریعت پر ایمان نہیں رہ سکتا مگر مختار مدعا علیہ اس سے پہلو بچا کر بجائے اس کے کہ اس کے چسپاں اور استعمال کرنے
یا عدم تخصیص کا کوئی ضعیف سے ضعیف حوالہ پیش کرتے یہ بے سود تاویل پیش کی کہ اس اعتراض کا بھی وہی جواب ہے کہ
قرآن مجید میں جس اسری کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس اہام میں جس اسری کا ذکر ہے
وہ اور ہے ۛ

خواہ جواب ہو یا نہ متعلق ہو یا غیر متعلق یہی الفاظ جواب کے واسطے پیش ہیں۔

عدالت خود توجہ فرمائے کہ جب یہ آیت سبحان الذی اسرای بعبدہ الخ باقرار مختار مدعا علیہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے تو یہ تفصیل کہ قرآن میں مختص ہے اور حقیقتہ یا اہام میں نہیں مختص بغوت یہ خصوصیت
القاب دنیا جہان میں جہاں کہیں جس رنگ میں ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محض میں ان کا کسی پر کسی طرح چسپاں
کرنا درست نہیں نہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک اہانا یا اعتراض سوائے مرزا صاحب کے کسی نے چسپاں کئے
ہیں تمام مذہبی رہنما پیر بیک تفسیر وجود نہیں۔ اس کی تشریح البشری ج ۲ ص ۲۵ سے یہ پیش کرنا کہ

” (۵۳) سبحان الذی اسرى بعبدہ لیلاً - (پاکہ ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت میں سیر کر لیا یعنی ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے معرفت اور یقین تک لادنی طور پر پہنچایا، محض بے سود اور لغو ہے۔

(۱) اولاً اس لیے کہ یہ مرزا صاحب کی تشریح نہیں بلکہ بابو منظور الہی کلرک محکمہ تار کی تشریح اور ترجمہ جو مرزا صاحب کے ترجمہ حقیقۃ الوحی سے کچھ مغاثر بھی ہے اور بابو منظور الہی اور ان کے ترجمہ کتاب کے غیر مسلم ہونے کو مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ اسمع ولدی کے تحت میں شہود سے کہہ آئے ہیں۔

(۲) جہاں مرزا صاحب کی تشریح ہوتی ہے وہاں مولف لفظ تشریح یا مرزا صاحب کا اسم گرامی اضافہ کرتا ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح ہے۔

(۳) یہ الہام خبیثۃ الوحی سے منقول ہے وہاں یہ ترجمہ بھی نہیں ہے اس تشریح کا پتہ ہے۔

(۴) کوئی بھی تاویل ہو اعتراض بدستور لاجواب ہے کیونکہ اعتراض اس آیت کے چسپاں کرنے پر تھا اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔

دوسرا حوالہ براہین حصہ پنجم ص ۸۵ کا پیش کیا ہے۔

”ایک ہی رات سے سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صفت چار بہرہیں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا۔“

اس تاویل سے بھی اعتراض آیت کریمہ کے چسپاں کرنے اور اپنے لقب کو اس خطاب میں شریک و سہیم کرنے کا بدستور باقی رہا۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو مضبوطی ہو گیا۔ یہ راتوں رات انتہائی مدارج تک پرواز کرتا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

(۳) تمیز ایک جدید بالکل غیر مسلم حوالہ سوانح عمری امام ربانی مطبوعہ لاہور ص ۸۰ کا پیش کیا اور جو کمالات اوروں کو سالہا سال سے پیش کرتے ہیں حضرت کو آنا فائزاً بوجہ نبوی و مرادی حاصل ہوئی۔

(الجواب)

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم سوانح غیر معروف شخص محمد حسین ابن حکیم قادر بخش صاحب کی تالیف ہے باب عقائد میں اس کا تذکرہ بھی بیکار ہے۔

(۲) یہ ایک خوش عقیدہ مرید کا اپنے پیر کے حق میں حسن ظن ہے کسی پر کیا حجت۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے معتبر سوانح حیات یا ان کی تالیفات میں اس کا پتہ تک نہیں۔

(۴) اس غیر مسلم جدید حوالے سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس آیت کی بحث ہے یعنی سبحان الذی اسرى

بعید لیل الخ - اس کا یہاں تذکرہ اشارۃً وکنایۃً بھی نہیں محض غیر متعلق چیز ہے۔
یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ جو اوروں نے بیرونی کوشش سے حاصل کیے وہ اللہ نے آپ پر تھوڑے وقت پر
منکشف کر دیئے۔ یہاں آیت کریمہ یا اس کے کسی شخص پر چسپاں کرنے کا تذکرہ تک نہیں اتنی غیر متعلق باتوں کے باوجود اصلی
اعتراض کو ہاتھ تک نہ لگایا اور وہ بدستور لاجواب رہا۔

(۱۰)

لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ مرزا۔ اگر میں تجھے (یعنی مرزا صاحب) پیدائہ کرتا تو آسمان کو پیدائہ کرتا خبیثۃ الوحی ص ۹۱
اگرچہ باعتبار سند اس کے حدیث ہونے میں محدثین کو تامل ہے مگر اس پر تمام محدثین تکلمین منسبین اور ائمہ و بزرگان
دین سنت و خلف کا اتفاق ہے کہ سبب ایجاد عالم اور باعث تخلیق افلاک بلکہ تمام زمین و زمان انس و جان عرش و کرسی لوح
و قلم و تمام کائنات عالم صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کوئی اور مخلوق ساری مخلوق تمام کائنات
عالم آپ کے صدقہ و طفیل پر وہ عدم سے منقہ شہود پر جلوہ گو ہوئی۔ یہ فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک سند ابو بھی
بوزیہاں اس کی سند زیر بحث نہیں صرف یہ گفتگو ہے کہ یہ خموسی لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ اس تخصیص
میں اس قدر مشہور ہے کہ صاحب لولاک سید لولاک بمنزل آپ کے ام گرامی کے مستعمل ہے۔ مولانا گرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بگیرم ان ان سید لولاک در محشر کہ شہرہ نہ تا یذنا حسن بے حجابش را!

گراقی در قیامت آن نگاہ مخترت خواہ کہ در آغوش گیرد جہر مہائے سببے حسابش را!

خواہ سند کے لحاظ سے اسے حدیث نہ کہیں باصحا میں اس کا تذکرہ نہ ہو مگر یہ لقب کسی اور پر چسپاں کرنا حرج کہ
یہ باتفاق مسلمین خصوصیات نبویہ ہے اور سیر کی کتب میں مذکور ہے یقیناً شرف الرسالہ اور تنقیص بارگاہ رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اس فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک کی
تخصیص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اصلی مصداق ہونے کا اعتراف مختار مدنا علیہ کو بھی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے۔
اصل مصداق لولاک لما خلقت الافلاک کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود ہی ہے کیونکہ آپ نوع انسانی
کے جو کہ اشرف انواع مخلوقات ہے اعلیٰ فروریں جس پر کمال انسانی کا خاتمہ ہے، مگر پھر بھی مرزا صاحب کی ہمدی
و مشارکت کے واسطے میں مندرجہ ذیل تاویل میں کی ہیں۔

(۱) اس میں نئے آسمان و زمین جو نئے مصلح کے وقت پیدا ہوتے ہیں مراد میں یہی خبیثۃ الوحی ص ۹۱ کے حاشیہ سے
ثابت ہے یعنی مرزا صاحب روحانی آسمان سے علت نمائی ہیں (مخلصاً)

(۲) اِصْلَىٰ مِصْدَاقِ نُوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ اَنْخَضَرْتَ صَلَّىٰ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ هِيَ لَمْ تَطَّلِيْ طُوْرًا مِرْزَا صَاحِبِ
بھی مصداق نولاک لِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ ہیں۔

(۳) مَدْرِيْثُ نَسَائِيْ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ اعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا اَوْ رَايِ مَاجِرٍ لِّزَوَالِ الدُّنْيَا اَهُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ
من قتل مومن بغير حق

کے حاشیہ سندی میں یہ درج ہے کہ المراد بالمومن الکامل الذی یکون عارفاً باللّٰه تعالیٰ وصفاته
فانه المقصود من خلق العالم لکونه مظهرًا لایات اللّٰه واسرارہ ما سواہ فی هذا العالم الحسی
من السموات والارض مقصود لاجله و مخلوق لیکون مسکنالہ و محلًا لتفکرہ مضار
ذوالہ اعظم من زوال التابِع (ابن ماجہ صیپہ حاشیہ مصری) کہ حدیث میں مومن سے کمال مومن مراد ہے
جو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا عارف ہو کیونکہ پیدائش عالم سے وہ ہی مقصود ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے
آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین و آسمان ہیں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا
اور اس لیے وہ پیدا کئے گئے کہ تا وہ کمال مومن کہا جائے سکونت اور محل تفکر ہوں لہذا کمال مومن کا زوال اعظم ہے تابع
کے زوال سے۔

(الجواب)

(۱) پہلا دوسرا نمبر آپس میں متعارض ہیں کیونکہ پہلے میں روحانی آسمان مراد ہے اور دوسرے میں یہی محسوس آسمان صرف ظنی
و بروزی کا فرق ہے۔

(۲) نیز پُرانے آسمان مراد ہوں یا نئے خدا کے پیدا کیئے ہوں یا بقول مرزا صاحب اپنے کشفی بنائے ہوئے تمام کائنات
عالم کے علت غائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا وجود باوجود ہی ہے تھے پُرانے جہانی روحانی کی تفصیل نہیں یقیناً
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے مصداق نولاک لِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ ہیں کسی تاویل سے
یہ لقب سیدنا آدم سے آج تک کسی نبی ولی تطیب غوث نے اپنے یا کسی دوسرے کے واسطے نہ جائز رکھا نہ
استعمال کیا اس کو کسی طرح خواہ وہ ظنی و بروزی طور پر کیوں نہ ہو چسپال کرنا شرک نے الرسالہ موجب
تنتبہس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی ایمان کلمہ توحید ہے۔

اعتراض صرف استعمال اور چسپال کرنے پر ہے کسی مخصوص لحاظ مخصوص معنی اور مخصوص تاویل پر نہیں مختار مدعا علیہ
اعتراضی پہلو یہاں بھی نظر انداز کر گیا اور اس اعتراض کو بھی لاجواب چھوڑا۔

تیسری تاویل کا جواب

(۱) یہ میراث بیان سے بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی مومن کو تاقی قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا زائل ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا انسان اور انسان کامل مومن کی خادم اور وہ مندوم ہے اور مندوم کے متعلق میں خادم کی حیثیت ہی کیا۔ لَوْلَا لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(۲) حاشیہ سندی غیر مسلم جدید تو الہ ہے نہ وہ حاشیہ کسی مسلم محدث کا ہے کہ کسی پر حجت ہو۔

(۳) اس میں کہیں بھی لَوْلَا لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ کا خطاب مومن کامل یا کسی کے واسطے نہیں بتایا ہے اس میں تو صرف مندرجہ ذیل امور متاثر مدعا علیہ کے اپنے من مانے ترجمہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) مومن کامل عارف باللہ تمام مخلوق میں مخلوق بالذات ہے۔

(۲) عالم محسوسات زمین و آسمان اس لیے پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں۔

مومن کامل کی نفع رسانی اور محل سکونت اور بجائے تفکر ہونا اور بات ہے اور کسی کا علت غائی مصداق۔ لَوْلَا

لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ ہونا کہ اگر اُسے پیدا نہ کرتا تو آسمان پیدا نہ کرتا یہ اور پر تیز ہے نفع اور سکونت میں انسان کے ساتھ حیوانات بھی شریک ہیں ہاں انسانی نفع مقصود بالذات ہے اور حیوانی مقصود بالطبع۔

یہ بات نہیں کہ اگر زمین کامل کو پیدا نہ کرتا تو افلاک دنیا پیدا نہ کرتا۔ سب اسی کے صدقہ میں موجود ہوا۔

بلکہ یہ شان صرف سید نبی آدم بائست ایجاز عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جن کو باری عز و جل نے فرمایا۔

لَوْلَا لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ۔

اور مختار مدعا علیہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اصل مصداق ماننا پڑا بہر حال ماہ التشریح سے اسے کوئی

تعلق نہیں نہ پہل لَوْلَا لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ کسی پر چسپاں ہے نہ کسی کو علت غائی و بود افلاک قرار

دہے صرف یہ ہے کہ زمین انسان کامل کے رہنے اور آسمان اُس کے ٹکریں بھی مشتمل ہے باقی پیدا وہ بھی صدقہ میں

سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے بلکہ زمین کامل اور خود ایمان کا وجود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کیا جاتا تو نہ صرف زمین و آسمان بلکہ مومن اور ایمان جنت و دوزخ عرش و کرسی کائنات

عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا نہ ہوتا مرزا صاحب کے متبعین مرزا صاحب کو باعث ایجاد عالم یا ایجاد افلاک مانتے

ہیں مسلمان تو صرف اللہ کے محبوب اولین خلق سید الاولین و الاخرین کو مصداق لَوْلَا لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ

لَوْلَا لَمَّا خَلَقْتَ الدُّنْيَا مانتے ہیں اور کسی اور پر اسے چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت

توزن تو زمین اور آسمان کے لئے ہے

اور منافی کلمہ تو حیرت ناثانے ہی بسا کہ میں اصل بحث میں مدلل پیش کر چکا ہوں۔

”حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر بہتان“

مختار مدعا علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ ج ۴ ص ۱۴۱ سے ایک فتوے پیش کیا ہے جس میں اول ما خلق اللہ نوری وغیرہ یعنی احادیث کے صحت کے متعلق سوال کیا گیا تھا مولانا جواب دیتے ہیں کہ ”یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔“ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مولانا اس کے منکر ہیں اور مومن نہیں محض بہتان ہے یقیناً یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں کہ دوسری احادیث کی کتب میں ہے مگر سند کے لحاظ سے محدثین کو اس کے حدیث ہونے میں تامل ہے مگر مضمون پر سب متفق ہیں کہ افلاک اور تمام عالم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا صدقہ ہے اور حدیث لولہ لہا خلقت الدنیا جو اس مضمون کی موید ہے سند ابھی درست ہے جس کی تصحیح علامہ ابن حجر کی رقم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ بھر حال سند کی تو یہاں بحث ہی نہیں حضرت مولانا گنگوہی یا کسی اور عالم نے مصداق لولہ لہا خلقت الافلاک اور باعث ایجاد عالم و تخلیق سموات کسی اور کو بتایا ہو تو پیش کریں مگر ہرگز نہیں کر سکتے ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا بہر حال یہ اعتراض بھی بوجہ اس کے کہ اعتراضی پہلو نظر انداز کر دیا جائے بالکل لاجواب ہے مفصل اصل بحث سے ملاحظہ فرمایا جائے۔ اعادہ بخوف تطویل نہیں کرتا۔

عیسیت کا دعویٰ

محمد رسول اللہ و الذین معه اشداء علی الکفار

شُرک دو قسم ہوتا ہے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات مزا صاحب اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خصوصی صفات میں شرکت کا دعویٰ کرتے کرتے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے، اپنا پتھر بحث میں اس کے واسطے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کئے ہیں۔

- (۱) منم یسج زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتہدے باشد (در زمین)
- (۲) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) پھر ای کتاب میں اس کلمہ کے قریب ہی یہ وحی الہی ہے کہ محمد رسول اللہ و الذین معه اشداء علی الکفار اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی (ضمیمہ حقیقۃ النبوة ص ۲۶)

(۴) خیمۃ الوحی میں جہاں اپنے بے سب مہیوں کے نام لکھے ہیں وہاں محمد و احمدیوں جیسی موجودات اور ان کے مریدین نے انہیں عن محمد سلیم بھی لکھا بلکہ ان سے بڑھ کر جب کہ قاضی ظہیر الدین اکمل ایڈیٹر تشیخہ الافغان لکھتے ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عز و شایاں
محمد دیکھتے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں !

یہ دو کہیں کہیں نقل و بردار کے الفاظ اور حیلہ معلوم ہوتا ہے۔ اُسے خلیفہ محمود صاحب محض بے معنی صرف انکساری پر محمول کرتے ہیں ورنہ دراصل اس کی کچھ تشبیہ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) کتاب ہینڈ بل بحوالہ الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء کہ ہم جیسے خدا کی دوری و زیوں میں حضرت اسماعیل حضرت یسے حضرت ادریس لوتی پڑتے ہیں۔ ابھی ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا بروزی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت دیتے ہیں اس سے بڑھ کر مسیح موجود کی نبوت کا ثبوت دے دیتے ہیں۔ اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ مرزا محمود کے نزدیک ظلی بروزی فرق و فی الہی نے نہیں کیا بلکہ مرزا صاحب کا تشبیہ کردہ ہے اور اس کی بنا کوئی تہمتہ واقعہ نہیں ہے بلکہ محض انکساری و فردتنی ہے جیسا کہ ہینڈ بل ص ۸ سطر ۸ پر ہے۔

”خدا نے صاف صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری و فردتنی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان اہامات کے ماتحت کریں گے۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ ظلی بروزی خدا کے کلام میں نہیں بلکہ خلاف واقع بھی ہے صرف انکساری کے طور پر مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا ہے۔

اب اس کی قسم کی واضح عینیت اور دعویٰ محمد رسول اللہ ہونے کے بعد کیونکر ایمان قائم رہ سکتا ہے جو شخص اپنے آپ کو عین محمد رسول اللہ کہتا ہو اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی الکفار۔ اپنے اوپر بعینہ چسپاں کرتا ہو اور خود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہو

وہ کہہ دے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بڑھے محمد رسول اللہ پر اُس کا ایمان محال ہے ہاں اپنے اوپر ایمان دار ہو تو ہو یا ان دونوں محمد و نپیر یکدم تو شرک ہے الرسالہ بلکہ شرک فی الذات رہا جو شرک فی الصفات سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور سخت ترین ہے جو کسی دشمن خدا اور رسول نے نہیں کی اور اس کے بعد کلمہ پر ایمان بالکل ناسموت ہے۔

نیز جب کہ مرزا صاحب اور تمام ان کے متبعین صاحبان مرزا غلام احمد صاحب کو بھی محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں خدا نے یہ نام اس آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں مرزا صاحب کو دیا ہے تو جب وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو قابل سوال یہ امر ہے کہ اس محمد رسول اللہ سے مراد ان کے محمد رسول اللہ ہیں یا ہمارے آقا اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا امتی محمد رسول اللہ محمد مرزا صاحب ہی کو مراد لے گا لہذا کسی کا ایمان اس کلمہ پر نہیں ہو سکتا جب تک مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہونے سے انکار نہ کریں اور ان کے متبعین اس کے ماننے سے رجوع نہ کریں۔

(۲) یہ بھی قباحت بحث میں پیش کر چکا ہوں کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں قطعی بلکہ بہ شہادت خداوندی و کفی باللہ شہیداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بلا شرکت غیر ہے اسے مرزا صاحب کا اپنے اوپر چسپاں کرنا علاوہ دعویٰ عنیت نص قطعی کا انکار و شہادت خداوندی کی تکذیب ہے جو نہ صرف ایک دو بلکہ بے شمار کفر و پیر مشتمل ہے۔

(۳) عین محمد اور انہیں کا وجود ہونے میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کی ہتک کہ جب عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا (العیاذ باللہ)

(۲) سیدہ فاطمہ زہراء سیدنا ابراہیم و دیگر اولاد کی ہتک جب عین محمد ہیں تو ان کے والد (عیاذ باللہ) ٹھہریں گے۔

(۳) سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما تو ہیں کہ ان کے نانا جان ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تمام صحابہ اہل بیت اولیاء اقطاب و ابدال بلکہ تمام اُمت کی تو ہیں تو ہیں انبیاء کے تحت میں یہ مفصل آئے گا۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعیہ سے سلسلہ تو ہیں انبیاء و تو ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

”مختار مدعیہ کی تاویلات رکیکہ کا جواب“

اولاً یہ کہ کوئی بھی تاویل کریں اعتراض ہی لا جواب ہے۔ کیونکہ بنیاد یہاں بھی آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے اپنے اوپر چسپاں کرنے پر ہے جس کی جرات کسی نبی صحابی ولی قطب نے نہ کی نہ کسی آسمانی صحیفہ عاریتاً تفسیر کلام فقہ یا کسی غیر مستند کتاب ہی میں اس کی کوئی نظیر ہے۔ نہ مختار مدعیہ اس کی ایک نظیر پیش کر سکا لہذا اصل اعتراض تو لا جواب ہی رہا اور بھدا اللہ اس بیڈنگ میں ہر اعتراضی پہلو پچایا اور تمام اعتراض لا جواب اور اقرار کی کفر ہے۔

(۲) مرزا صاحب کا دعویٰ عین محمد ہونے کا مختار مدعیہ اور اس کے گواہوں کو مسلم ہے نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا مصداق بھی مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور جواب میں صرف رکیک تاویلیں پیش

کرتے ہیں۔

- (۱) آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جسمانی لحاظ سے وہی محمد ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے
- (۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں غلطی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔
- (۳) خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ میرا تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افادہ میرے شامل حال بنے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر
- (۴) مشابہت کی وجہ سے محمد کہا گیا۔

(الجواب)

(۱) اول جسمانی و روحانی کسی طرح عین محمد بننا تو بن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر مختار مدعا علیہ کی خاطر مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ

دراورندانے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا، بحوالہ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں عین محمد ہونے کے ساتھ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دے رہے ہیں اس سے زائد کیا تصریح ہوگی۔

اب یہ مختار مدعا علیہ کی رائے ہے کہ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعویٰ ہے وہ وہی ہیں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ان ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز تھے یا کوئی اور۔

(۲) غلطی و بروزی کی تاویل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ غلطی و بروزی طور پر بھی ایسی بے مثل ہستی کا کوئی مثل اور ظل و بروز نہیں ہو سکتا، نہ کسی طرح اس کا عین بن سکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا وجود عین وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے جیسا کہ مرزا صاحب ہیں آپ کی شان محبوبیت کی یکتائی کا تقاضا ہے کہ کوئی ان کا شبہ اور سہم و شریک بھی نہ ہو شیطان عین ہر ایک کی شکل بن کر آسکتا ہے مگر اللہ کے محبوب کی شکل خواہ میں بھی نہیں بن سکتا، خود ارشاد فرماتے ہیں من رانی فی السموات فقد رانی فان الشیطن لا یتوای بی یا لایتمثل بی او لہا قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف میں نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میرا نقشہ نہیں پاسکتا۔ نہ میری شکل بن سکتا ہے۔

بہر حال کسی تاویل سے عینیت محمدیہ ہو اور اپنا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا جائے درست نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بروز سے ہی کوئی مغایرت پیدا نہ ہوئی، جیسا کہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں در اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا گیا بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ راستحاً ایک غلطی کا ازالہ،

(۳) جواب یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب جنہیں گواہوں نے اپنا ایمان بتایا ہے اور جس کی تصانیف ان پر حجۃ بین ظلی و برزوی کی تفصیل خدا کی وحی میں نہیں بتاتے بلکہ محض مرزا صاحب کی انکساری و فروتنی پر محمول کرتے ہیں گویا اصل یہ واقعہ نہیں بلکہ یہ آڑ ظلی و برزوی کی ہے ورنہ دراصل وہ انکساری کے طور پر ہے (ملاحظہ ہو حوالہ ہینڈ بل سابقہ)

(۴) یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام فیوض کا واسطہ ہیں اس لیے عنایت محمدی کا دعویٰ ہے محض لغو ہے کیونکہ دیا جاتی ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ غیر نہیں ہوتے ہیں اور آج تک کسی عقل مند نے واسطہ اور ذی واسطہ کی عنایت کا قول نہیں کیا۔

(۵) مشابہت تامہ کی وجہ سے عین محمد کہا گیا ہو اولاً یہ تاویل لغو ہے کیونکہ خود مرزا صاحب تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اور طہور الدین اکمل تو عین محمد اور پہلے سے بڑھ کر مانتے ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم ہیں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں غر و شاں میں
محمد دیکھتے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں !

قاضی صاحب کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے کلام کی روشنی میں ہے جیسا اول بحث میں بحوالہ خطبہ الہامیہ گزرا چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہلال اور مرزا صاحب کا بروز بدر کامل ہے بس یہی مدعا نکلا کہ مرزا صاحب نہ صرف عین محمد بلکہ پہلے سے کامل ہیں عیاذاً باللہ۔ دوسرے اللہ کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مشابہت تامہ ماننا بھی کفر ہے۔ انتہائی پرواز مقربان بارگاہ الہی کی یہ ہے کہ ان کے مقامات و کمالات کا بوں نظارہ کریں جیسے زمین والا آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے جیسے کہ فریقین کی مسلم کتاب الیواقیت والنجواہر کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔

بزرگانِ دین پر مختار مدعا علیہ کا صریح بہتان

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلے میں تین حوالہ پیش کئے ہیں اور تینوں غیر مسلم پیش کئے ہیں

(۱) مقامات امام ربانی -

(۲) شرح قصص الحکم فاشانی -

(۳) حاشیہ مثنوی بحر العلوم -

(۱) بحواب

(۱) مقامات امام ربانی سلسلہ مجددیہ کے ایک غیر معروف اور غیر مسلم شخص کی مرتب کردہ سوانح ہے جو حجۃ

نہیں ہو سکتی۔ اس کا مولف نہ مفسر ہے نہ محدث نہ کوئی عالم نہ مسلم بزرگ نہ کتاب کی توثیق کسی بزرگ نے کی۔

عقائد اور ایسے نازک مراد کفر و اسلام میں ان تصانیف کا ذکر ہی فضول ہے۔ خود گواہان مدعا علیہ اپنے بیانوں اور جرح میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات کا احادیث صحیحہ جو احاد کے درجہ میں ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں۔ علاوہ بریں گفتگو تو یہ ہے کہ عین محمد کا دعویٰ صحیح ہے یا نہ اور محمد رسول اللہ والذین معہ الخ علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہو سکتا ہے یا کوئی اور اس کا مصداق کسی طرح ہو سکتا ہے اس کا اس حوالہ میں کہیں پتہ نہیں اصل حوالہ ملاحظہ ہو۔

»حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتاز جہ ذاتیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مقام میں تابع کو اپنے سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا تو ہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں ہم آغوش ایک کنار اور ایک ستر ہی مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل فقرات قابل لحاظ ہیں۔

(۱) »حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتاز جہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم»

(۲) »اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی» امتیاز تابع اور متبوع زائل ہو جاتا ہے۔

(۳) »ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں» مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

تفصیلی جواب

اولاً یہاں گفتگو حقیقتہ محمدیہ اور مقام محبت میں اس تعلق پر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے ساتھ ہے۔ جس کا ثبوت پہلا فقرہ »حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتاز جہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم» ہے اور وہ بھی وعدۃ الوجود کے طرز پر جس سے مرزا صاحب برائت ظاہر کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام بہ حوالہ سابق۔

یہاں کسی کا ذات محمدی یا وجود پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کا تذکرہ تک نہیں جس کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے کہ »خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا»

(۲) یہاں عینیت کا ذکر تک ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایک ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ درگو یا تبعیت، درمیان میں اٹھ گئی، ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۲۔ یہ کہ تابع و متبوع عین ہوں گے اور دعویٰ عینیت درست ہو گیا۔

(۳) عینیت کی صاف تردید ہے صرف اس قدر ہے کہ دونوں ممکنات تو ہم ہوتے ہیں ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۲ در ایسا تو ہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پی رہے ہیں ہم آغوشِ محل ایک کنار اور ایک بستر ہیں یہ اور شئی ہے اور عینیت اور شئی۔

(۴) اس کی صاف تصریح ہے کہ باوجود ہم کناری اور ہم بستری کے اور کمال اتصالِ مطیت کے دعویٰ عینیت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے آپ کو اپنے متبوع کا طفیلی بنائے گا ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۲ مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس حوالہ سے محض فریب دیا تھا اور دراصل یہ حوالہ ہمارا موید اور ان کی تمام تاویلات کا خاتمہ کہ نیا لایہ کہ انتہائے محبت و اتصال میں بھی دعویٰ عینیت نہیں بلکہ متبوع طفیلی اپنے تابع کا رہے گا لہذا الحمد للہ زینجانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعالت کا

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
دوسرا حوالہ شرح فصوص قاشانی کا ہے کہ درمہدی کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہو گا (شرح فصوص مصری ص ۵۳۶)
اولاً یہ شارح مسلم ہیں نہ یہ شرح نہ کسی اہل طریقت نے اسے مسلم شروع سے شمار کیا نہ یہ ہم پر یا کسی پر حجہ ہو سکتی ہے۔
یہ حوالہ قطع و برید کر کے پیش کیا گیا ہے اور صرف ایک فقرہ در نہ کوئی مغالطہ نہ ہوتا، عدالت سیاق و سباق ملاحظہ فرمائے۔

(۳) اس عینیت کے دعویٰ یا محمد رسول اللہ والذین معہ... الخ کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہونے کا ذکر تک نہیں یہاں تو صرف یہ ہے کہ مہدی اخلاق محمدی سے آراستہ ہوں گے باطن کا لفظ عام طور پر اخلاق و سیرت پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ فقرہ دراصل شرح ہے اُس حدیث کی جو ابوداؤد میں حضرت علیؑ نے کہ مہدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق میں مشابہ ہوں گے نہ صورت میں دریشبہ فی الخلق لایشبہ فی الخلق ابوداؤد، مشکوٰۃ کتاب اشراط الساعۃ۔

پس اس میں عینیت کا دعویٰ کجا عینیت کی زیر دست تردید ہے اور اگر ان جزوی مشابہتوں سے دعویٰ عینیت کا جواز ہوتا تو تیرہ سو سال میں کوئی تو کر تا۔ حالانکہ ایک نظیر موجود نہیں کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہواں فدائی کے جموٹے دعویدار اور وعدۃ الوجود کے رنگ میں سُکر کی حالت میں انا الحقی کہنے والے بزرگ بھی بہت ہیں گے مگر عین محمد ہونے والے دستیاب نہیں ہوتے، یہ مرزا صاحب کا اختراع ہے۔

تیسرا حوالہ حاشیہ مشنوی بحر العلوم حاشیہ نمبر ۱۱ دفتر چہارم بر شمرہ
لغت زین موہب... کاندہیں رہ شہر یار کے میرسد

الجواب

مولانا عبد العلیٰ فرنگی علیٰ لکھنوی نہ امام ہیں نہ محدث نہ متکلم نہ منسرخ فقیہ ایک منطقی اور فلسفی مشہور ہیں کسی نے ان کا سونہ میں بھی شمار نہیں کیا ان کی رائے کسی پر کیا جتھ ہو سکتی ہے خصوصاً عقائد میں۔

(۱) نہ ثنوی شریف میں کہیں عین محمد کا دعویٰ یا اس کا دور کا اشارہ ہے نہ کسی شرح میں نہ کسی قطب نے کبھی عین محمد ہونیکا دعویٰ کیا ہے نہ خود بایزید بسطامی نے یہ کلمہ زبان سے نکالا نہ کبھی کسی نے یہ بوش میں کہا نہ سکر میں۔

عاشیہ زبدا پر مولانا ابوالعیاش بحر العلوم صاحب لکھنوی لکھتے ہیں کہ چونکہ قطب کا قلب (یعنی باطن و سیرۃ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب (یعنی سیرۃ) پر ہوا کرتا ہے اور جو کسی کے قلب (سیرۃ باطن) پر ہو وہ گویا وہی شخص ہو جاتا ہے پس بایزید بسطامی چونکہ قطب وقت میں (گویا) عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

یہ مولانا عبد العلیٰ کی اپنی منطوق ہے جس کا کوئی حوالہ کسی بزرگ کے کلام سے نہیں۔ لہذا قابل التفات بھی نہیں اور اس مدعا ثابت نہیں کہ کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا محمد رسول اللہ و الذین معہ الخ اپنے یا کسی پر چسپاں کیا ہو یا کسی کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہو۔

بہر حال باوجود غیر مسلم ہونے کے یہ تو اے غیر متعلق بھی ہیں۔

(۲) مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت اس ترتیب سے وہاں نہیں بلکہ یہ خیانتہ تقدیم و تاخیر اور قطع و برید سے پیش کی گئی ہے۔

آخر میں مختار مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ مل وہاں بھی یہی بعینہ تاویلات اور بھی تو اے میں صرف مکتوبات کے دو اور حوالہ ہیں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور خصوصی اتصال محبت کا ذکر ہے اس دعویٰ عینیت یا مصداق آیت محمد رسول اللہ و الذین معہ الخ کا تذکرہ تک نہیں اولیٰ ہی مکی ہوئی خیانت اور قطع و برید اس کے نقل میں کی ہے کہ اس پر انسانیت شریاتی ہے۔ چونکہ وہاں دو حوالہ تو ہیں انبیاء کے سلسلہ میں درج ہیں ہذا اسی ہیڈنگ کے تحت ان کا مفصل تذکرہ اور خیانت بنانی بائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی کمزوری کا خیال کر کے مقامات امام ربانی اور شرح مفصلاً اور حاشیہ ثنوی کا حوالہ کو یہاں تو مختار مدعا علیہ سے ذکر کر دیا اور ان دونوں حوالوں کا نام تک نہ لیا۔ اور محض مخاطب دینے کے واسطے چند صفحات کا حوالہ دیدیا تاکہ لوگ مخاطب میں رہیں کہ کچھ اور قوی مفصل دلائل ہوں گے حالانکہ ان مذکورہ بالا تاویلات رکیکہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں الفاظ تک تقریباً وہی مکرر نقل کئے ہیں۔

بہر حال عین محمد ہونے کا دعویٰ اور آیت محمد رسول اللہ و الذین معہ الخ اپنے پر چسپاں کرنے کا کفر بدستور سابق لاجواب رہا ایک ضابطہ کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

(۱۲)

منم مسیح زبان ومنم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشند
اس کا مفصل جواب الجواب عینیت کے ہیڈنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ دعویٰ عینیت کی مذکورہ بالا
تصریحات کے بعد تریاق اقلوب کے دوسرے مجل گول مول مغالطہ آمیز اشعار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۹ کی مغالطہ
آئیزدہ عبارت نہ اس کا جواب بن سکتی ہے نہ اس کی تشریح نہ اس کا اصل اعتراض پہلو اور پیش کردہ پوائنٹ سے کسی قسم
کا تعلق ہے

(۱۲) ڈالنا بھی اس لیے ہے ورنہ عینیت کے دعویٰ کے تحت یہ مذکور ہے اور

یہ اس شعر پر علیحدہ
اسی نمبر کا ایک حوالہ ہے۔

مرزا صاحب کا جواب

منتخار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک عمومی جواب کارنگ دے کر پھر مکرر بحث کا اعادہ چاہا
ہے تاکہ اپنے مغالطہ کی تکمیل کر سکے۔

اس سلسلہ میں تین جواب نقل کئے ہیں۔

پہلے جواب میں براہین احمدیہ ج ۲ اور ج ۴ اور ازالہ اوہام ص ۲۴۲ و براہین ص ۵۲ کے جزدہ حوالہ پیش کئے ہیں
جس میں وہی ظلی و بروزی واسطہ ذی واسطہ تابع و متبوع کی تائیدیں ہیں جن کا منسل جواب گزچکاہن کا خود منتخار مدعا علیہ
اس کا نتیجہ یہ نکالتا ہے۔

”آپ پر ان انعامات کا نزول ببرکت متابعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مخدوم اور متبوع کے ہے اور
آپ ان کے خادم اور تابع ہیں؟“

مگر کبھی خادمین مخدوم تابعین متبوع و رعایا میں سلطان یا اس کے خصوصی امتیازی القاب میں شریک و شریک نہیں
ہو سکتا نہ اس کے القابات اپنے اوپر اس لحاظ سے چسپاں کر سکتا ہے۔

دوسرا جواب ۱۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب اربعین ص ۲ اور انجام آتھم میں تحریر کر کے مخالفین کو مباہلہ اور
بالمقابل دعا کرنے کے لیے دعوت دی ہے چنانچہ الہام الارض والسماء معک کما هو معی

اربعین ص ۲ ۹ انجام آتھم ص ۲۵ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تقویدی اربعین
ص ۲۹ انجام آتھم ص ۲۵ انت اسم الاعلیٰ اربعین ص ۲۹ اور انت معی۔۔۔۔۔ تا۔
الخلق اربعین ص ۲۵ انجام آتھم ص ۲۵ کان اللہ نزل من السماء انجام آتھم ص ۲۳

انفتحنا لك فتحاً مبيناً اربعين ٢٠ ص انجم آتھم ٥٥ ص هو الذي ارسل رسوله
 بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله اربعين ٢١ ص انجم آتھم ٥٥ ص انا اعطيناك
 الكوثر اربعين ٢٢ ص انجم آتھم ٥٥ ص وما ادسلناك الا رحمة للعلمين اربعين ٢٣ ص
 قد ان كنتم تحبون الله اربعين ٢٤ ص انجم آتھم ٥٥ ص سبحان الذي اسرى بعبيد
 انجم آتھم ٥٥ ص ما ينطق عن الهوى اربعين ٢٥ ص -

میں مندرج ہیں اور ان تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے، انجم آتھم میں مرزا صاحب نے یہ الہامات
 معہ دیگر الہامات لکھ کر انجے ..

یہ عجیب جواب رہا کہ مرزا صاحب نے یہ کفریات لکھ کر مخالفین کو مباہلہ اور بالمقابل بددعا کی دعوت دی ہے لہذا
 یہ سب پتے ہیں۔

اگر یہ مقابلہ و مباہلہ کی دعا و صداقت وغیرہ مقدمہ تنازعہ سے غیر متعلق ہے اور برابر عدالت کی طرف سے ممنوع
 قرار دئے گئے ہیں مگر چونکہ جو ابی بے ضابطہ بحث میں ریکارڈ پر یہ آگیا ہے اس لیے نہایت مختصر جواب عرض ہے
 جن مخالفین کو دعوت مباہلہ ہے اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں جنہوں نے بطور قرض کہا۔ جو جھوٹا ہو۔ اس
 کا انجام یہ اس کے سامنے ہے۔

خود مرزا صاحب نے بھی اپنے تمام مخالفوں سے فرمایا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھا۔
 یا اللہ! میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملنچی ہوں کہ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیرے کتاب
 میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔ اور دعا میں یہ الفاظ ذکر کئے۔
 ربنا افتر بیننا و بین قومنا الخ

پیر ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء پھر کیا ہوا یہ کہ سہ

لکھا تھا کاذب مریکا پیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا۔

(از مباہلہ مرزا - ۱۱ / ستمبر ۱۹۲۱ء)

مفصل بحث مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ فیصلہ مرزا میں موجود ہے۔

بہر حال مباہلہ اور بالمقابل دعا سے بھی بجائے ان کفریات کی تائید کے ان کی تردید اور مرزا صاحب کا مفتری حالت
 اور کافر و مرتد ہونا ہی ثابت ہوا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کتعاں کا

محمد رسول اللہ ﷺ کے لاجواب نمبر

تمیذہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جرح گواہ برائے ایمان ۴۲ انکار خصوصیات انکار ذات

بے الحجہ -

(وہ ملحق ہیں مخصوص اعتراض پہلے نظر انداز کر دیا)

- (۱) اسلامی عقیدہ آخری نبی سے انکار حوالہ کی چنداں حاجت نہیں۔
- (۲) معراج جسمانی کا انکار اور اپنے لیے اس جیسے متعدد وثابیت کرنا سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ
...تا۔۔۔ اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔
(ازالہ کلاں ص ۴۴)
- (۳) شق القمر کو خسوف قمر کہہ کے اُس سے دو بالا اپنے لیے بتایا ہے
لہ خسف القمر المنیر وان لی
ترجمہ مرزا اور اس کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے
یہ چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔
(قصیدہ اعجازیہ ص ۴)
- (۴) اپنی فتح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح۔
اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی
کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدمہ تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو اور اسی کی طرف
خدا تبارک کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔
سبحان الذی اسرای بعیدہ لیل من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی
بارکنا حولہ - خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ و ص ۱۹۴

تبرہ اجواب ..

»براہین احمدیہ جیب شائع ہوئی تو اس پر مولوی محمد حسن بٹالوی نے ریویو لکھا اور خلاصہ مطالب کتاب جس میں ایک عنوان مولف ابامات بھی بت لکھ کر ان الفاظ میں اس کتاب براہین کی تعریف کی اور یہ عبارت صرف اس امر کے اثبات کے لیے پیش کرتا ہوں کہ تراجم ابامات براہین احمدیہ میں درج ہیں قابل اعتراض نہیں کتاب کی توثیق مقصود نہیں یہ «اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے اب ہم اس پر اپنی رائے ... تا ... مزا بھی چکھا دیا ہو ... (اشاعت السنۃ ۱۹۶۶ء) مولف براہین احمدیہ کے ابامات پر ایک دو مولویوں نے اعتراض کئے تھے جن کا مولوی محمد حسین بٹالوی نے مفصل اور مدلل جواب دیا اور کہا کہ ایسے ابامات کا ہونا جائز ہے۔ اور اسی کتاب میں یہ ابامات بھی مدرج ہیں جن پر مختار مدعی نے اعتراض کئے ہیں

چنانچہ البشری میں بحوالہ براہین احمدیہ یہ ابامات درج ہیں (۱) الارض و السماء كما هو معی

البشری ص ۱۵ (۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں براہین احمدیہ ص ۲۲ ربنا عاَج البشری ص ۲۳

(۳) انت مؤبمترلة لا یعمدها الخلو البشری ص ۴ (۵) كان الله نزل من السماء (یہ ابام ۱۹۹۶ء کا ہے)

البشری ص ۶ (۶) انا فتحنالك فتحا مبینة البشری ص ۳۴ (۷) هو الذی ارسل رسولہ

بالهدی البشری ص ۳ انا اعطیناک الکوثر البشری ص ۳ (۹) عسی ان یبعثک ربک مقاما

محمودا البشری ص ۲ (۱۰) ناری نزل السامث انہ (۱۰) و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین

البشری ص ۳ (۱۱) قتل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحبکم الله البشری ص ۱

(۱۲) و ما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی البشری ص ۱۳ (۱۳) و ما کان

الله لیعذبهم و انت فیہم البشری ص ۱۳ (۱۴) سبحان الذی

اسرى یعبده البشری ص ۲ (۱۵) محمد رسول الله و الذین معہ اشداء

علو الکفار ص ۳ ————— بلکہ ان کے علاوہ براہین

میں اور بھی ابامات اس فصل سے ہیں جیسے انک علی صراط مستقیم فاصدع بما تو صر البشری ص ۲ و انذر عشیرتک

ذکر بین ————— وغیرہ وغیرہ ہیں لیکن اس وقت ان ابامات کا نزول ہو سکتا ہے اور ایسا ہوتا قابل اعتراض نہیں

یہ جواب اگر منتقل کر نہ تو عیر کیا نمانا اس نے تو اور کفریات کی ایک مکمل لسٹ پیش کر دی اور براہین احمدیہ وغیرہ کی تاویلات

بیکار کر دیں کیونکہ یہی مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے تعریف کی ہے اور براہین کی گول مول تاویلات سے مغالطہ کھایا ہے،

جب انہیں دیگر کتب مرزا صاحب اور ان کے وعادی سے حقیقتہً مال کا انکشاف ہو گیا تو سب سے پہلے مرزا صاحب

کی انہیں کفریات کی بنا پر زبردست تکبیر کی ہے اور مرزا صاحب کے اتباع سے ٹامب ہو کر ان کا کفر و ارتداد آخر وقت

تک یاروانگ عالم میں شائع کرتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوا اشاعت السنۃ ۱۵ ص ۷ و بحوالہ سابق و ایک تا دس۔

- (۶) زبانِ ربان سے متعلق اپنا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے فریاد کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی تقبیر و توہین۔ (بحوالہ ازالہ کلاں ص ۱۸۲)
- (۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نسبت کی تمہید اشرف اللہ علی کل شئی۔
- (۸) خدا نے مجھے ہر ایک چیز میں سچا بنا دیا۔
- (۹) آسمان سے کئی تخت اترے ہیں میرا تخت سب سے اعلیٰ ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۹)
- (۱۰) زمین سے کئی تخت اترے ہیں میرا تخت سب سے اعلیٰ ہے۔
- (۱۱) اتانی مالہ ربوت احداً من العالمین۔ تمام عالموں میں جو کمالات کسی کو نہ دئے گئے وہ اللہ نے مجھے ہی عطا کیا۔ (استفتاء ص ۸۶)
- مندرجہ ذیل خطابات خصوصی واقعات کو اپنے پرچہ میں لکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و شریک ہونا محال ہے اور میں و آفرین میں کسی نے اپنے یا کسی پر انہیں چسپاں نہیں کیا۔
- (۱۲) وما رمیت اذ رمیت، ولكن الله رمى۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۷)
- (۱۳) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله۔ حقیقۃ الوحی ص ۸۲ و ۸۹
- (۱۴) سبحان الذي اسرى بعبدہ ليلاً۔ حقیقۃ الوحی ص ۸۵
- (۱۵) اور مجھے بتایا گیا تھا کہ میری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو بھی اس آیت کا مصداق ہے کہ ہو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين، الحر ليطهره علو الدين كله۔ (اعجاز احمدی ص ۸۷)
- (۱۶) عسى ان يبعثك ربك متما محمداً۔ (دافع البلاء ص ۸۷)
- (۱۷) انا اعطيتك الكوثر۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۴)
- (۱۸) لولا ان لما خلدت الافلاك۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵ و ۸۶)
- (۱۹) وما ارسلناك الا رحمة للذالین۔
- (حقیقۃ الوحی ص ۸۳) (اربعین ص ۳)
- (۲۰) و ما يذوق عن السوى ان هو الا وحى يوحى۔ (اربعین ص ۳)
- (۲۱) ما كان الله ليعذبهم و انت فيهم۔ (دافع البلاء ص ۸۷)
- (۲۲) منم بیج زمان و منم کلیم خدا
- (۲۳) پھر اس کتاب میں اسی مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے کہ محمد رسول اللہ و الذین معه اللہ آء علی الذر اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۶)

(۲۴) میں آدم بوں میں ثبت ہوں میں نوح بوں نامحمد احمد بوں (حقیقۃ الوری سلم)

(۲۵) اور خدائے آج سے جس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد احمد رکھا اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا

حقیقۃ النبوة سلم و سلم سلم

واضح رہے کہ یہ مرزا صاحب کی عادت انتہائی نہیں بلکہ طرز ستمہ سے تلاش کر کے آنحضرت سے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں مداخلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے اس کی تائید میں سرت حقیقۃ الوری سے بحوالہ سابق اتنے ابہامات اور تائیدی طور پر نمونہ پیش کرتا ہوں۔

(۲۶) قل انی امرت انا اول المؤمنین۔

(۲۷) قد جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔

(۲۸) الرحمن علم القرآن

(۲۹) انا فتحت لك فتحا مبينا۔

(۳۰) يا شمس يا قمر انت مني و انا منك۔

(۳۱) داعيا الى الله و سراجا منيرا۔

(۳۲) انك باعيتنا (خاص الخاص خسوسيت)

(۳۳) دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى۔

(۳۴) ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم۔

(۳۵) قل انما انا بشر مثلکم يولج الى انما الهة الله واحد

(۳۶) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر۔ (خاص الخاص)

(۳۷) و علمك ما لم تعلم۔

(۳۸) انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا لهما ارسلنا الى فرعون رسولا۔

(۳۹) ليس انك لمن المرسلين على صراط مستقيم تنزيل العزيز الرحيم۔

(۴۰) المر نشرح لك صدرك البشري صك

النتيجة

پس جو شخص باوجود اقرار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خود محمد رسول اللہ سے اور عین محمد کہے اور کہائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے آپ کے معراج جسمانی کا انکار کر کے اپنے واسطے بارہا ثابت کرے معجزہ شق القمر کو معمولی دکھا کے اس سے بڑھ کر اپنے لیے بتائے اپنی فتح کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں پرترجیح دے اپنا علم دینی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زائد بتائے اور توڑا کہ
 لما خلقت الافلاك خويته وما ارسلناك الا رحمة للذين
 اپنے کو سمجھے ما ينطق عن الهوى - عسى ان يبعثك ربك متراحمًا
 مصدر ۱ - اپنی شان میں ٹھہرائے سد بحان الذي اسرى - دنا فتالي فكان
 قاب قوسين او ادنى شارت روارکھے ان الذين يبايعونك انما يبايعون
 الله - بھی اپنے اوپر چسپاں کرے انا فتحنا لك فتحا مبيناً ليغفر
 لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر و انك باعيتنا
 داعياً الى الله و سراجاً منيراً . يسر انك لمن
 المرسلين - جیسی ایک دو دفعہ نہیں تقریباً چالیس خصوصیات ہیں شریک و سہیل ہیں بیٹھے اور پھر بھی
 ان کا ایمان کلمہ پر قائم رہے کیونکہ باور ہو سکتا ہے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص کروڑ ہا مرتبہ لا الہ الا
 اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے جب تک ان کفریات سے رجوع نہ کرے۔ لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ - پر ان کا ایمان ناممکن ہے۔

بمحمد اللہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ -
 پر ایمان نہ ہونا ۶۲ مرزا صاحب کے لاجواب دلائل و حوالوں سے ثابت ہو گیا۔ جس کے فیصلہ کے لیے کسی اور دلیل
 کی ضرورت ہی نہیں یقیناً مرزا ائیت اختیار کرنا کفر اور کھلا برا ارتداد ہے جس کے بعد نکاح یقیناً منسوخ ہو جائے گا۔
 جیسا کہ ابتدائی بحث میں نتیجہ کی روشنی میں مفصل پیش کر چکا ہوں کلمہ توحید پر ایمان ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا۔

مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ایمان ایمان مجمل پر نہیں

أمنت بالله كما هو باسماؤه وصفاته وقبلة جميع أحكام -
 اس سلسلہ میں مفصل تقریباً ۱۲ دلائل پیش کر کے ابتدائی بحث میں ثابت کیا گیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب
 اور ان کے مریدین کا ایمان نہیں ہے۔ نہ جب تک اسے ترک نہ کریں ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب
 کا اشارہ و کنایتہ نام تک بھی نہ لیا۔ گویا تسلیم کر لیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب کا ایمان نہیں۔ ایمان مفصل
 پر مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ایمان نہیں، ایمان مفصل منقول از الزوالہ او لام ص ۱

(۱) أمنت بالله (۲) مذهبک (۳) و کتبہ (۴) و دسلہ (۵) و البعث بعد الموت
 (۱) أمنت بالله - مختار مدعا علیہ نے یہاں اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا پہلے لا الہ الا اللہ کے

سلسلہ کے جوابات میں اکتفا گیا۔ پس ہم بھی عدالت کی ان متردک لا جواب سوالوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جن کا جواب میں نام تک نہ آیا اور ان کے ہوتے ہوئے آمنت باللہ پر کسی طرح ایمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) وملتکتمہ - ملائکہ پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے ملائکہ کہے ورنہ یہود بھی تو ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انہیں ان کی حقیقت کے خلاف بنات اللہ خدا کی بیٹیاں اور فلاسفہ بھی زبانی اقرار کر رکھے تھے۔ مگر کو اکب اور سیارات کو ملائکہ قرار دیتے تھے۔ بلکہ ملائکہ کی اس حقیقت اور صفت پر ایمان لانا ضروری ہے جو قرآن پاک اور احادیث و اصطلاح شرع میں موجود ہے۔

(۳) قرآن پاک میں ملائکہ کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ ان کی حقیقت اور تصور شرعی بالکل ہویدا ہو جاتی ہے اصل بحث میں کسی قدر تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں نمونہ چند آیات پیش ہیں۔

(۱) تَنْزِيلٌ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ يَأْتِيَهُنَّ

(۲) تَنْزِيلٌ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ -

(۳) عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غُلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ -

(۴) وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَمْتِرُونَ -

(۵) بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ

(۶) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

(۷) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ فِي الْآرَضِ خَلِيفَةً -

(۸) جَاعِلٌ الْمَلَائِكَةَ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنِحَةٍ مَثْنَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ -

(۹) وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ -

(۱۰) وَالْمُدِيرَاتُ أَمْرًا إِلَيْهِ تَلْكَ عَشْرَةَ كَامِلَةٍ

یہ صرف نمونہ ہے ورنہ بہت سی آیات مفصل موجود ہیں۔

شرعاً ملائکہ کی حقیقت

چونکہ ملائکہ کے وجود کی نسبت فلسفیانہ تاویلات اور عجیبانہ توجیہات بیان کی گئی ہیں اور تعلیم اسلام پر دسائیر و وید کی تعلیم کو ترجیح دی گئی ہے ملائکہ کے فی النجارج وجود کا انکار کیا ہے اور وید اور دسائیر کے مذہب کے

موانق ان کو ارجح کو اکب بتلایا ہے ان کا پلنا۔ پھرنا۔ زمین پر آنا محال کہا ہے اس لیے چند آیات و احادیث سے اس عقیدہ کی تکذیب زبردی کی جاتی ہے۔

(۱) ولما جاءت رسلنا لوطا اسی بهم وصاق بهمذذوا وقال هذا يوم عصيب ...

... تا۔۔۔ و امطرنا عليهم حجارة من سجيل منضود۔ (ہود رکوع ۷)

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے رہ ان کے آنے سے خفا ہوا اور اپنے ہی میں رک گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی یہ پہلے سے بُرے کام کرتے تھے حضرت لوط نے کہا لوگو یہ میری بیٹیاں ہیں جو تم کو ان سے پاک تر ہیں تم اللہ سے ڈرو اور مجھ کو میرے بھانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے لوگوں نے کہا تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ دعویٰ نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوط نے) کہا اگر مجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا تو تم ایسا نہ کر سکتے) جہاں بولے! اے لوط ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں یہ لوگ تجھ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تم کچھ حصہ رات سے اپنے گھر والوں کو (اپنی عورت کے سوا) لے کر نکلو۔ اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ دیکھے تیری عورت پر تو وہی کچھ آئے گا جو ان پر آئے گا ہاں ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں؟ پس جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے وہ بستی زریزیر کر دی اور اس پر تہہ پتھریاں برسائیں۔

قوم لوط جیسے فساق فجار کا ملائکہ کو جو شمشل بہ بشر تھے دیکھنا حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی فرشتوں کا حضرت کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب و تباہ کر دینا کیا یہ سب کچھ ارجح کو اکب کا بیان ہے روح تو جو انات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے مثل کیوں کر حاصل کر لیا اور اگر فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے (تو صبح ۲۴) تو یہ کون تھے جو یہ سب کرنے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے۔

(۲) ۵ ل انتك حدیث ضیف ابواہیم المکر میں۔ (دیکھو تمام رکوع ۲۷ والذاریات)

ترجمہ: کیا تجھ کو ابراہیم کے عزت والے بھانوں کی خبر پہنچی۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا ہمان بن کر آنا خلیل الرحمن کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا فرشتوں کا نہ کھانا بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دنیا کیا یہ ارجح کو اکب کا نام اور کام ہے۔

اذ تقول للمؤمنین الن یکفیک۔۔۔۔۔ مسومین (ال عمران) جب تو مؤمنوں کو کہنے لگا تم کو کتابت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے مین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہوں البتہ تم ٹھہرے رہو اور پر بیزگاری کرو اور وہ اسی دم تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو پہلے ہوئے گھوڑوں پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتانا اور منزلیں ان کی سنت لانا پھر پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کا کیا جانا اور سوین ان کی سنت بتلانا کیا یہ سب ارواح کو اکب ہی کیا ہی وہ ارواح ہیں جن کو ذرہ بھر بھی جنبش نہیں۔
 فارسلنا ایسا روحاً فتمثل لها بشراً سویتاً۔۔۔ ترجمہ پھر تم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے بھرپور مردین کر کھڑا ہوا۔
 غور کیجئے یہاں بھی کو اکب ہی بھیجے گئے یا روح القدس پھر بھرپور مردین کر کون کھڑا ہوا تھا اور یہ جواب بھی کس نے دیا۔
 قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا تَرْضَوْنَ كَمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ
 میں تو تیرے خدا کا فرشتہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں۔
 کیا یہ سب روح کو اکب کے ہی کرشمے ہیں جن کو ذرہ بھر جنبش نہیں۔

اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے اول اس حدیث کو لیجئے کہ ایک سائل آیا اس کی صورت وضع لباس صحابہ کو حیرت میں ڈال دینے والے تھے اس نے اسلام اور ایمان کے متعلق سوال کئے اور چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 فَانَّهُ جَبْرِيلُ اَتَاكُمْ يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ۔ ترجمہ۔ یہ حضرت جبریل تھے اس لیے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔ اور وہ بخاری سلم ترمذی ابی داؤد ابن ماجہ۔ پادریہ کے اس کے راوی بھی حضرت عمر فاروق ہیں

۴۱۔ دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 يوم بدر هذا جبريل اخذ بواص فراسه عليه اذات الحرب (رواه البخاری)
 ترجمہ۔ بدر کے دن نر بابا جبریل بے جرم سلاح جنگ پہننے گھوڑا پکڑے کھڑا ہے۔
 مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کو اکب کا کام ہے یا خداوند کے فرشتے کا جبریل علیہ السلام کا گھوڑے پر چڑھ کر آنا جو د فرعون کا ان کو دیکھنا سامری کا خاک نعل اسپ اٹھانا بائبل اور قرآن مجید میں بھی ہے انکار کرنا آسان نہیں
 احادیث صحیحہ اور بھی اس امر میں۔ بے شمار مل سکتی ہیں مثلاً در روز تک جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھوانا۔ رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا دجیہ صحابی کی شکل پر آنا رسول کریم کا امام المؤمنین عائشہ یا صدیق اکبر سے فرمانا کہ یہ جبریل ہے اور تم کو سلام پہنچاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

پسے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بمقابلہ ارشادات نبوی کے معتقدات مجوس کو صحیح خیال نہ کر بیٹھیں اور ادیان مختلفہ کی کتابیں دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ میں صرف اسی عام جواب پر اکتفا کرتا ہوں جس میں تقریباً ان تمام تاویلات رکیکہ کا قرآنی الفاظ میں جواب ہے جو مختار مدعا علیہ نے کی ہیں۔ فرشتوں کی ایک دو تعداد بھی نہیں بلکہ بے شمار ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی بوجہ کثرت دوبارہ باری نہیں آتی۔

قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی صفت بیت المعمور فاذا هو یدخلہ کل یوم

تفاسیر و کتب عقائد

تفاسیر اور کتب عقائد کے بعض حوالہ بحث کے وقت ذکر پہلے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے ان کے جواب کا تذکرہ تک نہ کیا۔ عقائد و تفاسیر کی کتابوں میں ملائکہ کی شرعی کمل صفت موجود ہے میں اس وقت صرف ایک گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شمرانی کی سب سے مستند کتاب ایواقیت و الجواہر کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(یواقیت و الجواہر جلد ۲ ص ۴۲ میبٹ ۳۹)

وہ سارا میبٹ ہی ان کی شرعی مذکورہ بالا حقیقت اور ارواح کو اکب کی تردید میں ہے۔

(مرزا صاحب کا فرشتوں کے متعلق عقیدہ)

- (۱) فرشتے نفوس فلیکہ اور ارواح کو اکب کا نام ہے (ملخص توضیح المرام ص ۴۸)
- (۲) جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (توضیح المرام بحوالہ سابق ص ۴۸)
- (۳) جبرئیل زمین پر آئے نہ آتے ہیں (توضیح مرام ملخص ص ۶۸)

اصل اعتراض

اولاً ملائکہ کو نفوس فلیکہ اور ارواح کو اکب ماننا بالکل شریعت کے خلاف ہے البتہ یونانیوں اور وہد پرستوں کا ضروری عقیدہ ہے دوسرے کو اکب و سیارات سے تمام انتظامات منک کرتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں «اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمان میں سیارات اور کو اکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں» مشکوٰۃ باب المطر اور احادیث میں بخاری و مسلم کی حدیث مطرنا بنوع کذا۔۔۔ الخ موجود ہے جس میں ان لوگوں کو باری تعالیٰ کی زبان پر کافرین بالند قرار دیا گیا ہے جو بارش ہونے کی نسبت ستارہ یا پتھر کی طرف کرتے ہیں نیز اس حدیث میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ جس نے ستاروں میں علاوہ تین امور کے کوئی اور تاثیر اور کام مانا اس نے اللہ پر زبردست افترا کیا (۱) نہ بنت سما و دنیا (۲) رجوم شیاطین (۳) ہدایت راہ۔ پس ملائکہ کی یہ حقیقت شرعی کے سراسر خلاف ہے لہذا ان عقائد کے ساتھ ایمان بالملائکہ نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات عقلمیہ

(مختصر تاویلات) ایمان باللہ

- (۱) مرزا صاحب کے سراج منیر۔ براہین۔ ایام الصلح۔ آئینہ کمالات چشمہ معرفت کے چھ حوالے حماۃ البشریٰ کے۔
- (۲) اور توحیح مرام سے چند گول مول حوالے تاویل کے لیے نقل کئے۔
- (۳) تفسیر عزیزی۔ یواقیت۔ تفسیر سرسید۔

الجواب

- (۱) یہ تقریباً کتب اس زمانہ کی ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کا کفر بہت کچھ مشہور تھا اور وہ بھی متفناد باتیں کر کے دنیا کو دھوکے میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔
 - (۲) میں اصل بحث اور اس جواب الجواب میں مرزا صاحب کے متعارضات کی ایک لسٹ پیش کر چکا ہوں اور ان کی یہ عادت ہی ہے مطلقاً مدعی نبوت کو کافر بھی کہتے ہیں۔ اور دعویٰ نبوت بھی کرتے ہیں اپنے کو نبی کہتے والوں کو دجال بھی کہتے ہیں اور مسلمان بھی، مدعی نبوت پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور رحمت بھی وغیرہ وغیرہ۔
 - (۳) میں نے صریح عبارت پیش کی ہے اس کے جواب میں گول مول مجمل عبارات جواب اور تاویل کے واسطے کافی نہیں۔
 - (۴) جس کی متناقض اور متعارض باتوں کی عادت ہو اس کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی۔
 - (۵) کسی کافر اور مداد قلعی دلائل اور صریح حوالجات سے واضح ہونے کے بعد اس قسم کی تاویلات قابل التفات بھی نہیں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں اصل بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔
- (جواب) تو صریح مرام سے میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے۔ وہ نہایت صریح ہے اور مختار مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ ان سے صرف اشارۃً تاویل نکالنی پڑتا ہے۔ کہ تعلق ملائکہ کا ارواح سے اس قسم کا ہے یا دراصل ملائکہ ارواح کو اکب کا نام نہیں بلکہ روح یا جان کا لفظ صرف ان کے شدید تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
- مگر اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ ملائکہ بھی امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کی حقیقت ہم خود اپنی عقل سے نہیں قائم کر سکتے بلکہ شریعت غراء کی تعلیم کردہ حقیقت پر اکتفا کرنا ہوگا اور بلاشبہ اب کوئی بھی تاویل کی جائے مرزا صاحب نے وہ حقیقت شرعی بدل ڈالی۔ لہذا ان کا ایمان ملائکہ پر ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس سے صاف الفاظ میں اولاً رجوع کر کے اس شریعت کی پیش کردہ تعریف پر قناعت نہ کریں۔ تفصیل بخوف ظہور نہیں کرتا عدالت ملاحظہ فرمائے۔

.....

جواب ۲۔

(۱) تفسیر عزیزبزی کا حوالہ

اس میں کہیں ارواح کو ایک کو ملائکہ قرار نہیں دیا مطلب بالکل واضح ہے عدالت خود اصل کتاب سے ملاحظہ فرما سکتی ہے نیز ملائکہ کی تفسیر بالکل شریعت کے مطابق ایک دو نہیں متعدد جگہ اسی تفسیر میں موجود ہے اور فلاسفہ وغیرہ کا رد ہی بخوف نظویل عبارات نقل نہیں کرتا۔

(۲) بواقیت کا حوالہ ج ۲ ص ۵۵ وادیشن ص ۲ ص ۴ بحث ۲۹

” ان جميع النجوم الى فقد استحق العزل“

اس میں مختار مدعا علیہ کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ ملائکہ کا کو ایک و نجوم وغیرہ پر مسلط ہونا اور بات ہے اور ارواح کو ایک ہونا اور چیز ہے مرزا صاحب تو نفوس فلکیہ اور ارواح کو ایک کا نام ملائکہ بناتے ہیں جس کی نفعی صاف الفاظ میں اسی صفحہ کے لکھے صفحہ پر موجود ہے، ان آسمانی فرشتوں کی حقیقت و صفات شریعہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ

قال ای الشیخ رح و هذا بخلاف ارواح الكواكب السماء و یہ فانما تنزل بالاسماء و
البحودات و اشباہ ذلك (یواقیت ج ۲ ص ۴ بحث ۳۹) شیخ اکبر محی الدین

ابن عربی سلم گواہ مدعا علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ ارواح کو ایک سے بالکل خلاف و متضاد حقیقت ہیں کیوں کہ ارواح کو ایک اسماء و بخورات قابو آسکتی ہیں اور فرشتے کسی عمل سے قابو میں نہیں آسکتے الخ۔ لہذا حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن قدس مرزا صاحب کی تائید سے پاک ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(جواب ۲) سرسید کی تفسیر مسلمانوں پر جوت نہیں اور اس تم کے پیچری اور دہری ستائید کی بنا پر لوگ ان کے اسلام میں شبہ کرتے ہیں مگر چونکہ ہمیں اپنے اکابر سے موثق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر عمر میں ان تمام بد عقیدگیوں سے تائب ہوئے تھے اس لیے ہم انہیں اسلامی زمرہ میں شامل کرتے ہیں اور اسلامی القابات سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مرزا صاحب کی اگر تمام کفریات اور دعویٰ بوقف سے تو یہ ثابت ہو جائے تو انہیں بھی ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے کوئی ذاتی نزاع تو ہے نہیں۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب کا ایمان اسلامی ملائکہ پر نہیں اور ان کا عقیدہ کفریہ کی ایک بھی نظیر اسلامی ٹرہ پھر میں نہیں ملتی معض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(نزول ملائکہ)

مختار مدعا علیہ نے بلا وجہ اس بحث کو طول دیا اختلاف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب نزول جبریل اور ملائکہ کے سرے سے منکر ہیں اور صرف اثر اندازی بناتے ہیں۔

” نزول کی اصل حقیقت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے تو ضیح مرام سیارات کے نفوس نورانیہ کی تاثیرات کا نام نزول ملائکہ ہے۔ تو ضیح مرام مشرق و مغرب مرام خورد ص ۹۷ ملخصاً نفوس فلکیہ۔ ارواح کو اکب ملائکہ ایک ہی ہے۔ ملخصاً تو ضیح مرام خورد ص ۱۰۲

جبارت بالا سے واضح ہے کہ ملائکہ کے حقیقی طور پر نزول کے مرزا صاحب صحت منکر ہیں اور انہیں سیارات یا نفوس فلکیہ اور ان کی اثر اندازی کا نام نزول بتلنے ہی قرآن و احادیث سے ملائکہ کا نزول خنثی پایا جاتا ہے نہ صرف اثر اندازی

(۱) فتمثل لها بشرا سوياً۔

انسان ہو کر ان کے سامنے آئے۔

(۲) غار حرا میں وحی لے کر اتنا در بخاری شریف)

(۳) جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسانی شکل اور وجہ کلبی صحابی کی صورت میں حقیقتاً نہ اثر اندازی کے طور پر آ کرنا اور صحابہ کا دیکھنا (بخاری شریف)

(۴) جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ دیکھا (مسلم)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ان کے چہرہ سو بازو تھے، بخاری ذکر الملائکہ۔

(۶) نزول کے متعلق تفصیل اور اس کے اقسام کے واسطے مسلم قرآن تفسیر کے بزرگ علامہ شیخ عبدالرہاب شعرائی کی کتاب

الہدایۃ والجواب لمبحث (۲۹) ملاحظہ ہو۔

بہر حال خواہ انسانی شکل میں آئیں یا کسی اور اصلی ہو یا مثالی یہاں صرف بحث اس قدر ہے۔

کہ نزول حقیقی ہے صرف اثر اندازی ارواح کو اکب یا نفوس فلکیہ کا نام نہیں۔

مرزا صاحب کے اس ادعا باطل پر کہ۔

نزول کی اصلی کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر۔

مختار مدعا علیہ ایک حوالہ بھی اسلامی لٹریچر سے نہ پیش کر سکا مثالی اور غیر مثالی شکل پر بحث کرتا رہا۔ جو موضوع سے

بالکل غیر متعلق ہے تمام اہل اسلام نزول ملائکہ خواہ مثالی شکل ہو یا حقیقی واقعی طور پر مانتے ہیں اور یہی قرآن اور احادیث

و کتب عقائد سے ثابت ہے۔

اور مرزا صاحب صرف اثر اندازی مانتے ہیں نہ واقعی نزول پس نزول ملائکہ کا واقعی طور پر انکار کر کے یعنی مرزا نے اپنی

کفریات میں ایک اور کفر کا اضافہ کیا۔

(و کتبہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین پر وحی یا کتب منجانب اللہ نازل ہوئیں وہ قطعی اور یقینی ہیں اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ وحی نبویہ کا انتقال دروزہ بند ہے لہذا یہ صورت وحی اگر کسی کو کچھ منکشف ہو رہا ہو، ہی ہے اور وحی نبویہ کی طرف تعلق نہیں ملاحظہ ہو الیوم انبیت رالمحو ابر بیان وحی ابہام) آگے وحی کے سلسلہ میں اس کی تفصیل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اپنی وحی ابہام پر جس طرح ایمان رکھتا ہے ویسا ہی ایمان اللہ کی منزلہ پاک کتابوں پر بتائے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے یا مہتمم تفتیش فقرات استعمال کرے اس کا ایمان کسی طرح کتب الہیہ پر قابل اعتناء نہیں ہو سکتا گوزبان سے کتنا ہی کہتا رہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا امور کا ارتکاب کیا۔

ملاحظہ ہوں تو ایجابات ذیل۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن کریم اور بعین ۱۹

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں، تحقیقۃ الوحی ص ۸۴

(۳) آنچه من بشعوم وحی خدا بخدا پاک و انمش ز خطاء

بمجو قرآن منزہ اشش و انم از خطا لمہین است ایمانم در شین ص ۷۷

(۴) مرزا صاحب کی عادت بدزبانی اور سخت کلامی کی تھی چنانچہ جب مرزا صاحب سے لوگوں نے اس کی گرفت کی تو

جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اولاً یہاں دانتہ لکھ اس طرز کا ہوا گالی نہیں دوسرے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار

دہن تبریر کو محض بوجہ اس کی مزارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا

کہ سارا قرآن گالیوں سے پُر ہے ازالہ بار پنجم ص ۷۷ وہی مرزا صاحب کی مذکورہ مادہ ہے کہ اپنی تمام غلطیاں قرآن پاک اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۵) قرآن پاک کے سوا کسی آسمانی وغیر آسمانی البانی یا غیر البانی کتاب کے الفاظ تحدی کے واسطے پیش نہیں کئے گئے یہ صرف

قرآن پاک کی اخص النخاص انیازی شان ہے کہ، ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا

فانتوا بسودۃ من مثله قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یا تو ابمشد

ہذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔

مگر مرزا صاحب نے اپنا قصیدہ اعجازیہ بطور تحدی اور مقابلہ کے قرآن کی طرح اعجاز قرار دے کر پیش کیا مذکورہ بالا

وجوہات کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان و کتبہ پر نہیں ہو سکتا۔ مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو

مختار مدعا علیہ کی تاویلات

تلاصہ تاویلات۔

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(۱) ذرا بلا تہ جو تک۔ مجموعہ الہامات میں درج ہے ہذا میرے منہ سے خدا کا منہ مراد ہوگا۔

(۲) انبار الہامات جرنالی سٹا۔ سے ایک تاویل۔

(الجواب)

مجموعہ الہامات میں درج ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام متکلم ضمیریں خدا ہی کی طرف ہوں اسی مجموعہ الہامات سے نمونہ

ملاحظہ ہو۔

(۱) نحمدک ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ خفیۃ الوحی ص ۱۱۱ اس ضمیر سے خدا مراد نہیں۔

(۲) یا نبی اللہ کنت لا اعرف ذک۔ خفیۃ الوحی سٹا یہاں بھی ضمیر متکلم سے خدا مراد نہیں مرزا صاحب

خود یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اسے ندا کے نبی میں تجھے شناخت نہیں کرتا تھا۔

(۳) دب عدنی ما ہر خیر عندک۔

(۴) ان ربی قوی قنیر۔ ص ۱۱۱

(۵) انی صادق انی صادق و شہد اللہ لی۔ ترجمہ مرزا صاحب میں صادق ہوں

میں صادق ہوں اور خدا میری گواہی دے گا۔

(۶) ان امرت من الرحمن فاستوفی۔ ترجمہ۔ میں ندا کی طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری

طرف آ جاؤ۔

(۷) انی لاجد ریح یوسف۔۔۔ الخ اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوشبو لائی ہے۔ اگر تم یہ نہ

کہو کہ یہ شخص بیک رہا ہے ص ۱۱۱ کیا مختار مدعا علیہ ان متکلم کے ضمائر سے بھی ندا مراد لیکھا۔ اس لیے کہ یہ

مجموعہ الہامات میں درج ہے۔

(مختار مدعا علیہ کا اقرار)

مختار مدعا علیہ اپنی بحث لالہ کے ہیڈنگ کے تحت الہام نمبر ۱ میں اصلی و اصوم داسہرو انام و اجمل لک انوار القدر و اعطیک ما یدوم الخ۔ میں یہ تاویل کہ یہ مجموعہ الہامات میں سے ہے سب ضمیریں خدا کی طرف ہونا فراموش کر لیا کہ پہلے حصہ میں متکلم ضمیریں ملہم کی طرف اس کی نشان کا اظہار کے واسطے ہیں اور دوسرے میں خدا کی طرف۔ ہذا اسی کے اقرار سے یہ تاویل غلط ہوگئی۔ اور ہر معمولی اردو داں بھی اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ قرآن شریف، خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ منہ سے مرزا صاحب کا منہ مراد ہے نہ خدا کے منہ کا اور نہ اردو عبارت بالکل منتقل ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تاویل محض لغو اور بے سود بلکہ عجز کا اقرار ہے تاویل ما

(الجواب)

ہمارا اعتراض حقیقتہً الوحی کے ابہام پر ہے جو ۱۵ مئی ۱۹۰۶ء کی ہے اور جواب البدعا جولائی ۱۹۰۵ء سے عنایت ہو رہا

ہے سبحان اللہ۔

(۲۱)

(نبأی حدیث بعدہ یومنون)

مختار مدعا علیہ نے اس پر طول طویل تقریر کی مگر اصل مدعی و اعتراض کو ذکر تک نہ کیا اعتراض صرف آیت سے نہ تھا بلکہ اس کی تفسیر جامع البیان مدارک سے نقل کی تھی کہ

مع انہ لا حدیث یساویہ او یداینہ فلا حدیث حسن بالایمان منہ جامع
البیان مع انہ معجزۃ باہرہ من بین کتب سماویہ ونبأی کتاب بعدہ
یومنون ۵ (مدارک)

یعنی کوئی کتاب کوئی وحی کوئی بات قرآن پاک کے مساوی اور ہم پلہ ہیں نہ کوئی آسمانی کتاب اس جیسی معجزہ ہے بس
کسی کتاب پر اس جیسا اس کے بعد ایمان نہیں ہو سکتا۔
اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

”مجھے میری وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر،“

آنچه من بشنوم ز رحى خدا بعد اپاک دانش ز خطا۔

بمجز قرآن منزہ اشش و انم از خطا با ہمیں است ایمانم (در شین)

اس کے بعد جواب میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ نے آیت تو پیش کر دی اس کا مطلب نہ سمجھ سکا حالانکہ میں
نے اپنا مطلب نہیں بلکہ ائمہ مفسرین کا نقل کیا ہے۔ پھر خود تراشیدہ اپنی تفسیر اور لاطائل تاویلات کرنا کہ تشبیہ سے یہ مراد ہے
منہ سے یہ مطلب ہے وہ نہیں محض بے سود اور ناقابل التفات ہیں۔ کیونکہ جب اصل پوائنٹ ہی چھوڑ دیا تو غیر متعلق امور
کا جواب ہم سے متعلق نہیں۔ ہم نے تبرعاً جواب دیا ہے ورنہ ہماری طرف سے غیر متعلق کہنا کافی تھا۔

جواب تو یہ ہوتا کہ مرزا صاحب جیسی تو ہیں آمیز عبارت کسی مسلمان کے کلام سے پیش کرتے صرف اپنی طرف سے
اس واضح عبارت میں تاویلات پیش کرنا محض بے سود ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب
کی وحی قرآن کے باکل موافق ہے اُس کا کوئی کلمہ بھی قرآنی تعلیم کے معارض نہیں محض غلط بلکہ بالکل قرآن کے خلاف
ہے جیسا کہ اوپر نمونہ نہ گزر چکا۔

جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو یہ مسلم ہے کہ

(۱) مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کو بطور تحدی پیش کیا۔

(۲) اور خطبہ الہامیہ کے ٹائٹل پر لفظ آیۃ لکھا اور یہ بھی کہ اس کے مثل کوئی نہیں لاسکتا۔

(۳) اس خطبہ الہامیہ پر ہے د ما کان لبشر ان ینطق بمثلہ الخ میری طرح کوئی بشر

نہیں کہ یوں قلم برداشتہ عبارت لکھ سکے سر پھر قرآن کے مقابلہ میں کوئی کسراٹھا رکھی کوئی آسمانی کتاب یوں

مقابلہ کے چیلنج سے پیش نہ کی گئی خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ اقصیٰ العرب تھے اور خود

فرماتے ہیں۔ انا اقصیٰ العرب والعجم ولا فخر۔ کبھی اپنا

کلام یوں مقابلہ کے واسطے پیش نہ کیا یہ صرف حضرت آدمؑ سے تینامت تک قرآن ہی کی خصوصیت تھی مگر مرزا صاحب

نے اسے خاک میں ملا دیا مسلمان تو اسے توہین ہی سمجھتے ہیں ہاں مختار مدعا علیہ کو توہین سمجھ میں نہیں آسکتی وہ معذوریں

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکبکہ)

مسئلہ واضح ہے جواب کی حاجت ہی نہ تھی مگر تبرعاً تاویلات کا خلاصہ پیش کرنا ہوں تاکہ ان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

(۱) اور جب آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو عربی انشاء پر دوازی کا معجزہ جس میں آپ تمام دنیا کے آدمیوں پر غالب رہے

اور عرب و عجم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا اس لیے عطا ہوا تھا ۱۱

(الجواب)

یہ بات کہ ان کو عربی انشاء پر دوازی کا معجزہ عطا ہوا تھا اور عرب و عجم میں کوئی آپ کو مقابلہ نہ کر سکا نہایت مضحکہ خیز ہے

قصیدہ اعجازیہ کی صرفی نحوی معانی کی غلطیاں علمائے شائع کر دی ہیں جن کو ہندی طالب علم بھی نہیں کر سکتا قصیدہ اعجازیہ کا صرف

ایک شعر بحوالہ سابق ملاحظہ عدالت کے واسطے پیش ہے۔

واما حسین فاذا کروا دشت کربلا۔ الی هذا الا یا م تبکون فانظروا۔ (قابل ملاحظہ ہے،

باقی یہ تاویل کہ قرآن کے حقائق ظاہر کرنے کو یہ معجزہ ملا تھا محض لغو ہے۔ قرآن پاک کی ہمسری کسی لحاظ سے ہو توہین

کلام الہی ہے اور قرآن کے حقائق وغیرہ کا جملہ محض متعالف ہے۔

ذنادیل ۱۲) اس سے اب تک لازم آنا بالکل باطل قطعاً ناقابل انتفات ہے۔ ۱۱

(الجواب)

جب کوئی مدعی جواب سے عاجز آجاتا ہے تو یہی کہا کرتا ہے کہ بالکل باطل قطعاً ناقابل انتفات ہے اس کا

بہیں کوئی شکوہ نہیں۔

(تاویل ۳) اگر اس سے قرآن کی توہین ہے تو قرآن کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا لہٰذا

(الجواب)

(۱) یہ وہی بات ہے کہ مرزا صاحب نے کلام کا اعتراض قرآن پاک پر دہرا دیا۔

(۲) اعتراض صرف لفظ آیت پر نہیں۔ بلکہ اس پر ہے کہ کوئی اس جیسا لا نہیں سکتا۔

(تاویل ۴) ر الہدی وجبة التسوس۔ وغیرہ سے تاویلات۔

(الجواب)

اپنی بلاغت قرآن کے بعد یا قبل جو کچھ انہیں تحدی اور مقابلہ میں اپنا کلام قرآن کی طرح پیش کر کے قرآن پاک کی خصوصیت

پر جو جوتہ ہے اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۴)

قرآن گالیوں سے پڑھے

مختار مدعا علیہ اپنی عادت کے مطابق اعتراض اور استدلال کا خلاصہ قطع ویرید کر کے نقل کرتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ

کے ذمہ لگاتا ہے۔

یہاں اس فقرہ مذکورہ بالا پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب کی سخت کلامی جس کا نمونہ اوپر پیش کر چکا ہوں۔ اور آگے آئے گا۔ جیب اعتراض کیا گیا۔ تو فوراً اسے بیان واقعہ کہہ کے قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا۔ کہ اگر یہ گالیاں جو بیان واقعہ ہیں گالیاں ٹھہریں۔ تو قرآن پاک کو گالیوں سے پرمانا پڑے گا۔

بس اعتراض صرف اس قدر ہے۔ کہ مرزا صاحب کی محض کلامی اور بدزبانی جیسا سوز کلمات کو اگر سب و شتم کو گالی کہا جائے۔ تو بقول مرزا صاحب قرآن پاک کو گالیوں سے پرمانا پڑے گا۔ یہ مقابلہ قرآن سے اپنی سخت کلامی کا ان دلائل اور دیگر حوالجات سے جو اوپر پیش ہو چکے۔ مرزا صاحب کے ایمان بالقرآن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اور ان امور کے بعد ایمان بکتابہ کا دعویٰ محض زبانی اور غلط ہے۔ عبارت کاٹ کے نہیں پیش کی کہ تاویل کافی ہو جائے۔ نہ اتنے فقرہ پر صرف اعتراض ہے۔ کہ قرآن گالیوں سے پڑھے۔ یہ تو مختار مدعا علیہ کی تصنیف ہے۔ ہمارا اعتراض تو پورے مضمون اور اپنی سخت کلامی کا قرآن پاک کے پاکیزہ طرز خطاب پر قیاس کرنے کا ہے جس کے جواب کی طرف مختار مدعا علیہ نے اشارہ تک نہ کیا۔ غیر متعلق باتیں اور نینر کلامی کر کے صفحہ سیاہ کر ڈالا اور یہ اعتراضی پوائنٹ لاجواب کالاجواب ہی رہا۔

باقی مرزا صاحب کا کشتی نوح اور مواہب الرحمن وغیرہ میں قرآن کے محامد بیان کرنا جواب کے لیے کافی نہیں

جب کہ صریح توہین لاجواب اور پریش ہو چکی۔ اور مرزا صاحب کی چونکہ عادت ہی متعارض بولنے کی تھی، اس لیے ان کا ایک کلام دوسرے کی شرح کیا بن سکیگا جیسا کہ اوپر منسل عرض کر چکا ہوں۔ یہ مرزا صاحب کا ایمان بکلیت اسلامی اصول پر ثابت نہ ہو سکا۔

(نوٹ) مختار مدعا علیہ نے مضمون ضبط کر کے اور مغالطہ کے واسطے سلسلہ توہین کے دو نمبر (۵) بشارۃ اسمہ احمد اور (۶) حدیث کی توہین بے ربط توہین کے سلسلہ سے لیکر یہاں ایمان مفصل کے سلسلہ میں چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد دوسرے شروع کیا۔ میں یہ نمبر (۵) و (۶) اسی توہین کے سلسلہ میں ذکر کر دوں گا۔ تاکہ یہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے اور ایمان مفصل کے و کتبہ کے جواب کو ختم کر کے دوسرے شروع کرنا ہوں۔

(دوسرے)

مختار مدعا علیہ نے ہماری پیش کردہ ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا بلکہ ذکر تک نہ کیا۔ اور صرف اس کہنے پر اکتفاء کیا کہ مرزا صاحب اور آپ کے تمام پیرو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس زبانی اقرار کی تائید تحفیۃ الوری از الاولیاء چشمہ معرفت سے پیش کی کہ وہاں رسول بھیجے یا ان پر ایمان لانے یا دیگر ایمانیات کا ذکر ہے، حالانکہ اعتراض یہ تھا کہ جو شخص انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

انبیاء گرچہ لمودہ اندیسے	من بعرفان نہ کمترم ز کے
آنچه وادست ہرنبی را جام	داداں جام را مرا تمام
زندہ شد ہرنبی بآدم نم	ہر رسوے نہاں بہ پیر ہنم
روضہ آدم کہ تھا نا کمل اب تک	میرے آنے سے ہوا کالہ بجلد بگ و بار
آدم نیز احمد مختار	در برم جاہ ہمد ابرار
منم شیخ زنان و منم کلیم خدا	منم محمد و احمد کہ مجتہدی باشد
میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں	نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اینگ منم کہ حسب بشارات آدم	یعنی کجا است تا بہند پا بہ منبرم
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔

تو وہ گوزبان سے ایمان بارسل کا قائل ہو گیا اس کا ایمان اللہ کے رسولوں پر نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے لاجواب سمجھ کر یہاں نظر انداز کر دیا کیونکہ مرزا صاحب کے ان کفریات اور

و عاوی کے بعد ان کا ایمان بالرسول ثابت کرنا واقعی محال ہے ورنہ کچھ اشارہ کنایہ حوالہ تو ہوتا۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ -**
(والیوم الآخر و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ)

مرزا صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں یہ دونوں فقرات اپنے ایمانیات کی فہرست سے خارج کر دیئے ہیں ان کے کسی امتی سے ان کے متعلق لب کشائی کی کیا توقع تھی بہر حال اس سلسلہ کے تمام حوالے و اعتراضات بھی لاجواب رہے۔
(و البعث بعد الموت)

اس سلسلہ میں جو پیش کیا تھا اس کا جواب کیا بن پڑتا اس کا نام تک نہ لیا گیا جو بحث میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور دراصل مرزا صاحب کے عقیدے اس عقیدہ کے اثبات میں سخت عاجز ہی کیونکہ ایک طرف مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مرتے والا فوراً جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اب اگر قیامت میں نفع صور کی طلبی پر قبر سے اٹھیں تو جنت اور دوزخ کے بعد دخول خروج ماننا پڑے گا جو جائز نہیں لہذا قبر سے مردے نہ اٹھینگے بلکہ ترقی مدارج ہوگی لخص ازالہ اوہام از ص ۱۳۳ تا ۱۳۸

دوسری طرف نص قطعی قرآن حکم میں موجود ہے کہ مردے قبروں سے قیامت میں اٹھینگے۔

(۱) وَ نَفَخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (سورة یس)

(۲) وَإِنَّ اللَّهَ يَبْدُئُ مِنَ الْقُبُورِ - (حج پ)

(۳) إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ -

(۴) الْإِیْظُنَّ أَوْلَیْكَ إِنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لَیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَوْمَ یَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ -

(۵) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِیْهَا نَعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى -

مسلمانوں کا عقیدہ کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے میدانِ محشر میں جمع ہوں گے
وَ نَفَخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ - - - - - یَنْسِلُونَ (سورة یس) قَالَ مِنْ

بِحِی الْعِظَامِ - - - - - تَأْتُوا - - - - - خَلَقَ عَلَیْمٍ (یس) كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ - - - - -

كُنَّا فَاعِلِينَ - كَذَلِكَ یَحِی اللَّهُ الْمَوْتَى إِنَّ اللَّهَ یُبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ - مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ

فِیْهَا نَعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى - أَفَلَا یَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ

إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ یَقُولُونَ ءَأَنَا لَمْرَدٌ وَدُونََ فِی الْحَافِرَةِ

ءَأَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّعْرَهُ یَوْمَ یَنْفَخُ فِی الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا وَ نَفَخَ فِی الصُّورِ - - - - - رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سے صاف ثابت ہے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ نیز۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ - - - - - وَأَدْخِلِي جَنَّتِي - وَ نَفَخَ فِی الصُّورِ فَصُفِّقَ

مَنْ فِی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - - - - - فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ وَ نَفَخَ فِی الصُّورِ ذَلِكَ یَوْمَ الْوَعْدِ - - - - -

..... - ذلك يوم الخلود -

نوٹ

مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۶ ص ۴۸۲ پر مخرج حدیث صحیحہ لوگوں کے قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہونے وغیرہ کی مفصل مبحث میں بخوف طوالت ترک کی جاتی ہے۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ رہینگے

ماہم نجا جبین اس موقع پر ہے ورنہ حضرت آدم و حوا جنت سے کیسے نکلے گئے

ہاں قیامت سے پہلے دخول روحی تھا اب جہمی ہو گا۔

لہذا مرزا صاحب کا ایمان کسی تاویل سے بعثت بعد الموت پر نہیں ہو سکتا اور مختار مدعا علیہ کے سکوت نے اسے اور بھی

مضبوط کر دیا۔ پس امنت باللہ و ملتکتہ و کتبہ کے جواب نہ بن سکتے اور ورسلمہ کے جواب

نا کافی اور والیوم الاخر والقد رخصیرہ و شرہ من اللہ والبعث بعد الموت

کے تذکرہ تک نہ کرنے سے ابھی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح مرزا صاحب کا ایمان کلمہ توحید اور ایمان مجمل پر نہیں اس طرح

مرزا صاحب اور ان کے ماننے والوں کا ایمان مفصل اور اس کے کسی جز پر نہیں اور جب تک ہمارے پیش کردہ عقائد سے

صاف نفلوں میں رجوع نہ کریں قیامت تک ایمانیات کے کسی شعبہ کسی جز پر ایمان نہیں ہو سکتا۔

استدعاء

یہ وہ جوابات تھے جو مخرج میں گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہی بس میں عدالت عالیہ کی توجہ اس بات کی طرف منعطف

کرنا چاہتا ہوں کہ علی مباحث تو آگے آئیے فیصلہ کے واسطے یہ حصہ کافی دوائی ہے۔

کیونکہ مدعا علیہ کو اپنے احمدی ہونے کا اقرار ہے گواہ ماننے کیلئے ماریج کی جرح میں احمدی اور قاریانی اور مرزائی ایک

ہی تسلیم کیا ہے۔

لہذا تنقیح کے پہلا حصہ کر دیا مدعا علیہ نے مذہب قاریانی یا مرزائی اختیار کیا ہے، بلاشبہ

ثابت ہو گیا۔

تنقیح کے دوسرے حصہ کے اس سے ارتداد لازم آتا ہے

اس کے اثبات کے واسطے یہ کافی ہے کہ مرزائیت اختیار کرنے سے نہ لا الہ الا اللہ پر ایمان قائم ہے

نہ محمد رسول پر نہ ایمان مجمل امنت باللہ کما ہر با مسائہ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ پر نہ ایمان

منصل امنت باللہ و ملتکتہ و کتبہ و رسلمہ والیوم الاخر والقد رخصیرہ و شرہ

من الله تعالى و البعث بعد الموت پر۔

یہ ایمان کی بنیادیں اور اصول تھے اس کے بعد ایمان کیا چیز ہے پس مرزا صاحب کی اتباع اور کفر و ارتداد لازم و ملزوم ہی پس تفتیح برکاد و سراحدہ بھی ثابت ہو گیا۔

باقی ارتداد سے فتح نکاح ہونا جو دوسری تفتیح ہے وہ ہر دو گواہوں کو ستم ہے کہ عام حکم اور تعالیٰ قسح نکاح کا ہے جیسا کہ گذر چکا پس اس صورت میں ڈگری بحق مدعیہ ہوتی چاہئے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ -
(ایمان مجمل و مفصل کی بحث ختم ہو گئی۔)

وجوہات تکفیر و ترتیب شہادت

(۱)

دعویٰ وحی نبوت

بحث متعلقہ وحی

مختار مدعا علیہ کی تہیدی تقریر

”اس موضوع پر بحث کہہ نیکی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ گواہان مدعیہ نے مطلق ادعاٹے وحی کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ گواہ ۱ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے اور بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے اور غیروں کے لیے کشف الہام یا وحی لغوی ہو سکتی ہے اور وحی کی تعریف کی ہے کہ فرشتہ بھیجا جاوے۔ قلال سے جا کر یہ کہہ دو اور اپنی تائید میں شرح شفاء کا حوالہ بھی پیش کیا ہے لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے صرف وحی رسالت کو بند قرار دیا ہے گواہ ۱ کا بیان مختار مدعیہ کے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہے۔“

نیز گواہ ۱ نے ۲۱/ اگست کو بحواب جرح تسلیم کیا ہے کہ آیت ما کان لبشر میں جو طرق وحی بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں اور گواہ ۱ مدافعت و ب نے مطلق وحی کے بقاء سے ہٹ کر انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت اور وحی لازمی ہے اگر دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کون سا حکم منسوخ ہو جائے،“

(۱ الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ محض مغالطہ و فریب ہے اس نے اپنی شہادت میں لکھوایا تھا کہ، فریق دوم نے لکھوایا کہ ادعاء وحی کفر ہے آخری بحث میں میں نے اُس کی یہ کذب بیانی سے نفاہ کی اور گواہ مآ کی اصلی عبارت نقل کر دی کہ وہ لکھوایا ہے کہ " ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء وحی نبوت بھی کفر ہے، کتنی واضح عبارت میں وحی نبوت کی تصریح فرما رہے ہیں مگر مختار مدعا علیہ کو مطلق وحی نظر آتی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔

اب جو ابی بحث کے اس ابتدائی مذکورہ بالا حصہ میں مندرجہ ذیل اہامات پیش کئے ہیں اور اپنی مغالطہ ہی کا پورا پورا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں عدالت کی سہولت کے لیے ایک کالم میں اس کا بہتان اور دوسرے میں

اصل حقیقت پیش کرتا ہوں

اصل حقیقت

بہتان

محض بہتان ہے اصل عبارت یوں ہے " ادعاء وحی کفر ہے یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مجھ پر وحی ہوتی ہے اور وہ قرآن کی طرح ہے تو وہ کافر ہے۔" ملاحظہ فرمادیں کہ گواہ مآ نے کس صفائی سے خود ہی معنی کر کے تفسیر کر دی کہ ادعاء اس وحی کا کفر ہے جو قرآن کی طرح (یعنی وحی نبوت) ہو اس نے کہیں مطلق وحی نہیں کہا نہ مطلق وحی کا لفظ ہے بلکہ قرآن پاک جو مسلمہ فریقین وحی نبوت ہے اُس کی طرح جو اپنی وحی کا دعوے کرے وہ کافر۔

(۱) چنانچہ گواہ مآ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔

پس گواہ مآ پر یہ بہتان ہے کہ اس نے مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر بتایا بلکہ وحی نبوت اور رسالت کو کفر بتایا ہے جو قرآن کی طرح ہو لہذا مختار مدعا علیہ کے دعوے سے سیر مو خلاف نہیں محض افترا ہے یہ عبارت بھی پہلی عبارت سے متصل ہے اور مطلق کا لفظ ہرگز وہاں مذکور نہیں مختار مدعا علیہ کی تعین اور اس کا مغالطہ ہے اسی وحی نبوت کو جو قرآن کی طرح سمجھے جائے گواہ مآ بیان کر رہے ہیں نہ وہاں لفظ مطلق وحی ہے نہ خواہ نبوت کا دعوے نہ ہو اصل عبارت یہ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر وحی ہوتی ہے اور وہ وحی قرآن کی طرح دینے وحی نبوت و رسالت ہے (تو وہ کافر ہے اس کے کفر کے اثبات کے لیے تمام مذکورہ عبارات کافی ہیں کیونکہ وحی دینے مذکورہ بالا) لازم نبوت ہے جو شخص اس (وحی نبوت مذکورہ) کا مدعی ہو

(۲) اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعوے کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے

اگرچہ نبطاہر نبوتہ کا مدعی نہیں مگر فی الحقیقتہ مدعی نبوتہ ہے (کیونکہ وحی نبوتہ کا دعویٰ درپردہ نبوت کا دعویٰ ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے گواہ سا کا بیان اپنے لفظوں میں نقل کر کے اس پر افتراء کیا ورنہ وہ دراصل دعویٰ وحی نبوتہ کی تکفیر کو کہہ رہے ہیں نہ مجازی و لغوی کیونکہ اس وحی نبوتہ کو پیغمبروں کے ساتھ مخصوص کر کے لکھتے ہیں کہ وہی وہی کے لیے کشف و الہام یا وحی لغوی ہو سکتی ہے، جب وحی لغوی کی غیروں کے واسطے مراحت فرماتے ہیں تو مطلق وحی کا دعویٰ کفر کیونکہ لکھ سکتے ہیں۔

بالکل صحیح ہے یہاں یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور اس آیت میں جو طرق مذکور ہیں وہ اس کے شان نزول کے لحاظ سے وحی نبوت اور رسالت کے ہیں اور وحی نبوتہ کا تیرہ سو سال سے بند ہونا اور اس پر کھنگ بانا تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ان اقسام کی تخصیص بالا نبیاء اور وحی رسالتہ و نبوتہ مراد ہونے کی دلیل درکار ہو تو بخاری شریف کی پہلی حدیث مع شرح حافظ بدر الدین عینی ملاحظہ فرمادیں۔ فی الاصطلاح الشرع ہو کلام اللہ الی قولہ کما اوحی ربک الی النحل

محض دروغ بے فروغ ہے اس کا رد شہادت اسل پر موجود ہے عدالت خود ملاحظہ فرما دے کہیں "مطلق وحی" کا لفظ نہیں بلکہ وحی نبوتہ کے متعلق حکم دے رہے ہیں لازم نبوتہ وحی نبوتہ ہوتی ہے نہ مطلق وحی ورنہ و اوحی ربک الی النحل شہد کی کھی کو بھی وحی ہوئی ہے وہ ہی نہیں ہوگی نہ وہ وحی نبوتہ ہے گواہ سالت نے تو اپنے بیان میں مرزا صاحب کے مدعی وحی نبوتہ ہونے پر بہت سے دلائل مقررین نقل کئے ہیں علی ہذا گواہ سالت نے گواہ سا کے یہ الفاظ ہیں "ایسے ہی ادعاء نبوتہ اور ادعاء وحی نبوتہ بھی کفر ہے" بہر حال بوضاحت ثابت ہو گیا کہ یہ محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تھا ورنہ گواہان مدعیہ نے بھی وہی بیان دیا ہے جو مختار مدعا علیہ نے بحث میں کہا کہ دعویٰ وحی نبوتہ و رسالت کفر ہے۔ مرزا صاحب اور ان کے پیغمبر اگر مغالطہ نہ دیں اصل بات یہ ہے کہ میری تہید جو میں نے اس سیدنگ کے تحت مسئلہ کو متبیح کرینکے سے پیش

(۳) گواہ سالت نے ۲۱ اگست کو جواب جرح تسلیم کیا ہے آیت مالکان لبشیدہ میں جو طرق وحی بیان کیے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔

(۴) گواہ سالت و میر نے مطلق وحی کے بقاء سے یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوتہ و وحی لازم چیز ہے

کی تھی وہ چونکہ لا جواب تھی اس لیے اس اضطراری اور بہتان طرازی کا ثبوت دیا گیا ملاحظہ عدالت کے واسطے بلفظ پیش کرتا ہوں۔

نتیجہ بحث

کنت والہام دی تین علیحدہ علیحدہ امور ہیں جن کی تفصیل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مسموم حضرت سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مفصل درج ہے پھر مزاج کے لغوی اصطلاحی حقیقی و مجازی معنی میں شہد کی مکھی کو بھی لغوی و مجازی معنی کی گئی ہے قال اللہ تعالیٰ داوحی ربک الی النحل۔۔۔۔۔ الخ کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی بھی دے گی۔ مگر حضور والا واقعہ ہے کہ اس بحث میں شہد کی مکھی والی وحی یا اس قسم کے دیگر لغوی و مجازی اقسام وحی اور مجازی عبارات نہ پر بحث نہیں۔ بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ وحی نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسدود ہے اور اس کا مدعی کافر ہے ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعیہ خصوصاً بیان گواہان یہاں اس کا یہ دعوے کہ ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء وحی نبوت بھی کفر ہے بڑی تفصیل سے مدلل کیا گیا ہے

پس بحث مزاج یہ ہوئی کہ مطلق وحی کی بحث نہیں بلکہ دعوے وحی نبوت کفر ہے۔

نتیجہ نیرود۔ جو مدعی انبیاء کرام پھر جس خصوصی پیرایہ میں اترتی ہے وہ وحی نبوت کہلاتی ہے وہ کسی اور پر نہیں اتر سکتی۔ بجائے اس کے کہ اس نتیجہ کے اقسام بیان کر کے اسے طول دوں یہ زیادہ مسلم ہے کہ مرزا صاحب کی عبادت وحی نبوت کی مراد اور اس کی نتیجہ میں پیش کروں تاکہ ان حضرات پر بھی حجت ہو سکے جن پر سوائے مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کے مطلقاً قرآن حجت ہے نہ حدیث نہ فقہ نہ کلام نہ تفسیر نہ اللہ کا کلام اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ سارے کے فیصلے نہ بزرگان دین کے اقوال نہ ائمہ دین کے استنباط بلکہ مرزا صاحب کی بات بنانے کے لیے سب کی تاویل کریتے ہیں اور سب پر اتہام لگانے میں تامل نہیں کرتے۔

مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک وحی نبوت کے معنی

(۱) "کیونکہ جس میں شان نبوت پاتے ہیں اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے" ایام الصلح ص ۱۴۶ مسلم گواہ مسموم جریح مارچ ۱۹۰۷ء

"نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی" سراج نیر ص ۱۷

(۲) وحی رسالت وہ ہے جو متوسط جبرئیل؟ (ازالہ اوہام ص ۲۱) بیان گواہ مدعیہ مسموم

(۳۱) ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے (ازالہ مشگ ۲۳۸ گ مدعیہ نمبر دو)
تینچ سوم جو وحی بندوں پر حجت ہو اور اس کی اتباع لازم ہو وہ تشریحی کہلاتی ہے یا جس میں نیا حکم ہو ملاحظہ
ہو جرح گواہ ۱/۷ مارچ ۱۹۳۲ء

جس میں نئے احکام ہوں وہ تشریحی ہے۔
تشریحی تشریحی ہوتا ہے اور اس کی وحی خواہ پرانی وحی کیوں نہ ہو تشریحی اور لوگوں پر حجت ہوتی ہے نیز کوئی نہ کوئی
نیا حکم اس میں مستقلہ ضرور ہوتا ہے خواہ صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱/۷ مارچ ۱۹۳۲ء
نیز ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ۲۳۸ تھوڑا بہت نازل ہوتا برابر ہے تفصیل کے لیے بیان گواہ مدعیہ ۱/۷ ملاحظہ ہو،
مرزا صاحب کی عبارت اور تینچ نمبر سوم کی رو سے وحی نبوت کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

(۶۱) الف) جس میں شان نبوت ہو یا نبی ہو اس کی وحی وحی نبوت ہے۔

ب) توسط جبرئیل ہو خواہ ایک ہی فقرہ وحی نبوت ہے۔

ج) جو بندوں پر حجت ہو۔ ایفنا

د) جس کی اتباع لازم ہو۔

ه) جس میں نیا حکم ہو۔

و) صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا حکم ہو وہ بھی وحی نبوت بلکہ تشریحی ہے۔

یہ (۶۱) چھ صورتیں وحی نبوت و رسالت کی ہوتی ہیں۔

(اقراری ڈگری)

ہمارے مدعا کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہ صرف مرزا صاحب کی امت کو بلکہ ان کے خود ساختہ صاحب نبی کو بھی مسلم ہے
کیونکہ ہمارا دعوے انسداد وحی نبوت و رسالت ہے اور وحی نبوت و رسالت کا انسداد مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ملاحظہ
ہوں حوالجات مندرجہ ذیل۔

(۱) لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی۔ (ازالہ اوہام ص ۲۲۱)

(۲) حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (حملتہ البشری ص ۳۲)

اب اس تسلیم کے بعد کسی جدید استدلال اور بحث کی ضرورت ہی نہ تھی مگر پھر بھی عوام کو مغالطہ سے بچانے کے
واسطے اصل بحث میں نے تمام پیش کردہ آیات و احادیث و اقوال کا مدلل جواب دیتے ہوئے ان کی خیانت
اور قطع و برید بے نقاب کر دی تھی۔ اب جواب بحث میں بجائے ان کا کوئی معقول جواب دینے کے انہیں

فرمودہ دلائل کا مکرر اعادہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں شریک خیانتین اور تحریف ہے اس لیے پھر مفصل جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں ورنہ مزورت ہی نہ تھی۔ یہاں تک میرے دعویٰ کا تعلق ہے مدعا علیہ اور اس کے نبی اور گواہوں کو مسلم ہے

نخستین مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل ہیڈنگ قائم کیے ہیں

- (۱) کیا وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
- (۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریحی مسدود ہے۔
- (۳) کیا قرآن مجید سے بناء وحی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۴) کیا احادیث سے بناء وحی غیر تشریحی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) کیا بناء وحی غیر تشریحی عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔
- (۶) کیا مسیح موعود کے نزدیک ہر قسم کی وحی بعد ہے۔
- (۷) کیا مسیح موعود اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس سلسلہ میں بظاہر سات بے ربط و غیر متعلق آیات معانی اور مطالب بگاڑ کر تحریف معنوی کے ساتھ پیش کی گئی ہیں مگر دراصل پانچ جن کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام آیات وحی لغوی یا الہام کے متعلق ہیں اور ہماری گفتگو وحی نبوتہ وحی رسالت میں ہے اس کی تخصیص کا دعویٰ ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے مطلق وحی کی تخصیص کا نہ ہمارا دعویٰ ہے نہ ہم اس کے جواب کے مکلف ہیں۔

تبرعات تفصیلی جواب بھی پیش کرتا ہوں

ایة اولما کان لبشر ان ینکلمہ اللہ الا وحیا۔۔۔۔۔ الخ خلاصہ

استدلال مدعا علیہ بشر نبی اور غیر نبی کو عام ہے۔ لہذا وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔

یہ بعینہ شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے جس کا جواب مکمل اور مدلل و مفصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے انسان سے ہم کلام ہونے کے اقسام بیان کیے گئے ہیں وحی نبوت کا انبیاء سے مخصوص ہونے کا ذکر تک نہیں اور اگر اس سے خارجی دلائل اور شان نزول کی روشنی میں وحی نبوتہ مراد ہو تو بشر سے نبی مراد ہوگا۔ جیسا کہ اس کے شان نزول سے ظاہر ہے اور نبی بھی بشر ہوتا ہے صرف وحی الہی نبی کو عام بشر کے افراد سے ممتاز کرتی ہے۔

قال الله تعالى قل انما انا بشر مثلكم يوحى الي --- الخ

مختار مدعا علیہ کا جواب یہ کہ

در لیکن مختار مدعیہ۔ سے اس آیت میں بشر سے نبی مراد لیا ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بشر کو امیہ

کے ساتھ مخصوص کرے۔

بالکل قابل التفات نہیں کیونکہ جواب کی شق اول تو ہر حال مسلم رہی اور اس آیت کا غیر متعلق ہونا ثابت ہو گیا بشر کی تخصیص نبی کے ساتھ شق ثانی پر ہے جب کہ وحی سے مراد وحی نبوت ہو۔ پس جس طرح وحی نبوت کی تخصیص بلحاظ شان نزول ہوگی یوں ہی بشر سے نبی کی تعیین شان نزول سے ہے نہ کہ ظاہری الفاظ سے۔ ہاں جب کہ مختار مدعا علیہ وحی عام مراد لیتا ہے نہ کہ وحی نبوت اور بحث وحی نبوت میں تھی نہ کہ ابہام اور وحی مجازی و لغوی میں پس اس آیت کا غیر متعلق و بے ربط ہونا گویا اُسے بھی مسلم ہے اور محض بحث کو طول دینے کے واسطے اسے پیش کیا ہے در نہ اس کا شافی اور اہل جواب ابتدائی بحث میں گزر چکا ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۲۱۶ و ۲۱۷ سے مختار مدعا علیہ کا یہ نقل کرنا کہ

ان تمام طرق سے اولیاء امت کو بھی وحی ہوتی ہے اور نبی و ولی کی وحی میں فرق ہے ہماری تائید کرتا ہے نہ کہ ہمارے خلاف کیونکہ جب یہ وحی اولیاء امت کی وحی کو بھی شامل ہے جو بالاتفاق بمعنی ابہام ہے تو لا محالہ اس آیت میں غوی وحی مراد ہوگی نہ حقیقی اصطلاحی نہ وحی نبوت، لہذا پھر بھی غیر متعلق اور بے ربط رہی۔ مختار مدعا علیہ نے چونکہ باقرار خود فتوحات کا کل مطالعہ نہیں کیا ہے ورنہ ایسی قاش غلطی نہ کرتا۔ کیونکہ حضرت شیخ نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ابہام باقی ہے اور وحی بالکل مسدود و بند ہے۔

” اعلم انما لنا من الله الالهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع بموت

رسول الله صلى الله عليه وسلم“

فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۷ یعنی جان لو کہ ہم کو اللہ کی جانب سے ابہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا ہے۔

ج ۲ باب ۲ ص ۲۱۷ پر تصریح فرمادی کہ آثار نبوت سے صرف بشارات یعنی روایا صالحہ باقی ہیں اور سب مسدود و ختم ہو چکے ہیں ان تصریحات کے ہوتے ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قلع و برید کر کے بگاڑنا صرف مختار مدعا علیہ کا شیوہ ہے جن کا مقصد مناظرہ کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری آیت۔

واوحینا الی ام موسى ان ارضعیه الخ

غلام استدلال۔ ام موکدنی نہ تھیں پھر بھی ایسی شانداران پر وحی ہوئی۔

الجواب

یہاں وحی شاندار اور غیر شاندار کا ذکر نہیں بلکہ وحی نبوت کے متعلق بحث ہے اور وحی نبوت اس میں مراد نہیں جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔ کہ

دگواہ مدعا علیہ کا مقصود اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا ہے نہ وحی نبوت ملخصاً۔

نیز اس آیت میں وحی بمعنی الہام ہے جیسا کہ جامع البیان علی ہاشم بلائین ص ۱۴۱ پر ہے۔ و اوجینا الہمنا الی ام موسیٰ یعنی اوجینا الہمنا کے معنی میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا اور ہی بلائین پر تصریح ہے کہ وحی بمعنی الہام ہے۔ پس جبکہ یہاں الہام مراد ہے تو غیر متعلق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

تیسری آیت۔

اذکر فی الكتاب مریم الخ

چوتھی آیت۔

واذ قالت الملائكة یا مریم ان الله یتبرک الخ

پانچویں آیت۔

واذ قالت الملائكة یا مریم ان الله اصطفاک الایة

غلام استدلال۔ مریم نبی نہیں۔ پھر جبرئیل پیغام الہی لائے اور ان پر وحی ہوئی۔

(الجواب)

یہ بعینہ وہی استدلال ہے جو شہادت میں آپکا اور ابتدائے بحث میں اس کا غیر متعلق دے لے ربط ہونا پیش کر چکا۔ جس کے لاجوابی کا مختار مدعا علیہ کو بھی اعتراف ہے کیونکہ اس جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں مکرر اعانہ کر کے لول دینا نہیں چاہتا۔ عدالت خود ابتدائے بحث سے ملاحظہ فرمائے یہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ غیر انبیاء پر ہمیشہ وحی بمعنی الہام ہوتی ہے اور نزول جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل غیر انبیاء پر بھی ہوا ہے گو بصورت الہام ہے لہذا یہ آیت وحی نبوت کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور وحی بمعنی مجازی الہام وغیرہ کی تخصیص بلائین کے ہم ہی مدعی نہیں۔ لہذا یہ حوالہ محض بیکار ہے۔

چھٹی آیت۔

وامراتہ قاسمۃ فضحکت فبشرناھا باسحق الخ

الجواب

یہاں بھی وحی نبوت مراد نہیں بلکہ الہام ہے جیسا کہ تفاسیر میں مصرح ہے اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا جواب الجواب کیا ہو سکتا نام تک نہیں لیا گیا اور اس کی لاجوابی کا زبان حال سے اعتراف ہی کرنا پڑا۔
ساتویں آیت۔

قلنا یا ذا القرنین امان تعدب الایة

یہاں بھی ثبوت کا مکرر استدلال دہرایا ہے میں بھی ابتدائی بحث کے مدلل جواب کی طرف عدالت کی توجہ مبذول کرتا ہوں جو حضرت ذوالقرنین کو نبی کہتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ آیت انبیاء سے مخصوص ہے اور جو انہیں نبی نہیں کہتے ان کے نزدیک یہ الہام ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے کہا ہے لہٰذا یکن نبیاً پس انہوں نے یہ تفسیر کی ہے قلنا یا ذا القرنین - بالالہام - ہم نے ذوالقرنین سے بذریعہ الہام گفتگو کی جلا لیں ۱۶ صفحہ نظامی دہلی، لہٰذا یہ الہام ہوا۔ اور گفتگو وحی بلکہ وحی نبوت میں ہے اور یہاں وحی نبوت کجا مطلق وحی کا بھی لفظ نہیں۔ لہٰذا یا لکل غیر متعلق ہے۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ سکندر کے متعلق نبی وغیر نبی کا اختلاف مختار مدعیہ نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا محض افتراء اور بہتان ہے۔ میں نے صرف تفاسیر کا ذکر کیا ہے اور مختار مدعا علیہ کے سوال پر تفسیر کبیر کا حوالہ بتایا تھا تفسیر کبیر کا اُسے بھی مسلم ہے جلا لیں کا حوالہ پیش کر دیا گیا۔

تفسیر ابن جریر کا حوالہ بتایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لایعنی اور شرمناک بہتان و افتراء سے عہدہ برآمدی چاہتا ہے۔

نتائج مختار مدعی علیہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- (۱) وحی انبیاء علیہم السلام سے منقص نہیں۔
- (۲) جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہیں طریقوں سے غیر انبیاءوں اور اولیاءوں وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ایک سے ظاہر ہے۔
- (۳) فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاءوں پر ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچاتا ہے جیسا کہ آیت ۶۵ و ۶۶ سے ظاہر ہے۔

جو اباب مرتبہ

جواب لے کر بحث وحی نبوت میں ہے اس کا غیر انبیاء پر ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

(۲) اس آیت میں جب وحی نبوتہ مراد ہے تو انبیاء سے مخصوص ہے اور اولیاء کو وحی بمعنی الہام ہوتی ہے یہ اس آیت کے تحت میں اگر داخل مانی جائے تو یہ ہم کلامی بمعنی وحی عام یعنی لغوی ہوگی۔ جس کی یہاں بحث نہیں۔ یہاں صرف وحی نبوتہ کی تخصیص کا تذکرہ ہے۔ درتہ شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ واخبر بلک الی النحل۔ پس اس معنی سے انبیاء کے ساتھ کون عقل مند تخصیص کر سکتا ہے۔

(۳) یہ پیغام بھی گو بواسطہ ملائکہ ہو۔ مگر الہام ہے جیسا کہ فتوحات میں مصرح ہے کہ الہام بواسطہ ملک بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے واسطے فتوحات سے باب الہام کا بیان ملاحظہ ہو نیز اصل ابتدائی بحث میں۔

(۴) یہ وحی نہیں بلکہ الہام ہے چنانچہ آیت نمبر ۷۷ میں وحی کا لفظ بھی نہیں۔

(۵) یہاں بھی الہام مراد ہے نہ وحی جیسا کہ مفصل اور پر عرض کر چکا ہوں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریحی مسدود نہیں ہے

اس سلسلہ میں میں مختار مدعا علیہ نے دلائل السداد وحی ثبوت کے جواب دہ کی لا حاصل سعی کی ہے جس کی حقیقت ابھی ان شاء اللہ آشکار ہو جائیگی۔

قل مختار مدعا علیہ

مگر اہان و مختار ان مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہی بند ہونا ثابت ہوتا ہو انہ،

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جنہیں لامحالہ دہرانا ضروری ہے خواہ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ یہی الفاظ تقریباً شہادت میں تھے جن کا مکمل جواب۔

(دلائل السداد وحی نبوتہ بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

کا بیڈنگ قائم کر کے دے چکا ہوں تفصیلی اعلاہکی ضرورت نہیں۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ کی طرف سے ثبوت کا مطالبہ ہے کہ ثابت ہوا جو ابا گزارش ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اور وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے ایام الصلح ۱۲۶ نیز نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔

سراج نیز مسکن نیز وحی نبوت لوازم نبوت سے ہے گ ۳/۲۷

پس تمام وہ اولہ جو انقطاع نبوت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یا ختم نبوت پر پیش کئے گئے وہ سب اس مسئلہ در واقع دلیل ہیں اسی لیے صرف ایک آیت کے اعادہ پر اکتفا کی گئی جس پر مرزا صاحب کے متبعین نے یہ مقالہ دیا

کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے نہیں زکوٰۃ حدیث میں سنئے کہ علاء آیات کے خاتم النبیین کے تحت مندرج ہیں

- (۱) الذین یؤمنون بہما انزل الیک وما انزل من قبلك -
- (۲) ولقد اوحی الی هذا القرآن لانذارکم بہ ومن بلغ -
- (۳) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً -
نوٹ (۱) قرآن میں بعد کے تصریح کی ساتھ وحی مطلق کا بھی کہیں ذکر نہیں جرح گٹ ص ۲۲
- (۴) ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك -
- (۵) وكذلك یوحی الیک والی الذین من قبلك -
- (۶) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا۔۔۔ تا۔۔۔ مسلمون
- (۷) الم تر الی الذین یزعمون الی بہ
- (۸) وما ارسلنا قبلك من المرسلین -

اس کا ترجمہ و مطلب و استدلال وغیرہ بیانات گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ ہو پھر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے پیش نہ کی محض مغالطہ ہے اس قدر آیات بیانات شاہد ہیں۔ البتہ ہر ہیڈنگ کے نیچے مفصل کر نقل نہیں کی گئی اکثر جگہ حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نمونہ ملاحظہ ہو۔ (احادیث مفصل (۲۵) بلکہ دعویٰ امور حوالہ ۲۰۰ سے زائد کا)

(۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینقی بعدک من النبوة شیء الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ فالمبشرات قال الرویا الصالحة یراہا المسلم او تری لہ (کنز العمال گٹ ص ۳)

(۲) عن عمران اناساً کانوا یواخذون بالوحی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطع۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۶)

(۳) عن عمر لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب قالوا لؤوی زکوٰۃ وقال ابو بکر لو منعونی عقلاً لجاہدتم علیہ وقلت یا خلیفۃ المسلمین۔۔۔

وقال اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام انه انقطع الوحی وتم الدین انیقص

وانا حی مشکوٰۃ مناقب ابی بکر ص ۵۳۸ جرح گٹ ص ۳۶ ص ۵

(۴) عن انس بن مالک قال صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد

انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی قال شق ذلك على الناس وقاتل
ولاكن المبشرات قالوا يا رسول الله وما المبشرات قال رؤيا
الرجل المسلم وهو جزء من اجزاء النبوة - - - - - الخ

اجرح گ ع ص ابن کثیر جلد ۱ ص ۶۸۹

مفصل ترجمہ و مطلب بیانات اور بحث ابتدا میں ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ کہ اس میں مندرجہ ذیل امور صرح موجود ہیں۔

(۱) نبوة کے لازم و آثار و اجزاء سے سوائے صحابہ و صحابہ کچھ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نہیں۔

(۲) ان الوحي قد انقطع - وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی۔

(۳) انه انقطع الوحي - یقیناً معاملہ یہ ہے کہ وحی منقطع ہو چکی۔

(۴) کوئی بھی نبوة در رسالت کا جزو سوائے مبشرات و ریاء صالح باقی نہیں رہے وحی نہ کچھ اور

اقوال سلف صالحین و مسلم بزرگان دین

گواہ مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ ابن عربی رحمہ کی تفسیر و اعلم ان لنا من الله تعالى
الالهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع ببعث رسول الله صلى الله عليه وسلم -
تقرحات ج ۳ ص ۲۵۲

ترجمہ جان لو ہمارے واسطے اللہ کی جانب سے صرف الہام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بالکل منقطع و مسدود ہو چکا۔

نیز مسلمہ گواہان مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ میر درد

(۲) علم الکتاب من حضرت خواجہ میر درد - اقسام وحی کہ ان نیز مثل الہام و قسم است - یکے وحی عام کہ اصلاً پہنچ نہیں

ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص با نبیاء است و بیان اقسام نبی اہول آن و منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء
وکن بعد عدم جواز اطلاق لفظ وحی بمعنی عاشر نیز در جرح گٹ ۱۱ مارچ ۰۰

(۳) من اعنتد و جابعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر باجماع المسلمین -

رقناوی مدیثہ علامہ ابن حجر مکی گ ۱ ص ۱۰۰

(۴) وكذلك من ادعى لهم انه يوحى اليه وان لم يدع النبوة فهو لاء كلام كفار يكن بون

النبى صلى الله عليه وسلم - (شفاء جلد ۲ ص ۲۰۱ ر ۲۰۱ ص ۶۹)

(۵) و بحوالہ مذکورہ نسیم الریاض ج ۲ ص ۵۰۲

(۶) شرح شفاء گ ۳ ص ۵۱۹ و ۵۲۰

عرض یہ کہ صرف دعویٰ وحی نبویہ ہی چونکہ مستلزم نبوت ہے اس لیے اسے بھی کفر اور تکذیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا گو دعویٰ نبوت ہو جیسا کہ اوپر بحوالہ شفاء و شرح شفاء ملا علی قاری و نسیم الریاض وغیرہا سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔
زیادہ تفصیل بیانات گواہان مدعیہ الف و ہ و ۲ ملاحظہ ہو۔

اتنے مفصل دلائل کے بعد یہ کہتا کہ کوئی آیت اور حدیث پیش نہ کی گئی محض یہ جیاتی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بحث کی پیش کردہ آیات کا کوئی مکمل جواب ہی نہ دیا صرف یہ کہہ کر ٹھان چاہا ہے کہ وحی کا ذکر نہ ہونا اور بات ہے اور سرد و ہونا اور حالانکہ میں نے مفصل عرض کیا تھا کہ یہاں صرف عدم ذکر نہیں بلکہ باوجود اقتناء متقاً کے اس کا ترک ہے جو صراحتاً انسداد وحی پر بھی دال ہے ورنہ ذکر قصداً ترک نہ کیا جاتا۔

صرف ایک آیت کا لیے ربط جواب دیا ہے گویا بحث کی پیش کردہ کل آیات سوائے ایک کے بالکل لاجواب ہیں اور احادیث و اقوال سلف کل لاجواب ہیں۔

ابتنہ بین آیات دگواہ نمبر ب کے بیان سے لے کر کچھ غیر متعلق جواب کی لا حاصل سعی کی ہے ان آیات کا جواب گونا قابل التفات ہے تاہم ہماری جانب سے مختار مدعا علیہ کا متعالظہ آشکار کر نیچے واسطے مفصل چاروں آیتوں کا جواب الجواب پیش ہے۔

(۱) پہلی آیت۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ -
خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

جواب کیا ہو سکتا تھا جواب کا نام رکھ کر تاویل میں کی ہیں۔

(۱) عدم ذکر عدم شیء کو مستلزم نہیں ہیں یہ لازم نہ آیا کہ آپ کے بعد وحی نازل ہونے والی نہیں۔

(۲) اس آیت میں وحی تشریحی کا ذکر ہے اور وحی تشریحی تو نہیں آسکتی لیکن غیر تشریحی آسکتی ہے جیسا کہ ہوا قیت ج ۲ ص ۱۲ پر ہے۔

انہ لم یجی لنا خبر الہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی

تشریحی ابداً انما لنا وحی الالبہام قال اللہ تعالیٰ و لقد اوحی الیک الایۃ

(۳) مسیح موعود پر وحی ہوگی لہذا اس آیت سے وحی بند کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر مطلق وحی مراد ہو تو بالآخرۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد آنی ہوئی نبوت

یا رسالت کو مستلزم ہے مراد ہوگی اس سے اسلوب بدکر بالآخرۃ فرمایا الخ

(الجواب)

جواب (۱) یہاں عدم ذکر نہیں ہے بلکہ فہرست ایمانیات سے بالقصد خارج کرنا ہے جو صریح دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ اسے فہرست ایمانی کے سلسلہ میں ترک نہ کیا جاتا۔ مقام ذکر میں بالقصد ترک اور عدم ذکر میں فسر ق ہے ترک میں نفی صراحتہ ہے اور عدم ذکر میں حکم سکوت عن رہتا ہے۔

جواب (۲) اس آیت میں صرف وحی نبوت کا ذکر ہے کیونکہ من قبلک سے انبیاء مراد ہیں اور انبیاء پر وحی بتصریح مرزا صاحب وحی نبوت ہوتی ہے اگر وحی تشریحی راہ لی جائے تو ما انزل من قبلک کا عموم باطل ہو جائے گا نیز انبیاء و ما سبق صاحب شریعت نہ تھے۔ ان کی وحی خارج ہو جائیگی حالانکہ یہ نطق ہے پس وحی نبوت خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی حضرت سلی التمدیہ وسلم کے بعد بندے سے جو کچھ باقی رہتا ہے وہ صرف اہام یا وحی مجازی ہی تصدیق لواتی ہے حوالہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ زمانے میں کہ اصطلاح شرع کی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا کل بندہ ہے صرف ہمارے لیے اہام ہے اور پھر اس کو ایک قرآنی آیت سے ثابت کیا ہے۔ یہ حوالہ تو ہماری تائید ہے نہ مختار مدعا علیہ کی اس میں لفظ تشریحی سے مغالطہ دیا گیا ہے حالانکہ اس کے مقابل باقی رہنے والی چیز صرف اہام ہے، جو مجازاً وحی کہلا سکتی ہے اور شیخ کی یہ مقرر شدہ مشہور اصطلاح ہے کہ وہ اہام کے مقابل وحی تشریحی سے وحی نبوت مراد لیتے ہیں کہ وحی نبوت مسدود ہے صرف اہام باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے فتوحات ہی میں اسکی تفسیر فرمادی ہے کہ

اعلم ان لنا من الله الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع موت رسول الله صلى الله عليه وسلم - (فتوحات ج ۳ ب ۳۵۳ ص ۳۱۶)

کہ ابھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگوں کے واسطے صرف ایک اہام باقی ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے بالکل یقیناً منتقطع و مسدود ہو چکا۔

(۳) مسیح موعود پر بھی اہام ہو گا نہ کہ وحی اور جہاں کہیں وحی کا لفظ آیا ہے وہاں اہام ہی مراد ہے جیسا کہ شروع مسلم میں مصرح موجود ہے اور عتہ۔ رعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام محی الدین ابن عربی یواقیت و فتوحات میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں تصریح فرما رہے ہیں۔

(۴) وبالآخرة هدی وقتوت سے آخری وحی مراد لینا محض جہالت کا ثبوت دینا ہے تیرہ سو سال میں آج تک کسی کا وہم گمان بھی نہ گیا کہ اس سے مرزا صاحب کی وحی آخری مراد ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین عظام تمام مفسرین سنت صالحین آخرتہ سے قیامت کا دن مراد لے رہے ہیں مگر مرزا صاحب

کی است اس سے مرزا صاحب کی وحی مراد لیتی ہے۔ سہ

بسوخت عقل ز جیرت کہ اہل چہ بوالعجبیت

یہ کھلی ہوئی تحریف قرآن پاک ہے باقی تفصیل اصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔
دوسری آیت۔

قولوا امنوا باللہ و ما انزل الینا و ما انزل الی ابراہیم واسمعیل واسحاق و یعقوب
والاسباط و ما اوتق موسیٰ و علیسی و ما اوتق النبیون من ربہم لانفرق بین
احد منہم و نحن لد مسلمون۔

خلاصہ اصل اسناد لاں گواہ مدیہ مقصودات ۱۰ آیات سابقین کی وحی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی وحی کو باوجود مقام ذکر ہونے کے ترک کر دیا جو تصریح اس امر کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا
ضروری ہو ورنہ فہرست ایمانیات سے وہ خارج نہ کہ جاتی۔ بلکہ وحی نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے۔

اس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ جواب نہ ہو سکا صرف یہ کہہ دیا کہ جو پہلا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے لہذا میں بھی یہی
گزارش کرتا ہوں کہ پہلی آیت کے سلسلہ میں جو تاویلات دیکھ کر جواب جواب پیش ہو چکا وہی یہاں بھی کافی ہے۔
تیسری آیت۔

”الم توالی الذین یزعمون انہم امنوا بما انزل الیک و ما انزل من قبلك الایۃ“
خلاصہ جواب۔ پہلا ہی جواب دہرا کے یہ کہہ دیا کہ سب صحیح موعود کی وحی چونکہ قرآن اور حدیث کے موافق ہے لہذا
ما انزل من قبلك الخ۔ میں شمار ہوگی۔

(الجواب)

یہ جواب قابل غور ہے تو ما انزل الیک و ما انزل من قبلك۔
فرمایا کہ جو آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہو چکا ہے اور مختار مدعا علیہ بعد کا نازل شدہ بھی اس میں شامل کر رہا ہے گویا انکے
تزوید خدانے ما انزل الیک و ما انزل من قبلك۔ کا لفظ محض بحث اور
بیکار و مہمل رعیا ذالبتما استعمال کیا۔ مرزا صاحب کے مقتضین مرزا صاحب کی تائید میں قرآن پاک اور سرکارِ دو عالم پر بے باکی
سے حملہ کرنے میں تامل نہیں کرتے یہ جواب تو اس قدر مہمل ہے کہ قابل التفات ہی نہیں مفصل جواب آیت نمبر (۱) کے جواب
الجواب اور اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ پر بہستان

”یہ بات بڑی دلچسپی سے دیکھے جانے کے قابل ہے کہ مختار ان مدعیہ مرزا صاحب کی وحی کو بھی منزل من اللہ ملتے کو تیار نہیں اور ان کے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مجتہدین کے اجتہادات کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ قرار دیتے ہیں۔“

میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے اس مریع بہستان کی طرف دلاتا ہوں اور بجائے کسی جواب کے نیت مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت نقل کیے دیتا ہوں۔

استنباط مجتہدین بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نفوس سے مستخرج ہیں وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے سبیل الرشاد ص ۳۲ ملاحظہ فرمائیے کہ کتنی صاف تصریح ہے کہ چونکہ مجتہد نے اسی آیت سے جو منزل من اللہ ہے یہ حکم اشارۃً یا دلالتاً نکالا ہے لہذا یہ حکم بھی اسی آیت کا ہے نہ اس کا تراشیدہ اور طبع زاد۔

اور کہاں یہ پاکیزہ حکم کہاں مرزا صاحب کی وحی نبوۃ اور اس کا جواز اور منزل من اللہ ہوتا جس کا دروازہ بنص قطعی ہر پرچکا جو دعویٰ کرے کافر ہو جائے استنباطات و اجتہادات مجتہدین تبصریح قرآن اور حدیث باقی ہیں پس یہ مختار مدعا علیہ کا افتراء اور محض مغالطہ ہے

جو تھی آیت۔

وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا بالیة

اس آیت کا جواب تو کچھ بن نہ آیا عموم ترک کر کے شان نزول سے فائدہ اٹھانا چاہا حالانکہ یہی جواب ماکان لبشر ان ینحیہ اللہ۔ کا جب ہماری طرف سے دیا گیا تھا تو اس پر اعتراض تھا کہ اس کا عموم باطل ہو رہا ہے یہی جواب ہم بھی پیش کرتے ہیں۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوصی مورد کا پس یہ جواب بھی غیر متعلق ہے اور ہمارے استدلال کو خروج نہیں کرتا اصل استدلال شہادت گواہ نیرب میں ملاحظہ ہو۔

پس یہ تمام آیات یقیناً قلمی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی وحی نثری نہیں آئی ہے بلکہ کارخانہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع و مسدود ہے جیسا کہ انہیں اور ان جیسی آیات سے بھی مطلب بزرگان دین نے استنباط کیا ہے میں تاہم میں صرف دو حوالہ گواہ اور مختار مدعا علیہ کے تسلیم پیش کرتا ہوں۔

(۱) علم الکتاب میر درد دہلوی ص ۱۱

اقسام وحی کہ آن نیز مثل البام و قسم است یکے وحی عام کہ بیچ اصلا تخصیص ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است و بیان اقسام پنج اصول آں و منقطع شدن کار فرمودی بعد خاتم الانبیاء و من بعد عدم جواز اطلاق لفظ۔

وحی یعنی عاشر نیر (مسلم گواہ ۱۷۲)

پس بصراحتہ انقطاع وحی نبوتہ ثابت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہ باوجودیکہ وحی یعنی الہام ہو سکتی ہے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لفظ وحی کا استعمال بھی کسی کے واسطے جائز نہیں۔
یہ وجہ تکفیر ایسے دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جس کا جواب ناقیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ

(دلائل تقاروحی غیر تشریحی از روئے قرآن شریف)

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں مکرر وہی آیات مع اسی طرز استدلال کے نقل کر دی ہیں جو اس نے شہادت میں پیش کی تھیں صرف ترتیب کو بدلا ہے حالانکہ ان کا نہایت مکمل اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دیا جا چکا ہے جس کی طرف نا تمام سا اشارہ کہیں کہیں خود کرتا ہے یہی بس صرف اشارہ کے طور پر اس کی پیش کردہ آیات پر معمولی سا تبصرہ کر کے تفصیل ابتدائی بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) آیت اول - رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ
لینذر یوم التلاق - (سورۃ المؤمن ۲۶)

خلاصہ استدلال - اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات ذوالعرش ہونا اور اس کے مہذول کا پایا جانا نیز ضرورت انذار نزول وحی کی علت ہیں پس جب کہ یہ تینوں باتیں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو نزول وحی کے مسدود ہونے کے کیا معنی۔

روح سے صحیح یہ ہی ہے کہ وحی مراد ہوگی جیسا کہ جلالین اور تفسیر کبیر میں ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ آیت بالکل اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے کہ وحی غیر تشریحی باقی ہے کیونکہ یہ آیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتری ہے اور آپ پر وحی تشریحی ہوتی تھی پس اس لیے وحی غیر تشریحی مراد لینا محض لغو ہے۔
(۲) بیان نزول وحی کی علت نہیں بیان کی جاتی ہے بلکہ علی من یشاء من عبادہ - کی علت پیش کی گئی ہے کیونکہ کفار مکہ کے ذہن میں نبوتہ کا معیار کثرۃ مال اور دیوبی جاہ و جلال تھا اور کہا کرتے تھے کہ انزل الذکر علیہ من بیننا - کیا ہم سب میں سے اس پر وحی اور کتاب اتاری گئی، یعنی یہ شخص کیوں مستحق وحی و نبوتہ ہو گیا ہم سب باوجود جاہت و عزت ظاہری و مال و منال کے کیوں محروم رہے خدا نے جواب دیا کہ یہ چیزیں صرف ہماری نظر انتخاب پر ہیں جسے چاہیں تو از ویں تمہارے خود ساختہ معیار ناقابل اتساعت ہیں کیوں کہ یہ چیزیں نہیں بلکہ وہی ہے جا بجا قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود

ہے واللہ یختصر برحمتہ من یشاء۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے محض کرتا ہے۔ اللہ یصلح حیث یرید۔ رسالتہ۔ خدا جانتا ہے کہ کسے مول بنا چاہیے کوئی اس کا معیار تصاب نہیں یہ صرف وہی شئی ہے۔

ابن سعادت بزور بازو نیست گرنہ بخشہ خدا کے بخشندہ

وہی ہونا گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے غرض یہ کہ یہاں صرف یلقی الروح۔ نزول کا مطلقاً ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ علی من یشاء من عبادہ کا بھی ہے کہ نزول وحی کے واسطے اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے منتخب کرنا ہے بنانا اور مہبط وحی ٹھہرانا اس کی نظر انتخاب پر موقوف ہے نہ کسی کسی پر۔ مختار مدعا علیہ نے امور ثلثہ صرف نزول وحی کی علت قرار دے کر عدالت کو مغالطہ دیا ہے مگر دراصل یہ علت نظر انتخاب کی ہے نہ نزول وحی کی جب کہ خود اس آیت اور دوسری آیات نیز تفاسیر میں مصرح موجود ہے مفصل جواب کے لیے اسل بحث ملاحظہ ہو۔ اس کا جواب مختار مدعا علیہ سے کچھ نہ بن سکا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت انتخاب جس طرح پہلے موجود ہے اب بھی موجود ہے جیسا کہ یلقی الروح کے منارح سے معلوم ہوتا ہے جو استمرار تجدوی پر دلالت کرتا ہے۔

(ا) جواب

یہ محض مغالطہ ہے ورنہ یہی دلیل کوئی آدمی نزول قرآن و شریعت کے متعلق قائم کرے گا یہ صحت قرآن اور شریعت یا مستقل نبی بھیجے کی جس طرح اللہ میں پہلے موجود تھی اب بھی موجود ہے اور جابجا ان سے اتم قائل یا مضارع سے تعبیر کیا ہے۔ جو استمرار تجدوی پر دلالت کرتا ہے لہذا وحی تشریحی قرآن تشریحی بنی برابر قیامت تک آتے رہینگے۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا کو بھی مسلم نہیں اور یہی کہتے ہیں کہ شریعت کال ہو چکی قرآن کال کتاب ہے لہذا کسی شریعت اور کتاب کی ضرورت نہیں ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ وحی بھی کال ہو چکی اب کسی وحی کی ضرورت نہیں۔ قرآن اللہ کی آخری وحی ہے اس کے بعد کوئی بھی وحی نہیں بلکہ جو ہوگا ابام ہوگا خواہ لفظ وحی کا استعمال ہو جسکے ثبوت میں اس سے پہلے میڈنگ میں متعدد آیات اور صریح صریح احادیث نیز مرزا صاحب کی تصریحات پیش کر آیا ہوں۔

نیز مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بھی دو مسلم پیشوا حضرت میر درد دہلوی اور شیخ ابن عربی کی تصریح پیش کر دی ہے ثانی الذکر امام کی تصریح مکرر پیش کرتا ہوں کہ

اعلم ان لنا من الله الالهام دون الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع بسبب

رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (فتوحات ج ۳ باب ۳۵ ص ۳۱۶)

کہ خوب سمجھ لو ہمارے لیے خدا کی جانب سے صرف الہام ہے وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا راستہ یقیناً بند وصال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بند ہو چکا -

اور میرے درود کا رخا نہ وحی بند فرماتے ہیں - اس تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا فتوحات ج ۲ ص ۳۱۷ سے اس آیت کے متعلق ایک حوالہ نقل کرنا محض مغالطہ ہے وہاں تو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ وحی کی ایک غرض بشیر و نذیر ہونا بیان فرماتے ہیں اور مبشرات کا سلسلہ آثار نبوتہ سے باقی ہے جو بصورت ابہام یا رویاء صالحہ کے ہوتا رہتا ہے وحی اور نبوتہ مطلقاً مسدود ہے چنانچہ اسی فتوحات ج ۲ کے ص ۳۱۷ پر تصریح موجود ہے - فان المبشرات ہی التي ابقى الله لنا من آثار النبوة التي سد بابها و انقطع أسبابها - یعنی اللہ نے صرف مبشرات (رویاء صادقہ یا ابہام) آثار نبوت سے ہمارے واسطے باقی رکھا ہے باقی نبوتہ کا دروازہ اور اس کے تمام اسباب مسدود و منقطع ہو چکے - یہی تصریح ج ۲ کے صفحہ ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

جرح تسلیم کر چکا ہے۔
 نیز شیخ رحیم کی آخری تصنیف فصوص الحکم سے ۲۴ مارچ ۲۰۲۳ء کی جرح میں گواہی تسلیم کر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مشروع یا مشروع نہ یعنی صاحب شریعت یا تابع شریعت متقدم نہیں بنایا جاسکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے نبی نہ بنائے جائینگے بلکہ ان کا دعویٰ آپ سے پہلے ہو چکا ہے اس امت میں بحیثیت امتی اور مجدد نزول فرمائینگے۔
 بیجا کہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) دوسری آیت۔

يُنزِلُ الْمَلَكُ بِالرُّوحِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ أَلَا بِئِنَّ

اس کا وہی استدلال اور وہی جواب ہے اس کے ترجمہ میں بھیجتا ہے اور بھیجا کرے گا۔ مختار مدعا علیہ کی تحریر ہے مفسر دراصل حال یا استقبال کے لیے آتا ہے استمرار تجدیدی کبھی مجازی طور پر قرینہ صارفہ کی موجودگی میں سے جاتے ہیں اور یہاں کوئی بھی قرینہ حقیقی معنی سے روکنے والا نہیں بلکہ اس مجازی معنی کے روکنے کے لیے وہ تمام آیات و احادیث موجود ہیں جو پہلے سلسلہ ختم نبوتہ و وحی نبوتہ میں پیش کر چکے۔

بہر حال ان دونوں آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریحی کا سلسلہ ثابت نہیں ہو سکتا جو بصراحت
قرآن و حدیث بند ہو چکا جو کچھ کہ باقی ہے وہ صرف اہام یا وحی لغوی و مجازی ہے۔ اور یہ آیتیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت وحی تشریحی سے متعلق ہیں پس اگر اس سے نزول وحی کا استمرار بقول مختار مدعا علیہ
یا جملے تو وحی تشریحی بھی بند نہ ہو سکی حالانکہ اس کا وہ بھی قائل نہیں۔
۳۱ تیسری آیت۔

اذا سئلت عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان
وہی شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے۔

الجواب

اس بنا پر تو خدا کی ہم کلامی ہر کافر سے بھی ثابت ہو جائے گی یہاں تو صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب ہے کہ خدا
قریب ہے جسے ہم چپکے سے پکارا کریں یا بعید سے کہ بلند آواز سے پکارا کریں حاجت ہے جو اب یہ مرحمت ہوتا
ہے کہ میں قریب ہوں دعا کرتے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب
جو پکارتا یا دعا کرتا ہے۔

اور پکارنے والے کی پکار کے جواب کا مطلب بھی قبولیت ہی ہے جیسا کہ تمام تفاسیر میں مصرح ہے۔
یہاں وحی غیر تشریحی کے بقاء کا تذکرہ بھی نہیں۔ اور اگر مختار مدعا علیہ کے مسلک پر لیا جائے تو بھی مدعا ثابت نہیں ہو
سکتا کیونکہ خدا کا بندے کی پکار کا جواب دینا بصورت اہام بھی ہوتا ہے اور بصورت وحی بھی جیسا کہ اوپر دلائل قاطعہ
سے ثابت ہو چکا کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی صرف اہام باقی ہے تو اب جواب بھی بصورت اہام
ہے نہ وحی لہذا اصل مدعا اس سے بھی ثابت نہ ہو سکا منسلق ابتدائی بحث بھی ملاحظہ ہو۔ اس عبارے سے جواب کے لیے
مختار مدعا علیہ کا حاصل اور ناقابل التفات سنی کی ہے اور باوجودیکہ مطلب پکار کر نقل کیا ہے پھر بھی جواب نہ ہو سکا
عدالت خود مقابلہ کرے۔

خواہ دعا قبول کرے جسکے معنی ہوں جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے یا جواب دینے کے جیسا کہ بعض کا بقاء وحی غیر تشریحی
کا ثبوت نہیں نکلتا جب کہ اس کا بھی اسناد دلائل قطعی سے ثابت ہو چکا اور جواب کے لیے اہام کافی ہے وحی کی
ضرورت نہیں۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تفسیر حیات پیش کر چکا ہوں۔ مختار مدعا
علیہ کا صرف ایک شق یعنی اجیب کے معنی دعا قبول کرنے کے لیے ہے۔ لیکن اس پر عقل اسکل سے بلا کسی سند
کے احتمال قائم کرنا میرے مدلل بحث کے جواب کے لیے محض ناکافی اور ناقابل التفات ہے۔

نیز میں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس سے بقاء وحی کا استدلال کیا ہے تو میں

کرنے جس کے پیش کرنے سے عاجز رہا اور استدلال گو یا لاجواب تسلیم کر لیا۔
(۴) پوچھی آیت -

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا - الآية

یہاں بھی جواب کی دو شکیں تھیں ایک یہ کہ اس سے مراد نزول ملائکہ عند الموت ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے یا نزول ملائکہ مطلقاً ہے جیسا بعض فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں بقاء وحی پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بحث تو وحی نبوتہ کے بقاء کے متعلق ہے وحی مجازی یا وحی الہام کے بقاء کے تو ہم بھی منکر نہیں اور وحی نبوتہ کا انسداد خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

باقی یہ امر کہ الہام یا وحی مجازی وغیرہ میں نزول ملک بھی ہوتا ہے اس کا جواب اصل بحث میں مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ کے الفاظ میں دے چکا ہوں کہ کبھی الہام ملک الہام کے ذریعہ سے ہوتا ہے کیونکہ تمام کارخانہ کائنات ملائکہ کے نظام سے وابستہ ہے البتہ نزول وحی نبوتہ یا فرشتہ وحی کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے بجائے کسی جواب کے عاجز آ کر صرف یہ کہہ دیا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ایسا موت کے وقت ہوتا ہے ناقابل اتفات ہے۔ حالانکہ نہ صرف اس آیت بلکہ متعدد آیات میں موت کے وقت نزول ملائکہ کا تذکرہ موجود ہے اور ہم کلامی بھی۔ **المد ت کن ارض الله** واسعة الآية اور اس آیت کے متعلق مفسرین نے یہ تصریح بھی فرما دی ہے بہر حال اصل بحث کا جواب کجا اس شق کا بھی یہی جواب دیا کہ ناقابل اتفات ہے اور دلیل کچھ نہ پیش کر سکے جس سے عدالت استدلال کی کمزوری خیال فرما سکتی ہے۔

(۵) پانچویں آیت -

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني - الآية

غلامہ استدلال۔ اصل غرض تخلیق محبت الہی ہے اور بندہ اور خالق میں محبت و عشق کا رشتہ ہونا چاہئے وہ یا گفتار سے ہو گا یا دیدار سے دیدار اس عالم میں ناممکن ہو کیونکہ اس کی ذات وراء الوراہ ہے پس اگر وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بندہ بندانا جائے تو گفتار بھی نہیں پس محبت کیوں کہ ہو سکتی ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ بقاء وحی کا ایسا اچھوتا اور عجیب و غریب استدلال ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سوائے مرزا صاحب کسی پر منکشف نہ ہوا۔

(۲) اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنی حالت پر خدا کو قیاس کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت کا اظہار گفتار اور

ویدار کی شکل میں ہوتا ہے اسی پر قیاس کر کے خدا کی محبت کو بھی گفتار و دیدار کا پابند ٹھہرایا۔ حالانکہ تمام اسلاف و مفسرین
 مذائی تعالیٰ کی محبت کا بھی مطلب لیتے آئے ہیں کہ ایصال خیر اور فیوض و برکات سے مالا مال کرنا بیضادی شریف۔
 اور کثافت میں تو ضابطہ مقرر کیا ہے کہ محبت و غضب وغیرہ جو نفسانیات سے تعلق رکھتے ہیں جب کبھی بھی خدا کی نسبت
 استعمال ہوں گے اس سے اس کے نفسانی مبادی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کے نتائج انعام اور انتقام وغیرہ مراد
 لیے جائیں گے۔

(۳۱) یہاں تو صرف مدعیان محبت الہی کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اگر دراصل محبت رکھتے ہیں تو اتباع نبوی اختیار
 کریں خدا اس سے محبت کرے گا اور گناہ بخش دے گا۔ یہاں البقاء وحی کا ذکر تک نہیں بلکہ یغفر لکم
 ذنوبکم الخ خود اس کی شرح کر رہا ہے اور ہم کلامی کا ترجمہ یا تفسیر کسی ایک بزرگ عالم مفسر نے نہ کی۔
 نیز اس میں تو اتباع نبوی مراد محبت قرار دیا گیا ہے پس جتنے بھی بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً گواہان مدعا علیہ
 کے نزدیک مرزا محمود صاحب ان سب پر نزول وحی اور خدا سے ہم کلامی کا فخر مانتا ہوگا۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ اور اس کے
 فریق کو یہ مسلم نہیں۔

اگرچہ اس سے ہم کلامی مراد لینا قرآن پاک کی تحریف اور تفسیر یا رائے ہے مگر اگر بفرض محال کوئی تسلیم بھی کرے تو
 بھی البقاء وحی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی ہم کلامی بصورت وحی اور بصورت الہام دونوں طرح ہوتی ہے اور اوپر دلائل
 سے واضح ہو چکا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا دروازہ بند ہے صرف الہام یا وحی مجازی و لغوی ہے۔ لہذا ہم کلامی
 بھی بصورت الہام یا وحی مجازی ہوگی لہذا البقاء وحی نبوت کا ثبوت نہ ہو سکا۔ مفصل جواب بحث میں دے چکا ہوں جس
 کا مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور صرف یہ کہہ کے ٹال دیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ
 پھر وحی نبوت صحابہ پر بھی ہوتی چاہیے حالانکہ بحث اس موقع پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر
 تشریحی ہوتی چاہیے۔

گزارش یہ ہے کہ اگر مختار مدعا علیہ کی مراد وحی غیر تشریحی سے مجازی وحی یعنی الہام اور اس وحی کے مراد ہے جو
 شہد کی کمی کو بھی ہو سکتی ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں نہ اس میں بحث ہے جو قیامت تک جاری رہے گی اور وحی نبوت کا
 انداز برابرین قاطع اور دلائل واضح سے ثابت کر چکا اس کا جواب کجا یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے تسلیم ہی کر لیا۔ لہذا یہ تمام
 دلائل غیر متعلق اور بے ربط ہیں اور — ان میں وحی کا لفظ تک نہیں نہ کوئی اشارہ اور تاویلاً اگر کوئی دو راہ کار اشارہ
 ہے تو وہ الہام اور وحی مجازی کا جو ہمیں مقرر نہیں۔

پیشانی

و من اصد ممن یدعوا من دون اللہ من لا یتجیب نہ الٰہ یوم

الفتیمة - - - الخ

خلاصہ استدلال سچے خدا کی یہی نشانی قرار دی ہے کہ وہ پکار کا جواب دیتا ہے اس کا مدلل جواب ۱۱ اکتوبر کی بحث میں دیا گیا چکا اور تیسری آیت کے تحت میں جواب الجواب کے سلسلہ میں بھی گزر چکا ہے خواہ اس کے معنی قبولیت دعا کے لیے جائز یا پکار جواب کے بہر صورت مطلب ایک ہی ہے یہ معنی نہیں کہ جس طرح انسان ایک دوسرے کی پکار کا جواب دیتا ہے خدا بھی ویسا ہی جواب دے گا اور اگر کسی کو ویسا جواب نہ دے تو سچا خدا نہ رہے۔ انبیاء کرام کو خدا کا جواب بصورت وحی نبوت اولیاء اللہ کو بصورت اہام عام مومنین کو بصورت اجابت دعا و قبول رحمت وغیرہ ہوتا ہے۔ چونکہ دلائل قطعیہ بلکہ مسلم فریقین سے بعداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسداد وحی ثابت ہو چکا اب جواب کے یہ معنی لے کر یہی اہام مراد ہو سکتا ہے نہ وحی۔ دوسرے یہاں یہ تو نہیں کہ ہر شخص کو ہر پکارتے والے کو بروقت جواب بصورت کلام دیتا رہتا ہے ورنہ ہم اور آپ بلکہ کفار تک برابر ہر روز خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پکارتے ہیں۔ حالانکہ ہم کلامی کاشرف میسر نہیں آتا کیا مرزا صاحب کی جماعت خدا کو نہیں پکارتی پھر کیا خدا ان سب سے ہم کلام ہوتا رہتا ہے یہاں تو صرف ان غیر ذی روح بتوں اور خدا کے کی امتیازی شان بتانا منظور ہے کہ خدا نے تعالیٰ کی شان سمیع بصیر و مجیب الدعوات ہے یہ شان بتوں کی نہیں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کو پکارو دیکھو! ابھی جواب دے گا ورنہ وہ سچا خدا نہیں نعوذ باللہ من ذلک پھر تفاسیر میں ہر دو معنی مصرح موجود ہیں۔

اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ فقرہ کہ مختار مدعیہ کے اس قسم کے اعتراضات سے علم قرآن سے اس کی محرومی ظاہر ہوتی ہے عدالت کے امتیاز خصوصی کے حوالہ کرتا ہوں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص دلائل کے جواب سے عاجز ہو جائے اس قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے۔ دلائل کا جواب دلائل سے ہو سکتا ہے نہ تیز کلامی سے۔

۱۷ ساتویں آیت -

الم یروا انہ لا یکلّمہم

نیز اس کی تائیدی آیات -

خلاصہ استدلال - بلذات الوہیت یعمو ذان باطلہ پر عدم تکلم کو دلیل ٹھہرایا ہے الخ

(الجواب)

ہم بھی تو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے تعالیٰ کی صفت متکلم ہونا ہے مگر اس کی یہ صفت ازلی وابدی ہے جب کوئی مخاطب نہ تھا جب بھی وہ متکلم تھا اب بھی ہے جب کوئی نہ ہو گا تو بھی رہے گا اس کے تکلم کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہی جہالت ہے اور تکلم بلا اموات ولسان و لفظ ہے اور اگر صرف معبود حق و باطل کی شناخت متکلم ہونا ہے تو جو لوگ عیسیٰ و عزیز علیہما السلام کو خدا اور معبود سمجھتے تھے وہ مختار مدعا علیہ کے نزدیک حق بجانب ہوں گے کیونکہ وہ تو متکلم تھے یہ محض تفسیر

بارائے کا نتیجہ ہے۔

یہاں کفار کی مزید حماقت کا ذکر ہے کہ علاوہ اور وجوہ کے دیکھو یہ ایسے کی پرستش کر رہے ہیں جس سے خود افضل ہیں وہ بات بھی نہیں کر سکتے نہ وہ انہیں راستہ بتا سکتے ہیں اور یہ خود بات کرنے اور راستہ بتانے پر قادر ہیں پس یہ لوگ کس قدر احمق اور ظالم ہیں یہاں کہیں ابقاء وحی کا اشارہ تک نہیں۔ مگر مختار مدعا علیہ اسے قطعی دلیل قرار دے رہا ہے کہ خدا کی صفت متکلم ہر زمانہ میں جلوہ گر رہتی ہے نہیں معلوم ان دنوں ان کے نزدیک کس سے ہم کلام ہے۔ عیاذاً باللہ خدا کی حقیقی ہم کلامی بصورت وحی نبوت تھی جس کا سلسلہ خدائے تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرمایا۔ جیسا کہ نصوص بیحدہ اور مسلم فریقین بزرگوں کی تفسیر بحاث سے پیش کر چکا۔ اب صرف اہام اور وحی مجازی باقی ہے اس میں بحث نہیں۔ لہذا یہ آیت بھی بالکل غیر متعلق ہے اور دراصل اس کے ثبوت میں مختار مدعا علیہ کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف بھی دلیل نہیں اس لیے غیر متعلق اور بے ربط و لائل پیش کر رہا ہے۔

(۸) اٹھویں آیت۔

”اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم“

اس کا استدلال عدالت ثبوتی سے ملاحظہ فرمائے اگر یہی دلائل ابقاء وحی کے ہیں تو پھر اشد ادوی نبوت پر ائم سے و اناس تک ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ بصرحت دلالت کرتا ہے۔ یہاں انبیاء اور صدیقین اور علمائے کاسیدھا راستہ طلب کیا جا رہا ہے کہ صراط مستقیم پر رہیں اور گمراہ نہ ہوں مگر مختار مدعا علیہ اس سے مرتبہ نبوت مراد لے رہا ہے اور اس سے ابقاء وحی ثابت کر رہا ہے۔ پس کیا قرآن میں جہاں اللہ کا راستہ طلب کیا گیا ہے وہاں خدائے تعالیٰ کا دعویٰ اور شان الوہیت بھی آجائیگی غالباً مگر صاحب کا دعویٰ قدامی اور اپنے اندر الوہیت کی جوہیں اس کے تحت ہوں گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

(۹) نویں آیت۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ الایۃ۔

عدالت عالیہ یہ استدلال بھی اصل بحث مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

خیر اُمت۔ ہونے کی علت ظاہر ہے کہ خیر الرسل کے امتی ہیں یہاں بھی علت کی تفسیر صحیح ہے کہ اخوجت

لنناس نامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

کہ لوگوں کے واسطے شاہد بنا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن و احادیث میں

خصوصیات مذکور ہیں اہم سابقہ پر ان کا گواہ ہونا لتکونوا شہداء علی الناس سے

ظاہر ہوتا ہے جہتندہی ان کا اول داخل ہوتا وغیرہ وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات کہ ان پر وحی نوبہ ہوتی رہے یا انبیاء بنتے رہیں جیسی خیر امت ہوں گے محض مختار مدعا علیہ کی تصنیف کردہ طبع زاد ہے تیرہ سو سال میں ایک سطر تیزیش کر سکتے ہیں ان شاء اللہ باقی مریم اور ام مومنین علیہما السلام کے واقعوں سے تاہم اس میں اسلاف کے نقول پیش کر چکا ہوں کہ وہ الہام تھا الہام کے بقاء کا کوئی منکر نہیں گفتگو بقاء وحی نبوت میں ہے اس کی ایک ضعیف دلیل بھی مختار مدعا علیہ یا اس کا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ **فلنشد الحمد**

مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ نقل کیا کہ پناہیہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے یہی ثابت کرنے کے لیے کہ امت محمدیہ کے کالمین کو بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے تلبیث کر نیکی اشاعت السنہ ۱۳۰۵ء سے تو مختار مدعا علیہ کا غنا ساز استدلال ختم ہو گیا کیونکہ خود کہہ رہے کہ بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اور بحث الہام میں نہیں وحی میں ہے دونوں کے فرق کے واسطے بیان گواہ مدعیہ نمبر (۳) ملاحظہ فرمائیں۔

مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور ان کا جواب

میرے اس امر کے جواب میں کہ اس آیت سے تیرہ سو سال میں کسی نے بقاء وحی نہ سمجھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سلف صالحین بلکہ قرآنی تصریحات اس کے خلاف ہیں مندرجہ ذیل تاویلات مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) تفاسیر کے بعض حوالے میں نے پیش کئے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ بھی نہیں کہ اس سے کسی نے بقاء وحی پر استدلال کیا ہے۔

(۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور اس کے مطابق اس کی تفسیر کی جاتی ہے اور جو تفسیریں میں نے کی ہیں وہ قرآن حدیث اور عربیت سے بالکل صحیح ہیں۔

(الجواب)

محض جھوٹ ہے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ میں مصرح انقطاع وحی کی تصریح موجود ہے جیسا کہ اوپر حوالہ نقل کر چکا اور اصل بحث میں آیات اور احادیث نیز اقوال صحابہ و بزرگان بلکہ ان کے بھی مسلم بزرگ علامہ محی الدین ابن عربی کے ایک دو نہیں متعدد حوالے صاف صاف غیر مشتبہ پیش کر چکا پس یہ تفسیر علاوہ غیر منقول ہونے کے قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ کرام کے بالکل خلاف اور متضاد ہے ایسی تفسیر قطعاً تفسیر بالرائے اور حرام و ناجائز بلکہ بتصریح حدیث حد کفر تک پہنچ جاتی ہے۔

(۳) جو تفسیر قواعد عربیہ کے مطابق ہے گو کسی اور نے تفسیر نہ کی ہو تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

مگر شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کے خلاف نہ ہو جیسا کہ مرزا صاحب بھی برکات الدعاء میں تسلیم کر چکے ہیں اور یہ تفسیر قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کرام کے مخالفت ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔

(۴) تحذیر الناس منہ کا حوالہ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ تو بھی قواعد عربیہ کے مطابق ہوگو کوئی اُسے نقل نہ کرے تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

یہ محض مغالطہ ہے اس سے بالکل متصل یہ فقرات میں رہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں رہاں اگر کوئی دلیل عقلی و نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقل و نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے ہرگز کفر نہیں۔

پس مولانا نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے نہیں کیا ہے جس کی تائید حدیث یا عقلی اور نقلی قرآن سے کی ہے اور اس میں بھی نئے معنی نہیں قائم کئے بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے مختلف معانی سے ایک معنی کو ترجیح دے دی ہے۔

اور مختار مدعا علیہ نے بلا دلیل و قرینہ جو طبع زاد تفسیر کی اور پھر خلاف تصریحات و آیات و احادیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین کی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل صفحہ ۴۱ پر یہ الفاظ ہیں کہ۔

ہاں جب نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الا احتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے اس کو تفسیر بالرائے امتی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفس کہہ سکتے ہیں۔ آگے چل کے نتیجے کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں ص ۴۲ بالجملہ تفسیر بالرائے کہ ہے جو امر مجمل اور منقول میں اعلان ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اسی اصول پر تفسیر کی ہے جو حضرت مولانا کی تصریح کے مطابق بھی تفسیر بالرائے اور نابا زور علم ہے باقی خود جو تفسیر فرمائی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل ارشاد ہے کہ۔

باقی جو باتیں ہو سید کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شال کی جائیں اس کو اہل ظاہر کو تفسیر کہیں پس حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتی بلکہ دو کلاموں کے مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں وہ کوئی تفسیر نہیں کر رہے بلکہ قرآن و احادیث کے مختلف دو جگہ کے مضمونوں کو یکجا کر دیا ہے اس میں اپنے عقل و رائے کو دخل نہیں بلکہ عقلی و نقلی دلیل کی روشنی میں ہے اور مختار مدعا علیہ نے تو قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین بلکہ اپنے مسلم بزرگوں کی تصریح کے خلاف محض اپنی رائے سے تفسیر کی جو قطعاً حرام ہے میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ تحذیر الناس کا ص ۴۱ و ۴۲

لاحظہ فرمائیے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مفاد اور اقتراء اچھی طرح آشکار ہو جائے۔

مختار مدعا علیہ نے میرے اس اعتراض کا کہ اس سے پھر وحی نبوۃ تشریحیہ کا بقا بھی لازم آئے گا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری

آیات مثلاً خاتم النبیین۔ اکملت لکم دینکم ومن یتبع اللہ۔

وغیرہ سے وحی شریعت جدیدہ کا انسداد ثابت ہوتا ہے۔

پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ مذکورہ بالا آیات نیز انسداد وحی نبوۃ پر جس قدر آیات و احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان

وسلف صالحین او پر پیش کر چکا ہوں ان سے صراحتہً وحی نبوۃ کا انسداد ثابت ہوتا ہے خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی لہذا مکالمہ الہیہ

صرف بصورت اہام یا وحی مجازی ہو سکتا ہے اس میں ہمیں بھی خلاف نہیں بہر حال کسی ایک آیت سے وحی نبوۃ کا بقاء ثابت

ہو سکا زائد سے زائد اہام کا بقاء ثابت ہوا وہ مدعا سے غیر متعلق ہے۔

دلایل بقاء وحی از احادیث

میں نے ابتدائی بحث میں ۲۵ سے زائد احادیث کا اس سلسلہ میں حوالہ دیا تھا۔ کہ ان سے وحی نبوت کا انقطاع ثابت

ہے۔ کیونکہ جس قدر احادیث انقطاع نبوۃ پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ سب انقطاع وحی نبوۃ پر بھی بلا اختلاف دلالت کرتی ہیں۔

یہ تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوۃ ہے۔ ایام الصلح ۱۲۶۰ھ میں کی وحی

وحی نبوۃ کہلائیگی۔ سراج منیر اور طغیانی نے یہ ہے۔ کہ جب تک مرزا صاحب نے نبوت کا صریح دعویٰ نہ کیا تھا خود بھی اس

مسئلہ میں ہمارے ہم نواتھے۔ فرماتے ہیں کہ لیکن وحی نبوۃ پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی (ازالہ ص ۲۲۱) یہاں کوئی تفصیل

تشریحی اور غیر تشریحی کی نہیں تھے کہ مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل انتقادات ہوں۔

پھر میں نے صراحتہً انقطاع وحی نبوۃ کے سلسلہ میں (۴) صحیح احادیث کنز العمال بخاری شریف مشکوٰۃ شریف

اور ابن جریر سے پیش کیں جو مسلم سے پیش کی گئی تھیں۔ پہلی میں تصریح ہے کہ شعبان نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں۔

دوسری میں ان الوحی قد انقطع۔ کے الفاظ ہیں۔ کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً منقطع

ہو چکی تھی۔ تیسری میں انہ انقطع الوحی۔ کا لفظ ہے۔ کہ واقعہ یہ ہے کہ وحی بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

منقطع ہو چکی تھی۔ سبھی میں تمام اجزاء نبوۃ سے صرف مبشرات کو باقی مانا ہے۔

پس ان صریح احادیث کے مقابل مختار مدعا علیہ کا دو غیر متعلق مدعیین ایک محدث والی اور ایک عیسیٰ پر وحی آرتے

کی پیش کرنا یہاں تک قابل قبول ہے۔ بہر حال میں باوجود کہ دونوں کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ مگر اب

جو ابی بحث کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حدیث اول۔ داوحی۔ اللہ الی عیسیٰ (مشکوٰۃ مسلم) اس حدیث کی تخریف

کے لیے جو مرزا صاحب کی تاویلات نقل کی ہیں۔ اس سے ہمیں سروکار نہیں اس قدر لالہ لعل ہے کہ بیع موعود کو وحی ہوگی اور روح المعانی و حج الکرامۃ سے یہ پیش کیا ہے کہ یہ وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔ الجواب حضرت عیسیٰ پر وحی جو نازل ہوگی اس میں لفظ وحی ضرور ہے۔ مگر یعنی ابہام نہ کہ وحی نبوت چنانچہ مسلم کے شرح نے خود اس کی تشریح کر دی ہے مگر وہ وحی بطور ابہام کے ہوگی خواہ وہ دل میں ڈالی جائے۔ یا بواسطہ فرشتہ ابہام ہو جسے ملک الالہا کہتے ہیں۔

میں اس جگہ صرف وہ حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جو مسلم فریضین ہے اور اس بزرگ سے جنہیں گواہ مادمعالیہ بھی تسلیم کر چکا ہے یعنی امام عبد الوہاب شاعرانی رحمہ اللہ اور امام محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ وہ تصریح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ امت محمدیہ کے آخری اور خاتم الوالیۃ ہیں۔ اور اگرچہ وہ اولوا العزم اور خواص رسل سے ہیں۔ مگر بوجہ خصوصیت زمانہ کے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ان کی نبوت و رسالت کا حکم زائل ہو جائے گا۔ اور وہ اس منصب پر نہ ہونگے۔ بلکہ ایک ولی ہو کر شریعت لائیں گے۔ جن کی نبوت بلا حکم کے مطلق ہوگی۔ اور ان پر شرع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابہام اس طرح ہوگا جیسا کہ اولیاء امت کو ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو الباقیت والجواب ج ۲ ص ۲۴۸ بحث ۴۴ ناقلا عن الفتوحات فاعلمنا تم الولاية علی الاطلاق فهو عیسیٰ علیہ السلام فهو الولی الی قوله ویلہم بشر ۶ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفہمہ علی وجہ ہ لا ولیاء المحدثین فحتمت النبوة بمحمد والولاية بعیسی۔

ملاحظہ فرمائیں کس قدر تصریح ہے کہ ان پر امت محمدیہ کے اولیاء کی طرح ابہام ہوگا۔ اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے جیسے نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہوگی کوئی آپ کے بعد نبی نہیں یوں ہی اس امت کے آخری ولی حضرت عیسیٰ ہوں گے۔ میرے خیال میں اس تصریح کے بعد مختار مادمعالیہ کو بھی لب کشائی کا موقع نہیں۔ کیونکہ ابہام یا وحی مجازی کو ہم بھی بند نہیں بناتے۔ لفظ وحی پر بحث ہے وہ تو شہد کی کھچی کے واسطے بھی مستعمل ہے و اوحی ربك الی النحل۔ بحث وحی نبوت میں ہے۔ وہ عیسیٰ پر نہ ہوگی۔ بلکہ وحی یعنی ابہام ہوگی۔ جیسے کہ اولیاء امت کو ابہام ہوا کرتا ہے۔ اس سے صریح عبارت ملاحظہ ہو انہ عیسیٰ علیہ السلام لا یومنا الا منا ای بسقنا فله الکشف اذا نزل والا لبہام کما نھذہ الامت۔ یعنی ان کے نزول کے بعد انہیں اس امت کی طرح کشف و ابہام ہوگا فتوحات ج ۲ ص ۲۵۲ ص ۲۳۸ (س) نزول ابہام بلا جبرئیل کے ہوں گے۔

(الجواب)

جبرئیل نہ آئیں گے ملاحظہ ہو الباقیت صحت ۲۵ ص ۸۹۶

مختار مادمعالیہ کا یہ کہنا کہ عیسیٰ پر جبرئیل وحی لائیں گے۔ محض غلط اور تحقیق کے خلاف ہے۔ اُسے شاید اپنے کفر کا حال نہیں معلوم ورنہ ایسا کبھی نہیں کہتا۔ مرزا صاحب کی تو یہاں تک تصریح ہے کہ وحی کجا ایک فقہ کہ پہلی شریعت پر عمل کرنے کی بھی جبرئیل نہیں لاسکتے یہ بھی بند ہے ملاحظہ ہو۔

وحی رسالت وہی ہے جو توسط جبرئیل ہوا، ازالہ اوہام ص ۲۱۔

» ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوۃ و رسالت ہے جو بندے ازالہ ص ۲۳۸

اب گواہیں ضرورت نہ تھی کہ حج الکرامۃ یا روح المعانی کے متعلق کچھ عرض کریں لیکن اتمام حجت کے واسطے گزارش

ہے کہ۔

حج الکرامۃ۔ اولاً نہ ہماری مسلم کتاب ہے نہ اُس کے مصنف ہم مقلدین سے ہیں۔ بلکہ ہمارا اور اُن کا اصولی اختلاف ہے ہم تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں۔ وہ شرک تک بتاتے ہیں حالانکہ ایک حنفی پر کسی اہل حدیث یا غیر مقلد کی ذاتی رائے، خصوصاً جب کہ وہ بزرگان سلف شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ کے بھی خلاف ہو جتہ نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ ان کی ذاتی رائے ہے اُن کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابی نہیں پس اس کی کوئی بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے گواہوں نے نواب صدیق حسن خان ٹولف حج الکرامۃ کو مسلمان مانا ہے مسلمان ہونا اور چیز ہے

مسلم ہونا اور بات ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں بلکہ عالم بھی مگر وہ مسلم مستند نہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسلم کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں رئیس عالمین یا الحدیث لکھا ہے۔ یعنی غیر مقلدین کے سرگروہ کیونکہ غیر مقلدین کو وہابی اہلحدیث مدعیان عمل بالحدیث عامل حدیث وغیرہ کے نقطہ سے یاد کیا کرتے ہیں جیسے مرزا یوں کو قادیانی اور احمدی کہتے ہیں۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے حضرت مولانا گنگوہی نے ان کے حوالے غیر مقلدین پر حجت قائم کر نیک واسطے الزام دئے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے مرزا صاحب اور ان کے خلقاء کے کتنے حوالے دئے ہیں۔ تو کیا کوئی عقل مند اس سے سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلقاء ہمیں مسلم ہیں تیرمون گنگوہی

کا مسلم ہونا بھی جو ڈیشل اصول سے مسل پر موجود نہیں۔ بہر حال نواب صدیق حسن خان صاحب

اور وہ بھی اپنی ذاتی ہم پر بزرگوں کی تصریحات کے خلاف حجت نہیں۔ مختار مدعا علیہ کو لے نقل کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ تو ان کے نبی کی تصریح کے بھی خلاف ہے باقی رہا حوالہ روح المعانی وہاں بھی ایک شخص ابن حجر عسقلانی کی ذاتی رائے ہے نہ وہ ہمارے مسلم ہیں نہ امام وہ ہم پر حجت نہیں روح المعانی کے فیصلہ کا مسلم ہونا اور چیز ہے اور اُس میں کسی شخص کی ذاتی رائے نقل کی جائے اور وہ بھی ضعیف احادیث وائمہ کے خلاف اس کا حجت ہونا اور بات ہے بہر حال اتنی آیات اور صحیح احادیث اور فیصلہ اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تائید کے باوجود نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی اور ابن حجر عسقلانی جیسے غیر مسلم اصحاب کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی نہ ہم پر حجت ہو سکتی ہے۔ باقی ہمارے نزدیک حدیث یقیناً صحیح ہے۔ ہم تو مختار مدعا علیہ پر بطور الزام حجت قائم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو صحیح نہیں مانا، ہم نے تو حدیث مانکر جواب دیا ہے کہ یہ وحی الہام ہے نہ وحی نبوۃ جیسا کہ تمام شراح اور خصوصیات سے مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام ابن عربی نے

تصریح فرمادی ہے۔

باقی اس جواب الجواب کی روشنی میں جو تاویلات ریکہ اور جرح و تحالوں کی قطع و برید اور لایعنی طوالت و نوتی وہ ناقابل التفات ہے۔ عدالت خود مقابلہ فرمائے۔

(۲) دوسری حدیث۔ ابی ابن کعب روع المعانی ج ۷ ص ۶۷

یعنی اُس نے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی اللهم لك الحمد انما يبصر ابی ابن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقع بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے۔

الجواب۔ اس سے یہاں کوئی علاقہ نہیں نہ یہاں جبرئیل کسی صحابی پر وحی سے کراتر سے نہ اُس زمانہ میں نزول جبرئیل مسدود تھا۔ بلکہ صرف اس قدر ہے کہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے سے اللہ کی حمد کرتے ہوئے ہی کی آواز سنی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرئیل کی آواز سنی تھی اس کے بعد ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقاء وحی نبوت یا نزول جبرئیل کی تکرر ثابت ہوا ہاں جبرئیل کی آواز سننا ثابت ہو۔ اس میں کیا تعجب ہے سخا یہ نہ تو وحی کبھی کی شکل پر بار ہا نہیں دربار رسالت میں حاضر بائیں کرتے دیکھا ہے۔ ہاں مزارعہ اب کے یہ غلط طور ہے جو فرماتے ہیں کہ جبرئیل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوئے۔

تیسری حدیث۔ محدث ہونے کی مشکوٰۃ و بخاری سے۔

الجواب اس سے بھی وحی نبوت کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ محدث کی شرح خود گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ نے حدیث سے نقل کر دی ہے۔ کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرنے لگے۔ اس میں خدا کے ہم کلام ہونے کا ذکر نہیں۔ نہ فرشتہ کے اتر کر وحی کرنے کا۔

مختار مدعا علیہ نے اُس کلام اور محدث کی تائید۔ و ملا علی قاری حافظ ان نقل کیا اس سے اپنا تمام کارخانہ استدلال ختم کر دیا کہ۔

هو الملمم المبانة فيه لداء انهي في درجته الانبياء
في الالهام۔

یعنی محدث مراد ہے۔ جس پر اہام کیا جائے۔ اور بہت مبالغہ سے جو اہام ہا انبیاء کے درجہ کے قریب ہو جائے اس میں تفریق ہے کہ اس پر اہام ہو گا نہ وحی اور فنا کو بقاء، وحی میں ہے۔ نہ اہام میں شاید مختار مدعا علیہ طول کی وجہ سے موضوع بحث فراموش کر گیا۔ ورنہ اہام کو وحی کے سلسلہ میں نقل نہ کرنا۔

ان دونوں بلکہ تینوں حدیثوں کا غیر متعلق ہونا ایسا اظہار من الشمس ہے کہ کسی شبہ کی بھی گنجائش نہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ اور اصل بحث میں جو مدلل تقریر کی گئی تھی اُس کے جواب کی طرف اشارہ تک نہ کیا گیا۔ گو یہ مختار مدعا علیہ تھے

اس کی لایو ابی اور اپنا عجز تسلیم کر لیا ہماری پیش کردہ ۲۵ احادیث کے حوالہ کو مغالطہ اور غلط بتانا مختار مدعا علیہ کی نادانگہی کا بین ثبوت ہے۔ میں ابتداء میں عرض کر چکا کہ جس قدر احادیث تم نبوت کے باب میں ہیں۔ ۲۵ کیا بلکہ اس سے بھی زائد وہ سب نبوت کے انداز کی دلیل تسلیم ہیں۔ کیونکہ نبی کو وحی بقول مرزا صاحب بہر حال وحی نبوت ہوتی ہے۔ اسی واسطے گوہوں نے مکر باب وحی میں یا تفصیل نقل کی ضرورت سمجھی۔ باقی بات تفصیل میں نے جو چار حدیثیں پیش کی تھیں جس میں سراج وحی نبوت کے انداز کی تصریح تھی اس میں حدیث (۱) نمبر (۲) کو مختار مدعا علیہ نے بالکل لایو اب سمجھ کر نام تک نہ لیا۔ اور نمبر (۲) و (۳) کا طبع راویہ جواب دے کر ٹال دیا کہ اس میں ان الوحي قد انقطع اور انہ انقطع الوحي سے وحی تشریحی مراد ہے۔ حالانکہ یہ تاویل محض بدیہی البطلان ہے۔ اور صریح غیر مشتبہ الفاظ کو بلا دلیل موڑنا ہے۔ الفت و لام جنسی ہے جس سے جنس وحی اور اس کی حقیقت کا نہایت زور دار الفاظ میں انقطاع بتایا جا رہا ہے۔ مجازی وحی والہام کا البتہ تذکرہ نہیں پس مختار مدعا علیہ کی یہ رکینت تاویل بالکل لغو اور الفاظ حدیث کی تخریف معنوی کے برابر ہے جو کسی طرح قابل التفات نہیں۔ ورنہ اگر تاویلات کا دروازہ اس قدر وسیع کھول دیا جائے تو دین سے امان اٹھ جائے گا۔ اور صریح سے صریح چیزیں محمدین کی طرح تاویل کر کے اس کی حیثیت بد لکر اسلام کا کفر اور کفر کا اسلام بن جائے گا۔ عیاذ باللہ۔

خلاصہ اس بحث سے یہ تو وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا گوہان مدعا علیہ کے پاس قرآن و حدیث کی ایک دلیل بھی بقاء وحی نبوت پر نہیں بلکہ محض تاویلات رکینت ہیں یا الہام اور وحی مجازی و لغوی کو نادانگہی سے وحی نبوت سمجھ لیا ہے۔ بخلاف گوہان مدعیہ کے کہ صریح صریح آیات و احادیث انقطاع وحی پر پیش کی ہیں۔ جن کا جواب باوجود انتہائی مغالطہ دہی کے ضابطہ کا بھی نہ ہو سکا۔ فلقد الحمد۔

عدالت خود دلائل کو سامنے رکھ کر موازنہ فرمائے کہ دلائل اور سائنس کدھر ہے اور محض تاویلات اور مغالطہ

سے کون کام لے رہا ہے۔

(عقیدہ سلف صالحین بقاء وحی غیر تشریحی کے خلاف نہیں)

اس جوابی سلسلہ میں اصل جواب سے عاجز آ کر مختار مدعا علیہ نے صرف مغالطہ سے کام لیا۔ میں نے صوفیاء کرام کی عبارات کے مطالب ان کی اپنی اصطلاح کی رو سے پیش کئے تھے۔ اور وہ بھی مل سے کوئی نیا حوالہ نہ تھا مگر اس نے گوہوں کا تحت اللفظ ترجمہ کر بحت سے مکرانا چاہا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ترجمہ اور شیء ہے اور مطلب اور۔ ترجمہ سے بظاہر اکثر مراد منکلم مستور اور مجمل رہتی ہے۔ چہی تو تفسیر اور مطلب بیان کرنیکی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمہ کے ظاہری الفاظ اور اصطلاحی مراد و تفسیر میں تعارض سمجھنا خام خیال ہے جو تکہ میری بیان کردہ اصطلاحات صوفیاء اور خود اصطلاحات شیخ اکبر مختار مدعا علیہ نے اولاً تو نظر انداز کیا۔ اور بعض کو اصل عبارت اور مطلب کے خلاف

ہوا کہ قطع و برید کر کے اصل پوائنٹ عدالت کے سامنے مستحکم کر نیکی سنی کی ہے۔ اس لیے اولاً میں اس کے پیش کردہ حواجیات جن کا وہ حوالہ بیان گواہ مدعا علیہ سے دے رہا ہے نقل کر کے ان کا اصل جواب مکرر نقل کرتا ہوں تاکہ وہ خیانت اور مغالطہ عدالت کے نوٹس میں لایا جاسکے جو اس نے جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کے مطالب کے نقل میں روا رکھا ہے اور پھر جوابی بحث کی تاویلات رکیکہ کو بے نقاب کر کے عدالت میں پیش کرتا ہے۔

گواہان مدعا علیہ اس سلسلہ میں متعلق و غیر متعلق کل (۸) حوالہ پیش کئے ہیں؟ -

۱۱ فتوحات مکہ (۲) مکتوبات امام ربانی (۲) ثنوی مارت رومی ج (۴) منصب امامت مولانا شہید ج (۵) بواقیت کا حوالہ برائے شرح الہام دومی ج ۷۰، روح المعانی ج ۷۰، بیج الکرامۃ (۸) بواقیت پہلا حوالہ فتوحات مکہ ج ۲ ص ۴۴ و ۴۵
قال شیخ اکبر بعد ذکر الآیۃ ما کان لبش ان ینکلمہ اللہ الخ هذا کلام موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ البنی من ہذ دون الوئی الوحی بالتشریع۔

(الجواب)

اس حوالہ کے نقل کرنے میں گواہ مدعا علیہ نے ایک زبردست شرمناک مغالطہ دیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ تشریح کو ان کی اصطلاح کے خلاف محمول کر لیا اسی لیے انہوں نے وصیت فرمائی ہے کہ تم پر میری کتب کا مطالعہ حوام سے جب تک یہ سے محرم راز نہ ہو اس کی وجہ صرف گواہ کی حضرت شیخ رحم کی کتب و اصطلاحات سے ناواقفیت ہے جیسا کہ گواہ خود اقرار کر چکا ہے کہ میں نے فتوحات مکہ کل نہیں دیکھی۔ مارچ ۱۹۸۰ء اور اصطلاحات تصوف میں کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔

ماہیت -

اصل اصطلاح یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو جو نبوت یعنی لغوی بصورت و لاہیت ہوتی ہے اور بروری یعنی عام بخانی ہوتی ہے جس کا حقیقی نام امام ہے اس کے درمقابل اصطلاح شرح میں جو نبوة حقیقی ہے۔ اکت حضرت شیخ نبوة تشریح (یعنی شری نبوة) اور اس کی وانی نبوت و رسالت کو وہی تشریح کہتے ہیں یہ مراد نہیں کہ چہ شریعتہ بدیدہ لائے وہی تشریحی ورنہ یہ آہ بھی صرف اپنی اور حضرت شیخ رحم اللہ کی اصطلاح کو مختلط کر کے یہ مغالطہ دیابت۔ ثبوت کے واسطے اپنی فتوحات ج ۲ کے حوالہ ذیل ذیل ملاحظہ ہوں۔ جنہیں میں مغالطہ دینے کے واسطے چھبایا گیا۔

نبوة تشریح یا نبوة شریع سے مراد وہ حقیقی نبوة ہے جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی

فتوحات مکہ ج ۲ باب ۱۵ ص ۲۵۸

یعنی عامیہ خاص اصطلاح ہے کہ ہم نبوة شریع یا تشریحی بلکہ وہ حقیقی اصطلاحی نبوة مراد دیتے ہیں جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی۔
دائمیت کے درمقابل یہ نبوة ہے۔ وہی نبوة حقیقہ اور نبوة تشریحی اور نبوت شریع و نبیہ سے نامزد کی جاتی ہے تشریح کے معنی نہایت بدیدہ وغیرہ یہ مراد صاحب اور ان کے متبعین کی مطیع زاد اصطلاح ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کا دامنِ قدس اس سے پاک ہے۔

وحی نبوت و رسالت مطلقاً منقطع ہے؟

اسی پیش کردہ فتوحات ج ۲، ص ۲۵۲ پر تصریح موجود ہے کہ **وَأَمَّا النُّقْطَةُ الْوَحْيِ الْخَاصِّ بِالرَّسُولِ وَالَّتِي مِنْ نَزْوِلِ الْمَلِكِ عَلَى أَذْنِهِ وَقَلْبِهِ وَتَحْجِيهِ بِرَأْسِ الْبَنِيِّ وَالرَّسُولِ - الْخ** یعنی وہ وحی نبوت و رسالت جو نبی و رسول کے ساتھ مختص ہے کہ فرشتہ اس کے گوش و قلب پر اترتا ہے منقطع ہو چکی اور نبی و رسول کا لفظی خطاب بھی روک دیا گیا۔ اب کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔ کس قدر وضاحت سے انقطاع وحی نبوت و رسالت کی تصریح فرما رہے ہیں۔

فرشتہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے قلب پر وحی لیکر نہیں آتے سکتا؟

لأن الملك لا ينزل بوحى على قلب غير نبي أصلاً کیونکہ فرشتہ وحی وحی لے کر غیر نبی کے قلب پر برگر نہیں اترتا اسی عبارت کے تتمہ پر نہ صرف نبوت بلکہ ادعاء نبوت کا بھی انقطاع فرما رہے ہیں۔ **وَأَدْعَاءُ نَبْوَةٍ قَدْ انْقَطَعَتْ** ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ منقطع ہو چکا فتوحات ج ۲، ص ۲۳۳، یہاں لفظ نبوت کیونکہ لفظ لام بھی داخل نہ کیا کہ تاویلات کا موقع ہو کہ کوئی خاص قسم کی نبوت مستغله وغیرہ مراد ہے۔ بلکہ نکرہ رکھا جو ہر قسم کی ظلی و بردزی نبوت کا خاتمہ کر رہی ہے۔

مبشرات یعنی الہام اور رویاء صالحہ کے سوا کوئی بھی قسم وحی کی باقی نہیں

الآن تنظر الى مبادئ الوحي الالهي النبوي انما هي المبشرات وهي التي بقيت في الامت بعد انقطاع النبوة (فتوحات ج ۳، ص ۲۱، ص ۳۹) کیا تو نہیں دیکھتا۔ مبادی وحی الہی نبوی کو جو مبشرات (یعنی اچھی خواہیں یا الہام ہیں) وحی صرف امت میں نبوت کے انقطاع کے بعد باقی ہیں اور بس۔

و مبشرات والاخص نبی ہرگز نہیں ہو سکتا

حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ اسی فتوحات ج ۲ سوال ۱۷۴ پر مبشرات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ —————
 وہی جزء من اجزاء النبوة وان لم یکن صاحب المباشرة نبیاً فتنظن لعموم رحمة
 الله فما تطلق النبوة الا من انتصت بالمجموع۔
 یعنی مبشرات اجزاء نبوة
 کا ایک جزء ہیں اگرچہ مناسب مبشرات نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظ نبوت سوائے اس شخص کے جو مجموعہ اجزاء سے متصف ہے
 کسی پر بولا ہی نہیں جا سکتا۔

اسی ج ۲ میں تصریح موجود ہے کہ وحی مطلقاً مسدود ہے صرف ابام باقی ہے۔

واعلم ان لنا من الله الا الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع بموت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم وقد كان الوحي قبله ولم يحيى خبر الهى ان بعدد صلى الله
 عليه وسلم وحياً لما قال الله تعالى ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك ولم
 يذكر وحياً بعده وان لم يزل هذا وقد في الخبر النبى الصادق فى عيسى عليه السلام
 وقد كان من اوحى اليه قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يعمل الاستنساخ
 الكشف اذا نزل والالهام كما لهذالامة ولا تخيل فى هذا الهام انه ليس
 بخبر الهى ما هو الامر كذلك بل هو خبر الهى واخبار من الله للعبد
 على يد ملك بقية عن هذه الملام وقد يلهم من وجه الخاص بالرسول
 والنبي ويشهد الملك وسيرة رويته بصر عن ما يوحى اليه وغير الرسول
 يحس باثره ولا يراه روية بصره فيلهم الله باشاء ان يلهمه او يوتيه
 من وجه الخاص (فتوحات بحرية ج ۲ ص ۲۵۳ تا ۲۲۸)۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ نے اس عبارت جزئیہ میں تمام تاویلات و شبہات کا خاتمہ کر دیا اور غیر مشتبہ الفاظ میں مدعیہ
 کی تائید فرمادی اور آفاق سے یہ بزرگ گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خوب سمجھ لو ہمیں خدا کی طرف سے صرف ابام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
 سے یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی آیا کرتی تھی۔ اور کوئی ایک بھی خدا کی جانب سے
 اطلاع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی ہو سکتی ہے۔ یا وحی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك اور آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر نہ فرمایا۔ اور نہایت صحیح خبر نبوی صادق میں عیسیٰ کے متعلق ہے (جو ان لوگوں میں ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی ہو چکی ہے) کہ وہ عیسیٰ صرف ہماری سنت پر عمل کریں گے۔ پس ان کے نازل کے بعد صرف ان پر کشف و الہام ہوگا۔ جیسا کہ اس امت پر ہوتا ہے اس الہام میں یہ شبہ نہ ہے کہ یہ خدا کی خبر ہی نہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی خبر ہے۔ مگر فرشتہ الہام کی معرفت جو ملہم سے پوشیدہ ایک الہام کرتا ہے۔ اور کبھی مخصوص طور سے الہام ہوتا ہے پس رسول و نبی فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور غیر رسول اس کے اثر کو محسوس کرتا ہے اُسے دیکھتا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر جو چاہیگا۔ الہام کرے گا۔ الخ اس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہو گئے۔

۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے تمام سلسلے یکدم سدود ہیں۔

۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف کشف اور الہام باقی ہے اور بس (۳) کسی آسمانی خبر آیت میں آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ (۴) عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کشف اور الہام ہوگا (۵) کبھی الہام بھی بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے۔ (۶) الہام میں غیر رسول فرشتہ کو دیکھتا نہیں۔ نہ اس پر نازل حقیقی ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر محسوس کرتا ہے (۷) نبی رویتہ بصری سے فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے۔

اس سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات ہی میں ان تمام اصطلاحات کی تصریح اور

وضاحت فرمادی ہے۔

نیز اس امر کو بوضاحت فرمایا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہر طور سے منقطع ہو چکا ہے۔ صرف الہام اور کشف باقی ہے اس کے بعد کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن قدس پر بہستان لگائے کہ وہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقلم وحی کے قائل ہیں۔ تو صحیح نہ ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے غضب تو یہ کیا کہ فتوحات کی یہ پیش کردہ عبارت بھی قلع و برید کر کے پیش کی۔ اور اسی سے متصل اگلا فقرہ ولا یشرع الا بتی ولا یشرع الا برسول کاٹ دیا۔ جس میں اُس کے مناظرہ کی حسیقہ کھردی ہے کہ تشریح کے وہ معنی نہیں جو وہ تصنیف کرتے ہیں بلکہ جو بھی نبی و رسول ہے وہ مشرع کہلاتا ہے۔ گویا نبی و رسول کی وحی بالشرع کہلاتی ہے۔ یعنی وحی نبویہ و رسالہ منتقطع ہے

اگر کچھ باقی ہے۔ تو الہام و کشف داہمی خواہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس زبردست قیانت کے بعد عدالت خود

قبضہ فرما سکتی ہے کہ گواہان مدعا علیہ کی شہادت کی جو ڈیٹیل حیثیت سے کیا و تعدت ہے،

نوٹ، میں نے ان حوالوں کے نقل کرنے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا۔ ورنہ ج ۲۰۲ میں ایسے صریح صریح حوالے سو سے زائد موجود ہیں، نیز اس اصطلاح کی شرح اور توضیح مطلب اور تفسیر مراد کے واسطے بالقصد میں نے حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف اور اصطلاحات صوفیہ کے حوالوں سے کام نہیں لیا بلکہ اسی پیش کردہ فتوحات بلکہ زیادہ تر اسی بلد کے آگے اور پیچھے سے پیش کیا تاکہ کسی تاویل اور عذر کا موقع نہ ہو۔ اور عدالت پر ان کی خیانت اور مغالطہ اچھی طرح آشکارا ہو جائے فلشدا الحمد۔

اس کے جواب کے متعلق مدعا علیہ کی تاویلات

۱۱۔ کبھی تو کہہ دیا ہے کہ گواہ مدعیہ نے اس عبارت کا بھی ترجمہ کیا ہے (۲) کبھی کہا کہ لفظ تشریح کی تشریح کے ساتھ فعل و بحرام و حرام وغیرہ الخ بھی ہے۔ اور یہ مخصوص وحی ہو گئی (۳) کبھی گواہ نے اس کی جرح میں قطع و برید کر کے عیسیٰ پر وحی نبوۃ ثابت کرنا چاہی۔

مگر میں نے جس قدر واضح عبارات پیش کر دی ہیں ان سے اس عبارت کی شرح اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس قدر واضح ہو گیا ہے کہ مختار مدعا علیہ کی ان تاویلات کیلئے کی طرف کسی التفتاہی کی حاجت نہیں۔ ترجمہ عبارت کا وہی صحیح۔ مگر مطلب تو وہی ہو گا۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا۔ ہمارے شاہدوں نے شہادت میں شیخ کی مراد باطل واضح کر دی ہے۔ لہذا ترجمہ کو اس سے مراد کوئی تعارض نہیں۔

۱۲۔ میں مختار مدعا علیہ نے حضرت شیخ کی عبارت میں قطع و برید تو تسلیم کر لی۔ مگر آگے فعل سے جو تفسیر کی ہے اس کی آڑے کر اپنے تقریبات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ عدالت عالیہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ”الوحی بالشریح“ کی شرح کا جہاں تک تعلق ہے وہ ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا رسول خاصۃ پر ختم ہو چکی آگے۔ فیحل ویحرم ویبیم۔ سے اس پر ایک تفسیر کرتے ہیں۔ کسی اصل کلی پر کوئی مثال یا تفسیر قائم کرنے سے وہ اصل کلی صرف اسی مثال میں منحصر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وہ بھی ایک قسم منجملہ اقسام وحی نبوۃ کے ہے۔ میں اوپر حوالے پیش کر چکا کہ وہ وحی کے تمام اقسام سوائے کشف اور اہام اور اچھی خوابوں کے سب بند ہیں۔ اور تشریح کی اصطلاح خود شیخ کی زبان فیض ترجمان سے پیش کر چکا۔ کہ اس سے مراد وحی نبوۃ ہے۔ خواہ مدیدہ احکام ہوں یا نہ صرف اولیاء کے واسطے کشف و اہام روایہ صالحہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور تمام اجزا و نبوۃ منقطع ہو چکے۔ پس مختار مدعا علیہ کا یہ عذر صحیح نہیں۔

(۳) میں نزول علیہ السلام کے متعلق جو گواہ مساکنا تمام فقرہ اس کی مراد کے خلاف نقل کیا ہے وہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے چونکہ پہلے ہی ہو چکے ہیں ان پر وحی نبوۃ آپہنچی ہے۔ اب وہ اس امت میں بحیثیت ولی ہوں گے ان پر وحی نہ ہوگی۔ گو لفظ وحی مجازاً بوجہ اس کے کہ پہلے ہی ہو چکے اور ان پر وحی نبوۃ آتی تھی بولا جائے۔ مگر دراصل وہ اہام و کشف ہو گا۔ اس کی کافی توضیح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پیش کر چکا ہوں۔ بظاہر نبوۃ وحی ہونا اور چیز ہے اور حقیقت وحی نبوۃ ہونا اور بہر حال یہ تاویل بھی محض بیکار اور صرف لاجوابی کی پریشانی میں لکھی گئی ہے۔ ورنہ شاید کوئی عقلمند

آدمی میرے مدلل اور واضح بیان پر یہ نہ کہتا رہیں پھر مکرر عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ وہ میرا جواب ان تاویلات کو سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مختار مدعا علیہ نے اس موقع پر کس قدر مغالطہ سے کام لیا ہے اور اس کی خیانت کس قدر واضح اور ناقابل معذرت ہے

دوسرا حوالہ مکتوبات ج ۲ ص ۹۹۔

اس کاغذ نے جو مفصل اور مکمل جواب دیا تھا اس کی لاجوابی کا اندازہ عدالت اس سے لگا سکتی ہے کہ جواب میں بجائے کسی معقول بات کے مختار مدعا علیہ تیز کلامی اور مخول پر اثر آیا اصل الفاظ مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہوں۔ کیوں کہ مختار مدعا علیہ نے تو اس حوالہ کو اپنی مدعا کا مثبت قرار دیا ہے حالانکہ گواہ مدعیہ ۳۲۹/۲۹ اگست کو: جواب جرح کہہ چکا ہے کہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو لکھا گیا ہے وہ کشتی یا ابہامی ہے جو حجتہ نہیں۔ اور یہ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ دونوں کے لیے یہ کہنے کا موقع ہے۔

زخمی کرے مجھی کو میری آہ دل افسوس

میرا ہی تیر میرے کلیجہ کے پار ہو

گواہ مدعیہ نے تو مکتوبات کے مذکورہ بالا حوالہ کو یہ کہہ کشتی یا ابہامی ہے جو حجتہ قطعی نہیں۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہنے کے بعد بھی کہ یہ ہمارے لیے مثبت مدعا ہے غلط توجیہ کر کے ٹال دینا چاہا ہے۔

اس طرز کلام کو عدالت ملاحظہ فرمائے میں تو اصل مدعا اور مختار مدعا علیہ کے مغالطہ پر صرف روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ سمجھ بیٹھا ہے کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں تعارض ہے حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو جواب ہیں۔ گواہ مدعیہ نے تو یہ جواب دیدیا کہ کسی بزرگ کی ذاتی تحقیقات یا اس کا کشف و ابہام کوئی حجتہ شرعی نہیں۔ پس جب کہ مسئلہ قرآن و حدیث اور دیگر حجج شرعیہ سے واضح ہو چکا تو یہ حوالہ ہمارے مدعا کو خراب نہیں کر سکتا۔

اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں

(۱) یہ کہ یہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تحقیق ہے (۲) کسی قول و کشف و ابہام حجت نہیں۔

اول کا ثبوت اس مکتوب کے آخر میں موجود ہے کہ فافہم فان هذا معرفة شریفہ فلما تکلم بہا احدنا سے سمجھ لو کیونکہ یہ عجیب نکتہ و معرفتہ ہے۔ کوئی بھی اسے نہ کہے گا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کی ذات اور کشتی یا ابہامی یا علم لدنی کی تحقیق ہے۔ دوسرے کا ثبوت مکتوبات ہی سے پیش کرتا ہوں کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی تحقیقات ذاتی شرع میں حجت نہیں۔

.....

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اقوال بزرگان دین کے متعلق

”کلام محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلامی محی الدین ابن عربی بہ و صدر الدین مولوی و عبدالرزاق حماسی مارا بنص کار است نہ بعض فتوحات مدینہ از فتوحات یکہ مستغنی ساختہ اند۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ دوم و قرادول منشا) یعنی حجت شریعہ کے لیے کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی رحمہ صدر الدین مولوی و عبدالرزاق حماسی بہا لاکام نص (شرعی) ہے نہ نص (فصوص الحکم) سے فتوحات مدینہ (یعنی تبلیغات آقلے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتوحات یکہ (یعنی تصنیف ابن عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے۔
حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ

نیست حجت پہچ قول و فعل پیسر
قول حق او فعل احمد را گیر

مکتوبات میں جا بجا ملے گا کہ اس شریعت کے مرد میدان ابو حنیفہ رحمہ اور ابو یوسف رحمہ ہیں یہ شبلی رحمہ و جنید رحمہ غرض یہ کہ پہلا جواب گواہ مدعیہ نے یہ دیدیا کہ یہ کوئی حجت شرعی نہیں۔ ان کی ذاتی کشفی تحقیقات ہے جو ظنی ہے اور عقائد میں قطعیت حجتہ ہوتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کو شاید یاد نہیں رہا وہ بحیثیت گواہ مارچ ۱۹۲۲ء کہہ چکا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات حجتی کہ احادیث اعاذ کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا جواب میں نے پیش کیا ہے۔ کہ اگر اُسے ہم ایک قسم کی حجت ہی فرض کریں، تو بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے کیونکہ حضرت مجدد صاحب رحمہ نے بلا واسطہ کلام الہی کی دو قسمیں کی ہیں ایک انبیاء سے مختص ہے، جسے وحی نبویہ کہا جاتا ہے۔ اور وحی نبویہ کی وہ ایک قسم ہے (دوسرا وہ جو اولیاء امت کو نبییت و درائتہ سے ہوتا ہے جس کا تنہائی کمال یہ ہے۔ کہ وہ محدث ہو جائے۔ اور اوپر مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ محدث پر وحی نہیں ہوتی بلکہ کثرت سے خصوصاً ابہام ہوتا ہے۔

مختار مدعا علیہ کا پیش کردہ حوالہ معاشی کے ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔ الملہم المبالغ فیہ الذی انتہی اسی درجۃ الانبیاء فی الالہام یعنی محدث سے ابیاطہم مراد ہے جو ابہام میں انبیاء کے درجہ کو پہونچا ہوا ہو۔ پیر حضرت عمرؓ کو ان کا کمال فرد بتایا ہے ہرقات ۵۳۰ء

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس سے صرف اُس کلام الہی کا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہوا جو محدث پر ہوتا ہے۔ جو ابہام کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس سے صرف ابہام کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ثابت ہوا (خواہ نام ابہام سے بڑھ کر ہو اور جدا کا نہ نام اصطلاحی کوئی کیوں نہ رکھے) اس سے بقاء وحی نبوت ثابت نہیں۔ پس یہ حوالہ سراجتہ ہمارے موافق اور مدعا علیہ اور اس کے گواہان و مختار کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں کوئی بھی تعارض نہیں بلکہ ایک جواب تقدیر عدم تسلیم اور ایک بر تقدیر تسلیم ہے۔ ات تعارض سوائے مختار مدعا علیہ کے کوئی قلمند نہیں سمجھتا اس کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ اول تو یہ حوالہ حجت ہی نہیں اور ان کی خاطر اگر حجت مان ہی لیں تو یہی ہمارے موافق اور ان کے سراسر خلاف ہے۔

تیسرا حوالہ۔ مثنوی عارف رومی زہ کا ہے۔

خلق نفس از وسوسہ خالی شود : مہمان وحی اجب دلی شود
نے نجوم است نہ نزل است نہ خواب : وحی حق و اللہ اعلم بالصواب
از پے رد پوش عام در میان : وحی دل گویند آنرا صوفیان

مثنوی شریعت دفتر جہاریم ص ۱۵۱ مختار مدعا علیہ نے صرف اس کے چوتھے مصرع سے مغالطہ دینا چاہا تھا کہ وحی باقی ہے مگر اللہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے عارف رومی قدس سرہ العزیز پر کہ لگے شعر اور پھٹے مصرعہ میں اصل حقیقت اور اپنی نیز صوفیاء کرام کی اصطلاح بنا دی کہ وحی دل گویند آنرا صوفیان کہ اس کا نام اصطلاح تصوف میں وحی دل ہے اور بھی گذر چکا ہے کہ وحی دل اور ابہام ایک ہی شئی ہے کیونکہ ابہام کے معنی در دل افگندن کے ہیں مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو پس اس سے بقاء ابہام بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوا نہ بقاء وحی نبوت۔ پس یہ حوالہ بھی ہمارا مؤید ہوا اور مختار مدعا علیہ کے سراسر خلاف ہے اس کے جواب کے لیے ب کثائی تک کی ہمت نہ ہوئی قلند الحمد جو تمنا حوالہ منصب امامت ۲۲۹۳۱ اس حوالہ کو بھی ماقبل و مابعد اور در میان سے قطع و برید کر کے شرمناک خیانت سے پیش کیا ہے میں اس سے اول و آخر ملا کر یوں نقل کرتا ہوں جس سے ایک طرف تو اصل عبارت کا مطلب اور مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی خیانت آشکار ہوگی دوسری طرف در میان سے جو عبارت اڑادی ہے وہ تمام وہی آیات ہیں جو مختار مدعا علیہ نے بقاء وحی کے سلسلہ میں پیش کی ہیں مگر حضرت مولانا شہید رومی نے سب کو ابہام قرار دیا ہے جس سے تمام استدلال مختار مدعا علیہ کا خورد و برد ہو جاتا ہے اور یہ وہی حضرت مولانا شہید رومی جن کو گواہان مدعا علیہ نے بھی بعد تیرہویں صدی تسلیم کیا ہے اور اپنی تائید میں حج الکرامۃ ص ۱۲۹ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے اصل عبارت منصب امامت ملاحظہ ہو۔

تنبیہ ثالث در میان حقیقت بعثت باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام ماموری شوند تبلیغ احکام بسوی خواص و عوام ظاہر میں ہیں است کہ از جانب حق بل و علا بطریق وحی یا ابہام امر تبلیغ احکام بایشان برسد پھر اس کی تفصیلات پانچویں تنبیہ پر ختم فرمائیں دوسری قسم کی پہلی تنبیہ کا عنوان قائم فرماتے ہیں تنبیہ اول در میان آنکہ بعضے از بندگان مقبولین ہر چند

منصب نبوت نبی و از نادانان انکلا لائت مذکورہ نصیب نہ فرمود استحداد خود میدارند۔ اس کے بعد ذکر محبوبیت برب العلیین و ذکر عزت در ملائکہ و ذکر ولایت و غیرہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ۔

.. با ذکر ولایت اجمالاً نامن لدنا علمائک تقریباً دو صفحہ از منصب امامتہ ۲۲ و ۲۳۔
عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج ثابت ہوتے۔

- (۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔
 - (۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔
 - (۳) جو الہام غیر انبیاء کو پہنچتا ہے وہ وحی نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔
 - (۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔
 - (۵) مطلق الہام کی چند صورتیں۔
- (۱) بصورت کلام از پردہ غیب جیسے و اذ اوحیت الی الحواریین و اوحیت الی اقرموسیٰ۔ قلنا یا ذالقرنین۔ یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔
- (۲) یہی الہام پر اسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے
- وغیرہ وغیرہ تمام وہ آیات جو اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔
- (۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔
- (۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نقش فی الروح کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے اسے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

مدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی و الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ جبرٹرا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا باقی بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی لہذا بقا وحی غیر تشریحی کی دلیل کا اس میں اشارہ تک نہیں۔

بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مخالفہ تھا۔

مدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

.....

اختیار مدعا علیہ کی تاویلات رکیمہ

واما ذکر ولایت اجمالا فقد قال الله تعالى الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا وكانوا يتقون لهم البشرا في الحياة الدنيا وفي الآخرة وقال الله تعالى ان اولياءه الا المتقون۔

وآما ذکر شعیب ان تفصیلاً پس باید دانست کہ ازان جملہ الہام است، عین الہام بانبیاء اللہ ثابت است آرا وحی میگورند۔ و اگر بغیر ایشان ثابت میشود اورا تحدیث میگورند و گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی آمد مطلق الہام کا ہے در سورۃ کلام از پردہ غیب ممکن لاریب نازل میگردد۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذ اوحیت الی انحوا بین ان آمنوا بی و بسر سولی و قال اللہ تعالیٰ و اوحینا الی امر موسیٰ ان ارضعیه و اذا خفت علیہ فالقبیہ فی الیم و لا تخافی و لا تزدادوہ الیک و جا علوہ من المرسلین۔ و قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذالقرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیہم حسناً و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلكم من الامم محدثون فان ینک فی امتی احد فانه عمر۔

و گاہے ہمیں الہام بواسطہ ملک میشود کما قال اللہ تعالیٰ و اذ کفر فی الکتاب صریحاً اذ تبتذت من اهلها مکانا شریقیاً فاتخذت من ذونہم حجاباً فادسنا الیہا روحنا فتمثل لہما بشراً سوياً قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت نقیاً قال انما انا رسول ربک لا اہب لک غلاماً ذکیماً قالت انی یکون لی غلام و لو یمسنی بشر و لو اک بغیا قال کذا لک قال ربک هو علی ہین و لنجعلہ آیت للناس و رحمة منا و کان امرامقضیاً و قال اللہ تعالیٰ و اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللہ اصطفک و طہرک و اصطفک علی نساء العالمین یا مریم اقلتی لربک و اسجدی و ادعی مع الراکبین و قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللہ ینشک بکلمة منه اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقربین۔

و گاہے ہمیں الہام بہیں طریق واقع می شود کہ ترد بخود از دل صاحب الہام کلامی جوش می زند و آل را بر زبان می آرند و فی الحقیقت

ان کلام رحمانی است بہ زبان اوجاری گشتہ کلام نقسانی ابن قسّم الہام کہ بہ انبیاء الشری شود اور انفت فی الروح گویند کہ
 - ما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ان روح القدس - نفت فی روحی و اگر بہ نسبت
 ادیاء الشری شود اور انطق سکتہ گویند چنانچہ صحابہ ذکر فرمودہ اند کہنا بعد ان اسکتہ تنطق علی لسان عمر و قلبہ۔ و بسیار تفصیل از مثال ابن
 جناب فاروق اعظم مروی است و از جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسی را از مقبولین عالی مقام در حالت مقام بر امرے
 را امر غیبیہ مطلع می فرمایند۔

لم یکن من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الروح
 اصالحہ نبی او شری لہ (و از عمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی است) قال اللہ
 تعالیٰ و قالہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انی یکون
 لہ الملك علینا ونحن احق بالملك منه ولم یؤب سعة من المال قال ان اللہ
 صطی علیکم و زادہ بسطة فی العلم و الجسم۔

و ظاہر است کہ طالوت نبی نبوز و قال اللہ تالی فوجد عبدا من عبادنا و اتینا رحمۃ
 من عندنا و علمناہ من لدنا علماء من صیاطت ۳۲ بہارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔
 (۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وہی کہلاتی ہے۔ اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

۲۔ جو الہام غیر انبیاء کو ہر وہ وحی نہیں ہوتا۔ بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۳) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

مطلق الہام کی چند صورتیں

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب، جیسے و او جینا الی الحوارین و او جینا الی ام موسیٰ و قلنا
 یاذا القرنین یہی الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے فادسلنا ایہا دو حنا اذ قالت الملائکۃ
 یا موسیٰ و غیر یا و غیر (نام و آیات حواس مختارہ ما علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خورد بخورد صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفت فی الروح کہتے ہیں اور جو ادیاء اللہ کو ہوتی ہے

۱۔ سے نطق سکینہ کہتے ہیں۔
عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے منسلک پیش کر چکا باقی جو بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی۔ لہذا بقاء وحی غیر تشریحی کی دلیل کی اس میں اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تھا۔ عدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

اس قدر واضح اور صریح عبارت کے متعلق مختار مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تاویل کس قدر بہتان و اضراء پر جرأت و جبارت ہے مگر دونوں کے سلم و متنا پیشوا جناب مولوی اسمعیل صاحب کا جو حوالہ گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں کے خلاف اور احمدیوں کی تائید ہے۔

(الجواب)

(۱) مولانا شبیر رح کا علم و فضل روشن ہے مگر مختار مدعا علیہ انہیں مدعیہ یا گواہ مدعیہ و یا مختار مدعیہ کا مسلم مقدر و پیشوا جو لکھ رہا ہے یہ جو ڈیشل اصول پر درست نہیں کوئی ایک سوال جرح میں ان کے متعلق نہیں آیا اس پر عدالتی یہ نوٹ موجود ہے کہ فریق اول کو ان الفاظ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے تسلیم کئے مختار مدعا علیہ اس کا حوالہ مسل سے پیش کرے مگر وہ نہ پیش کر سکا۔

(۲) اس کو احمدیوں کی تائید سمجھنا شاید بظاہر غلط نہیں ہو ورنہ اس میں کہیں تائید کا اشارہ کنایہ تک نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے آئینوں کا دعوی بقاء وحی غیر تشریحی ہے اور یہاں وحی مطلقاً بلکہ وہ الہام بھی جو بمعنی وحی انبیاء کوہوتا ہے بند ہے صرف الہام اور تحدیث و نطق سکینہ یا رو یا صالحہ باقی ہیں اور باقی تمام سلسلہ وحی شنفطع و مسدود پس اس سے اپنی تائید تک انہیں مختار مدعا علیہ کی عموماً نہیں ہے ورنہ مطلب واضح ہے۔

(۵) پانچواں حوالہ تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۵
اس میں ابن حجر ہیتمی کا قول نقل کیا ہے کہ عینی پر وحی وقت نزول بواسطہ جبریل ہوگی۔

الجواب

اس کا مکمل جواب اوپر گورچکا مختار مدعا علیہ حسب عادت ایک ایک چیز کو متعدد مرتبہ لاکر طول دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابن حجر ہیتمی کی ذاتی رائے ہے جو قرآن و حدیث اور علماء سلف کے سراسر خلاف ہے جو کسی پر عینہ نہیں، مسلمہ فریقین کے بزرگ امام محی الدین ابن عربی رح فرماتے ہیں کہ

قلہ الکشف اذ نزل الالہام کہ نزول کے بعد اس پر کشف والہام ہو گا نہ وحی گو نلفظ وحی کا مجازاً بمعنی الہام اس پر بولا جائے (پورا توارہ اس سے قبل فتوحات ج ۳ ص ۲۵۳ تا ۲۵۸ سے نقل کر چکا ہوں۔

گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ امام شعرانی بواقعیت بحث ۳۵ ص ۱۸۸ و ۱۸۹ پر فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ وہذ باب الخلق بعد موته محمد صلعم فلا بفتح لاحد الی یوم القیامۃ وکی لقی للادویا وحی الالہام الی قولہ قال ولوان الوحی علی لسان جبرئیل علیہ السلام کان باقیامحمد صلی اللہ علیہ وسلم لکان علی اذا نزل لایحکم بشریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانما یحکم بشریۃ انی یوحی الیہ جبرئیل الی قولہ اعلم ان الوحی لاینزل بہ للک علی غیر قلب البنی اصلاً۔

وحی کا بیان کر کے فرمایا کہ یہ دروازہ وحی نبوت بعد وفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو چکا اب یہ قیامت تک کسی کے واسطے نہیں کھل سکتا اور یاد کے واسطے صرف وحی الہام ہے نہ کوئی وحی آگے تشریح فرمائی کہ اگر بلا واسطہ جبرئیل سلسلہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہوتا تو عیسیٰ بعد نزول شریعتہ محمدیہ کے کیوں بیرو ہوتے وہ اسی وحی کی اتباع کرتے جو جبرئیل لاتے! کتنی وضاحت سے امام شعرانی اور امام ابن عربی جو گواہ مدعا علیہ کے بھی سلم بزرگ ہیں تشریح فرماتے ہیں کہ عیسیٰ پر بعد نزول صرف کشف والہام بلا واسطہ جبرئیل ہو گا وحی بلا واسطہ جبرئیل ہرگز نہ ہو گی۔

اس کے مقابل پر ان جہر معنی جیسے غیر مسلم شخص کی شخصی رائے پیش کرنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے اور توجیب تو اس پر ہے کہ اپنے نبی کے خلاف اُس نے ان جہر معنی کو کیوں مان لیا حالانکہ مرزا صاحب کے خلاف احادیث نبویہ بھی جیازاً بالشروری کی طرح پھینک دینے ہیں اور خود مرزا صاحب ازالہ اوہام ص ۲۳۸ پر فرماتے ہیں کہ در ایک فقرہ بھی جبرئیل لائین وہ بھی وحی نبوت ورسالت ہے جو بند ہے، ملاحظہ فرمائیں وحی تو بڑی چیز ہے ایک فقرہ لانے کو بھی مانعت فرما رہے ہیں اس سے علاوہ ہمارے جواب کی تکمیل کے مختار مدعا علیہ کی خود مرزا صاحب کی کتب سے نادانفہی اچھی طرح واضح ہو گئی بہر حال یہ حوالہ بھی مدعا علیہ کے لیے مفید اور ہم پر حجتہ نہ ہو سکا۔

سائلوں کے حوالہ صحیح الکرامتہ، کہ

”آرندہ وحی بسوی او جبرئیل باشد بلکہ ہمیں یقین دارم“

(الجواب)

یہی مابقی جواب بعینہ کافی ہے تفصیل اور پرگزری چکی نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی ذاتی اور شخصی رائے کتاب اللہ

اور کتاب الرسول اور مسلم بزرگان دین و اسلاف کے خلاف ہرگز حجۃ نہیں ہو سکتی نہ وہ امام ہیں نہ مسلم عالم نہ ہمارے فرقہ کے نہ مرزا صاحب کے۔ ان کا حوالہ بالکل غیر متعلق ہے باقی گواہوں کا انہیں مسلمان کہنا یہ اور چیز ہے اور مسلم ہونا اور بات دینا میں ہزاروں مسلمان فاش غلطیاں کرنے والے فاسق و فاجر بھی لینگے اور جو مسلمان بھی ہیں۔ پھر انہیں مسلم کون مانتا ہے فتویٰ رشیدیہ میں انہی رئیس عالمین، بالحدیث یعنی غیر مقلد بتا کے ان کے حوالے غیر مقلدین پر اتمام حجت کے لیے نقل کیے ہیں اس سے ان کا مسلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا تمام مسلمان مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے حوالے الزاماً نقل کرتے ہیں کیا خلفاء یا مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا مفصل جواب اوپر دو مرتبہ عرض کر چکا ہوں۔ اٹھواں حوالہ بھی پہلے حوالہ کا تہہ وہی تشریح اور غیر تشریح کے متعلق بر اقیبت کا ہے۔ جس کا جواب مکمل پہلے نمبر میں آچکا ہے اور اصل بحث میں جو جواب دیا تھا مختار مدعا علیہ نے اُسے لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا لہذا اسی کا حوالہ دے کر عدالت کی توجہ گرامی اصل بحث کی طرف مبذول کرتا ہوں اگر عدالت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی مختار مدعا علیہ کی طرح باز بار وہی عبارت دہراتا رہتا ملا علی قاری نے صرف اس حدیث کی باعتبار سند کے تردید کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، ان جبو یمل لا ینزل الخ اس سے ان کا جواب صاحب کا مؤید ہونا نہیں پایا جاتا۔ نیز کسی کا قول نقل کرنا اور چیز سے اور تائید کرنا اور بات ہے یہی مضمون کتاب الاشاعت کا ہے۔ غرض ایک ہی چیز سے مکرر نقل سے مکرر دلیل نہیں بن سکتا۔

(خلاصہ بحث)

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہ ایک آیت یا ایک حدیث یا ایک کسی مسلم بزرگ کا قول نہ پیش کر سکے جس سے بقاء وحی غیر تشریحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہاں ابہام کے بقاء کے متعلق حوالے نقل کئے وہ ہمارے مؤید اور ان کے مخالف ہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ وحی نبوۃ مطلقاً بند ہے ابہام کشف وحی مجازی لغوی باقی ہیں۔

بخلاف اس کے انداد وحی نبوۃ برہم نے سات آیات کا حوالہ قائم النہین کی تفسیر سے اور آیات مفصل کل (۱۵) آیات اور (۲۵) مفصل اور چار صریح حدیثیں اسی سلسلہ کی نیز مسلم بزرگان دین کے فتوحات بر اقیبت، علم الکتاب، فتاویٰ ابن حجر، شفاء شریف، شرح شفاء ملا علی قاری، نسیم الریاض علامہ خفاجی وغیرہ سے متعدد صریح لاجواب حوالے پیش کئے جس میں اکثر تو ایسے لاجواب ہیں جن کا بحث میں مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا اور بعضوں میں مناظرہ دینے کی ناکام کوشش کی جس کی حقیقت جواب لاجواب میں آشکار ہو گئی۔ بہر حال ہم نے یہ مسئلہ مجدد اللہ ۴۵-۵۰ دلیلوں سے رد و روشن کی طرح واضح کر دیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوۃ کا سلسلہ منقطع و محدود ہے۔ مرزا صاحب کے مریدین کے واسطے مرزا صاحب کی بھی سند پیش کر دی کہ جب تک دعویٰ نبوۃ صاف

نہ تھا فرماتے ہیں کہ

» لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی، « ازالہ ص ۲۲۱،
 » آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (صامتہ البشری
 کلاں ص ۶۶ - خورد ص ۴۸) «

(۶)

مرزا صاحب کے نزدیک صرف تشریحی وحی بنتا ہے

اس سلسلہ میں بلاوجہ توضیح مرام - ازالہ اوہام - کشتی نوح استفتاء پیرانی تحریریں - براہین احمدیہ - حقیقتہ الوحی
 موابب الرحمن - ایضاً کمالات اسلام - ضمیمہ براہین ۵۷ - ایک غلطی کا ازالہ - چشمہ معرفت - سرمہ چشم آریہ - تتمہ حقیقتہ الوحی
 الوصیۃ تجلیات الہیہ کے متعدد مجدد حوالہ دے کر لا حاصل طول دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس وحی کو مرزا صاحب بند
 فرماتے ہیں وہ وحی تشریحی ہے ورنہ مطلق وحی کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے - مرزا صاحب نے اپنی کل کتب میں
 تقریباً لکھا ہے -

الجواب

- (۱) اس سے ہمارا نقصان کیا گویا یہ تو اقراری کفر ہے -
- (۲) مرزا صاحب کی عادت ہی متعارض اقوال کہ ہے - اور بھی کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان کے کثوت اور ابامات رحمانی
 نہیں رہیا کہ شیخ نے فتوحات میں با بجا لکھا ہے - اور تا بید میں ولو کان من عند غیر
 اللہ لوحد واقید اختلافا کثیراً پیش فرمایا ہے -
- (۳) ان عبارات میں یا وحی تشریحی اور غیر تشریحی کا ذکر ہے یا مطلق وحی کا - مگر میں نے وحی نبوت و رسالت کا انقطاع
 و انسداد مرزا صاحب کی عبارت سے پیش کیا ہے - جو میرا دعویٰ تھا - اور صریح عبارت پیش کی ہے -
 پھر ملاحظہ فرمائیں کہ -

- (۱) کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے - اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے - (ایام الصلح ص ۱۲۶)
 - (۲) » نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی - « (سراج منیر ص ۱۰۰)
 - (۳) » ایک فقرہ ہے جبریل لائیں وہ بمعنی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے - « (ازالہ ص ۲۴۸)
 - (۴) » لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی کیا یہ بہر روشن وقت ٹوٹ جائیگی، « (ازالہ اوہام ص ۲۲۱)
- ان واضح عبارات کی شرح ان گول مول عبارات سے ناممکن ہے -

(عنوان مٹ)

کیا مسیح موعود کے نزدیک آپ کی وحی قرآنی وحی کے برابر ہے

مذکورہ بالا حوالجات جو عنوان مٹ میں درج کیے گئے۔ وہ تو جب کے ہیں۔ کہ اس وقت تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ہمنوا تھے۔ اُس کے بعد دعویٰ نبوت بلکہ نبوت مستقلہ اور وحی وغیرہ کا کیا۔ اور وحی بھی کوئی کبھی نہیں۔ بلکہ قرآن کے ہم پلہ۔ اس کی طرح منزہ قابل ایمان لائیکے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ (اربعین ص ۱۷۷)

آنچه من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دامنش ز خطا
بمحو قرآن منزہ اشش دامنم
از خطا ہا ہمیں است ایمانم

(در ثمین ص ۷۷)

اس کی تاویلات رکیکہ جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔ یا مرزا صاحب کی دوسری مجمل عبارات الہدیٰ نزول المسیح وغیرہ سے پیش کی ہیں۔ ان کے متعلق یہی گزارش ہے۔ کہ وہ جواب نہیں ہو سکتیں۔ چونکہ مفصل بحث اوپر سلسلہ ایمانیات میں گزر چکی ہے۔ اُس کا اعادہ نہیں کرتا صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ کہ واضح عبارت کا حل مجمل اور محتمل المعنی عبارت سے نہیں ہوا کرتا۔ نیز جس شخص کی عادت متعارفات اور اختلاف گزرتی ہو۔ اس کی ایک عبارت دوسری کی شرح نہیں بن سکتی۔

پہلی وجہ تکفیر یعنی دعویٰ وحی نبوت ختم ہو گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ختم نبوت

دوسری وجہ تکفیر ختم نبوت کا انکار اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے آپ کو تشریحی نبوۃ کا مدعی سمجھنا۔ اور احکام شرعیہ میں تغیر و تبدل کرنا۔

دوسری وجہ تکفیر کا رو

جماعت احمدیہ حضور معلوم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔

قول مختار مدعا علیہ

”دوسری وجہ تکفیر فزلی مخالفت نے یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب اور آپ کے معتقدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو ضروریات دینی سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ ہذا مرزا صاحب اور ان کے متبعین کافر ہوئے۔“

اس مدعا کے نقل میں اسی مدعی و متعلقہ سے کام لیا ہے۔ صرف خاتم النبیین کا انکار نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا اسلامی معنی کے رو سے انکار ہے۔ جیسا کہ میں اصل بحث میں بوضاحت پیش کر چکا ہوں۔ جس کا جواب کجا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا اور یہی خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ بنا یا جاوے۔ ضروریات دین سے ہی جس کے واسطے شہادت اور بحث میں حوالہ مندرجہ ذیل تفصیل سے پیش ہو چکے۔

(۱) اول الانبیاء آدم و آخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد مسلمہ)

(۲) اذ لم یعرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس مسلم لانه من ضروریات الدین (اشباہ و انقضاء ص ۲۹۶)

یہی تصریحات تقریباً ۱۵ اکتب سے جن میں (بجرا لائق ج ۵ ص ۱۳) بھی ہے۔ جیسے گواہ م نے جواب

جرح ۶/ مارچ ۱۳۲۲ مسلم مانا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کا آخری ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب آفریقہ تک اسی کفر پر قائم رہے۔ اور ان

کے امتی اس وقت تک اس کفر پر مصر ہیں۔ لہذا ان کے کفر میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں۔
مختار مدعا علیہ نے اصل اعتراض کو نظر انداز کر کے لفظ خاتم النبیین کا اقرار مرزا صاحب کی کتب ذیل سے پیش

کیا ہے۔

(۱) انجام آتھم (۲) الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء (۳) ازالہ اوہام۔ (۴) آئینہ کمالات۔ (۵) ایام الصلح (۶) کرامات الصادقین۔ (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) مواہب الرحمن (۹) حقیقت الوحی۔ (۱۰) استغناء۔ نیز بیان گواہ (۱۱) (۱۲)

اصل معاملہ

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب تک خود کھل کے نبی نہ بنے تھے، اور وہ نبوت پر عہدے ڈال رکھے تھے، اس وقت تک تو خاتم النبیین کے لفظ کا بھی اقرار ہے۔ اور اسلامی معنی کا بھی ملاحظہ ہو۔

(۱) ایام الصلح ص ۱۲ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ولكن رسول الله وخاتم النبيين اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی تا اور اگر کوئی نبی بنایا پرانا آوے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت و مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں۔

(۲) ایام الصلح اردو ص ۱۲۶

(۳) مسیح کیونکہ آسکتا تھا۔ وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کے ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے۔ (ازالہ ص ۱۲)

(۴) ایک ویں آیت ما کان محمدًا ابا احد من دجا کم ولكن رسول الله وخاتم النبيين یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے۔ اور ختم کر نیوالے بیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا (ازالہ ص ۱۲) (۵) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل پہ پیرا یہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود متنیع ہے، کہ دنیا میں رسول تو آوے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ ص ۱۲)

(۶) حماة البشرى ص ۲۲

الا تعلم ان الرب الرحيم الى قوله، وختم الله به النبيون

(۷) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت رسالت

کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (دین الحق ص ۲۷ حقیقۃ النبوة ص ۸۹)

(۸۱) آسمانی فیصلہ ۲۔ وغیر با وغیر با۔

مگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے مطابق ۱۱۰۰ھ سے قبل تھا۔ اُس کے بعد نبوت سے پردہ اٹھا اور خود نبی و رسول بلکہ تمام رسولوں سے اعلیٰ جس سے تمام رسول زندہ ہو گئے۔ تو صرف لفظ خاتم النبیین فرماتے۔ بے اور معنی بدل ڈالے۔ چنانچہ پیش کردہ حوالوں سے جو ۱۱۰۰ھ کے بعد ہیں صرف لفظ خاتم النبیین مکرر ہے۔ مگر اسلامی معنی جو ضروریات دینی سے ہے کہ ایسے آفرین نبی جن کے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہ بن سکے۔ ہرگز نہیں ہے۔

لہذا ملجانہ اسلامی معنی مرزا صاحب کا خاتم النبیین۔ سے منکر ہونا بدستور رہا اس معاملہ سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

باقی تفصیل ان شکوہ اللہ تعلقے آگے اپنی جگہ پر آئے گی۔

جمع مسلمان بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا آنا مانتے ہیں۔

اس بیڈنگ میں بھی لفظوں کے پیر پھر کا ایک معاملہ ہے جو آگے معلوم ہو گا۔ یہاں صرف یہ گزارش ہے کہ جمع مسلمان حضرت یحییٰ علیہ السلام کے منتظر ضرور ہیں۔ مگر ایک مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی بنایا جانا یا کسی کو آپ کے بعد منصب نبوت عطا ہوتا۔ جائز نہیں سمجھنا۔ بلکہ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کو کفر سمجھنا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ پس کسی گزشتہ نبی کا بحیثیت امتی یا مجدد آنا اور چیز ہے۔ اور کسی کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت ہو کر نبی بنا اور معاملہ ہے ہر عقل مند دونوں کے فرق کو سمجھتا ہے مختار مدعا علیہ بلا وجہ مخالفت دینا چاہتا ہے۔ فا اعتبروا یا اولی الابصار

خلاصہ استدلال محتاد مدعا علیہ

اس بیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے جو پیش کیا ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ معنی تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔ اور گواہ مدعیہ ۲ کی جرح سے تائید کی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو نبی ہوں گے۔ یوں ہی ملا علی قاری سے کہ جس نے یہ کہا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام صلوب النبوة ہو کر آئیں گے۔ وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ نبی سے اس کی موت کے بعد بھی وصف نبوتہ زائل نہیں ہوتا۔ پس اگر خاتم النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی ہیں تو یحییٰ بھی دوبارہ نہیں آسکتے

اگر کہو۔ نئے کا انا منع ہے۔ پرانے کا نہیں۔ تو ہم بڑے ادب سے کہیں گے۔ کہ اگر پرانے نبیوں کا استثناء ہو سکتا ہے تو نئے امتی غیر تشریحی کا بھی استثناء ہو سکتا ہے (مخصوصاً بلغظہ)

(خلاصہ)

اس میں لفظی تعدد و مغالطہ ہیں۔ وضاحت کے واسطے حسب ذیل عنوانات قائم کرتا ہوں۔

- (۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
- (۲) کیا مسلمان حضرت یعلیٰ علیہ السلام کا انا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔
- (۳) کیا حضرت یعلیٰ علیہ السلام مسلوب النبوة ہوں گے۔
- (۴) کیا ان پر وحی پر واسطہ جبرئیل ہوگی۔

(الجواب)

(۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
مختار مدعا علیہ نے خاتم النبیین کے جو یہ معنی مسلمانوں کی طرف منسوب کئے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یہ محض مغالطہ ہے۔ بلکہ مسلمان یہ معنی کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ «حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل اور نبوة و رسالت کے ختم کرنے والے۔ اور آخر الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالیٰ کسی کو نبی نہیں بتائے گا۔ نہ کسی کو آپ کے بعد منصب نبوة و رسالت عطا کیا جاسکتا ہے۔ باب نبوة و رسالت آئندہ مطلقاً سدور ہے۔»

(اس کا ثبوت ملاحظہ ہو)

- (۱) مرزا صاحب کے مسلم رئیس التفسیرین فرماتے ہیں۔
«و لكن رسول الله وخاتم النبيين الذي حنت النبوة فطبع عليها فلا تفتح بعده الى يوم القيامة»
نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جنہوں نے نبوة کو ختم کر دیا۔ اور اس پر مہر اختتام لگ گئی اب باب نبوت قیامت تک کسی کے واسطے کھلیگا۔»
- (۲) علامہ مافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اخبر الله تعالى في كتابه ورسول صلعم في السنه المتواتر لا بنى بعدى
 ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام كذاب دجال مصل وصال الخ (ابن كثير جلد ۸ ص ۹۱)
 ترجمہ۔ یعنی خدا نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت متواترہ میں خبر دیدی۔ کہ لا بنی بعدی تاکہ معلوم
 ہو جاوے کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب پانے کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب دجال۔ گمراہ گنڈہ۔ اور شرور گمراہ ہے۔
 اس ومعنی کو نہ آخر الا نبیاء انہ لا بنی احد بعدہ۔ و عیسیٰ نبی قبلہ فحین یُنزل
 ینزل عاملا علی شریعتہ محمد صلعم مصلیاً الی قبلتہ کانہ بعض امتہ
 تفسیر کشاف۔ ج ۲ ص ۲۳۳ (گ مدعیہ ۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا
 اور حضرت عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں اور دعوائے قبل ہو چکا ہے پس وقت نزول شریعت محمدیہ پر عال اور محمدی قبلہ
 کی سمت پر نماز ادا کرینگے گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔
 (۴) ولا یقدح فیہ نزول عیسیٰ بعدہ فانہ اذا نزل کان علی دینہ مع
 ان المراد منه انہ اخر۔

یعنی خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی پر آپ کے بعد نزول عیسیٰ کی زندگی نہیں پڑ سکتی کیونکہ وہ بعد نزول آپ کے ہی دین
 پر ہوں گے اور خاتم النبیین کی یہ مراد ہے کہ آپ نبی بننے والوں اور منصب نبوت پانے والوں کے آخری نبی یعنی آپ
 کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوگا (تفسیر بیضاوی ص ۲۲۱ گ مدعیہ ۱)
 (۵) ابی اسود میں اسی قسم کی تفصیل کے بعد ہے۔

فان معنی قوله خاتم النبیین لانہ لا نبیاً احد بعدہ و عیسیٰ
 نبی قبلہ۔

یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص خلعت نبوت سے نوازا جائیگا اور حضرت عیسیٰ ان انبیاء
 سے نہیں کہ آپ کے قبل یہ خلعت عطا کیا جا چکا ہے۔

(۶) المراد بكونه خاتم النبیین انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد
 من الثقین بعد تحلیہ بہا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کے کہتے ہیں :

كان نبيا قبل تحلی نبینا صلعم بالنبوة روح المعانی
 (جلد ۹ ص ۳۲ گ مدعیہ ۱)

یعنی خاتم النبیین سے مراد ثقین جنس والنس میں حدوث و ایجا و وصف نبوة کا انقطاع ہے بعد اس کے کہ اس عالم

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلتہ نبوت سے سرفراز ہو چکے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ خلعت اس عالم میں ہمارے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مطاؤں گئی۔

(۷) اس سلسلہ میں گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ شیخ محمد محی الدین ابن عربی۔ حمتہ الشریعہ یہ فرماتے ہیں۔

وادعاء النبوة قد انقطعت

(فتوحات ج ۳ ص ۷۷-۷۸)

یعنی آنحضرت کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت یقیناً منقطع ہو چکا۔

(۸) خود مدعا علیہ اور اس کے گواہان و مختار ان کے نبی قبل دعوت نبوت مسلمانوں کے ہم نوا ہی تھے۔

ماکان اللہ ان یورسل نبیاً بعدینا خاتم النبیین وماکان یحدث

سلسلۃ النبوة بعد انقطاعہما

یعنی ہمارے نبی کریم خاتم النبیین کے بعد اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بنا کر نہیں بھیجے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند و منقطع ہونے کے

بعد دوبارہ از سر نو ایجاد کرے گا آئینہ کمالات الاسلام ص ۳۷ فروری ۱۸۹۳ء۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد

کوئی نیانبی بنایا نہیں جائے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد از سر نو جاری ہوگا اور نہ کوئی آپ کے بعد دعوت

نبوت کرے گا بلکہ ہر مدعی نبوت بعد آنحضرت کے سب ارشاد گرامی دجال و کذاب ہوگا۔

یہ محض مختار و مدعا علیہ کا کھلا ہوا مغالطہ اور افتراء و بہتان تھا۔

دوسری تنقیح کا جواب کہ کیا مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا بحیثیت نبی مانتے ہیں۔

یہ بھی ایک مغالطہ ہے اور عقیدہ جھوٹ و افتراء ہے۔ ان میں صفت نبوت ہونا اور چیرہ ہے عیا کہ گواہ ہے

مدعی نے کہا ہے کہ جب نازل ہوں گے نبی ہوں گے یعنی متصف بے صفت نبوت اور منصب نبوت پر نہ ہونا اور

بحیثیت نبی کے ہونا اور چیرہ ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ نبی ہیں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس عالم میں خلعت نبوت سے نوازا گیا یہ صفت

آپ کی بحال مگر اس امت میں زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیری کی وجہ سے بحیثیت نبی نہیں آئیے بلکہ بحیثیت

مجدد و خلیفہ رسول اللہ اور امتی کے ہوں گے منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔

اور مرزا صاحب یا کسی اور امتی کو آپ کے بعد نبی ماننے سے بعد خاتم النبیین کے نبی کا بنا اور از سر نو سلسلہ

نبوت بند و منقطع ہونے کے بعد کھلتا پایا جاتا ہے یہ بالاتفاق کفر ہے نبوت ملاحظہ ہو۔

احادیث

قال النبي صلى الله عليه وسلم كانت بنو اسرائيل لتسوسهم الانبياء كلما هلك نبي بعد خلف لا نبي وانه لا نبي بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون (الحديث)

بخاری شریعت جلد ۱ ص ۱۹۱ مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۶

حضور نے فرمایا کہ نبی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب بھی ایک نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا تھا اور میرے بعد یقیناً کوئی کسی قوم کا نبی نہیں بن سکتا ہاں خلفاء ہوں گے اور کثرت ہوں گے۔

کس صفائی سے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے ختم کر کے سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا ہے۔

(۲) ابن عساکر قال النبي صلى الله عليه وسلم الا ان ابن مريم ليس بيني و

بينه نبي ولا رسول الا انه خليفى فى امتى من بعدى

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خبر دار اور واقف ہو جاؤ کہ ابن مریم اور میرے درمیان نہ کوئی نبی غیر مستقل وغیر تشریحی ہے نہ رسول مستقل صاحب شریعت ہے یقیناً ابن مریم میری امت میں میرے بعد صرف خلیفہ ہوں

یعنی بحیثیت نبی نہ ہوں گے بلکہ بحیثیت امتی و خلیفہ ہوں گے (تساوی ابن جریر کی)

(۳) عیسیٰ نبی اللہ کے بحیثیت امتی آنے کا فیصلہ گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام شمرانی و امام ابن عربی رحمۃ اللہ

کی زبان فیض ترجمان سے عن الشیخ الاکبر قال فا ما خاسته الولاية على الاطلاق فهو عيسى عليه السلام فهو الولي بالنبوة المطلقة في زمان هذه الامة وقد حيل

بينه وبين التشريع والرسالة فينزل آخر الزمان وادشا وخاسته لاولى بعده نبوه

مطلقة كما ان محمداً صلعم خاتم النبوة لا نبوة تشريع بعده فيعلم ان

عيسى ولو كان بعده ومن اولى الزم وخواص الرسل وقد زال حكم من هذا

المقام بمكرو الزمان عليه الذي هو يخبره فيرسل وليا ذ النبوة مطلقاً ويلهم

بشرع محمد صلى الله عليه وسلم ويفهم لا على وجهها كالأولياء

والمحدثين فهو منا فهو سيدنا فكان آخر الأنباء كما ان كان آدم اول من نبيا

فتخمت النبوة بمحمد والولاية بعيسى۔

براقیت ۲۶ بحث ۴ ص ۸۰

یعنی بہر حال مطلقاً ہر قوم کی ولایت کا اختتام کرنے والے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پس وہ دل میں

اس صفت نبوت کے ساتھ جس کی ڈیوٹی اور منصب اس امت کے زمانہ میں ختم ہو گا پس وہ آخر زمانہ میں وارث نبی اور قائم ولایت ہو کر اترینگے جن کے بعد کوئی کسی قسم کا ولی نہ ہو سکے گا اور اس صفت نبوت پر ہوں گے جس کا حکم و نفاذ و تدبیر ختم ہو چکا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ آپ کے بعد نبی ہوں گے اور اولوالعزم و خواص سل سے ہیں مگر ان کی نبوت کا حکم اور منصب زائل ہو چکا ہے بوجہ زمانہ نبوت غیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لہذا وہ متصف بصفة نبوت مطلقہ جس کا زمانہ و حکم ختم ہو چکا ہو گا۔ اور اولیاء امت محمدیہ کی طرح ان پر شرع محمدی کا اہام ہوگا اور اس امت کے اولیاء میں امتی ہوں گے اور ہم سب کے سردار ہوں گے۔ پس نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور ولایت حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گئی مفصل حوالہ سلسلہ وحی و اہام جس میں یہ مضمون بھی واضح کیا گیا ہے فتوحات ۲۱۰ ۲۵۲ ص ۲۳۸ سے اوپر پیش کر چکا ہوں ان حوالہ جات میں نہایت صفائی سے تفسیر موجود ہے کہ عیسیٰ بحیثیت نبی نہ اترینگے بلکہ بحیثیت ولی و امتی مجدد ہوں گے ان پر شریعت محمدیہ کے متعلق اہام ہوگا نیز یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ ان میں پہلے کی مطاشدہ بنوہ ہی ہوگی۔ سلوب النبوت نہ ہوں گے البتہ چونکہ زمانہ نبوت نبی آخر الزمان کا ہے اس لیے اس نبوت کا حکم زائل شدہ ہوگا اور وہ منصب نبوت پر نہ ہوگا کیونکہ حکم اور حکومت نبوت نبی آخر الزمان ہوگی۔ کوئی بھی نبی نیا نہیں بن سکتا پرانا باوجود صفت نبوت کے منصب نبوت پر نہیں رہ سکتا۔

اس سے گواہ ۱ کے فقرہ جرح حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو نبی ہوں گے کی بھی شرح ہو گئی۔ نبی تو ہوں گے اور صفت نبوت ان سے سلب نہ ہوگی مگر خصوصیت زمانہ نبوی کی وجہ سے اس کا حکم زائل ہوگا وہ منصب اور ڈیوٹی نبوت پر نہ ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے اور خلیفہ و مجدد نیز ملامی قاری رح کے ارشاد کی بھی شرح ہو گئی کہ جو صفت نبوت سے انہیں سلوب مانا ہے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمان تو انہیں متصف بصفة نبوت مانتے ہیں ہاں منصب نبوت پر بوجہ خصوصیت زمانہ نہیں مانتے اور قائم النبیین کے معنی اس پیش کردہ عبارت کے آخر میں

تو خود مسلمانوں کے موافق کر رہے ہیں کہ ومعناہ عند العلماء انہ لا یحدث بعدہ بنی
کہ علماء کے نزدیک لابی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نبی بنایا نہ جائے گا یا نہ بنے گا لا یحدث کا لفظ ہے جس کے معنی نیا بنانا یا نیا ایجاد کرنا ہوتا ہے اس کی نفی فرما ہے یہی اسی کے معنی پر ہے

فہو علیہ السلام ان کان خلیفۃ فی الامتہ محمدیہ فہو رسول و نبی

علی حالہ یعنی اس امت میں صرف خلیفہ ہوں گے ورنہ پہلی صفت نبوت بحال ہے۔

چوں کہ اس سلب نبوت کے مسئلہ کو درمیان میں متعدد جگہ چھیڑا ہے لہذا اس کو میں ایک محسوس

مثال سے واضح کرنا ہوں تاکہ نبی ہونے اور منصب نبوت کے حکم پر نہ ہونے کا فرق ابھی طرح واضح ہو جائے

ہر شخص واقع ہے کہ اگر کسی خصوصی کام یا امانت کے واسطے حضور سرکار نظام فرمان روائے دکن غلام اللہ
ملکہ ہمارے سرکار فرمان روائے ریاست بہاولپور حفظہ اللہ ملکہ کے مدد مملکت میں تشریف
لائیں تو ظاہر ہے کہ کوئی عامہ پڑنے پر وہ نہیں کے قوانین کے پابند ہوں گے اور یہاں جو کام یا سرکاری
اعانت فرمائیں گے تو یہیں کے قوانین کے ماتحت ہوگی باوجودیکہ کہ وہ بدستور والی ریاست دکن ہی اور
صفت سعانیہ ان سے سلوب نہیں مگر منصب سلطنت اور اس کی ڈیوٹی و حکمرانی بوجہ حدود سلطنت
غیر یعنی ہمارے سرکار عالی جاہ جائزہ ہو سکے گا کیونکہ ملک اور یہاں کا زمانہ سلطنت دوسرے کا ہے
یہاں ہی حضرت عیسیٰ نبی ہی ان کی صفت نبوت سلب نہیں کی گئی مگر ملک اور زمانہ سید المرسلین آقائے
دو عالم نبی آخر الزمان کہے ہیں ان کا مذہب نبوت نہ ہوگا بلکہ تابع اور امتی اور مجدد اور معین شریعت
دو قوانین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ سلب نبوت کا اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ آپ کے بعد نبی ہونے
کا نہ نیابتی بنے گا نہ کوئی اور اس سے۔

(۳) ”تیسری تنقیح بھی کہ کیا حضرت عیسیٰ سلوب النبوت ہو کر آئیں گے۔“
بالکل صاف ہو گیا اور مدلل بلکہ مسلم حوالوں سے اس کا قطعی جواب کیا ہو گیا۔

(۴) چوتھی تنقیح کہ ”کیا انہیں وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔“

اس پر سلسلہ اسناد وحی نبوت بہت کچھ بحث ہو چکی ہے اور سلسلہ فریقین حوالے پیش کئے جا چکے ہیں صرف مسلم
فریقین بزرگ امام شعرانی و امام ابن عربی رحمہ اللہ کے دو مختصر فقرہ اس میں سے کمر نقل کرتا ہوں۔

فله الكشف اذا نزل والالهام كما لهذا الامة (فتوحات جلد ۳۔ ص ۲۳۸)

یعنی گویا ”انفطوحی بولا جائے مگر اس پر صرف کشف والہام نزل کے بعد ہوگا جیسا کہ اولیاء امت محمدیہ پر ہوتا ہے

ولو ان الوحي على لسان جبرئيل كان باقيا بعد محمد صلعم لكان عيسى اذا
نزل لا يحكم بشرية محمد صلعم وانما يحكم بشرع الذي يوحى به اليه جبرئيل۔

بروایت مجت ۲۵ ص ۱۸۹ و ۱۸۹ منقول از فتوحات باب ۲۲۔

ابری سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وحی نبوت کیلئے گو بند ہو چکی صرف الہام باقی ہے اور عیسیٰ پر بھی الہام ہی ہوگا اور اگر
وحی بواسطہ جبرئیل بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض باقی ہوئی تو عیسیٰ بعد نزول شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرتے بلکہ جبرئیل کی
لائی ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوتے پھر نہایت مفصل مدلل الہام عیسیٰ پر اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع
نزل وحی و جبرئیل پر بحث کی ہے۔

محمد اسناد چاروں تہمیں مدلل ثابت ہو گئیں اور مختار مدعا علیہ کا مسلمانوں پر بہتان اور مغالطہ آشکارا ہو گیا

غالباً اسے اپنے ہاں کا پتہ نہیں کہ سلسلہ سے پہلے مرزا صاحب بھی حضرت علیؑ علیہ السلام کے متعلق جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق مسلمانوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجازاً ہی حقیقی نہیں ملاحظہ ہو۔

سراج منیر ص ۲ ۱۸۹۶ء

” ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو صدیوں میں مسیح موعود کے لیے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے تحقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا ورنہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھا ہو سمجھ لے۔“ ملاحظہ فرمادیں وہ بھی نازل کے وقت انہیں مجازی نبی باعتبار ماکان مانتے ہیں۔

خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے؟

اس سلسلہ میں ان کے پاس ایک حوالہ بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کسی ایسے مشتبہ لفظ میں کی ہو جہاں مخالطہ ہی کی گنجائش ہو۔ انکے سے ایک غیر متعلق بار بطل حدیث جو خاتم النبیین کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ نے نہیں فرمایا۔ اور نہ وہاں لفظ خاتم النبیین ہے اور حدیث بھی سنداً متناً معناً قابل استناد نہیں پیش کی ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانات میں حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً کی بنا پر یہ ثبات کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ نہ سمجھے۔

(الجواب)

اس کی صحت و سقم و مطلب کی بحث آگے آرہی ہے، میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کس قدر مخالطہ اور حق پوشی ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور اس کی مراد بتائی ہے اُسے پوشیدہ رکھ کر جہاں اس کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں اُسے پیش کیا جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے اور مخصوص اسی لفظ کی کیا تفسیر فرمائی۔ یہ گواہان مدعا علیہ کے بیان میں متصل ہے خلاصہ یہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر لفظ خاتم النبیین (۱)۔ ابی ہریرہ قال البنی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی یعنی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا

نبی نہیں ہو سکتا۔ (بخاری - مسلم)

۴۳ لا تقوم الساعة حتى تبعث دجالون كذابون كلهم انه بنى وانا خانم النبیین لابی بعدی (ابوداؤد ترمذی گمشت)
یعنی قیامت نہ آئیگی جب تک بہت سے دجال وکذاب نہ آئیں۔ جن سب کا یہ دعویٰ و زعم ہوگا کہ وہ نبی ہیں حالانکہ
میں خانم النبیین ہوں۔ لابی بعدی میرے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) بخاری جلد اول صفحہ ۱۲۵ اور مسلم ج ۲ صفحہ ۱۲۵ پر ایک محل کی محسوس مثال سے اس حقیقت کو سمجھایا اور اپنے آپ
کو خانم النبیین یعنی اس نامکمل محل کی آخری اینٹ قرار دیا کہ فانا اللبنة وانا خانم النبیین
ملاحظہ فرمائیں کہ خانم النبیین کے منظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لابی بعدی بلا کسی قسم کی تخصیص
کے سمجھ رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی کس قسم کا نبی نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی تخصیص کرے تو یقیناً وہ بقول مرزا صاحب یے دین
دشمن ہوگا۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح ص ۱۲۶

(مرزا صاحب کی اس پر مہر تصدیق)

مرزا صاحب بھی سلسلہ سے قبل جب کہ دعویٰ نبوت نہ تھا۔ یہی لابی بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفسیر اور اسی عمومی نفی کے معنی میں قرار دیتے تھے۔ اور کسی قسم کی تخصیص کرنا شرارت بتاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح
جنوری ۱۸۹۹ء ص ۱۲۶

دلیکن ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے نہ حدیث میں نہ
قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لابی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔
بس یہ کس قدر جرات ہے اور دیرین اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ و قرآن کو
عذا پھوڑ دیا جاوے اور خانم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی
تھی۔ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جاوے۔ الخواب کسی امتی کو حق نہیں کہ لابی بعدی میں اس کے نبی تو نفی عام
کہتے ہیں اور وہ کسی قسم کی تخصیص کرے۔ یا لا فتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار یا اذا هلک
کسوی فلا کسوی بعدہ وغیرہ کی آڑے ورنہ اپنے نبی کے فتویٰ کی رو سے شریک گستاخ خیالات رکیکہ کی پیروی
کرنے والا عمدًا نصوص صریحہ قرآینہ کو چھوڑنے والا ٹھہرے گا۔

(۲) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فیصلہ اور کھلی ہوئی خانم النبیین کی تفسیر کے بعد اس سے روگردانی
کرنا کسی مومن مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ کافر اور گمراہ ہوگا جو اس فیصلہ سے روگردانی کرے

قال الله تعالى ما كان لؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون
لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ صلاک مبینا۔

حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیا

اگرچہ اس حدیث کا تفسیر لفظ خاتم النبیین سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں جیسے کہ اوپر عرض کر چکے۔ مگر مختار مدعا علیہ کے پاس صرف یہی ایک مجروح اور ضعیف حدیث کے نام پر ہے جس کی وجہ سے نہ صرف صحیح بلکہ اصح الصحاح بخاری و مسلم نیز دیگر صحاح ستہ وغیرہ کی کثیر التعداد صحیح اور واضح احادیث روکی جاتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کی بیجا حمایت میں حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میچھ واضح کی توہین اور غلط تاویلات کر کے تحریر کی جاتی ہے۔ لہذا اس کے متعلق کچھ تفصیل سے گزارش کرتا ہوں اور ان کے استدلال اور اپنے جواب کا خلاصہ عدالت کے اولاً ذہن نشین کر لیتا ہوں تاکہ جو ابلی بحث کی تاویلات رکیکہ سمجھنے میں سہولت ہو اور واضح ہو جاوے کہ جواب تو بن نہ آیا پہلے بیجا کر منالہ دینے کی ناکام و لاعامل سعی کی جو مدعی علم کی نمایان شان نہ تھی

مختار مدعا علیہ کے استدلال کا خلاصہ نو عاشق ابراہیم لکان صدیقاً نبیا
گواہ مدعا علیہ (۱)

استدلال (۱) اگر نبوت ختم ہو چکی تھی تو اس میں فضیلت ہی کیا تھی۔ بلکہ لغو تھا۔ پھر بی۔ اے۔ ایف اے ایم کی مثالیں دیں ملاحظہ ہو گواہ (۱) و (۲) مدعا علیہ۔
(۲) نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں لہذا سے نبوت کا اجراء بتانا تھا۔
(۳) خدا کو ایسا ڈرتھا تو پیدا ہی نہ کرتا۔

(حدیث کی تصحیح)

(۱) شہاب علی البیضاوی نے صحیح کہا

(۲) ملا علی قاری نے موضوعات نے کہا

(الجواب)

ہمارے مفصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند اور اصول حدیث کے ضعیف غیر قابل احتجاج باعتبار متن اور الفاظ کے اسکان کے واسطے نص قطعی نہیں باعتبار صحیح معنی کے مرزا صاحب کے مریدین کے خلاف اور مسلمانوں کے موافق ہے۔

(۱) سند حدیث یہ حدیث دو طرح نقل کی جاتی ہے لو عاشق ابراہیم لکان صدیقاً نبیا۔ تو بالکل حدیث ہی نہیں۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ مسکات پر لکھا ہے کہ

”قال السنوی ماروی عن بعض المتقدمین لو عاش ابراهیم فیا ظل
وجسارۃ علی الغیب وقال ابن عبد البر لا ادی ماہذ فقد ولدنوح غیر نبی۔“

امام نووی فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین جو ابو عیاش ابراہیم مروی ہے یہ باطل ہے اور غیب پر جسارت ہے ابن عمیر فرماتے ہیں
میں ہیں سمجھ سکتا یہ کیا ہے کیونکہ نوح کا بیٹا نبی نہیں تھا، پھر حال ان الفاظ میں حدیث ہی نہیں، باقی روایت ابن ماجہ ابو عیاش
ابراہیم کان صدیقاً نبیاً۔

اس میں ایک راوی ابراہیم ابن عثمان ہے جس کے سنن امہ جرح و تعدیل کا فیصلہ فن جرح و تعدیل کی مسلم کتب
میں حسب ذیل ہے۔

(۱) میزان الاعتدال علامہ حافظ شمس الدین ذہبی یہ جرح کی کتاب ہے۔ جسے ۸ مارچ ۳۲۳ھ کی جرح میں گواہ نہ
تسلیم کر چکا ہے کہ یہ فن جرح کی کتاب ہے۔ یہ راوی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ضعیف
ہے امام بخاری نے اس سے سکوت اختیار کیا، امام مسلم فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے جس کی حدیثیں
ترک کر دی گئیں تقریباً تہذیب مس۱۱ میں بھی یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں متروک الحدیث (۲) مدارج النبوة ۲/۱۲
مس۱۱ کے متعلق سخت جرح منقول ہے۔

(۲) تہذیب التہذیب میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکر حدیث ہے جسکی بات ثقہ کے مقابل بالکل غیر
معتبر ہے امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث امام ابو حاتم فرماتے ہیں ضعیف الحدیث۔ امہ حدیث نے اس سے
اعراض کیا ہے اور اس کی حدیثیں ترک کر دی ہیں۔

(۳) وہیں ابن ماجہ کے بن السطوی میں لکھا ہے کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔“

اب امام بخاری امام مسلم امام جرح و تعدیل یحییٰ ابن معین امام احمد ابن حنبل جنہیں امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث
فرماتے ہیں۔ امام ترمذی امام ابو حاتم رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر ائمہ کے قطعی فیصلہ کے بعد ماوشما اور شہاب علی البیضاوی جیسے
لاکھ لاکھ روڈ آدمی اس حدیث کو صحیح ثابت کرنا چاہیں صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب کی برکات الدعا حاشیہ مس۱۱
سے پیش کر چکا ہوں کہ وہ برابرک فن میں اس کے ماہر کی شہادت مختبر ہوتی ہے، ملاحظہ ہو جرح ۸ مارچ ۳۲۳ھ
اور امام یحییٰ ابن معین کا امام فن جرح و تعدیل اور بڑا محدث ہونا۔ میزان الاعتدال کا فن جرح و تعدیل کی کتاب ہونا
گواہ مس۱۱ کو مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح ۸ مارچ ۳۲۳ھ اور شہاب کے متعلق جب گواہ سے ۸ مارچ ۳۲۳ھ کو پوچھا گیا
کہ وہ امام جرح و تعدیل یا محدث ہیں۔ تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں۔ لہذا ان کی رائے تفسیر میں قابل لحاظ ہوتی
ہو حدیث کے متعلق محض بیکار قابل رد ہے خصوصاً امہ حدیث اور امام جرح و تعدیل کے فیصلہ کے مقابل۔ لہذا یہ حدیث
صرف مجروح بلکہ شدید ترین مجروح سے پڑ ہے۔ اور مجروح حدیث عقائد میں کجا اعمال میں بھی حجتہ نہیں بلکہ غیر متنبہ ہوتی
ہے۔ مختار مدعا علیہ کے اطمینان خاطر کے واسطے ان کے نبی کا فیصلہ پیش ہے کہ وہ حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو مختبر

اور یہ حدیث جرح سے خالی نہیں لہذا بالاتفاق غیر معتبر ہوگی۔

اس کے متعلق مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ

مختار مدعا علیہ سے اس علمی بحث کا جواب ناممکن تھا نہایت اضطراب کا اس کی تاویلات میں ثبوت دیا ہے
(خلاصہ تاویلات)

- (۱) میزان میں لکھا ہے کہ وہ قاضی تھے اور منصف قاضی بھی ہوں گے اور ایسا شخص قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔
- (۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا۔
- (۳) شعبہ کی تکذیب کا معنی میزان الاعتدال نے خود رد کر دیا ہے۔
- (۴) ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید بن یارون سے نقل کیا ہے۔
- (۵) وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔
- (۶) ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲
- (۷) اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے۔ جیسے شہاب علی البیضاوی۔
- (۸) مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے ان کا یہ نام ہے یہ تصانیف ہیں۔
- (۹) ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ص ۵۹ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔
- (۱۰) مرقات میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے۔ اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔
- (۱۱) ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے۔
- (۱۲) ان ائمہ کو یقین نہیں جہی تو مختلف الفاظ کہے۔

(الجواب)

اجمالی جواب۔ عدالت خود مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ ملاحظہ فرمائیے کیا ان ائمہ محدثین اور امام جرح و تعدیل کے واضح فیصلوں کے بعد یہ تاویلات اور مشکلیں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں ذرہ برابر بھی قابل التفات ہیں جن میں ایک ثبوت بھی اس کے معتبر ہونے کا کسی مسلم امام جرح و تعدیل سے نہ پیش کر سکا گوہر حسب عادت بہت ہی سخت اور درشت کیا۔

.....

مفصل و مرتب جواب

(۱) قاضی ہے اور عادل ہوں گے اور ایسا شخص کیسے عادل ہو سکتا ہے۔
یہ عجیب و غریب مضحکہ خیز جواب ہے۔ قاضی ہونے سے توثیق کیا ہوگی وہی علامہ ذہبی جنہوں نے قاضی ہونا لکھا ہے
(اور عادل ہونا بھی مختار مدعا علیہ کی پسند و تصنیف ہے) انہیں علامہ نے خود اور تمام بڑے بڑے اکابر ائمہ حدیث و جرح
و تعدیل سے غیر ثقہ، متروک الحدیث، ضعیف اور منکر الحدیث، وغیرہ نقل کیا ہے۔ اور یہی قطعی فیصلہ قرار دیا ہے کیا انہیں
قاضی ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر قاضی کیا قاضی بنانے والے عالم اور سلطان تک غیر ثقہ ہوتے ہیں کوئی ان میں سے کسی امام سے
توثیق نقل کرتے تو تھا بھی یہ تو اور اپنے عجز اور پریشانی و اضطراب کی دلیل ہے۔
۲۱ شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جوٹھا قرار دیا۔

(الجواب)

شعبہ سے ہم نے نقل نہیں کیا نہ جوٹھا ہونا یہ ائمہ حدیث نقل کرتے ہیں یہاں تک کہا جاسکے کہ یہ شعبہ کی تقلید میں کہتے،
ہیں نہ یہ شعبہ کے مقلد و پیرو ہیں۔ یہ ائمہ مستقل اپنی تحقیقات سے اُسے ضعیف، منکر الحدیث، متروک وغیرہ لکھ رہے
ہیں نہ کسی مخصوص روایت کی وجہ سے بلکہ مطلقاً اور نقل کرنے والے امام بیہی ابن معین امام احمد ابن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث
امام بخاری، امام مسلم امام ترمذی امام نسائی وغیرہ جیسے، تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ ان ائمہ کی تحقیق کی اصلاح کر رہا ہے
اور شاید انہیں بھی علم حدیث سے ناواقف ہے بہرہ خیال کر رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علم حدیث کی وہ
مادر ہستیاں ہیں۔ کہ جن کے متفقہ فیصلہ کے بعد تمام دنیا کے علماء و مکر اسے بھیج قابل اسناد ثابت نہ کر سکیں گے۔
۲۲ ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(الجواب)

مگر نقل کر کے اسی کی تردید میں ان ائمہ اور اعیان علم حدیث کے فیصلے پیش کئے ہیں۔
مختار مدعا علیہ کسی ناواقف کو معالطہ دیتا تو تھا بھی اور کسی اجنبی نا در کتاب کا ہونا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔
اللہ اللہ یزید بن ہارون کا مقابلہ امام بیہی ابن معین امام بخاری امام مسلم اور امام احمد بن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث
وغیرہ سے بسوخت عقل زیرت تاملہ میں چہ بوالعجبیست
۲۳ وہ قاضی ہیں اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرنے ہوں گے۔ اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔
(الجواب)

اس قدر بڑا احتمال اور لغو تاویل ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں اول تو یہ مختار مدعا علیہ کی خود ساختہ شکل

ہے جو قابل اعتبار نہیں دوسرے اس کے معنی نعوذ بالتدیر ہوئے کہ امام بخاری اور امام مسلم اور امام یحییٰ بن معین امام احمد بن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث امام ترمذی امام نسائی جیسے بزرگ بھی قابل اعتبار نہیں کہ انہوں نے محض ذاتی کاوش کی وجہ سے کہ وہ قاضی صاحب حق فیصلہ کرتے تھے دشمنی سے انہیں بدنام کیا۔ اس میں مراحتہ ان کی دیانت اور امانت پر جو حملہ ہے وہ عداوت پر پوشیدہ نہیں۔

انہیں پتہ نہیں کہ وہ قاضی عادل ہی نہ تھے۔

اس وجہ سے محدثین نے انہیں غیر ثقہ کہا۔ غیر ثقہ کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ حق بجانب فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ بڑا جواب ایسا اچھوتا ہے کہ تیرہ سو سال بھی کسی مصنف مورخ کو تو کیا چکڑ الویوں کو نہ سوچھا۔

۷۔ ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں،

(قابل مراجعت میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲)

اسی جگہ میزان الاعتدال میں اس کی تردید میں تمام ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امیر المؤمنین فی الحدیث جیسوں کا فیصلہ موجود ہے۔ اس قسم کے مغالطے یہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ کہاں ابن عدی اور کہاں امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امیر المؤمنین فی الحدیث امام احمد بن حنبل کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ جسے دیکھ دیں کہ یہ حدیث نہیں وہ حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم نے تو متفقہ فیصلہ پیش کیا ہے صرف کسی شخص کا قول نہیں۔

۸۔ اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے جیسے شہاب علی البیضاوی

(الجواب)

مشارع شہاب علی البیضاوی بڑے محدث ہیں جن کے متعلق جب گواہ مدعا علیہ سے ۸ مارچ ۱۳۳۲ھ کی جرح میں پوچھا گیا کہ شہاب کوئی امام جرح و تعدیل یا کوئی بڑے محدث ہیں تو جواب دیا کہ درنفس میں امام حدیث نہیں،

نہیں معلوم وہی گواہ را مختار ہونے کی حیثیت میں اپنا وہ اقرار کیوں بھول گیا۔ جب وہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں تو ان کا فیصلہ ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام احمد بن حنبل جیسے بزرگوں کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ ایک شہاب کیا کر ڈروں شہاب اور تمام مفسرین ملکر حدیث کے متعلق ایک فیصلہ دیں اور یہ ائمہ حدیث جو اس فن کے مسلم امام ہیں اس کے خلاف کریں تو انہیں کا فیصلہ ناطق ہو گا۔ غالباً مختار مدعا علیہ پر بھی بھول گیا ہے۔ کہ خود ان کے نبی کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر ایک فن میں اس شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا ماہر ہو۔

قول مرزا صاحب برکات الدعاء شیعہ ص ۱۳

۸۱۔ اور غالباً مختار مدعا علیہ پانچاں بھی فراموش کر چکا ہے۔ جن مفسرین کے متعلق ایک مستقل بیڈنگ ہے کہ جس کے چند فقرات درج ذیل ہیں وہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کر لیا جائے۔

”اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔“

”مفسرین کی تفسیریں عمدہ اور دبی دونوں باتوں سے پر ہیں۔“

”پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔“

مگر چونکہ تنخواہ دار مرزا صاحب کے ملازم ہیں جب کہ ان کی طرف داری مفسرین کے غیر معتبر بنانے میں ہونے سے

معتبر کہہ دیا معتبر کہتے ہیں طرف داری نکلتی تھی اب یہ کہنے لگے نہ یہ صحیح نہ وہ۔

تجویز ہے کہ وہ منہ ہی۔ ان کا مفسر ہونا مختار مدعا علیہ اور گواہ کو بھی مسلمہ لگے تفسیر ہیں وہ ناقابل اعتبار اور بارہ جو دیکھ

امام حدیث نہیں پھر بھی حدیث کے متعلق ان کی رائے تمام چوٹی کے ائمہ حدیث کے فیصلہ کے خلاف معتبر

مختار مدعیہ اصل میں شہادت سے ناواقف ہے اس کا نام ہے یہ تصنیفیں ہیں۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے واقفیت کا کیا ثبوت دیا۔ ۸ مارچ ۱۳۳۳ء کی جرح میں انہیں صرف مفسر مانا ہے۔ امام

حدیث نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ اس کے بعد نام و پتہ سے کیا کام چلتا ہے۔ جب کہ اسے بحیثیت گواہ

اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہے۔ پس ان کی رائے اس فن میں کیونکہ معتبر ہوگی۔ خصوصاً تمام ائمہ دین کے خلاف

۹ ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ۵۹ پر لکھا وہ کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صحیح ہے۔

الجواب

(۱) مختار مدعا علیہ نے اپنی جرح اور شہادت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اور آج اس کے خلاف بحث

کر رہا ہے۔ انہیں ملا علی کی نسبت ۸ مارچ ۱۳۳۳ء کو جرح میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا ملا علی قاری

حافظ حدیث یا امام جرح و تعدیل ہیں۔ یہ تسلیم کر چکا ہے کہ ملا علی قاری حافظ حدیث اصطلاحاً نہیں

ہے اور اصطلاحاً امام جرح و تعدیل کے بھی نہیں۔

پس حافظ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل کے مقابلے میں ان کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) ملا علی قاری نے کہیں بھی موضوعات میں یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا

ان پر افتراء اور بہتان ہے ان کی اصلی عبارت اس حدیث کے متعلق اسی صفحہ سے بعینہ وہی نقل

کرتا ہوں۔

وقد اخرج ابن ماجه وغيره من حديث ابن عباس قال لعمامات ابراهيم ابن ابني صلعم قال ان له صنعا في الجنة ولو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا ولو عاش لاعتقت احواله من القبط وما استرق قبطي الا ان في سنده اباشيه ابراهيم بن عثمان الوسطي وهو ضعيف ولكن له طرق ثلثة يقوى بعضها ببعض - ابن ماجه
یعنی ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ لیکن اس کی سندیں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی ہے جو ضعیف ہے ہاں اس کے تین طریقے ہیں جو بعض بعض سے ملکر فی الجملہ قوی ہو جائینگے۔

ملاحظہ فرمادیں کہ نہ صرف ابن ماجہ بلکہ اس کے سوائے دوسری سندیں بحالی ہیں اور اسی لیے اخرج ابن ماجہ کے ساتھ وغیرہ کا لفظ اضافہ کیا کہ ابن ماجہ اور اس کے سوائے دوسروں نے تو حدیث نقل کی ہے سب کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم راوی ہے جو ضعیف ہے۔ صحیح یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں آخریں یہ فرمادیا کہ اس کے صرف تین طریقے ہیں جو سب ملکر فی الجملہ کچھ ہوں گے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض باطل اور موضوع خود ساختہ نہیں باقی صحیح ہونا تو نہ نکلا۔ جیسا کہ ہر سند میں وہ ضعیف راوی موجود ہے نہ اور اس کے ضعف کا ملا علی قاری نے کوئی بھی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسے دفع کیا۔ ۸ مارچ ۱۳۳۲ء کو گواہ ملنے بخواب جرح تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب میں راوی کے ضعف دفع کرنے کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ پھر وہ تینوں طریقہ اخرج ابن ماجہ وغیرہ اور سب میں وہ ضعیف راوی موجود ہے۔ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی اس کا طریقہ نہ مضمومات کبیر میں ہے نہ کہیں اور پتہ ہے جیسا کہ گواہ ملنے ۸ مارچ ۱۳۳۲ء میں بخواب جرح خود تسلیم کیا ہے۔
پس یہ مختار مدعا علیہ کا اپنی شہادت اور جرح کے خلاف ملا علی قاری پر صریح بہتان اور افتراء ہے اور کہیں بھی انہوں نے غیر ضعیف یا صحیح نہیں فرمایا۔

مذا مرقاة میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔ وہاں مرقاة میں جس حدیث کی بحث ہے اور جسے امام نووی باطل قرار دے رہے ہیں وہ یہ حدیث نہیں۔ ولو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا بلکہ وہ ان الفاظ کی حدیث ہے کہ لو كان ابراهيم حيا لكان نبيا صرف ان الفاظ کی حدیث پر بحث ہے۔ مگر مرقاة کا مطالعہ فرمائیں نیز انہیں الفاظ لو عاش ابراهيم لكان نبيا کے متعلق امام نووی سے مرقاة موضوعات کبیر ص ۵۸ نوائد مجموعہ ص ۱۴۲ پر ہی منقول ہے کہ حدیث لو عاش ابراهيم لكان نبيا قال النووي في تهذيبه هذا حديث باطل وجسدت على الكلام بالمغيبات مجازفة وهجوم على عظيم وقال ابن عبد البر لا ادري ما هذا اس کے بعد ہے

قال ابن حجر ابن حجر مکی اس حدیث کے متعلق نووی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ مگر دلا علی، قاری، ابن حجر کی تردید اور نووی کی تائید کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی مسلم کتاب موضوعات کبیر مجتبیٰ ص ۵۸
 واما قول ابن حجر المکی فبعید جداً ان لا يفهم الامامات الجیلان مثل هذه المقدمة الخ
 کہ ابن حجر کی یہ تردید بہت ہی بعید از عقل ہے کہ اتنے بڑے بڑے امام امام نووی اور امام ابن عبد البر جیسے محدثین یہ معاملہ نہ سمجھیں بہر حال ابن حجر کے قول کو موضوعات میں روکیا ہے، نیز ثنابت ملنے کے بعد ہی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ وہ حدیث ہے کہ جس کو میں نے شروع بحث میں لکھا ہے اس متنازعہ فیہ حدیث کے وہی تین طرق سب نے حتیٰ کہ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور سب میں وہی ضعیف راوی ہے۔
 اور حدیث کی تصحیح کسی امام نے نہیں کی بہر حال یہ مغالطہ بھی بے سود رہا۔
 " ابن ابی ادنی کا قول اس کی صحیحہ کی دلیل ہے، "

(الجواب)

اسی جوابی بحث میں اسی شبہ کے بعد تیسرے شبہ کا بیان ایک بیڈنگ قائم کر کے خود مختار مدعا علیہ نے لکھا ہے کہ یہ فہم صحابی ہے۔ اور علم حدیث سے واقف شخص پر مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجۃ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قول محبت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے مخالف صحابی کا قول موجود ہے۔ کیونکہ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کر سکتا ہے۔

پس اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو ابن ابی ادنی کے قول کو صحت حدیث کی تائید بتانے کا کوئی تاقی رہتا ہے یہ شخص بے سود ہے دوسرے وہاں اس حدیث یا اس کے الفاظ تک کا پتہ نہیں وہاں تو وہ ایک اپنی رائے اور اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۴۳ ہاشمی۔

وحدثنا اسما عیل قال قلت لابن ابی ادنی اس بیت ابراہیم ابن ابی سلمہ قال
 مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم نبی عاش ابنہ ولكن لا نبی
 بعدہ۔

کہ میں نے ابن ابی ادنی صحابی سے پوچھا کہ اپنے ابراہیم صاحب زادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا ہاں صغیر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نبی کا ہو سکتا ہوتا۔ تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ یہ ہے کہ لانی بعدی آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہاں اس حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ بلکہ تمام اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی فرمان منقول نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا معالطہ اور صریح بہتان ہے۔

ع ۱۲ ان ائمہ کو بھی یقین نہیں جیسا ہے تو مختلف الفاظ لکھے

(الجواب)

مختار مدعا علیہ جو چاہے دیدہ و دانستہ یلداۃ الزام لگائے۔ یہ تاویل ہی مضحکہ خیز ہے ایک امام سے بھی متنفا و امور منقول نہیں نہ آپس میں کوئی تعارض ہے مختلف عیوب ہیں مختلف ائمہ نقل کرتے ہیں۔ جیسے کسی کے متعلق ایک کہے کہ جھوٹا ہے دوسرا کہے دعا باز ہے تیسرا کہے سود خور ہے چوتھا کہے بے نمازی ہے ان میں کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ شخص اور بھی بے اعتبار ہو جائے گا۔

یوں ہی اس راوی کے متعلق ایک امام کی رائے ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے امام مسلم منزوک الحدیث امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ پس اتنے محقق عیوب اور ضعف کے بعد وہ معتبر کیونکہ ہو سکتا ہے۔

بمحد ان تمام تاویلات رکیکہ کا جواب ہو گیا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث نہایت مجرد ہے۔ جو کسی طرح معتبر اور قابل استناد اور حجت نہیں ہے۔ جانیکہ صحیح احادیث کا مقابلہ اس سے کیا جاوے۔ یہ مختار مدعا علیہ کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سند کے متعلق تھا۔

حدیث مذکورہ بالا باعتبار متن اور الفاظ حدیث کے بھی اپنے مدعا کے اثبات میں نص قطعی نہیں۔ پس ایسی دو دراز کار تاویلات رکیکہ سے ایک محتمل وہ بھی غیر منقول اور خلافت منقول معنی سے کر قطعیات کے ذخیرہ اور نصوص کو کس طرح رد کیا جا سکتا ہے۔ اور صریح قطعی آیات و احادیث صحیحہ واضحہ اور اجماع خلف و سلف کے خلاف ایک جدید کفریہ کی اس ضعیف آڑ سے بنیاد ڈالنا کہاں کی دیانت ہے۔ اس حدیث سے مختار مدعا علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر امکان نبوت ثابت کرنا ہے مگر اس کے متن میں لفظ (لو) موجود ہے۔ اور اس کے قرآن پاک سے متعدد حوالہ پیش کر کے گواہ ع ۱۲ سے ۸ مارچ میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ۔

لو جس جگہ داخل ہوتا ہے۔ اکثر وقوع نہیں ہوتا۔

اس طرح دوسرا گواہ بھی اس کے فرضی طور پر استعمال کا موید ہے۔ لہذا بیان ایک فرضی صورت ہے جس سے امکان یا وقوع مقصود نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی مثالیں بکثرت ملنیگی۔ اور اگر یہاں لو عاش ابراہیم الخ سے امکان نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار مدعا علیہ کے طرز پر لیا جاوے۔ تو یہ آیت

لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا میں خدا کے سوا اور دوسرے معبودان تھے، بھی امکان نکل آئے گا۔ اگر یہ عذر کیا جاوے کہ دوسرے دلائل توحید واضح اور قطعی موجود ہیں۔ تو اور ہر بھی گزارش ہے۔ کہ ختم نبوت کے دلائل قاطعہ اور برابر ہیں سا طبعہ اس قدر موجود ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے۔ ایک لمحہ کے واسطے کوئی مسلمان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لفظ سے جو عموماً اور اکثر فرعی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امکان کے معنی تمام قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف لینا درست نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض فرعی ہے۔ امکان میں نص نہیں۔ بخلاف لائینی بعدی وغیرہ کے جو امتناع کے واسطے نص قطعی ہیں۔

اور مرزا صاحب کو بھی قبل دعویٰ مسلم ہیں پس یہ امکان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی۔

مفصل اصل بحث ملاحظہ ہو۔

تاویلات مختار مدعا علیہ

علامہ تاویلات جن کو پہلے شبہ کا جواب کا عنوان دیکر جوابی بحث میں لکھا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ یہ لو انہم حسبوا الآیۃ لو عاشوا لاعتقت الخ نہیں ہے اس مقام مدح میں محال اور ناممکن وقوع شئی سے فضیلت کا اظہار۔ عبادت نہیں۔ جیسے ایک ایف اسے پاس پاس شدہ کی وفات پر کہا جاوے کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور بی اسے پاس کر لیتا۔ اس سے ہر عاقل و فرزانہ یہ سمجھ گا۔ کہ بی اسے کوئی درجہ ہے۔ جسے وفات شدہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہ کر سکا۔ نہ یہ کہ بی اسے کوئی درجہ نہیں۔ اس کا حصول ناممکن ہے۔

اس یہ کیا ضرورت ہے کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہو۔ کہ ان کی وفات کی عدت نبی نہ ہو سکتا۔ فرار دیا جاوے

۲) اگر یہی درجہ وفات کی تھی۔ تو ان کو پہلے سے پیدا کر نیکی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جاوے۔

(الجواب)

اولاً ہم اس حدیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ جواب تو آپ کے اصول پر صحیح تسلیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ مغالطہ نہ ہو۔

دوسرے مفصل و مرتب جواب یہ ہے کہ

تاویل ملے یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ الخ

الجواب

کلیہ نہ ہی اکثر یہ تو مختار مدعا علیہ کو بھی بحقیقت گواہ مدعا علیہ مسلم ہے۔ لہذا جب کہ عدم امکان احتمال اکثر بہ پیدا ہو گیا تو یہ مدعا کے واسطے نالقی اور نص مریح نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں تو احتمال اکثر ہی موجود ہے۔ ادنی احتمال بھی استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ احتمال پیدا ہونے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے پھر یہ احتمال نہ اکثر یہ احتمال ہے۔ بلکہ قرآن پاک، احادیث صحیحہ اقوال سلف و خلف بلکہ اجماع امت کی اس کے ساتھ تائید موجود ہے۔ پس ایک آدمی مثال میں وقوع بھی مانیں۔ تو بھی استدلال اور اثبات مدعی میں نص نہیں ہو سکتا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جو اب بن نہ آیا۔ مغالطہ وہی کی ناکام سعی شروع کر دی۔

۲۔ مقام مدح میں محال اور ناممکن الحصول ثقیل سے فضیلت کا اظہار عبث ہے الخ

(الجواب)

سبحان اللہ! غالباً علم معانی و بلاغت کے خلاف دانستہ یہ بات مختار مدعا علیہ نے کہہ دی ہے۔ اس میں نہ تو صرف مدح بلکہ کمال مدح ہے۔ کہ ممدوح کے اندر وہ کمالات و دبیعت تھے کہ اگر وہ زندہ رہتے۔ تو سب کچھ انسانی فضائل حتی کہ ناممکن حصول فضیلت بھی حاصل کر لیتے۔ جس کا اب حاصل کرنا ناممکن ہے۔ مثال کے لیے اسی مقبلی کا قول پیش ہے جس سے مختار مدعا علیہ نے بحقیقت گواہ استناد کیا ہے۔ اور اپنی دلیل میں لایا ہے۔

ولو طائر ذوا فر قبلها ،

لطارت و لکنہا لم یطیر

کہ اگر طایروں والا جانور اڑ سکتا۔ تو یہ بھی گھوڑا اڑتا۔ مگر طایروں والا اڑا نہیں کرتا۔ دیکھئے مقام مدح میں مبالغہ

فی المدح کے واسطے ناممکن الحصول فضیلت پیش کی ہے۔

معانی کے کتب کا مطالعہ فرمایا جاوے۔ بے شمار امثلہ اس قسم کے موجود ہیں۔ بخوف طوالت ذکر نہیں کرنا

اسی قبیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں لوکان بعدی بنی لکان عمرو من الخطاب۔ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے حالانکہ

لابی بعدی سے ہر قسم کی نبوت ملنے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اور نہ یہ جو اب میری بحث کے مطالعہ کے بعد قابل التفات ہی رہتا ہے۔

میں نے بعینہ اس جیسی ایک مثال شر سے اور ایک مسلم فریقین صحیح حدیث پیش کر دی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ ایت اسے پاس شدہ کی موت پر یہ کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضرور بی اسے پاس کرتا اس لیے اس درجہ کے حصول کا امکان پایا جاتا ہے۔

اولاً تو سابق جواب اس کے واسطے کافی ہے، مزید وضاحت کے واسطے مختصراً گزارش ہے کہ اس تعبیر میں اس کی استعداد بی اسے پاس کر سکنے کا اعتراف ہے۔ کہ اگر زندہ رہتا تو اس کی استعداد بی اسے پاس کر لیتی تھی ہاں اگر کلاس ہی توڑ دیا گیا اس میں اس کے کسب و استعداد کو کوئی دخل نہیں نہ اس کی فضیلت میں کوئی فرق آتا ہے۔

جیسے کہ حضرت فاروق اعظم میں کمالات نبوت بدرجہا تم موجود تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو فاروق اعظم نبی ہوتے (لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب) مگر یہ کلاس ہی توڑ دیا گیا یہ دروازہ ہی خاتم النبیین لابی بعدی اور لا نبوة بعدی انقطعت النبوة والرسالة سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا پس لو عاشق ابراہیم الخ اگر بالفرض صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ کمالات نبوة ان میں موجود تھے اگر وہ زندہ رہتے تو نبوت کے حق دار ہوتے۔ یعنی اپنی استعداد کی وجہ سے ہاں استعداد بابت نبوة اس کو ضرور مانع ہے اس میں ان کے کمالات کی کوئی تنقیص نہیں۔ میرے خیال میں یہ جواب بہت کافی ہے اور دراصل میں نے اسے اصل بحث میں واضح کر دیا تھا مگر مختار مدعا علیہ نے بلفظ باوجود جواب ہو جلتیکے شہادت سے پھر نقل کر دیا۔ یہی قصہ تقریباً اور تمام مباحث میں کیا گیا ہے۔

ع۲ نبی کی اولاد کا نبی ہونا کب ضروری ہے الخ

(الجواب)

یوں ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نبی کی امت سے نبی ہونا کب ضروری ہے مگر مزا صاحب کے مرید یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی امتوں میں نبی ہوئے ہیں۔ لہذا اگر ضروری نہ ہو اگر ایک فضیلت ضرور ہے جس کا نہ ہونا ایک قسم کی تنقیص ہے یہی جواب اس کا خیال فرمائیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہونا ضروری نہیں مگر فضیلت ضرور ہے اور اسے مقام فضیلت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ (الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم) مقام مدح میں نبی کا بیٹا نبی ہونا مذکور ہے۔ (بخاری شریف)

پس گو نبی کے بیٹے کا نبی ہونا ضروری نہ ہے مگر اس میں فضیلت ضرور ہے۔ کہ دیگر انبیاء کو یا ان کی اولاد کو یہ شرف ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مل سکے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور بابت نبوت آپ پر مسدود ہو چکا تھا پس اس کی تلافی باری تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ انہیں نبل سن نبوت و وفات دیدی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے کمالات نبوت سے متصف ہونے کا اعلان کر دیا کہ لو عاشق ابراہیم کان صدیقاً نبیاً جس کی شرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ موضوعات

کبر میں اسی بگڑا سی صفحہ پر یوں موجود ہے جسے مختار مدعا علیہ نیز گواہان مدعا علیہ نے قطع و برید کر کے معالطہ دیا ہے۔
 قوله تعالى ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين
 فانه يوحى اليه بانه لو بعث له ولد ولا يصل الى مبلغ الرجال فان ولده من
 صلب يقتضى ان يكون له قلب كما يقال الولد من زولا بعد ولو عاش و بلغ اربعين وصادفياً
 لزم ان لا يكون نبياً خاتماً للنبيين - (موضوعات کبیر مجتبیٰ ص ۵۸)

ترجمہ۔۔۔ و ان رسول اللہ و خاتم النبیین کیونکہ یہ اس بات کی طرف مبشر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی رط کا زندہ
 نہ رہا کہ مرد بائغ کی حیثیت تک پہنچا کیونکہ آپ کا صلبی بیٹا آپ کے قلب کا جو ہونا تھا جیسا کہ الولد من زولا سے کہتے ہیں
 اور اگر وہ زندہ رہتا تو چالیس سال تک پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
 نہ رہیں گے۔

پس اس عبارت سے جواب بالکل مکمل اور واضح ہو گیا اور خود مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی یہ مسلم اور
 پیش کردہ چیز ہے غلط الحد۔

۵۔ اگر یہی وجہ تھی تو پیدا کر نیکی کیا ضرورت تھی جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ نبی نہ ہو جائیں۔
 (الجواب)

(۱) یہ خدا تعالیٰ سے پوچھیں کہ انہیں کیا ڈر تھا اور کیوں پیدا کر کے اس وجہ سے مار ڈالا۔
 (۲) قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ میں ہے کہ ایک جگہ حضرت خضر نے ایک نوجوان
 بچہ کو قتل کر ڈالا اور پھر بعد کو اس کا جواب یہ فرمایا کہ واما الغلام فكان ابواه مؤمنین فخشينا
 ان يرهقهما طغيانا وكفراً (آلہ ۱۷۱ کہف ملاحظہ
 فرمائیں کہ اس بچہ کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو گمراہ اور کفر میں ملوث نہ
 کر دے۔

یہی اعتراض اہل باطل شیطان اور وہال وغیرہ کی پیدائش پر کرتے ہیں۔

س۔ جو بشنوی سخن اہل دل بگو کہ خطا است

سخن شناس نہ دہرا خطا اینجا است۔

مختار مدعا علیہ و چاہئے کہ اس کا فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غلام سے پوچھ لے۔
 اصل یہ ہے کہ آپ کے اولاد ذکر کے نہ ہونے پر کفار کا ایک طعنہ تھا کہ اولاد نہ رہے جو ایک دینوی بڑی

برکت ہے اس سے مدعی محبوبیت کیوں محروم ہے اللہ نے اولادِ نرینہ عطا فرمائی۔ پھر ان کی وفات پر بھی لعنہ زن تھے کہ محبوب خدا کو یہ صدمہ کیونکر ہو پس اس کا جواب بارگاہ رسالت سے یہ دلویا کہ لو عاش ابراہیم نکان صد یقا نبیاً۔

اللہ یہ بھی ایک نکتہ ہے اللہ کے راز و نیاز اور اسرار اللہ کے سوا مخلوق کی قدرت نہیں کہ سمجھ سکے اور نہ ہم ان علل و نکات و حکم کے مکلف ہیں۔ بجز اللہ مکمل اس کا جواب ہو گیا اور اچھی طرح وضاحت ہو گئی اس حدیث سے امکان نبوت یا خاتم النبیین کے معنی مختار مدعا علیہ کے استدلال کے مطابق سے لینا نہ صرف غلطی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔ (معنا بھی یہ حدیث مثبت مدعا نہیں۔)

اس سلسلہ میں مفصل و لائل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مختصر یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب جو مختار مدعا علیہ پیش کرتا ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو وقت وفات صاحب زاوہ ابراہیم وہاں موجود تھے وہ بھی یہ مضمون نہ سمجھے حالانکہ بالاتفاق صحابہ اذکیار امت سے ہیں بلکہ وہ بالکل اس مضمون کے خلاف اظہار فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۹۱۴ حد ثنا اسماعیل بن واہب صاحبہ یعنی اسماعیل تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ادنی صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زاوہ ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ہاں صغریٰ ہیں وہ فوت ہو گئے تھے اور اگر اللہ کے فیصلہ میں کسی کا نبی ہو سکتا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ کے صاحب زاوہ زندہ رہتے مگر فیصلہ لاجبی بدی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری شریف)

پس تمام صحابہ کے خلاف اس حدیث کا یہ غلط مطلب لینا کیونکر درست ہو گا۔

مختار مدعا علیہ کی رکیک تاویل اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) مخفی نہیں ہے کہ ہم صحابی محبت نہیں۔
- (۲) ابن ابی ادنی کا قول محبت نہیں کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔
- (۳) صحابی نبی القرآن اور حدیث میں غلطی کیا کرتے تھے (بعض امثلہ برنم خود اس کے متعلق)
- (۴) قول عائشہ اس مفہوم کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

اجمالاً اولاً یہ گزارش ہے کہ اس کے یہ کہدینے سے کہ صحابہ فہم قرآن اور حدیث بن غلطی کرتے ہیں اصل مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص اسے تسلیم بھی کرے تو اس سے کیا یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ جو مطلب خود ساختہ امکان نبوت پیش کرتا ہے جس کا موبد تیرہ سو سال ہیں ایک متنفس بھی نہیں وہ درست ہو جائے گا اور عیاذاً باللہ صحابہ تو مطلب بزعم مختار مدعا علیہ قرآن اور حدیث کو صحیح نہ سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ کہے کہ میں صحیح سمجھتا ہوں نیز مختار مدعا علیہ تو بزعم اپنے نبی کے خود بھی صحابی ہے کیونکہ وہ فرما گئے ہیں نہ

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سید المرسلین . خطبہ الحامیہ
کہ جو میری جماعت میں شامل ہوا وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں داخل ہو گیا پس یہ بھی تو اسی غلطی کرنے والی جماعت میں شامل ہو گئے۔
مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں۔

(الجواب)

یہاں اس بحث میں اس وقت نہیں الجھتا کہ فہم صحابی کہاں حجت ہے کہاں نہیں اور اس کے کیا معنی ہیں۔ میں تو یہ صرف گزارش کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی قطعی آیات احادیث مرفوعہ صحیحہ قطعیہ متواترہ جماع صحابہ بلکہ جماع امت کے موافق یہ فہم ابن ابی اوفی صحابی ہے اور انہوں نے تائید میں اسی مسلم قریقین حدیث لابی بحدی یا بعدہ کو پیش کیا ہے۔ پس اس کے رد کے معنی نہ صرف ان کی تحقیق بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ امت اور قرآن پاک کے رد کرنے کے ہیں۔

اور مختار مدعا علیہ کا صرف یہ کہدینا کہ مخفی نہیں کوئی دلیل تو نہیں جب تک کوئی اپنا موبد حوالہ قواعد اصول حدیث سے نہ پیش کریں اور وہ یہ نہ کر سکا۔

(۲) نیز یہ مضمون کہ صاحب زادہ کی وفات بوجہ انسداد باب نبوت ہے صرف انہیں سے منقول ہے۔ اس کے خلاف کوئی ایک صحابی کی آواز نہیں پس ایسا غیر مختلف فیہ مضمون کیونکہ حجت نہ ہوگا۔
مزید براں مختار مدعا علیہ کا اپنا مطلب تو اپنی اثبات دعویٰ میں صریح اور حجت نہ رہا۔ لہذا یہ حدیث ان کے واسطے تمام صحیح احادیث کے خلاف اپنی معنی میں صریح اور حجت نہ بن سکی۔

ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔

(الجواب)

یہ مغالطہ دینے کے واسطے ہے۔ ورنہ کسی ایک صحابی سے اس بارہ میں اس مضمون کے خلاف ضعیف سے

ضعیف اور موضوع تک روایت نہیں نہ مختار مدعا علیہ نے شہادت سے بحث تک پیش کی ۔
 صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کرتے ہیں ۔

(الجواب)

مخض غلط ہے صحابہ اذکیا امت سے ہیں اور احادیث و نزول قرآن کے عینی شاہد اور مختار مدعا علیہ جس مثال سے
 مغالطہ دینا چاہتا ہے وہ مخض ناواقفی پر ہی ہے نہ اس کا وہ مطلب ہے جو سمجھ رہا ہے اس سے کسی نے قول صحابی کا حجت
 نہ ہونا نکالا اور اگر ان کا قول حجت نہ رہے تو سارا دین ہاتھ سے جاتا ہے ۔ کیونکہ تمام دین کے اولین مشاہد صرف صحابہ کرام
 ہیں اور اصول ہے کہ جس بات کو غیر مغنبر ثابت کرنا ہو تو اس کے گواہوں کو مجروح کر کے غیر مغنبر ہونا ثابت ہو سکتا ہے ۔
 قول عائشہ اس مضمون کے خلاف موجود ہے ۔

(الجواب)

مخض جھوٹ اور افترا اور بہتان ہے کہیں ذخیرہ حدیث میں حضرت صدیقہ کا ایک قول بھی اس مضمون مخصوص کے
 متعلق منقول ہی نہیں رہا ہے کہ مخالفت و موافق اگر مختار مدعا علیہ اس سے و قولوا خاتوا النبیین ولا
 تقولوا لابی بعدی سمجھ رہا ہے تو یہ غلط ہے وہاں تو اس مضمون کا پتہ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہوتا فیصل شدہ ہے نہ اس لیے صاحب زادہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے ۔ بلکہ اس قول میں
 اس مضمون کا کوئی اشارہ بھی نہیں نیران کا یہ قول صحیح سند سے ثابت بھی نہیں کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یا صحاح ستہ وغیرہ
 میں اس کا وجود ہے نہ اس کے موائے اس کے کوئی اور مطلب ہے کہ آپ کا لقب خاتم النبیین خدا کا دیا ہوا ہے وہی زبان
 سے کہو اور مقام مدح میں لابی بعدی کا لقب نہ استعمال کرو کیونکہ خدائی الفاظ مخلوق کی تعبیر سے زیادہ جامع ہیں اگر لابی بعدی
 میں صرف خاتمیت زمانی ہے تو خاتم النبیین میں ذاتی اور زمانی دونو موجود ہیں ۔ مفصل بحث اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گی ۔
 غرض یہ قول بالکل بے ربط اور غیر متعلق ہے ۔ پھر یہ کہنا کہ اگر یہ غلط ہوتا تو صحیح بخاری جیسی مستند و معتبر کتاب میں
 ابن ابی اونی رض کا یہ فیصلہ نقل نہ کیا جاتا ۔

(الجواب)

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس اثر ابن ابی اونی کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے ۔
 اس کی تائید کے واسطے شہاب اور ملا علی قاری گو وہ مدعا علیہ کے نزدیک بھی امام حدیث یا جرح و تعدیل
 ماکہ از کم حافظ حدیث بھی نہیں تیز تلح و برید کر کے یہ مطلب ملا علی قاری کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ ان کا بھی صاف
 فیصلہ بالکل وہی ہے جو ابن ابی اونی صحابی کا ہے ۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو ولو عاش و بلغ اد بعین و صادر نبیاً لیسوا ان لایکون نبیا خاتم النبیین“

(موضوعات کبیر مجتہائی ص ۵۸)

اگر صاحب زادہ ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کو پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں رہا بلکہ وہی مضمون بت رہا جو صحابی نے نقل کیا۔ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔
 بس یہاں قطع و یرید کر کے صرف مختار مدعا علیہ متعالفہ دے کر ایسے بزرگ پر بہتان باندھنا چاہتا ہے ورنہ نہ صرف اسی ایک رسالہ میں یہ ہے جس کا موضوع بحث بیان عقائد نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری جو عقائد میں ہے نیز مرقات جو شرح حدیث ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین اور لابی بعدی کے معنی آخری نبی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہے ملاحظہ ہو حوالہ شرح فقہ اکبر پیش کردہ گواہ مدعیہ ص ۱۰۷ و ۱۰۸ نیز مرقات تحت شرح لابی بعدی۔ مفصل جوابات اپنے اپنے محل پر آئینگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جو میں نے پیش کیا ہے دراصل یہی حق ہے

ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا صاحب کی عداوت کی وجہ سے ازراہ تعصب مسلمان یہ مطلب لیتے ہیں اس لیے میں ایک نہایت ہی معتبر و مستند احمدی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان کی بے حد تعریف کی ہے اور کوئی معمولی وغیر مسلم بھی نہیں نہ صرف احمدی بلکہ امیر جماعت احمدیہ جناب محمد علی صاحب ایم اے۔

اپنی کتاب آخری نبی کے حوالے سے تا ص ۱۸ فلاں پر اسی حدیث کے متعلق باوجود مرزا صاحب پر ایمان لانے کے مندرجہ ذیل تحقیقات پیش فرماتے ہیں۔

عبارت رسالہ آخری نبی

اب میں یہاں صاحب کی اس شہادت کو لیتا ہوں۔ یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے لو عاش ابراہیم نکان صدیقاً نبیاً پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے میاں صاحب کے خاتم النبیین کے معنی مل ہو گئے۔ کیا اس حدیث نے بتا دیا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگ نبی بنایا کریں گے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل نہیں تو اجماع کے خلاف رسول کریم کی وہ آواز پیش کرنی چاہیے جو ان کے معنی کو صحیح ثابت کرے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ روایت کوئی ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں اول تو صرف ابن ماجہ کی روایت ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ دوسرے اس کے راویوں میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے، ایسی کمزور حدیث کو اس قدر اعلیٰ پایہ کی احادیث کی تردید میں پیش کرنا سخت جرات ہے۔ تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد کیا ہے۔ اتنا تو میاں صاحب کو مسلم ہے کہ یہ فرض کے

طور پر بے مگر یہاں صاحب ایک قانون اپنے دماغ سے بنا کر سب سے پہلے اسے منوانا چاہتے ہیں۔ جو بات اپنی ذات میں ناممکن ہو اس کو شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے۔ سب سے مشکل یہاں صاحب کی تحریر کے جواب میں یہی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی بات کے پروا کرنے کے قانون بناتے چلے جاتے ہیں۔ مریدوں کی کیا جرأت کہ دریافت کہ میں کہ یہ قانون کہاں لکھا ہوا ہے بفرض محال یا بفرض تو بیسیوں دفعہ یہاں صاحب اور ان کے مریدوں نے استعمال کیا ہو گا۔ مگر جب یہاں صاحب نے کہا کہ یہ جوابات نہ ہوتی ہو وہ شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے تو مریدین بھی دم بخوردہیں مرید کی کیا مجال کہ سوال کرے، "قل انی اخاف ان عصیت دبی عذاب یوم عظیم" تو کیا قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ بدمرغی اگر ہیں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو کیا یہاں صاحب کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہی ممکن تھا۔

لنا اشکرت لیجھن عملک اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل جہنم ہو جائے، تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک کرتا بھی ممکن تھا۔ ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اگر رحمن کا بیٹا ہوتا تو خدا کا بیٹا ہوتا، بھی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدنا اگر زمین و آسمان دونوں میں سے سولے خدا کے مبعود ہوتے تو ان کا نظام بگڑ جاتا، تو کیا اور خدا ہونے بھی ممکن ہے اس حدیث کے الفاظ بالکل اس اہم سے مطابق ہیں تو جیسے آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح فساد کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح دوزخ کا ہونا بھی ناممکن ہے اس طرح حدیث میں بتایا کہ جس طرح آنحضرت کے بعد نبی کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح خود ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ یہاں اتنا ہی غور کر لیتے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت ابراہیم فوت ہو چکے تھے اگر حضرت ابراہیم کی زندگی میں ایسے لفظ فرماتے تو کہا جاسکتا تھا کہ لو بنے ان و محض شرطیہ ہے لیکن جب حدیث صاف بتاتی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت فرمایا جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ پس جب وہی ناممکن ہے تو لو کان نبیا خود ناممکن ہو اور یہاں صاحب نے محض اس حدیث سے اپنا مطلب نکالنے کیسے تو شرط کے لیے قرار دیا ہے حالانکہ تو امتناع کے لیے بھی آتا ہے تو کیا معنی وہ لینگے جس سے یہ حدیث بھی دوسری حدیثوں کے مطابق ہو جائے یا وہ جس سے اعلیٰ پایہ کی حدیثیں ردی کی گوری ہیں پھینکنی پڑیں۔

جبارم ابن ماجہ نے اس روایت سے پیشتر عبداللہ ابن ابی اوفی کا اثر بیان کیا ہے

قال مات موصیہ لوقضی ان یکون بعد محمد صلعم

نبی لعاش ابنہ ولكن لا نبی بعدہ

یعنی (ابراہیم نے) وفات پائی

و وہ چھوٹا تھا اور اگر یہ مقدر ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد

کوئی نبی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابو نعیمہ والی روایت میں الفاظ ٹھیک محفوظ نہیں رہے اس دوسری روایت

کو بخاری نے بھی لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں کہ احادیث قصص ایسی محفوظ نہیں جیسی وہ احادیث جن کا تعلق مقام و اعمال سے ہے تو ایک متروک راوی کی حدیث کو لے کر اس پر اس قدر زور دینا اور پھر اس کے معنی بھی بجائے دوسری احادیث کے مطابق کر نیکنے ان کے خلاف نکالنا اجتہاد نہیں کہلا سکتا یہ غرض پرستی سے غلطی تو بلاشبہ ہر شخص کو لگ سکتی ہے اور ای کا استدلال بھی غلط ہو سکتا ہے مگر میاں عمداً چالیس احادیث کی شہادت کو چھپا کر سب اعلیٰ پایہ کی احادیث کو ایک متروک الحدیث راوی کی حدیث سے رد کر نیکی کوشش کی گئی ہے جو اجتہاد ہی دیانت داری کے خلاف ہے۔ نووی جیسے امام نے اس حدیث کو جسارت کہا ہے اور ابن عبد اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کا راوی متروک الحدیث ہے تو اول حدیث ایسی مجروح اور پھر اس کے معنی صاف کرنے کے لیے دوسری روایات موجود جن میں صاف لفظ ہیں کہ اگر یہ مقدم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہے تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا بایں صرف ان کے خلاف بلکہ دوسری حدیث صحیحہ کے خلاف جو اثر کی حد تک پہنچ گئی ہیں میاں صاحب نے اس کے معنی کر کے اپنی مطلب برآری کے لیے انشاء حق سے کام لیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ حدیث مجروح ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو معنی صاف ہیں یعنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدم تھا نہ ابراہیم کا زندہ رہنا اس معنی کی تائید میں بخاری اور خود ابن ماجہ کا اثر پیش کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر قرآن شریف کی آیت لو کان فیہما الہدٰی الا اللہ لفسدتا پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ لو امتناعی ہے پھر اس ایک اکیلی حدیث کے معنی چالیس حدیثوں کے خلاف نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس معنی کے جو میاں صاحب کرتے ہیں بالکل خلاف دوسری حدیث بڑی ہوتی ہے لو کان بعدی بنی فکان عمداً اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رض ہوتا۔ تو یہ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی ہو سکتا تھا تو حضرت عمر رض باوجود زندہ رہنے کے نبی کیوں نہ ہوتے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوۃ بھی گدی کی طرح خاندانی ورثہ ہوتی ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض کے متعلق یہ الفاظ کیوں استعمال فرمائے۔ پس ابراہیم کا زندہ رہنا اور نبی ہونا ممکن تھا تو حضرت عمر رض جو زندہ رہے تو ضرور تھا کہ نبی ہوتے اور اس حدیث لو کان بعدی بنی فکان عمداً کو میاں صاحب نے صحیح تسلیم کر کے حسب ذیل جواب کبھی دیا تھا۔ جواب شاید یاد نہ ہو اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لیے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد تھی تو حضرت عمر رض ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت کو تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقویٰ میں حضرت موسیٰ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لیے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ فوراً بعد نبی ہوتے جس کی بقول میاں صاحب ضرورت نہ تھی یا مسیح موعود کے بعد نبی بنتے کیونکہ تیرہ سو سال تک کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی اس کا جواب

غالباً یہی دیا جائے گا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے ابراہیم فوت ہو گئے۔ تو پھر یہ ماننے میں کیا مصیبت پیش آتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے فوت ہو گئے اور اگر اس حدیث سے امکان نبوت ہی نکلتا ہے تو وہ فوراً بعد ہوتے کا امکان ہے مگر فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوا اب یہ فیصلہ میاں صاحب خود کرینگے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا۔

یہ تو حدیث کی شہادت ہے۔ میاں صاحب صرف ایک مجروح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سارے اقوال و کنوین صحت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ دُرنا چاہتے ہیں غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے ہی نبوت یا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کے خلاف میاں صاحب کے ہاتھ میں ایک تنکے کے وزن کے برابر بھی شہادت نہیں مگر اس تنکے سے وہ اس پہاڑ کو اڑانا چاہتے ہیں۔ جس پر اجماع امت کی بنیاد ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی وہ معنی خاتم النبیین کے نہیں کئے گئے جو میاں صاحب کرتے ہیں۔ تو اگر ایک مجروح حدیث میاں صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کے خلاف پیش بھی کر دی تو کیا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب حق بجانب ہیں وہ تو اس وقت ہی بجانب ہوں گے جب پائیس نہ سہی پانہ سہی ایک ہی حدیث اور حدیث نہ سہی ایک ہی قول کسی صحابی کا پیش کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے ابدع سے آئندہ لوگ نماز بن جائیں گے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک بھی کتابوں کی ورق گردانی کریں تو بھی ایک کمزور سے کمزور بلکہ موضوع حدیث تک بھی اپنے معنی کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور جب تک وہ پہلے ایسی حدیث پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا اعلیٰ پایہ کی ایک دوسرے کی موید حدیثوں کی بیدار قیاس تاویل میں کرنا یا ان کی طرف توجیہ تک نہ کرنا دین میں رخصت انداز ہی ہے پہلے آپ نے ساری نظارتوں کو اس قدر تلاش میں لگا لیا کہ ایک حدیث کہیں سے خاتم النبیین کے ان معنوں کو بیان کرنے والی نکال لائیں جو انہوں نے ایجاد کئے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں آپس ورنہ اپنے ایمان کی فکر کریں کہ اپنی رائے کے اتباع میں وہ رسول خدا کے الفاظ کو کس طرح عمداً پیٹھ کے پیچھے پھینک رہے ہیں۔

”خاتم النبیین کے صحیح معنی“

اس بیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے اُن مستند و معتبر و مسلم علم لغات کے حوالہ معالہ دے کر بیکار ثابت کر نیکی لا حاصل سعی کی ہے جو اس امر میں نص قطعی تھی کہ اصل و حقیقی معنی خاتم کے خواہ بفتح التاء بڑا جائے یا بالکسر آخر کے آتے ہیں اور خصوصیت سے اس لفظ خاتم النبیین میں تمام ماہرین فن لغت کا فیصلہ قطعی ہے کہ اس کے معنی یہاں زینت یا مہر کے نہیں بلکہ آخر الانبیاء کے ہیں اور ماہرین فن لغت کا فیصلہ معتبر ہو سکتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کی رائے خود مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ ۔

”ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے“ حاشیہ برکات الدعاء ص ۱۲
 ائمہ لغت کے فیصلہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ (۸) لغت کے حوالہ پیش کئے گئے ہیں ۔
 (۱) قاموس (۲) منتھے الارب (۳) مجمع البحار (۴) منجد (۵) مفردات (۶) محیط القطر اور یہ کتب مذکورہ
 گواہ ۱ کے سامنے ۸ مارچ ۱۳۲۲ء اور گواہ ۲ کے سامنے ۲۷ مارچ ۱۳۲۲ء میں پیش ہو چکی ہیں ۔
 البتہ مفردات امام راغب اصفہانی حرف گواہ ۱ کے سامنے ۲۷ مارچ کو پیش کی گئی اور اس کا یہ
 بھی اقرار موجود ہے کہ یہ حرف معانی قرآن کی لغت ہے ۔

یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی کتاب مفردات
 قرآن اور اُس کے لغات میں روئے نہ میں پر نہیں لکھی گئی ۔

ان تمام کتب میں یہ نہیں کہ صرف خاتم یا خاتم کے معنی بتا دئے ہوں بلکہ ترجمہ کے ساتھ عرب کا محاورہ
 بھی پیش کر رہا ہے جس شرط کے لحاظ سے تمام کتب لغت معتبر ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ مدعا علیہ ۲۶ مارچ
 ۱۳۲۲ء ۔

”بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت کسی عرب کے کلام یا محاورہ سے اشتہاد پیش کریں اور
 بطور سند پیش کریں ۔“

اصل عبارت قاموس وغیرہ ملاحظہ ہوں سب میں خاتم القوم یا خاتم القوم وغیرہ کے محاورہ پیش کر کے آخر
 کے معنی بتائے ہیں ۔

ان کے ساتھ دو ایسے حوالہ بھی پیش ہیں جن کا سلم ہونا مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی سلم ہے یعنی
 لسان العرب وتاج العروس ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ مدعا علیہ ۲۶ مارچ ۱۳۲۲ء
 ”بڑی بڑی ڈکشنریاں لسان العرب وتاج العروس ہیں“

دوسرے حوالے کے جواب میں کہا کہ یہ کتابیں جس طرح مشہور زیادہ ہیں اسی طرح معتبر بھی ہیں۔ کیونکہ یہ صحیح اور
بڑی میں کتب و ناطقہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۷ء

مرزا صاحب من الرمن مک حاشیہ مشا پر نہ صرف ان دونوں کتابوں کو معتبر بلکہ نہایت معتبر بتاتے ہیں۔
«لسان العرب اور تاج العروس جو فقہ کی نہایت معتبر کتابیں ہیں»
پس ایسی مسلم و معتبر کتب کے حوالہ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں کہ اس میں تامل کیا جائے۔

(۱) لسان العرب میں خاتم کے معنی آخر کے لیے ہیں اور اس کے واسطے محاورہ عربی بھی پیش کیا ہے ملاحظہ ہو
خاتم القوم و خاتمہم و خاتمہم آخرہم و خاتم النبیین ای آخرہم
قال وقد قرأ خاتم (لسان العرب) یعنی خاتم القوم و خاتمہم و خاتمہم کا محاورہ پیش کر کے یہ بتایا کہ خاتم بالکسر یا بفتح
جب بھی قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو گا تو اس محاورہ کی رو سے اُس کے معنی آخر کے ہوں گے۔ اسی محاورہ کی
رو سے خاتم النبیین کے معنی بھی آخری نبی کے بتائے کیونکہ یہاں بھی خواہ خاتم بفتح ہو یا بالکسر جماعت کی
جانب مضاف ہے۔

(۲) تاج العروس الخاتمہ آخر القوم، الخاتمہ و خاتمہ النبیین ای آخرہم
اس کے بعد گواہ مدعا علیہ یا اُس کے مختار کا یہ کہنا کہ خاتم بفتح اتناء کے اصل معنی عربی زبان میں ہر ہے یا انگوٹھی
کے ہیں۔ محض ادعا باطل ہے کیونکہ خاتم کے اصل معنی آخر کے بھی ہیں جیسا کہ لسان العرب اور تاج العروس کے
حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

«خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ»

(۱) خاتم کے معنی میں مضافات و مفرد کافرق ناقابل التفات ہے۔
(۲) مضافات کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائینگے۔
(۳) گواہ مدعا علیہ نے ۲۹ اگست ۱۹۲۷ء جواب جرح کہا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح اتناء ہر کے معنی ہیں
بھی ہے۔

(۴) آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہر یا انگوٹھی نہیں بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ وجہ شہد ہے۔
(۵) اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں خاتم و خاتمہ کا لفظ بکثرت مستعمل ہے
اور پھر بک تنخم الولا یتمہ اور ع نصح القریض بخاتم الشعراء و لیا ت الایمان سے پیش کیا ہے۔
(۶) وجہ شہد ہر یعنی تصدیق ہو۔

(۷) خاتم کے معنے علامہ کے بھی ہیں۔ حوالہ مجمع البحار وغیرہ
اگرچہ اوپر کی تحقیقات کے بعد ان تاویلات کی طرف توجہ بیکار ہے پھر بھی مختصر جواب ترتیب وار
درج ہے۔

(جواب ۱)

مضاف و مفرد کا فرق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک مفرد کے متعدد حقیقی و مجازی معنے میں سے ایک کی تعیین
ہو جائے۔ اسی تعیین کے واسطے لسان العرب وغیرہ میں محاورہ پیش کیا ہے۔ اور تمام محاورات کے مطالعہ سے یہ
امروا نصح ہے کہ لفظ خاتم کے مفرد یا کسی دھات یا شخص کی طرف منسوب ہو کر انگوٹھی کے معنے دیتا ہے۔ مگر قوم و جماعت
کی طرف منسوب ہو کر خبیثہ آخر کے معنے میں ہوتا ہے مجازاً خاتم المحدثین و خاتم المفسرین وغیرہ دوسرے معنے میں
بھی مشتمل ہے۔

اور یہ بات کسی حوالہ کی محتاج نہیں کہ مجازی معنے وہاں معتبر ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنے معتذر ہوں مگر ظاہر ہے
کہ حقیقی معنے معتذر نہیں بلکہ ماہرین لغت کا فیصلہ موجود ہے کہ یہی آخر کے معنے یہاں مراد ہیں جیسا کہ اوپر گزرا
اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل التفات نہیں کیونکہ اس کا شمار ماہرین لغت میں نہیں۔ اور بقول
مرزا صاحب ہرفن ہیں اس کے ماہر کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پس ائمہ لغت کے فیصلوں کے مقابل یہ تاویلات
ہرگز قابل وقعت نہیں۔

(جواب ۲)

مضاف کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائیں گے۔ یہ درست ہے۔ مگر متعدد معانے سے
ایک کی تعیین اضافت وغیرہ کے قرینہ سے ہوگی جیسا کہ اوپر عرض کر چکا۔

(جواب نمبر ۳)

مختار مدعیہ نے یہ نہیں کہا کہ صرف ہر کے معنی ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے۔ کہ ہر کے بھی معنی ہیں۔ اور جب متعدد
معانے ہوں۔ تو محاورات و قرآن سے تعیین مراد کرینگے۔ اور لسان العرب و تاج العروس وغیرہ میں محاورات
و قرآن سے معانے کی تعیین کی گئی ہے کہ جب قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو تو حقیقی طور پر معنی آخری
کے ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر و انگوٹھی کے معنی میں خبیثہ مختار مدعا علیہ بھی نہیں ماننا بلکہ زہیت و احاطہ
وغیرہ کے معنی میں مجازاً لیتا ہے۔ اور جب تک حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں مجازی معنی کسی کے کلام

میں نہیں سے ہو سکتے۔ چہ جائیکہ باری تعالیٰ کے کلام میں یہاں ہر و انکوٹھی و نصیبی و زینت و غیرہ کے مجازی معنی جو مختار مدعا علیہ سے رہا ہے کہ حدیث یا قول صحابہ میں نہیں بلکہ محض مفسرین کی ذاتی رائے ہے۔ جیسا کہ گواہ مدعا علیہ سائے ۱۸ مارچ ۲۰۱۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی جو زینت کے لئے ہیں۔ اس کے متعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا البتہ مفسرین کا قول میری نظر سے گزرا ہے۔ خاتم کے معنی خاتم النبیین میں ہر کے لینا صحابہ کی تفسیر سے مجھ تک نہیں پہنچے۔ بلکہ منہ بن کے اقوال میں بخلاف آخر النبیین کے معنی خود سید الانبیاء نے یہاں۔

انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم و انا آخر الانبیاء و مسجدی
آخر المساجد الانبیاء و انا آخر النبیین فی البعث و الہم ما خلق و غیرہ وغیرہ جیسا کہ اوپر مفصل
گزر چکے۔

بہر حال حقیقی معنی اور وہ معنی جو تمام ائمہ لغت نے لے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معنی لے
مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکھ کر باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

جواب نمبر ۱

اظہار کمال کے واسطے خاتم کا لفظ یقیناً مجازاً استعمال ہوا ہے غیرہ بانوں سے یہاں استدلال فضول ہے۔ عربی
کے بک سخته الاولاد یہ میں تو خاتم کا لفظ نہیں بلکہ تختم ہے اور شعر میں ضرور خاتم ہے مگر مجازی معنی میں مستعمل ہے
اور ہماری گفتگو اصلی اور حقیقی معنی میں ہے لہذا اولاً تو یہ غیر متعلق ہے۔ دوسرے شاہد کے طور پر وہ محاورہ پیش کیا
جا سکتا ہے جو مسلم اہل زبان کا بویہ شعر شعراء جاہلی یا اسلامی جن کا کلام بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے ان میں سے کسی
کا نہیں۔ بلکہ ایک متاخر شاعر کا ہے جو مؤثرین محدثین میں سے ہے اور اس کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔

اس کا ثبوت کہ یہ شاعر مولدین و محدثین میں سے ہے یہ کافی ہے کہ یہ شاعر جس بزرگ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے
یعنی ابی تمام حبیب بن اوس طائی وہ خود مولدین محدثین میں سے ہے۔ ان کا کلام ہی حجت و قابل استدلال نہیں۔
چہ جائیکہ جو ان کے بعد ہو۔

(۱) ملاحظہ ہو ماشیہ بیضاوی شہاب خفاجی جن کا مستبر ہونا گواہ و مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے (ملاحظہ ہو بحث

لوعاشی ابراہیم)

علامہ خفاجی شعراء کے طبقات جاہلی مخفیہ اسلامی مفصل لکھ کر فرماتے ہیں کہ المحدثون وہم من
بعدہم کابی تمام و البحتری و متاخرون من حدث بعدہم من شعراء
الحجاز و العراق لا یستدل بشعرہم ولا لاتفاق۔ (بیضاوی۔ مجتہبائی ص ۱۸۴)

یعنی محدثوں اور وہ وہی شعراء ہیں جو طبقات مذکورہ کے بعد ہوئے جیسے ابی تمام حبیب بن اوس طائی

اور تجسری اور منا خردن جو ان کے بعد ہوئے شعراء ججاز و عراق سے ان کے اشعار با اتفاق استدلال و سند میں پیش نہیں ہو سکتے۔

(۲) سید احمد ہاشمی نے تاریخ لغت پر ایک شہرہ آفاق تصنیف لکھی ہے جس کا نام جواہر الادب ہے ادبیات و اشعار العرب کی ہے جس میں جلد ثانی کے شروع میں سند اور زبان کے محاورے معتبر و غیر معتبر نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۵ پھر صفحہ ۲۶۲ طبقات الشعراء کا مستقل ہیڈنگ قائم کیا ہے جس میں جاہلی اسلامی مخضرمی طبقات نقل کر کے چوتھے نمبر پر محدثین مولدین کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وہم الذین نشاء و زمن فساد العوبیہ و امتزاج العرب بالعباد یعنی محدثین اور مولدین وہ ہیں کہ جنہوں نے زبان کے خراب اور عربی و عجمی زبان کے اختلاط کے زمانہ میں پرورش پائی ہے۔ پس وہ زمانہ جن میں زبان اور محاورات میں فساد ہو چلا ہو۔ اس کے محاورات یا اس طبقہ کے کلام کا کیا اعتبار نہ بطور شاہد کے پیش ہو سکتا ہے نہ سند میں سکتا ہے۔

(۳) علامہ حسن چلی عاشریہ مطول صفحہ ۲۲۲ پر۔

شعراء کے طبقات مفصل نقل کر کے محدثین و متاخرین کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ رولا استشہاد

بکلامہ کہ ان کے کلام سے کسی محاورہ کا استشہاد نہیں ہو سکتا۔

پس مختار مدعا علیہ کی تمام طول و طویل تاویلات و بحت کا صرف ایک یہ جواب ہے کہ نہ یہ شعر معتبر ہے نہ اس شاعر کے کلام سے استشہاد و استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ و گواہان مدعا علیہ اس غیر مستند و غیر معتبر ناقابل استناد استشہاد شعر کے علاوہ کوئی بھی کسی معتبر و مستند جاہلی مخضرمی اسلامی شاعر کا حوالہ یا کوئی محاورہ عرب اپنی تائید میں نہیں لاسکے بخلاف اس کے گواہان مختار مدعا علیہ نے لغت کی مستند کتابوں اور مرزا صاحب کی مسلم و معتبر لغت لسان العرب و تاج العروس سے محاورہ عرب پیش کیا ہے۔ جس کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں۔ اور دھرا دھر کی بے ربط چیزوں سے وقت گزاری کی ہے جس کے جواب کے ہم مکلف نہیں۔

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ شعر اس لائق ہی نہیں کہ اس سے کلام عرب پر کوئی سند یا دلیل لائی جاسکے تو اس کے متعلق تمام بحت بیکار و لا طائل ہے۔ اور اگر یہ لائق استشہاد و بقرض محال ہوتا تو بھی یہ بجائے گواہان مدعا علیہ یا مختار مدعا علیہ کے مدعیہ اور اس کے گواہان و مختار کو مفید ہوتا۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں تمام الشعراء بمعنی آخر الشعراء

ظہر ادلیا ہے گواہان مدعا علیہ ہی جو ہمارا دعویٰ ہے ہر بائناں با زبنت وغیرہ کے معنی ہرگز مراد نہیں ہے۔ اس قریبہ اور شاہد اس کا اگلا شعر ہے جو باوجودیکہ اس سے متصل اور معنوی تعلق رکھتا ہے مختار مدعا علیہ نے ذکر نہ کیا تاکہ شاعر کی مراد واضح نہ ہو جائے۔ اگلا شعر ملاحظہ ہو ماما معافتجا ودانی حصرة و کذ لک کا ناقص فی الاحیاء۔

ملاحظہ فرمائیں کہ قدر و ضاحت سے شاعر کہہ رہا ہے کہ شعر اور حبیب شاعر دونوں ساتھ ہی ساتھ ہو رہے ہیں۔
 ہی ساتھ قبر میں سو رہے یوں ہی ان کی موت سے پہلے دونوں زندوں میں تھے۔ گویا وہ شاعر ادعا کی طور سے حبیب ان
 اوس طاقی کو آخری شاعر تسلیم کر رہا ہے کہ اس کی موت کے ساتھ شعر بھی مر کر اس کے ساتھ مدفون ہو گیا نہ شعر رہا نہ
 کوئی شاعر بننے کا امکان ہذا حبیب سب شعراء کے آخری شاعر رہے۔
 اب یہ امر کہ شعرا کے ساتھ مرا اور تیر میں دفن ہوا اور وہ آخری شاعر فی الواقع ہوا یا نہ اس کے متعلق گزارش
 ہے کہ شاعر ان ادعا ہے اور اس کے متعدد نظائر فارسی اردو و شاعری میں بھی موجود ہیں۔ نظامی رحمتہ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں کہ

زسم ستوران دلاں بہن دشت

زین سش شد و آسمان گشت ہشت

(وسیم فرماتے ہیں کہ)

تر بیت استاد پہ کندہ ہو یہ مصرع وسیم -

خانہ دیں بے نبی ملک معانے بے امیر -

اس وجہ سے حضرت گنجوی رح فرماتے ہیں کہ

در شعر مسیح کہ در فن رو

چو اکذب اوست احسن رو

پھر حال شاعر نے خاتم الشعراء بھی یعنی آخری شعراء اس جگہ پر استعمال کیا ہے لہذا یہ بھی اگر مسلم ہوتا تو
 ہماری تائید تھی کہ مختار مدعا علیہ کی۔

آخر میں ہم اس سارے قصہ کو ختم کرنے کے واسطے مرزا صاحب کے متبعین اور مختار مدعا علیہ کے مسلم
 اعجازی کلام کا محاورہ پیش کرتے ہیں اور محاورہ بھی تمام شرائط کا جامع کہ لفظ خاتم علاوہ لفظ نبین کے جو
 مابہ النزاع ہے ایک اور لفظ کی طرف مضاف سے اور یہ وہ لفظ بھی جمع مذکر سالم ہے۔ مگر معنی آخری کے
 ہیں۔ یعنی خطبہ الہامیہ جس کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی بشر کو اس جیسے کلام کی طاقت نہیں اور یہ
 مجھے الہا ماسکھا یا گیا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ متعلق خطبہ الہامیہ مست

کان علیہ حاتہ الخلفاء لسلسہ الکلیمہ بہا کا آخر

اللبنۃ و حاتہ المرسلین یعنی جیسے کہ علی خاتم سلسلہ کلیمہ کے تھے۔ اور اس

کے لیے مثل آخری زینت اور خاتم المرسلین یعنی آخری سلسلہ۔ ملاحظہ ہو کہ یہاں خاتم المرسلین بالکل

خاتم النبیین کی طرح ہے اور آخر النبیین کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عربی اعجازی کلام میں جو مدعا علیہ اور اس کے فترقی کو بلا اختلاف مسلم ہے اس کے بعد کسی اور محاورہ کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں اب جیسا کہ تمام مسلم لغات و محاورات عرب سے خاتم بفتح التاء کے معنی اصلی و لغوی و حقیقی آخر کے پیش کر چکا اور مرزا صاحب کے اعجازی کلام سے اس کی تائید پیش کر دی تو اس کے مجازی استعمال اور اس کے لیے چار و وجہ شہ جو پیش کی گئی ہیں ان کے جواب کی ضرورت ہی نہیں نیز تقریر بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان دلائل و براہین قاطعہ اور مسلم و معتبر حوالوں کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ زبان عربی میں خاتم بفتح التاء کا لفظ آخر کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا اور نہ محض ادعا و باطل اور دعویٰ بلا دلیل ناقابل انتفاع ہے۔

(خاتم کے معنی آخر کے)

قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ نے صرف ایک حوالہ سان العرب اور منتہی الارب سے پیش کیا ہے جو میں لکھا ہے کہ خاتم القوم آخر ہم لیکن جیسا کہ ہم نے محاورات اقوال و استعمالات پیش کئے ہیں۔ ایسے نہیں ہیں کیونکہ مصنف نے اسے کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(الجواب)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے آٹھ حوالے پیش کئے ہیں جن میں دو سان العرب اور تاج العروس کے وہ تھے جنہیں مرزا صاحب مسلم اور نہایت مستبرمان رہے ہیں جیسا کہ جرح سے حوالہ گزر چکا ہے مگر مختار مدعا علیہ کو وہ صرف ایک حوالہ معلوم ہوتا ہے۔ باوجودیکہ سان العرب اور منتہی الارب دو کتابوں کے نام خود ہی لے رہا ہے پھر یہ کہنا کہ جیسا کہ ہم نے محاورہ پیش کیا ہے روایا نہیں یہ لغو ہے کیونکہ وہ تو محاورہ قابل استناد اور حجت ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے کہنا کہ یہ محاورہ تو ہے مگر کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ محض لغو ہے ڈکشنریوں اور لغت کی مستند کتابوں میں جو بھی محاورات نقل کئے ہیں وہ سب معتبر و مسلم اہل زبان کے ہوتے ہیں۔

ہر محاورہ کے واسطے ادیب کا نام پیش نہیں کیا جاتا۔ سان العرب اور قاموس اور تاج العروس میں صرف محاورات ہی محاورات مندرج ہیں۔ اور یہ التزام ہے کہ یہ تمام مسلم اہل زبان کے ہیں آج تک کسی نے ایک محاورہ پر کلام نہیں کیا ان کا صرف محاورہ نقل کرنا یا یقال و قولہم وغیرہ کہہ دینا اس کے مسلم اہل زبان کے محاورہ ہونے کا کفیل ہے۔ نام بنام محاورہ کے ساتھ اُدبا و اہل زبان کے نام کی ضرورت نہیں نیز لغت کی ان مذکورہ کتب میں مولین و محدثین کے کلام کے و محاورہ کو نہیں لیا گیا یہاں تک اس پر کلام ہو سکے۔

ہاں جہاں کہیں غریب اور وحشی الفاظ کی بحث آتی ہے وہاں بوقت ضرورت شعروں کے ساتھ شعراء کے نام بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

بہر حال ہم نے محاورات عرب پیش کر دئے جن کا مختار مدعا علیہ کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک دو نہیں بلکہ متعدد اور مختار مدعا علیہ ایک ہی معتبر محاورہ اپنے معانی کی تائید میں نہ لاسکا اور جب آخر کے معنی ثابت ہی ہو گئے تو لفظ آخر میں مندرجہ ذیل تاویلات کہیں کہ

» لیکن بر تقدیر صحت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی فریبی مخالفت کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے بلکہ اشرف اور افضل ہیں۔

(الجواب)

پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ قائم کے آخر معنی بتاؤ اور محاورہ پیش کرو اور جب متعدد حوالے پیش کر دئے تو اب یہ کہا جاتا ہے کہ آخر کے معنی افضل کے ہیں۔ حالانکہ لغت میں تصریح ہے کہ ومن کل شیء عاقبۃ واحسنہ ہر چیز کے انجام اور آخر کا یہ نام ہے کہ عدالت خود محاورات اصل کتب لغت سے ملاحظہ فرمائے۔ وہاں کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی اور حقیقی طور پر قائم آخر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک عجیب مضحکہ خیز تسلسل ہے پہلے تو قائم کے معنی آخر دکھانے پر زور تھا کہ کہیں لغت عرب میں آخر کے معنی میں نہیں آیا اور جب نہایت معتبر کتب لغت سے جنہیں مرزا صاحب بھی نہایت معتبر فرما رہے ہیں محاورات پیش کر دیئے اور آخر کے معنی ثابت ہو چکے تو اب لفظ آخر کی بحث شروع کر دی کہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تحقیق منظور نہیں بلکہ صرف لواطت مقصود ہے۔ پھر آخر کے معنی کی تحقیق کے لیے ایک حماسہ کا شعر پڑھ دیا۔

شوری ودی وشکری من بعید

لا خیر غالب ابداً من بیع

پھر مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی سے اس کا ترجمہ نقل کیا کہ دو بیت ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر اور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب ہیں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے عدیم مثل ہے خرید لیا۔ اور نتیجہ یہ نکالا کہ محاورات عرب میں قائم القوم آخر ہم کے معنی بھی اشرف اور افضل کے ہوں گے

(الجواب)

عدالت مایہ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جواب کس قدر بے معنی و لغو ہے اس اعتبار سے دنیا میں کسی لفظ کے کوئی بھی حقیقی معنی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ لفظ کہیں نہ کہیں مجازی طور پر دوسرے مجازی معنی میں ضرور مستعمل ہو گا جس کو اسکی شرح بتا کے انہیں معنی پر ڈھال لیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں آخر اپنی حقیقی معنی میں گواہی دے رہی

مستعمل ہے۔ محض مختار مدعا علیہ کا ایک مغاظ ہے۔ چنانچہ اسی کے پیش کردہ ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب کا آخری فقرہ ملاحظہ ہو کہ "جو نبی غائب میں آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہے۔"

پس جب کہ آخر بمعنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہو اور کبھی اس کے بعد اس کی مثل نہ ہو سکا تو وہ آخری ہوا اور تھنی آخری نہ کہ افضل و اشرف کے معنی میں۔ البتہ شاعرانہ وبالغ ضرور ہے۔ اور یہ شعر میں ہوا کہ "تا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے بہر حال لفظ خاتم محاورہ عرب میں حقیقی طور پر آخر کے معنی میں مستعمل ہونا بوضاحت ثابت ہو چکا۔ اور تاویلات رکیکہ محض لغو اور بے سود رہیں ایک بھی محاورہ ہمارے غلات پیش نہ کر سکے ہاں اپنے طور پر جو چاہا معنی چسپاں کئے جو کوئی حجت نہیں۔

(خصوصی استدعا)

عالی جاہا۔ حضور والا نے غور فرمایا ہو گا۔ کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر میں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس کے واسطے دنیا کی جس قدر تعبیرات ہو سکتی تھیں، شریعت نے استعمال فرمائیں خاتم النبیین فرمایا۔ لابی بعدی فرمایا۔ محل کے ساتھ تشبہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا یہ بھی واضح فرمایا۔ کہ میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفا ہوں گے و سیکون خلفاء انا آخر الانبیاء آخرہم فی البعث آخر ولدک من الانبیاء کہ آدم کی اولاد میں آخری نبی انا آخر الانبیاء ومسجدی آخر مساجد الانبیاء میں آخری نبی اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں آخری مسجد۔ لفظ آخر بھی معنی مکمل تشریح کے فرما دیا۔

آخر اس کے سوا اس مضمون کو ادا کرنے کے واسطے دنیا کی وہ کون سی تعبیر ہو سکتی ہے۔ اور کس طرح آپ کا سب نبیوں سے آخری نبی ہونے کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے۔ اتنا واضح اور روشن مسئلہ اس میں بھی اس قدر تاویلات رکیکہ کی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اتنی وضاحت کے بعد اگر کسی ایک تاویل کا بھی جواب نہ دیا جائے تو بھی بحد اللہ مسئلہ کا جہاں تک تعلق ہے۔ بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی نہیں سکتا ہے اور بیانات گواہان مدعیہ میں اس قدر حوالہ جات موجود ہیں کہ ان کے بعد کسی قسم کی تاویل قابل التفات نہیں ہو سکتی کوئی بھی عرب کا محاورہ مذکورہ بالا مضمون کے ادا کرنے کا ایسا نہیں مل سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق نہ فرمایا ہو مگر کوئی انکار ہی کرتا جائے۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔

.....

(خاتم النبیین کے معنی کا ضروریات دین سے ہونا)

خلاصہ قول مختار مدعا علیہ -

گواہان مدعیہ کی طرح مختار مدعیہ نے بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے جس سے بعد اور کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا۔ مجمع علیہ اور ضروریات دین سے بتایا ہے، حالانکہ کسی کے کہنے سے ضروریات دین سے نہیں بن سکتا۔ بلکہ کسی چیز کے ضروریات دین ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ وہ امر قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے بدرجہ غایت صحت کے ثابت ہو اور اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین وہ امور ہیں جو قرآن مجید اور حدیث شہیدہ اور اجماع متواترہ سے ثابت ہوں۔ شفاء العلیل -

(الجواب)

اس سلسلہ میں میرے ایک حوالہ پر تبصرہ کر کے اُسے غلط ثابت نہ کر کے میں نے خود اُسے ضروریات دین سے نہیں کہا اور نہ یہ دعویٰ شہادت یا بحث میں بلا دلیل چھوڑا ہے بلکہ مجددات درہاں کافی دلائل پیش کئے ہیں۔ اور ایمان نقل کی شہادت میں منقول ہیں جو مجددات بالکل لاجواب رہی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اُن میں سے بطور نمونہ کے پیش ہے

اذالہ لیسر ف محمد اصلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء
فلیس بمسلم لاند من ضروریات الدین (اشیاء وانظار ص ۲۹۶ گواہ مدعیہ ملا اور ملا دوسرے)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخر الانبیاء نہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔

پس میں نے ضروریات دین میں سے ہونے کی تصریح پیش کی ہے اس کے مقابل نہ مختار مدعا علیہ نے اس کی کوئی بائند حوالہ سے تردید پیش کی نہ اپنی تائید میں کہ یہ معنی ضروریات دین سے نہیں کوئی حوالہ پیش کیا نہ اس پر کوئی حوالہ دے سکے کہ ان کے تصنیف کردہ معنی ضروریات دین سے ہیں۔ اب ایک معنی ضروریات دین کے واسطے قائم کئے ہیں اور شفاء العلیل کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا خلاصہ تین امور ہیں۔ جہاں وہ مجتمع ہوں وہ ضروریات دین سے ہے۔

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہو۔

(۲) احادیث متواترہ یا شہورہ سے۔

(۳) اجماع صحابہ سے۔

جو باگزارشش ہے کہ جب میں نے مستند علماء اور ارباب نقول سے ضروریات دین ہونے کی تصریح

پیش کردی تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ ہر جزو کا ثبوت پیش کریں مگر محض اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ ہر سہ امور کے معیار پر بھی محمد اللہ ہمارے پیش کردہ معنی خاتم النبیین نزدیاب۔ دین میں سے ہیں تفصیلاً اصل بحث میں بیانات گواہان مدعیہ کے حوالہ سے یہ اپنے پیش کردہ معنی اولاً قرآن مجید سے پھر احادیث متواترہ مشہورہ سے پھر اجماع صحابہ و ائمتہ محمدیہ سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کو بخوف طوائف مکرر نقل نہیں کرتا صرف حوالے اس امر کے پیش کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے پیش کردہ معنی خاتم النبیین مختار مدعا علیہ کے ہر سہ معیار کے مطابق بھی ضروریات دین میں سے ہیں حوالہ ملاحظہ ہو ایک جامع حوالہ۔

(۱) كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبیین مما نطقت به الكتاب و ثبت به السنة واجتمعت عليه الامه فكيف رمدى خلافه و يقتل ان اصر روح المعاني ج ۸ ص ۲۹ گواہ مدعیہ ص ۲۲۲۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا قرآن مجید احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ائمہ سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف دعویٰ کرنا والا کافر اور اگر مصر ہو تو اسلامی سلطنت میں قتل کیا جائے گا۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ہر سہ اصول قائم ہوں وہ مختار مدعا علیہ موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید بحث میں متعدد آیات مدلل و مفصل آچکیں نیز حوالہ مابقی کافی ہے۔

(۲) احادیث متواترہ مشہورہ و بذالك ورد احادیث المتواترہ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

(۳) اجماع صحابہ سے منی جدیدہ من انصحابہ (ابن کثیر جلد ۸ ص ۸۹ گواہ مدعیہ ص ۲۲۲ و ۲۲۳)

یعنی اس پر کہ معنی خاتم النبیین یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہ بن سکے احادیث متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت سے آئی ہیں۔

نیز گواہ س ۱ کے بیان میں صدیق اکبر کے زمانہ میں اس پر اجماع ہونا بیان میں گزر چکا ہے، پس محمد اللہ ہر پہلو سے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ معنی قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماع صحابہ سے ثابت نہیں محض لغو ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ بعض فرقہ اہل حدیث وغیرہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں کہتے الخ محض بیکار و لغو ہے۔ بعض اہل حدیث نہ سمجھیں تمام مقلدین دائمہ دین تو سمجھتے ہیں اور امام مالک وغیرہ کے قول کے متعلق بحث میں سفصل گزر چکا ایندہ بھی ان شاء اللہ بحث اجماع کے تحت میں آئے گا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اجماع کے خلاف ایک حوالہ دیا ہے کہ ایک جماعت کا اتفاق ہے

اجماع نہیں کہلاتا الخ

اولاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غیر مقلدِ مسلم ہی نہیں نہ ائمہ کے مقابل ان کی ذاتی رائے قابل اتفات ہے دوسرے اس مسئلہ تنازعہ اور معنی خاتم النبیین کے معاملے میں ایک جماعت کا اتفاق نہیں بلکہ تمام صحابہ اور تمام اُمت کا اجماع ہے جیسا کہ مختصراً ابھی عرض کر چکا اور مفصلاً بحث میں گزر چکا۔ جس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔

اس مسئلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اختلاف نہیں رکھتے مرزا صاحب کی ترمیم کے سلسلہ میں اشاعت السنۃ کے بھی پیش کردہ ۸ - ۹ - ۱۰ نمبر ملاحظہ ہوں۔

اور جن بزرگوں پر اس کی مخالفت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اُس کا محض مغالطہ اور بہتان صریح ہونا۔ بحث میں مدلل آچکا اور اپنی جگہ پر جواب اب جواب میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ مختصراً آئے گا۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

”یہ معنی قلماً ضروریات دینی سے نہیں ہو سکتے، محض دعویٰ بلا دلیل اور ناقابل اتفات ہے اور محمد اسد ان معنی کا ضروریات دینی سے ہونا نہ صرف میرے پیش کردہ دلائل بلکہ ائمہ دین کی تصریحات سے صریح ثابت ہے جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔“

نہ مختار مدعا علیہ سے کوئی تاویل بن سکی۔

کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

یہ وہی شہادت والا عنوان ہے جس کے ایک ایک حرف کا مدلل جواب بحث میں پیش کر چکا اور عدالت کی یادداشت میں بھی موجود ہے پھر بھی اسے انہیں الفاظ میں دلائل سے مکر رہا یا گیا۔

مجھے مکر جواب کی حاجت نہیں صرف یہ گزارش کر دوں کہ یہ امر زیر نزاع بھی نہیں کہ ”کیا تاویل سے کوئی کافر ہو سکتا ہے یا نہ“ صرف تاویل پر بحث نہیں جس پر بلا وجہ طوالت دی۔ بلکہ بحث یہ ہے کہ ضروریات میں تاویل کمنے والا کیا کافر ہے میں اس کے متعلق کہ ضروریات دینی میں تاویل سے کافر ہو جاتا ہے، متعدد حوالہ بحث میں شفاء شریف رد المحتار سائرہ وغیرہ بیات کے حوالہ سے پیش کر چکا۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مفصل یہ بحث دیکھنا ہونو کتاب الکفار الملحدین فی ضروریات الدین، ملاحظہ فرمائیں جس کا موضوع ہی یہ ہے کہ ضروریات دینی میں تاویل ناجائز و کفر ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ عمومی رنگ میں یہاں متعلق نہیں بیان سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس میں تاویل جائز ہے یا نہ اس پر مختار مدعا علیہ نے ایک بھی حوالہ پیش نہ کیا ہاں جو دیکھ میں نے متعدد صریح حوالہ بحث میں بیانات گواہان مدعیہ سے پیش کئے تھے ایک

نورثہ پیش ہے کہ لاندہ صلی اللہ علیہ وسلم انه خاتم النبیین لانہ بعدہ و اخبر
عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجتمعت
الامت علی حمل هذا الکلام علی ظاہرہ وان مفہومہ ہوا لمراد
بہ دون تاویل و تخصیص فلا شک فی کفرہؤلاء الطوائف کلہا
قطعاً و اجماعاً و سمعاً۔

(شفا شریف، قاضی عیاض ج ۱ ص ۱۷۱)

یسنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے خبر دی کہ میں ایسا خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی
نہیں ہو سکتا۔ اور باری تعالیٰ سے اپنا خاتم النبیین اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر بھیجے جانے کی۔
خبر دی اور تمام امت نے بلا استثناء اجماع کر لیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اور اس کا یہی مدعا ہے کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا، بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے یہ اس کے
مخاستہ ان تمام فرقوں کے کفر میں قطعاً اجماعاً و سماعاً و ذہناً برابر شک نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے وہ
معنی جو مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے۔ ان میں کس طرح کی بھی تاویل جائز نہیں بننا اب تاویل کی عمومی بحث کے
لابنی سلسلہ میں جائی ضرورت نہیں مدعا بالکل واضح ہے۔ اور مفصّل جواب ابتدائی بحث میں موجود ہے عداوت
وہیں سے ملاحظہ فرمائے۔

(مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے تقریباً ۵ صفحہ لکھے ہیں، اور الوصیت، حقیقت النبوة، الحکم چشمہ معرفت، یکچہ
سیاکوٹ، ایک غلطی کا ازالہ، اخبار عالم، چشمہ منی، مواہب الرحمن، خطیبہ الباہیہ، کشتی نوح، اربعین، تحفہ گولڑویہ۔
حقیقتہ الوحی، استنثار وغیرہ وغیرہ اکثر جدید حوالے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد لی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا وہاں
وہ نبی مراد ہیں جو مستقل صاحب شریعت ہو انہ
یہ محض مغالطہ و ریاء ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے تک مرزا صاحب کو اپنی نبوت کا پتہ ہی نہ تھا نبوت پر پردہ ہی
پر اٹھا۔

ملاحظہ ہو حقیقت النبوة ص ۱۲۲ و ص ۱۲۵

در اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان حکمتوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرما کے اور ان کے ایمانوں

کو آہستہ آہستہ مضبوط کرنے کے لیے بعض باتوں کو رفتہ رفتہ ظاہر کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر آپ کو یک نخت مسیح کی وفات اور نبی نبوت کے اعلان کرنا تکامل ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسی طرح آپ کو براہین کے زمانہ ہی میں نبی قرار دیا لیکن اس پر بھی ایک پردہ حفاظت رکھا۔۔۔۔۔ اور پوشیدہ اس لیے رکھا تا مٹا شیخان صدائت پر حد سے زیادہ بوجھ نہ پڑتا پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ برقرار ہاتا کہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے حتیٰ کہ ۱۹۰۱ء میں اس پردہ کو بھی اٹھا دیا اور حقیقت کھل گئی اور حقیقت النبوة ص ۱۴۵۔

پس ۱۹۰۱ء سے قبل تمام مسلمانوں کی طرح موافق قرآن و حدیث مرزا صاحب کا یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قائم انبیاء میں ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس میں کوئی تخصیص و استثناء ہو سکتا ہے نہ امکان تخصیص ہے۔ بلکہ خود مرزا صاحب نے تصریح فرمادی ہے کہ اس میں کسی قسم کی تخصیص استثناء نہیں۔ ملاحظہ ہوں حوالہ جات مندرجہ ذیل میں :-

(۱) ما کان محمد اباً احدٍ من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین
الا تعلم ان الترب الرحیم المتفضل سبی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
الانبیاء بغیر استثناء وفسر نبینا فی قولہ لانی بعدی بییان واضح
لطلابین ولو جوزنا ظہور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا الفناح باب النبوة بعد تغلیقہا
وہذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین وکیف یحیی نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع
الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین۔ (حمامۃ البشری کلان ص ۶۶ خود ص ۲۸)

ترجمہ مرزا صاحب ہم نے محمد کو کسی مرد کا باپ نہیں بنایا ہاں وہ اللہ کا رسول اور نبیوں کا خاتم ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس سخن نے ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء کہا ہے، اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرت نے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وہی نبوت کے دروازہ کا افتتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وہی نبوت منتقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (۲) حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمہ کو جو خط لکھا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ بہر نبوت را بروشد اعتنا م (۳) آپ کے بعد اگر دوسرا نبی آجائے تو آپ قائم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے الخ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن تمام نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے، اور پہلے بابت نبوت کی تفسیر کرنا یہ ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور حدیث لانی بعدی میں بھی نفی عام الخ (ابن الصلیح

(۱۳۶) (۴) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا (ازالہ کلان مسئلہ) (۵) اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے سے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ (نشان آسمانی ص ۱۹۳) (۶) مکان اللہ ان یوسل نبیاً الخ خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے نبی خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا آیتہ کمالات مسئلہ عبارات مذکورہ بالا میں فقرات مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔

(۲) آنحضرت نے تفسیر یہ کی ہے ”کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں“

(۳) اور آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں الخ

(۴) اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے الخ

(۵) برتوبت را برد شد اختتام۔

(۶) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔

(۷) پرانے یا نئے نبی کی تفریق شرارت اور لابی بدی میں نفی عام ہے۔

(۸) قرآن کریم بعد خاتم الانبیاء کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا؛

(۹) خاتم الانبیاء کے بعد اس امت کے سے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔

(۱۰) خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ بلا استثناء عموم اور لفظ کسی اور کوئی نبی اور ہر نبوۃ غرض جس قدر بھی عموم

کے لفظ ہو سکتے ہیں۔ یہی موجود ہیں۔ اس پر بھی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس سے مراد صرف متسل صاحب شریعت نبی نہیں۔

محض غلط اور بے معنی ہے۔ پھر جس پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان تھا۔ کہ خلیفہ دوم صاحب وہ بھی مشہور سے قبل تک رہی مانتے

ہیں۔ جو میں نے عرض کیا لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ ایک تاویل بالکل خلاف واقع اور ناقابل التفات ہے۔

(انقطاع نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب)

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ الایۃ

خلاصہ جواب

(۱) اس آیت میں انقطاع نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اکمل دین و اتمام نعمت کا ہے۔

- (۲) اکمال دین و انقطاع نبوت لازم و ملزوم نہیں پہلے دین کی اشاعت کے لیے بھی نبی آتا ہے۔
 (۳) اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا۔
 (۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے کی حیثیت میں نزول کے قائل ہیں۔
 (۵) اگر دین کامل ہونا کسی نبی کے آنے کو مانع ہے تو اسرائیلی نبی دین کی ترویج کے لیے کیوں آئے گا۔

الجواب علی ترتیب السوال

- (۱) اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد انقطاع نبوت ہی ہے۔ کیوں کہ یہاں نعمت سے نعمت نبوت ہی مراد ہے اس کی تائید میں قرآن و حدیث و دیگر اسلاف و اخلاف کے اقوال سے بیان گواہ مدعیہ صاف و نکتہ ہیں مصرح موجود ہے۔ جس پر ایک بھی اعتراض نہیں بڑھتا۔ عدالت سل سے ملاحظہ فرمائے۔
 (۲) اکمال دین و اتمام نعمت و انقطاع نبوت یقیناً لازم و ملزوم ہیں۔ جمہمی تو جس پر یہ آیت اتاری راوی کو خاتم النبیین قرار دیا خود مختار مدعیہ کو اس کا اسی تحت میں اعتراضات ہیں، لیکن آیت صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ تو آپ خاتم النبیین ہوئے۔ کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سراپا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو۔ اور آپ نے نہ بتایا ہو۔ پہلا کوئی بھی دین کامل و مکمل نہ تھا۔ کسی میں افراط کسی میں تفریط تھی۔ بہر حال ناقص تھے اس لیے نبی آکر وحی الہی کی روشنی میں تبلیغ کرتا تھا۔ اور یہ دین کامل و مکمل ہے۔ جس کے بعد بقول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحی منقطع ہے۔
 انہ تعالٰی دین و انقطع الوحی (بحوالہ سابق) پس کوئی بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اشاعت و تبلیغ پہلے انبیاء کا کام تھا اور اب ہر عالم مسلمان بلغوا عنی ولو آیتہ ولو حدیثا لہذا اسی لیے اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دئے گئے۔ کہ جو کام بنی اسرائیل میں ترویج و تبلیغ دین انبیاء کرتے تھے وہ اس امت میں بوجہ ختم ہو جانے سلسلہ بعثت نبوت کے علماء ربانین کرینگے۔ جیسا کہ آج تیرہ سو سال تک تعالیٰ رہا۔

- (۳) اس سے ہرگز صاحب شریعت جدیدہ کا نہ آنا نہیں نکلتا۔ خیر یہ تو مان لیا کہ انقطاع نبوت نکلتا ہے گو صاحب شریعت جدیدہ صہی۔ اب گزارش ہے کہ اصل بحث اور بیان گواہان مدعیہ میں عموم پر قرآن و حدیث و اقوال سلف سے حوالہ گزر چکے۔ اس کے مقابل مختار مدعیہ کی بلا کسی قرینہ و ثبوت کے محض ذاتی رائے کہ صاحب شریعت جدیدہ کا اسی سے انقطاع نکلتا ہے۔ محض سنو و ناقابل التفات ہے۔

(۴) عیسیٰ کا منصب نبوت پر نازل ہونا کوئی بھی نہیں مانتا ہاں صفت نبوت ان سے منسوب نہ ہوگی مگر منصب نبوت اور اس کی ڈیوٹی نہ ہوگی بلکہ امتی اور مجدد کی حیثیت میں ہوں گے جس کے مفصل حوالے قتادہ ابن حمر اور فتوحات مکہ وغیرہ سے گزر چکے اور احادیث کے سلسلہ میں بعض پر آئیں گے گواہ مدعیہ ص ۲۱۰ نے جرح میں بھی اسے صاف کر دیا ہے۔

(۵) یہ کہتا کہ اگر دین کامل ہونا کسی نبی کے آنیکو مانع ہے۔ تو اس سے اسرائیلی نبی ترویج دین کے لیے کیوں آئیگا محض مخالطہ ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ بچیت نبی آئے تو یہ اعتراض تھا وہ تو امتی اور مجدد ہونے کی شان سے آئیگے پس جیسے اور مجددین سے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں پڑتا یوں ہی ان کے آنے سے بھی کوئی خرابی نہ ہوگی۔ بلکہ اس میں اور شان نبوت محمدیہ کا اظہار ہے کہ آپ کی نبوت ایسی تام ہے کہ نبی اسرائیل کا جلیل القدر نبی بھی اس امت کے شمار میں آکر ایک امتی کی طرح تبلیغ دینی و ترویج سنتہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔

باقی مفصل جواب کچھ اوپر بھی آچکا ہے۔ باقی سلسلہ احادیث میں آئے گا۔ عدالت پر یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے اس آیت کا خاتم النبیین کی تفسیر اور انقطاع نبوت پر دال ہونا قرآن و حدیث اقوال سلف ائمہ و مفسرین سے مدلل ثابت کیا ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اُس کا جواب محض احتمالات عقلیہ اور اپنے ذاتی خیالات اور تاویلات سے دینا چاہا ہے۔ جو قابل انتقادات ہی نہیں۔ کیونکہ تفسیر یا رائے تو مرزا صاحب بھی جائز نہیں بتاتے۔ ملاحظہ ہو۔ (برکات الدعائر صاحب) اخیر میں مختار مدعا علیہ نے ایک چھٹا نمبر ڈال کر اصل بات کا عنوان دے کر یہ کہا ہے۔ کہ کمال دین و اتمام نعمت ہی چاہتا ہے۔ کہ آپ کی پیروی سے نبی نہیں اور اس پر بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے۔

جو اباً گزارش ہے۔ کہ ان تخیلات اور بلا دلیل تاویلات سے اعتقادات کا ثبوت اور تفسیر کلام الہی تو ہو نہیں سکتی کمال دین یا اتمام نعمت کے معنی کسی نے آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علماء و سلف و خلف نے یہ نہ سمجھا۔ کتاب کی اتباع سے نبی بنتے رہیں گے۔ یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور تمام آیات ختم نبوت و احادیث صحیحہ و جامع امت و جامع صحابہ کے خلاف ہے۔ لہذا قابل انتقادات نہیں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ص ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و بحث مختار مدعیہ اس کے بعد کتاب انسان کمال سید عبدالکریم جمیلی کی ایک عبارت ص ۱۱۰ سے نقل کر کے مخالطہ دینا چاہا ہے۔ اور جس قدر امور اس سے بطور نتیجہ اخذ کئے ہیں۔ وہ سب محض منطوطہ ہیں بلکہ وہ تو یہاں کمال تصریح ختم نبوت کو بیان فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے بعد وہ نبوت کا جواز ہی نہیں مانتے اور کوئی حکمت ہدایت اور علم باقی نہیں مانتے جس کے واسطے کوئی نبی آئے اور لفظ تشریح سے معنی غلط خلاف اصطلاح مصنف

لے کر مناظرہ کی سہی کی ہے۔ تفصیل کے واسطے انسان کامل ص ۶۸ ملاحظہ ہو جو گواہ مدعا علیہ ص ۲۸۲/۲۸۳ مارچ ۲۰۲۳ء میں پیش ہو چکا ہے۔ نیز یہ عبارت منجملہ دلائل ختم نبوت گواہ مدعیہ ص ۲۸۳ نے اپنے اصل بیان میں مفصل لیلے۔ وہیں سے ملاحظہ ہو جس کے بعد یہ مناظرہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے آیت (۲) وما ادسلناک الا کافۃ للناس الایۃ (۳) قل یا ایہا الناس انی دسول اللہ الیکم جمیعاً الایۃ وکلے قومہا دنقل کی ہیں اور اپنے لفظوں میں ایک مطلب گواہان و مختار مدعیہ کی طرف منسوب کر کے مندرجہ ذیل تاویل میں کی ہیں۔

(۱) ان آیات میں آئندہ نبی آنے نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) بتصریح حدیث اس میں عموم دعوت کا ذکر ہے۔

(۳) جیسے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے لیے نبی تھے۔ پھر بھی دوسرے نبی ان کے ماتحت آئے۔ یوں ہی آپ کی امت میں نبی کا آنا عمومیت دعوت کے منافی نہیں۔

(۴) انا دسلنا الیکم دسولاً مشاہدا علیکم کما دسلنا الی فرعون دسولاً۔

کی رو سے آنحضرت جب مہبل موسیٰ ہوئے۔ تو اس کی تکمیل کے لیے جیسے ان کے بعد نبی آئے یہاں بھی آنا چاہئے اور چونکہ خاتم النبیین بھی آپ کی صفت ہے۔ لہذا مستقل نہ ہوگا بلکہ آپ کے تابع ہوگا۔

(الجواب)

اجمالاً یہ گزارش ہے کہ عدالت ان آیات کا مدلل مطلب گواہ مدعیہ ص الف و ص ۲ و ص ۲ کو سامنے رکھ کر ان جوابات اور محض انکل کی تاویلات رکیکہ کا مقابلہ فرمائے۔ کہ یہ تاویلات کس قدر بے ربط اور لاجوابی کا ثبوت ہیں۔

(مرتب تفصیل جواب)

(۱) مدلل بیانات میں پیش ہو چکا کہ قیامت تک عمومیت دعوت و عموم رسالت مستلزم انقطاع نبوت کو ہے اور اس سے راند تصریح نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا تفصیل کے واسطے بیان گواہ مدعیہ ص ۲۸۳ اور ان آیات کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر و ابن جریر ملاحظہ ہو۔ اکثر حوالے بیانات گواہان مدعیہ میں موجود ہیں۔

(۲) جب کہ اس میں عموم دعوت تسلیم کر لیا تو انقطاع نبوت جو اس کو لازم ہے وہ بھی لازماً تسلیم کرنا ہوگا کیونکہ قیامت تک تمام نبی نوع کے واسطے عموم دعوت اور اتمام نعمت کے بعد کوئی دوسرا نبی بن ہی نہیں

سکتا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی آنے پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ تمام نبی نوع کے لیے نہ تھے نیز ان کی دعوت کا عموم نہیں تھا۔ ان پر تکمیل دین و تمام نعمت ہی یوں نہ ہو۔ انہیں خاتم النبیین بھی نہیں ٹھہرایا گیا بخلاف سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس یہ قیاس مع الفارق محض لغو ہے۔ صرف عموم دعوت نبی اسرائیل کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے امور مذکورہ بھی قابل لحاظ ہیں جہی تو یہ آیات تا ئید اپیش کی گئی ہیں نہ مستقلاً

(۴) خاتم النبیین نے خود ہی مستقل کی تخصیص کر دی حالانکہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی جسے کے بعد کوئی بھی طرح کا نبی ظلی و بروزی نہ اس کے مدلل ثابت ہو چکا پس ثبیل ہونا صرف اس امر میں ہے کہ جیسے دو نبی تشریحی تھے ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی تشریحی ہیں چنانچہ اس آیت انا ارسلنا الیکم آلہتہ میں تمام ائمہ و مفسرین بلکہ گواہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب و امام محی الدین ان عربی نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ ص ۲ و ۳۔

(مختار مدعا علیہ کی چند آیات کے متعلق عاجزی)

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ ص ۲ کے بیان سے (۱) سراجاً منیواً (۲) قل لئن اجتمعت لانس الایۃ (۳) بالحق انزلنا الایۃ (۴) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الایۃ (۵) آیتہ میناق النبیین (۶) انا نحن نزلنا الذکر یہ چھ آیات نقل کی ہیں مگر جواب کیا ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کسی آیت سے ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں انقطاع ثابت نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔ محض تاویلات ریکہ بلا کسی دلیل کے پیش کی ہیں جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی ضابطہ کا بھی ان کے متعلق جواب نہیں۔ ہیں بجائے کسی تفصیلی کے جواب کے عدالت عالیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ان تاویلات کو بیان گواہ عدالت سے ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کوئی مطلب اپنی عقل و رائے سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ مدلل نقول پیش کی گئی ہیں اور ان تمام تاویلات کا سدباب کر دیا ہے۔

پھر آخر میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و رومانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کونسا گناہ لازم آتا ہے؟ محض لغو اور بیکارہ ہے گناہ کیا ساری دین کی عمارت ہی سمار ہو جائے گی۔ اس میں قرآن پاک احادیث نبویہ تمام صحابہ کرام ائمہ دین کی مخالفت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سخت توہین اور کفر عظیم ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ۲ و ۳ و بحث مختار مدعیہ۔
 بعد ازاں گواہ مدعیہ کی پیش کردہ تمام آیات بالکل لاجواب ہیں اور اپنے الفاظ میں اس کا سلب نہ حال کر بھی
 مختار مدعا علیہ جواب نہ دے سکا۔ عدالت جب بیانات کا مقابلہ و ملاحظہ فرمائیگی تو اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو
 جائیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(آیات کا جواب الجواب ختم ہوا۔)

(پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب)

خلاصہ قول مختار مدعا علیہ۔

- (۱) گواہان مدعا علیہ نے ان کے جوابات دئے تھے مگر مختاران مدعیہ نے اس سے سکوت کر کے صحیح تسلیم کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔
- (۲) مختار مدعیہ کا دوسرا سترہ کہنا متالطہ سے صرف تیرہ احادیث پیش کی ہیں۔
- (۳) ان تیرہ میں بھی بعض ضعیف ہیں۔

(الجواب)

- (۱) جو قابل اقتناء جواب تھا اُس کا ایسا فیصلہ کن جواب الجواب دیا گیا تھا کہ اُس کے بعد امید تھی کہ مختار مدعا علیہ اُس کا نام بھی نہ لیتا۔ مگر تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ سکوت اختیار کیا اور صحیح تسلیم کر لیا۔ یہ ضرور ہے کہ تمام اعتراضات کا صرف ایک جامع جواب دیا تھا کہ ان تمام جوابات گواہان مدعا علیہ کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ لا نبی بعدی یا لا نبوة بعدی وغیرہ میں نبوت تشریحی و مستقل وغیرہ کی تاویل لافتی الاعلیٰ فلا کسی بعدہ لاصلوٰۃ الا بضاۃ الحدیث کتاب وغیرہ سے کرتے ہیں۔ مگر غالباً انہوں نے مرزا صاحب کی تصانیف کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تخصیص کو شرارت اور گستاخی بتاتے ہیں۔ اور لا نبی بعدی میں نئی عموم کے معنی میں یستے ہیں اور اس کے واسطے ایام الصلح ۱۹۰۷ تقریباً سترہ سطریں پیش کی تھیں۔ اس کے بعد یہ گزارش کی تھی کہ اس حوالہ کے بعد غالباً مختار مدعا علیہ ان جوابات کا مکر نام بھی نہ لیں۔ کیونکہ ایک اجماعی جواب کافی ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ تاویلات رکھیں دہراہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تشقی کے لائق مفصل ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ ہی پیش کر دیا جائے گا یہ حوالہ اسی سلسلہ میں میں بحث ابتدائی میں پیش کر چکا ہوں۔ ہذا یہ کہنا کہ سکوت اختیار کر کے صحیح تسلیم کر لیا محض جھوٹ اور افتراء خاص ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ اسے جواب نہ خیال کریں حالانکہ یہ جواب مرزا صاحب کے الفاظ

(خلاصہ جواب)

- (۱) بعد کے سننے غیر ماضی کے ہی یعنی متصل غزوة تبوک میں جائیکے بعد زمانہ میں کوئی نبی نہیں یا تو نبی نہیں۔
 (۲) اگر بعدی کے معنی بیری موت کے بعد کے لیے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی متعلق نہیں رہے گا۔ نہ تشبیہ درست ہوگی کیونکہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

(جواب الجواب)

- (۱) اس میں شبہ نہیں کہ کبھی بعد کے معنی بعدیتہ متصلہ کے بھی آئے ہیں اور آیات میں کردہ میں وہی ہی مگر اس حدیث لابی بعدی میں وہ معنی مراد نہیں کیونکہ جہاں اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں اور حضرت علی کا جو جزیرہ منقول ہے۔ مگر یہ قول "لابی بعدی" بمنزلہ ضابطہ کلیہ کے ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ضابطہ کلیہ نہ صرف اس جگہ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً انا فاتوا البینین لابی بعدی ویکون خلفاء وغیرہ جہاں کسی قسم کی بعدیت متصلہ کے ساتھ تخصیص ناممکن ہے۔ نیز بدین روایات میں لابی بعدی کے ساتھ ویکون خلفاء بھی موجود ہے جو قطعی دلیل ہے کہ بعدی کے معنی بعدیت متصلہ کے نہیں بلکہ مرنے کے بعد کے ہیں۔ اور بعدیت متصلہ سے مقید کرنے میں عموم نفی سے جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ اہم الصلح ص ۱۲۶ پر مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ لابی بعدی میں نفی عام ہے۔ عدالت خود اس حدیث کو بیانات سے لے کر اس تاویل سے مقابلہ فرمائے۔

- (۲) لابی بعدی میں بعدی کے معنی بعد موت کے لینے ہی متعین ہیں جس پر دوسری روایت میں ویکون خلفاء کا قرینہ واضح موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح خلافت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہی کے ہوگی اب یہ امر کہ دونوں جملوں کا تعلق و تشبیہ درست نہ ہوگی یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ میں شائبہ نامہ تمام اجزاء میں نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف وجہ شبہ میں ہوتی ہے وہ موجود ہے کہ جیسے کوہ طور پر سور سے نئے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ چھوڑا تھا۔ میں تمہیں چھوڑتا ہوں تشبیہ صرف مطلق خلافت میں ہے۔ پس ہر دو جملوں کا تعلق اور تشبیہ بدستور قائم ہے۔ البتہ اس تشبیہ سے اس شبہ کا احتمال تھا کہ کوئی تشبیہ نامہ سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ سمجھنے لگے یا وہ خود نبی نہ سمجھیں۔ قال اللہ استنبیثا نبی یا قادمہ کلیہ لابی بعدی سے کسے دفع فرما دیا۔ کہ چونکہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا و بنا نہیں اس لیے صرف خلیفہ تو ہوا نبی ہونا ممکن نہیں۔ عدالت اصل بیان سے ملاحظہ فرمائے اس شبہ کا شائبہ تک نہیں۔ اگرچہ اس کے اخیر میں مدعا علیہ نے اپنے بیان کا حوالہ دیا ہے مگر وہاں اس سے زائد کوئی بات نہیں سوائے توضیح

امثلہ یا تطویل عبارت کے (علماء نے لابی بعدی کے کیا معنی کیے ہیں۔

۱۲- مختصر جوابات مختار مدعا علیہ

(۱) اقتراب الساعۃ نواب صدیقی حسن خان صاحب بہو پالی -

(۲) قول ملا علی قاری بحوالہ اشاعت لائبریری الساعۃ للسید شریف بوزنجی -

(۳) دوسرے سوالوں کے واسطے بیان کا نوالہ دیا گیا ہے -

(الجواب)

(۱) اقتراب الساعۃ اس کے مصنف نواب صدیقی حسن خان صاحب ہمارے مسلم نہیں جیسا کہ مفصل اوپر

گزر چکا ہے نیز گو بان مدعیہ نے جرح میں سات کر دیا ہے۔

نیز یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس پر کوئی سند نہیں بلکہ مزاج احادیثک خلاف ہے بھی غیر مسلم ہے پس ہم

ان دونوں کے جواب کے مکلف نہ تھے۔ مگر عدالت غور فرماتے تو ان دونوں کا جواب ہماری طرف سے پیش

ہو چکا اسی طرح صاحب مکملہ مجمع البحار کہ در الابی منسج شرعاً، یہ بھی جینہ ہی مطلب اور یہی واقعہ اور تقریباً انہیں الفاظ

میں ادا دراپنے ہیں اور اس کا جواب بعینہ اس کا جواب ہے مکملہ کی ماقبل عبارت کہنے سے یہ شبہ پیدا ہو گیا ورنہ ہرگز نہ

ہوتا یوں ہی اقتراب الساعۃ اور اشاعت کی عبارت اوپر سے ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے یہاں صرف

نزول عیسیٰ کی بحث ہے، جس پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں جنہیں رفع کیلئے اور حدیث زوجی بعدی

کو سنداً مجرد قرار دیا اور صاحب مکملہ نے منیث سے ایک اور حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ تھے منیث

فی حدیث عیسیٰ ابنہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال یعنی عیسیٰ نازل

ہو کر قتل خنزیر اور کسر صلیب فرمائینگے اور حلال میں زیادتی فرمائینگے اب خیال تھا کہ حلال میں زیادتی تو جدید شریعت ہوگی۔

اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ وہ اسی بیزید فی حلال نفسہ بان تیزوج وبولدہ وکان

لم تیزوج قبل رفع الی السماء، فزاد بعد البوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من

اہل الکتاب للیتقین بانہ بشر، یعنی حال میں زیادتی سے کوئی نئی علت کا ایجاد نہیں بلکہ اپنے اعمال

میں حلال یعنی نکاح کا اضافہ فرمائینگے اس طور پر شادی کریں گے اور اولاد ہوگی۔ کیونکہ قبل رفع الی السماء شادی

نہ کی تھی اب زمین پر اترنے کے بعد شادی فرمادیں گے جس سے اہل کتاب ان کی بشریت کا یقین کر کے

ان پر ایمان لائیں گے (جو پہلے خدا سمجھتے یا مخالفت تھے)

پھر اسی نزول عیسیٰ پر قول حضرت عائشہؓ محمول فرمایا ہے۔ اُس کے بعد یہ لفظ ہے کہ

وہمنا لانی حدیث لانی بعدی کہ یہ حدیث لانی بعدی کے منافی نہ ہو۔ کیونکہ اس نہایت اہم اور اہمیت والی حدیث سے
 تشریحی کرنا اہم اور اہم اور لانی بعدی کا مراد کسی نبی کا نہ آنا ہے جو شریعت محمدی کے لیے یہاں تو اسی کے منافی
 عمل کیا۔ پس وہ نبی نہ بنتا بلکہ غالباً باشرع محمدی ہے عدالت خود اس خیانت کو ملاحظہ فرمائے کہ وہاں لانی ہمارا دہ
 ہے۔ اور وہ مدعا علیہ نے لانیہ کا افتخار کر کے صرف ارادہ الہی سے عبارت لینی تاکہ ما قبل سے
 ربط نہ معلوم ہو سکے پس اس قسم کے قطع و برید کے حوالہ جات قابل التفات ہی نہیں۔ ہذا دراصل وہ عبارت اسلامی
 عقیدہ کے منافی نہیں نیز وہ تو صرف نزول عیسٰی من اسماء کے منافی ہے اور جو اس کا ناسخ نہیں ان سے کتنا ہی
 اس کا فہم ہے اسی جگہ نبی تشریحی کی اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ الخ اور
 لافتی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ سے بھی ہرگز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب کی تحقیق
 سے بھی منافی ہے جیسا کہ اصل بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی لانی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور
 تفصیل کرنا شرارت ہے۔ ایام الصلح ص ۳۶۔

پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ امثلہ مذکورہ یا ان جیسی اور چند مثالوں میں نفی کمال بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس سے یہ
 کیونکہ لازم آتا ہے کہ "لانی بعدی" میں بھی نفی کمال ہی مراد ہے جیسا کہ کسی ایک حدیث یا قول یا محاورہ میں نفی کمال مراد
 ہو جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ سب جگہ کہا معنی چلائے جائیں۔ اور اگر یہ عام ضابطہ کلیہ ہی گیا۔ تو کوئی وجہ
 نہیں کہ لانیہ الا اللہ یا اللہ لا الہ الاہو یا لاریب فیہ ہر نفی کمال نہ لی جائے کیونکہ
 جب یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہو تو ایک بت پرست ہندو کہہ سکتا ہے کہ "لا الہ الا اللہ" میں بھی
 نفی کمال ہے یعنی کمال معبود سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ اگرچہ غیر مستقل اور غیر شارح معبود ہو سکتے ہیں۔ اور یہی تمام
 بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ یوں ہی کوئی قرآن کا منکر کہہ سکتا ہے کہ لاریب فیہ میں بھی نفی کمال ہے۔ یعنی کمال ریب
 اور شک قرآن میں اگرچہ بعض تمام ریب اور شک کے موجود ہے۔ اگر کسی دلیل سے اس مخالفت بت پرست کو
 نفی کمال مراد لینے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو وہی دلیل ہماری جانب سے بھی۔ لانی بعدی میں نفی کمال مراد ہونے
 پر تصور فرما لیں۔ پس جب کہ تمام قرآن حدیث و اقوال سلف ختمہ کہ مرزا صاحب کے ایام الصلح ص ۳۶
 کی تصریح ثابت ہو گیا کہ لانی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تفصیل شرارت اور گستاخی ہے۔ پس یہ
 تاویلات یقیناً بلکہ مسلم طور سے ناقابل التفات ہیں۔

ایک مخالف کا جواب

اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ، واذہلک تبصر فلا تبصر بعدہ

نخصیس کے لیے عجیب و غریب تقریر تصنیف کی ہے۔ اور اسکا مدار اس پر ہے۔ کہ کسریٰ اور قیصر خاص
 دونوں کے نام نہیں بلکہ ہر بادشاہ فارس کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر کا لقب دیا جاتا ہے۔
 اور چونکہ ان دونوں ملکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کوئی نہ کوئی بادشاہ ہیں ہوتے رہے ہیں
 پس معنی یہ ہیں اگرچہ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیر نگین ہوں ہی یہاں نبی تو آئیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے تابع۔

مگر یہ بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ خود ایک مطلب تصنیف کیا۔ اور اس پر بنیاد رکھ دی۔ محض غلط ہے
 کہ کسریٰ و قیصر اب تک موجود ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں حضرت امام شافعیؒ اور تمام علماء سے نقل فرماتے ہیں
 ف لا کسریٰ یا لعراق ولا قیصر بالشام یعنی ان دونوں اقلیموں میں ان کی سلطنت نہ رہے گی۔ چنانچہ
 بلاشک اس طرح ہوا۔ کہ کسریٰ اور کسرویہ کا تو بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور قیصر نے ملک شام سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ
 لی غرض ان دونوں اقلیموں میں کسریٰ و قیصر نہ رہے اسلئے سوال اس پر ہے خود یہ کہنا ہی غلط ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری
 معنی میں مستعمل ہیں۔ اس پر لابی بعدی کو تیاں فاسد کر کے تحریف کریں۔ اور اگر تھوڑی دیر کے واسطے
 بفرض محال اس حدیث فلا کسریٰ میں کسی خارجی ذریعہ سے کوئی نخصیس مزار صاحب کے متبعین کی طرح فرض کر لے تو اس سے
 یہ کب لازم آیا کہ ”لابی بعدی“ میں بھی نخصیس کر دی جائے۔ کیا کسی ایک حدیث کا کسی وجہ سے قول ہر جانا اس کو مستلزم
 ہے۔ کہ تمام احادیث صریحہ کو بگاڑ کر اس کے مطابق بنایا جائے۔

اور ایام الصلح متاک کی تشریح کے بعد مزار صاحب کے مسلک پر بھی اس حدیث لابی بعدی میں نخصیس شرات
 اور گستاخی ہے۔

یہ محض غلط ہے کہ ان احادیث کے جواب کا جواب ابتدائی بحث میں نہ آیا۔ کیونکہ ابتدائی بحث میں التزام
 تھا کہ جو چیز ایک مرتبہ جس سلسلہ میں گزر گئی۔ اعاوہ کسی رنگ میں نہ کیا گیا۔

سو نیا لے کر ام کے حوالوں کی تشریح کے تحت اصل بیانات اور بحث میں شیخ محی الدین ابن عربی کے قول
 انما ارتفعت نبوة التشریح فہذا معنی لابی بعدی

اور بل اذا کان یکون تحت حکم شرعی کا مکمل جواب۔

اور لفظ تشریح کی شرح وغیرہ ربط و تفصیل سے گزر چکی۔ اب یہ کہنا کہ اس کا جواب نہ ہوا صحیح نہیں۔ اور چونکہ جواب
 الجواب میں بجائے کسی جواب کے کچھ کمی زیادتی اور جوابی رنگ کے مکرر پیش کیا ہے۔ لہذا مختصر جواب بھی عرض کرتا
 ہوں اگرچہ اس اصول تحقیقی کے بعد ضرورت نہ تھی۔

.....

اصولی تمہید

(۱) عقائد میں قطعیات کتاب اللہ والرسول یا بقول گواہ مدعا علیہ وحی مرزا صاحب ہی معتبر ہے اور کچھ معتبر نہیں ملاحظہ ہو۔ مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/مارچ ۱۹۲۲ء ہذا نہ باب عقائد میں ان اقوال کے لانے کی ضرورت اور نہ جواب کی حاجت۔

(۲) شریعت کے خلاف جو شیخ کی عبارت نظر آتی ہے وہ ان کی نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے ملائی گئی ہے۔ لفظ ہو۔ یواقیت و جمیع ما عارض من کلامہ ظاہر هو الشریعة و علیہ الجمهور فہو مدسوس علیہ الخ حضرت شیخ کا وہ قول جو ظاہر شریعت اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہے وہ ان کا نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے اضافہ ہے۔ یوں ہی دوسرے مسلم بزرگوار (مجدد الف ثانی) کے مکتوبات جلد ۱ و ۲ میں تصریح فرماتے ہیں بوجہ خوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

از مجاہد کار بار است شیخ محی الدین ابن عربی۔۔۔ تاہم اگر مدعا علیہ اس سے ناواقف کو مناظرہ سے پہچاننے کے لیے شامی ج ۱ ص ۲۹۲ سے پیش کیا گیا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے خود وصیت فرمائی ہے کہ نحن قوم محرم النظر فی کتابنا کہ ہماری کتب ہر شخص کو دیکھنا ٹھیک نہیں جس کا غلط مطلب کے لئے مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔

(اصل جواب الجواب)

ہر شخص اور ہر فن کی ایک اصطلاح خاص ہوتی ہے لکن ان اصطلاح بھی مسلم ہے اور کسی کے اصطلاح کے خلاف مطلب لینا ہرگز درست نہیں۔ ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ مدعا علیہ ۲۶/مارچ ۱۹۲۲ء نیز یاقیت مسلمہ فریقین ص ۱۱ ملاحظہ ہو۔ والا یجوز الا انکار علی القدم معارفہ مصطلحہم فی الفاظہم اذا رأینا بعد ذلك فی کلامہم مخالفاً للشریعة

یعنی موقیا کرام پر اعتراض جب تک ان کے خصوصاً الفاظ کی اصطلاح سے واقف نہ ہو جائیں جائز نہیں البتہ واقفیت اصطلاح کے بعد بھی اگر ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اسے پھینک دیں گے اور قول نہ کریں گے اور گواہان مدعا علیہ کا خود اقرار ہے کہ قصود الحکم و فتوحات بالاستیعاب۔ مطالعہ نہیں کیا اور اصطلاح صرفیہ میں کوئی بھی کتاب نہیں پڑھی ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ مدعا علیہ ۲۸/مارچ ۱۹۲۲ء پس انہیں ان عبارات

میں مغلطہ لگنا کوئی تعجب کی بات نہیں صرف شیخ محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی اصطلاحات پر مستقل تصانیف میں منجملہ ان کے کبریٰ احمدی علوم الشیخ الاکبر بھی ہے جس میں ان کی اصطلاحات نبوت و رسالت کے متعلق یہ ہے کہ اراہم ان النبوة ہی الاجتاد عن شیء سارثہ فی کل موجود عند اهل الکشف والوجود لکن لا یطلق علی احد منهم اسوئی ولا رسول الا علی الملائکة الذین هو
 رسل فقط _____ ما صح یعنی شیخ کی اصطلاحات میں لفظ نبوت کے معنی کسی چیز کی

خبر دینا اور یہ نبوت تمام موجودات میں صوفیاء کرام کے نزدیک موجود ساری ہیں مگر اسم نبی رسول اللہ سوا اس کے کسی پر نہ بولا جائے گا جس کو اصطلاح شرع میں نبی و رسول کہتے ہیں ہاں ملائکہ بھی بوجہ دسالہ فیما بینہ تعالیٰ و بلین الانبیاء رسول کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں نبوت کے معنی مطلق خبر دینے کے کسی قدر عام حیوانات کے اندر بھی مانتے ہیں نیز اس کے مقابل تشریح بھی شریعت کی اصطلاح مراد دیتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمہ کے نزدیک رسالت بمعنی تبلیغ مشتمل ہے ملاحظہ ہو فتوحات ج ۲ باب ۲۸۔ اور ولایت نبوت کے مقابل برابر فتوحات فصومں احکم میں مشتمل ہے۔ البتہ لفظ رسول و نبی صرف اصطلاح شریعت کے نبی کو کہتے ہیں۔ یہی معنی تشریح کے ہیں کہ شرعی اصطلاح کا نبی و رسول نہ یہ کہ صاحب شریعت جدیدہ ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ بحوالہ بیانات۔ و ہذ کلہ موجود فی دجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی و اولی و الوحی التشریح و لا یشرع الا النبی و لا یشرع الا رسول کہ یہ کل مروان خدا اولیاء اللہ میں موجود ہے اور وہ وحی جو سوا اولی کے نبی کے ساتھ مختص ہے وحی الشرعی یعنی اصطلاحی وحی نبوت ہے۔ اور جو نبی و رسول ہے وہی شرع ہے ملاحظہ فرمادیں کہ تشریح یا شرعی وہی اصطلاحی نبی رسول کو قرار دیا ہے جو اولیاء اللہ کے مقابل ہے نہ بمعنی صاحب شریعت جدیدہ پس جہاں کہیں لفظ تشریح یا شرع یا اس کے ہم معنی حضرت شیخ کی اصطلاح میں مشتمل ہے اس سے اصطلاح شرع کا ہی مراد ہے نہ لغوی نبوت جو حیوانات تک میں مانتے ہیں۔

اب اس اصطلاح کے معلوم ہو جانے کے بعد پیش کردہ عبارات کا مطلب بالکل واضح ہے کوئی اس کے حل کرنے میں دشواری نہیں۔

مزید برآں مختار مدعا علیہ و گو اہان مدعا علیہ اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی عبارت قطع و بریدہ کے نہ پیش کرتے تو اس قدر مغلطہ کبھی نہ لگتا صرف اس خیانت نقل سے یہ مغلطہ پیدا ہوا اور اس واسطے اس پیش کردہ فقرہ انما ارتفعت نبوة التشریح کا ابتدائی لفظ ولہذا افلنا کو کاٹ کر پیش کیا گیا تاکہ کوئی اس کا مقابل سے ربط نہ سمجھ لے جس سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک

اس معاملہ میں معلوم اور واضح ہو جائے اہل کل عبارت ملاحظہ ہو۔ اول ما بدی بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحي الرويا فكان لا يبرى رويًا الا اخرجت مثل فلق الصبح وهي التي ابقى الله على المسلمين وهي من اجزاء النبوة فما ارتفعت النبوة بالكلية واهلًا قلنا انما ارتفعت النبوة التشريعية فهذا معنى لا بنى بعدد يعني وحي برس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تو وہ رویا تھی پس آپ کوئی رویا (خواب) نہ دیکھتے مگر وہ صحیح کی روشنی کی طرح سچا ہوتا تھا اور یہ ہی صحت پسے خواب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے باقی رکھا ہے اور یہ اجزاء نبوت سے ہیں اس لیے نبوت ہکلی نہیں اٹھائی گئی اور اس لیے ہم نے کہا ہے کہ نبوت تشریحی یعنی علاوہ خواب شریعت کی اصطلاح والی) اٹھائی گئی اور یہ ہی معنی لابی بعدی کے ہیں

ملاحظہ فرمادیں کہ کس صفائی سے یہاں شیخ اکبر نے اجتماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رویا ہے اور اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے اور پھر آگے لکھا ہے :-

اسم الابی ترال بعد رسول اللہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے بنی کا نام زائل ہو گیا یعنی اور کوئی شخص نبی بن کر نہیں کہا سکتا اسی سلسلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ مع ہذا الا يطلق اسم النبوة ولا بنی الاعلیٰ مشرع خاصہ یعنی نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشرع یعنی سواہ شرعی نبی کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ ہی کہتے ہیں اور بنی کا نام ان پر بازنہیں سمجھتے اور پھر شیخ اکبر اس سے بھی زیادہ صفائی سے لکھتے ہیں و ہذ کلمہ یعنی یہ سب کچھ دوحی کا آنا اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے بنی کو خاص کیا جاتا ہے اور ولی سے ممتاز کیا جاتا ہے وہ شرعی اصطلاح کی وحی ہے پس سواہ نبی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا اور سواہ رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا۔

پس ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے شیخ اکبر شارع اور نبی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریح سخت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کر کے تصریح فرما رہے ہیں کہ ولایت کے علاوہ ہر قسم کی نبوت نبوت تشریحی ہی ہے نختار مدعا علیہ نے محض مطلب برآری کے لیے ان کے اقوال میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور جن اقوال میں سے یہ قول ان کا صاف ہوتا تھا اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی تھی اسے کاٹ دیا حضرت شیخ اکبر کے اس قسم کے بہت سے اقوال موجود ہیں جو جرح میں آچکے ہیں۔ اس وقت طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کرتا وہیں سے مفصل ملاحظہ فرمائے جاویں جو مخصوص اس عبارت سے متعلق ہیں ان کا صرف اول و آخر پتہ کے لیے

بطور حوالہ کے درج کرتا ہوں۔

(۱) فهم و رشتہ الانبياء ... تا ... لا يكون مشرعاً (بحوالہ فتوحات)

(۲) من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوه الخ (بحوالہ فتوحات)

(۳) وهذه بنوة سادية في الحيون الخ (بحوالہ فتوحات)

(۴) وكذلك تنقطع في الآخرة بعد دخول الجنة والنار بنوة التشريع لابنوة العامة

(۵) ولذا كان يوليه ... تابين جنه (لواقبت)

(۶) وادعاء بنوة فتدا انقطعت الخ

کے ہر قسم کی (ظلی و بروزی مستقل وغیرہ مستقل) کا دعویٰ منقطع

ہو چکا۔

(اس مسئلہ کے متعلق شیخ اکبر رحمہ اللہ کا آخری مصرح اور قطعی فیصلہ)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اپنی سب سے آخری تصنیف نصوص الحکم میں تصریح فرماتے ہیں کہ
نصوص الحکم مع تاویل الحکم ۲۲۴ و ۲۲۵ و جرح گواہ مدعا

اعلم ان الولایہ ... تا والسنتہ

علیہ ۲۴ مارچ ۱۳۲۳ھ

اس حوالہ میں مشرع اور مشرع لہ دونوں قسموں کے نبی کی تصریحاً نفی موجود ہے یعنی نہ امتی نبی بن سکتا ہے نہ غیر۔
نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت بلکہ یہاں تک شیخ کے کلام میں تصریح موجود ہے کہ صرف اوامرا
۰ ذابہی کا دعویٰ بھی بیدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اصطلاح شرع کی نبوت کا دعویٰ ہے "سواءً وفاقاً
شرعاً وخالفاً خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف اور مستقل ہو یا غیر مستقل فان کان مکلفاً
ضربنا عنقه والا ضربنا عنده صحفاً کہ اگر وہ مجنوں نہیں تو اس کی گردن مار دی جائے گی ورنہ اس سے اعدائے
کیا جائے گا یہ حوالہ بیانات اور جرح میں لواقبت جلد ۲ بحث ۲۵ ص ۲۸ پر موجود ہے مفصل حوالہ جات ۲۹ مارچ
کی جرح گواہ مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائی جائے اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو قطع
ویرید کر کے ان کی طرف کسی عبارت کو منسوب کر کے یہ مطلب لینا کہ ان کے نزدیک امتی نبی آسکتا ہے
اور صرف مستقل صاحب شریعت نبی کا آنا بند ہے جو ناسخ شریعت مجددیہ ہو صریح ظلم اور بہتان عظیم

ہے۔

دوسری حدیث

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء الخ
خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

- (۱) بنی اسرائیل میں سیاسی وغیرہ سیاسی نبی ہوتے تھے حضرت موسیٰ نے جس سیاست کو شروع کیا اسے ناقص قرار دیا اور فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ نلفاء ہر کام انجام دینگے اس میں یہ نہیں کہ امتی نبی نہ آئے گا۔
- (۲) بحوالہ بیان تاویل بعدیت متصلہ۔

(الجواب)

(۱) اس پہلے جواب کا مدار صرف یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں کہ امتی نبی نہ آئے گا حالانکہ اس میں واسطہ لائینی بعدی موجود ہے جس میں باتفاق علماء ہر قسم امتی وغیر امتی ظلی و بیروزی نبی بننے کی نفی ہے اور لائینی جنس نفی عموم ہی کے لیے حقیقتاً استعمال ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی لائینی بعدی میں نفی عام مانا ہے ابام الصلح ص ۱۲۶ پس یہ تاویل محض بے سود ہے اور نہ صرف علماء وائمہ و اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تفسیر کے بھی خلاف ہے۔

(۲) اس بیان کا بلاوجہ حوالہ دیا اس میں بعدیت متصلہ بلا کسی قرینہ کے مراد لیا ہے اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے کہ یہاں ہرگز بعدیت متصلہ نہیں درجہ نشا بطہ کلیہ نہ رہے گا اور عموم نفی باطل ہو جائے گی نیز و سیکون خلفاء خود بتا رہا ہے کہ یہ متصلہ نہیں تمام زمانہ بعد مراد ہے تفصیل کے واسطے اصل حدیث معہ تشریح بیان گواہ مدعیہ و الف و ہ و م ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسری حدیث ختم بی النبوة کا جواب)

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

اگر ختم کے معنی بھی ایسے جائیں تو الف و لام تخصیص یا عہد کے لیے ہوگا یعنی جو بالاستقلال نبی تھے آپ کے فیض سے نبی بننے کی نفی نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الہیہ میں یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے شارع بنائے۔

الجواب

۱) اصل الف و لام تخصیص عہد کے واسطے نہیں بلکہ حقیقتہً جنس کے واسطے آتا ہے خصوصاً جب کہ مسادر پر داخل ہو لہذا یہاں کسی طرح تخصیص جائز نہیں نہ کسی شارع حدیث نے اس کی تخصیص کی۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی قرآنی رائے ہے تمام شراح حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص بر قسم کی نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اکثر حوالے بیانات میں بسلمہ ختم نبوت گزر چکے ہیں اس کے خلاف معنی قرآن پاک اور صریح و صحیح احادیث کے بالکل حارض ہوں گے لہذا وہ کسی طرح قبول نہیں ہو سکتے۔

۲) شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ہرگز یہ مراد نہیں لیا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا ترجمہ کر دیا رہاں لفظ یہ میں۔

کہ ای لا یوجد من یامسرة الاسبغاسد بالمشروع علی الناس جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ امر فرمائے لوگوں پر شریعتہ بیان فرمائے۔ لفظ مشروع کے معنی سخت عرب میں صرف شریعت بیان ہی کرنے کے ہیں نہ شارع بنانے کے ملاحظہ ہو منہی اللارب۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کا مطلب بالکل واضح ہے اس کا تو احتمال ہی نہ تھا کہ کوئی صاحب شریعت نبی آئے غیر صاحب شریعت جس کا کام صرف شریعتہ بیان کرنا ہو وہ بھی نبی نہیں آسکتا یہ حوالہ تو صریح ہمارے موافق مؤیدیت صرف مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی یا اپنی اصطلاح میں غلط ترجمہ کر کے مطلب مختل کر دیا تھا اور نہ مطلب بالکل واضح ہے۔

اور اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے معنی شارع بنانے کے ہیں بھی ایک منالطہ یہ رہ جاتا ہے کہ من کا لفظ عام تھا اس کے معنی یوں کرنا کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا محض اپنی ایجاد سے ترجمہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ نہ پایا جائے گا وہ شخص جس کو خدا شارع بننے کا حکم کرے یا شارع یعنی نبی بنائے اور یہی ہم کہتے ہیں باقی شارع نبی کا مراد ہونا علاوہ بدیہی ہونے کے فتوحات یکمہ سے بحث وحی میں پیش کر چکا ہوں کہ لا یشروع الا البنی ولا یشروع الا الرسول خاصہ (فتوحات یکمہ بحوالہ سابق) یعنی شارع نبی غیر مستقل اور شارع رسول یعنی نبی مستقل ہوتا ہے پس شارع بمعنی نبی ہوا مستقل صاحب شریعتہ ہو یا غیر مستقل۔

کیونکہ نبی کو بھی شارع بتایا اور رسول کو بھی اور فتوحات میں تصریح ہے کہ نبی بلا شریعت بدیدہ والے کو اور رسول صاحب شریعت بدیدہ کو کہتے ہیں (فتوحات بحوالہ گذشتہ)

لہذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت بالکل مسلمانوں کے مطابق ہے کہیں مختار مدعا علیہ کی تائید کا شبہ تک نہیں اپنی طرف سے اس نے لفظ نبی اضاافہ کر کے شبہ میں ڈالا تھا۔

۱) پوچھی حدیث ان العاقب الذی

اس کے جواب میں صرف لابی بعدی کو درج اور راوی کا اضافہ بتایا ہے اور میں نے جو ترمذی سے پیش کیا تھا سے بحوالہ حاشیہ بخاری فتح الباری فظا ہر الادراج سے رو کر ناچا ہے حالانکہ یہ صرف مغالطہ ہے لابی بعدہ ضرور راوی کا ہے اور وہ مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ یا ترمذی کی ایک روایت میں ہے اور ترمذی ص ۲۱۰ پر جو لفظ میں نے پیش کیا ہے کہ قال ان العاقب والعاقب الذی لیس بعدی نبی کہ میں عاقب ہوں اور خود ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاقب کی تفسیر فرماتے ہیں کہ عاقب کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں لہذا میں عاقب یعنی بالکل پھلنا ہی ہوں۔ اس کو کسی نے درج نہ بتایا بلکہ خود امام ترمذی ج ۱ ص ۱۰۱ حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ”ہذا حدیث حسن صحیح“ کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد بخاری کے حاشیہ سے نقل کر کے اور تفسیر بنانا ”متکلم کی تصریح کے خلاف ہے“ دوسرے وہاں ص ۴۱ بخاری ج ۲ کے حاشیہ ”تسلطانی نے لغوی معنی اس کے نقل کیے ہیں۔ اسے تفسیر اور مراد متکلم قرار نہیں دیا۔ حتیٰ کہ اس تفسیر سے متعارض ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ترجمہ اور تفسیریں تعارضی نہ سمجھا گواں غلطی میں فرق ہو۔“

۲) پانچویں حدیث لہم یتق من النور الا المبشرات

اس کا جواب دیا کہ بہر حال نبوت کا ایک جزو مبشرات تو باقی ہے پس نبوت باقی رہی اور اس کی تائید مولانا محمد سن کی کتاب کو اکب در یہ ص ۱۳۸ و ص ۱۳۹ سے پیش کی ہے۔

اس کے جواب ہی کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر بقائے نبوت سے صرف ابھی خواہیں دیکھنا مراد لیتے ہیں تو اس میں کسے اختلاف ہے۔ مگر میں اوپر بحوالہ فتوحات دیوانیت پیش کر چکا ہوں۔ اس میں لفظ نبی اور رسول کا اطلاق یا دعویٰ نبوت کسی قسم کا جائز نہیں۔

کو اکب در یہ باوجود غیر مسلم ہونے کے ہمارے خلاف نہیں اس پیش کردہ عبارت کا آفری حصہ ملاحظہ فرمادیں وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریحی جو نسیم ہو گئی دوسری نبوت یعنی خبر دادن ہے اس کو مبشر کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ جس میں روایا ہے باقی ہے (کو اکب در ص ۱۳۸)

نبوت تشریحی کو بند اور نبوت لغوی یعنی خبر دادن جس میں مبشرات ہیں۔ باقی بتاتے ہیں۔ اس میں کسے خلاف ہے نبوت حقیقی تو باقی نہیں۔

چھی حدیث: انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم و مسجدی آخر المساجد

ایسی روایت سے ابن ماجہ اس کے دور اور مولیٰ کو تقریباً ایک صفحہ میں مجروح کرنے کی سعی کی ہے۔ حالانکہ کسی ایک دو کے کلام کرنے سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا۔ ائمہ جرح و تعدیل کا آخری فیصلہ اس کی صحت کا ہے۔ اور جو روایات ابن ماجہ کی جرح ہیں۔ اس میں اسے شمار نہیں کرتے مزید برآں روایت ابن ماجہ کے علاوہ آخر انبیاء با آخرہ کی اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً۔

(۱) انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ ص ۱)

(۲) جعلت آخر النبیین کنز العمال گ ۱ مدعیہ

(۳) آخرہم فی البعث کنز العمال گ ۱ الف مدعیہ وغیرہ۔

ان میں پہلی تو حدیث صحیح مسلم کی ہے جو بخاری کے ہم پلہ صحیحہ میں شمار ہے دوسری دونوں کنز العمال کی سند صحیح ہیں پیرم لے آخر المساجد کی شرح اسی کنز العمال کی دوسری روایت انا آخر الانبیاء و مسجدی آخر المساجد الانبیاء سے پیش کر دیا تھا کہ پہلی روایت میں راوی نے انتہاء سے کام لیا ورنہ صحیح روایت یہ ہے کہ میں آخر نبی ہوں اور میری بعد نبیوں کی تیار کردہ مساجد سے آخری ہے نہ کوئی نبی آ سکتا ہے نہ کوئی نبی کی مسجد بنے گی یہ تمام احادیث لاجواب ہیں صرف مخصوص ابی امامہ کی حدیث ابن ماجہ کو لے کر جرح نقل کی۔ اس سے کچھ ایسا صحاح احادیث پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

ساتویں حدیث

مثلی و مثل الانبیاء من قبل الخ

اس کا پھر بھی جواب نہ بن آیا۔ اور یہ بکھر ٹال دیا کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو دو امر۔

۱) جیسے پہلے نبی آئے تھے ایسے نہ آئیں گے۔

۲) یہ کہ پہلے نبیوں سے اب کوئی باقی نہیں

حالانکہ یہ عنصیب محض تاویل ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی قرینہ تخصیص نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قصر نبوت کی اپنی آپ کو آخری اینٹ اور خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ وہ نبوت جس میں صاحب شریعت وغیر صاحب شریعت تشریحی وغیر تشریحی دونوں شامل ہیں اس کی آخری اینٹ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں۔ اصل استدلال انا تلک اللبنة آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اینٹ قصر نبوت کی ہونے سے ہے جو بحالہ باقی ہے فتح الباری ص ۶۰ پر بھی اس کی تائید ہے کہ آپ

نے انبیاء و نبوت اور ان کے بعثت و ارشاد کو اس قول سے تشبیہ دی۔ وہاں کہیں بھی مستقل و غیر مستقل کی تفصیل نہیں۔ اور محض ایک ٹکڑہ نقل کر کے مغالطہ کی سی کی گئی ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس قدر قطعی اور مزینج ہے کہ کوئی بھی تاویل ناممکن ہے۔ اصل حدیث معہ توفیح و تشریحی بیان گواہ مدعیہ رالف و رادمہ و ماسے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

آٹھویں حدیث۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر

کیونکہ اس سے انسداد نبوتہ پر خود مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا اور وہی پیش کیا گیا تھا جو ابلی بخت میں کچھ جواب نہ ہو سکا اور یہ کہہ کر مالا اس سے مرزا صاحب کی مراد وہی نبوتہ ہے جو مستقل طور پر براہ راست سے اور تفصیل کے لیے بیان کا حوالہ دیا۔ حالانکہ نہ بیان کوئی جواب ہو سکا ہے۔ اور نہ وہاں اصل حدیث معہ تشریح و توفیح بیان گواہ مدعیہ رالف و ماسے ملاحظہ ہو۔

نویں حدیث سیکون فی امتی

اس کے جواب کے لیے بیان کا حوالہ دیا مگر اس کا جواب الجواب مطلقاً تفصیل محدود جالوں اور تقریباً من الثلین کے الفاظ سے دیا جا چکا ہے کہ تعداد نہیں بلکہ تقریباً اور اندازاً یا شوکت مدعیان کاذب کا ذکر ہے اب اس جوابی بخت میں اس میں لے کر بات اور قابل طور سے اسے یہ نیا اضافہ کیا کہ بیس کا عدد معین فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا ضرور ہوگا۔ یہ تاویل محض ناقابل قبول ہے جب کہ اس تعداد سے زیادہ اور تقریباً من الثلین وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں کہ اسی تعداد میں محدود نہیں یہ صرف اندازہ یا یا شوکت مدعیان کاذب کے لیے ہے جیسا کہ اصل شہادتوں میں حوالوں سے گزر چکا اور گواہان مدعیہ نے جرح میں اس پر کافی روشنی ڈال دی ہے۔

اس کی تائید میں اکمال الاکمال سے ایک نہایت ضعیف حدیث بھی بحوالہ طبری نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک حدیث ہی نہیں۔ اور ہم اسے اگر صحیح بھی مان لیں اور جرح و تعدیل میں نہ الجھیں تو بھی معنی کے لحاظ سے مدعا علیہ کے مفید مدعا نہیں ہے۔ کیونکہ الامن شاد اللہ سے صرف نزول عیسیٰ بن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ کیا جائے۔ وہ بحیثیت ایک مجدد امتی ہوں گے بحیثیت نبی نہ ہوں گے گواہان میں صفت نبوت و رسالت سابقہ باقی ہو مفصل اوپر گزر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر مرزا صاحب کی براہین حصہ پنجم ص ۱۴۶ و ص ۱۴۴ سے اس حدیث کے متعلق نقل کرنا محض بے سود ہے وہ کیا حجت ہے جب کہ دعویٰ نبوت بلکہ اُس سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے کیونکہ اُس کا سن تالیف اپریل ۱۹۰۵ء ہے جب کہ تمام قرآن و احادیث کے معنی بدل کر تحریف کر چکے تھے۔

اپنے دعویٰ کے مطابق ۱۳ احادیث پیش کی ہیں جن میں کل ۹ احادیث کی تاویل پیش کی جس کی حقیقت اُوپر پیش کر چکا ہوں۔ ان میں سے بھی لاجواب رہیں اور چونکہ پیش کردہ احادیث کل ۲۶ ہیں لہذا بقیہ ۱۳ بھی لاجواب ہیں۔ پس سترہ احادیث تو ایسی لاجواب ہیں کہ جن کے جواب کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ **قُلْتَهُ الْحَمْد**

۱۳

اجماع کی بحث

مباردنا علیہ کی توابی تفریہ کا خلاصہ

- (۱) ان معنی پر نہ صحابہ کا اجماع ہوا نہ ان کے بعد ثابت ہے۔
- (۲) ہم نے علماء کے اقوال سے اس کے خلاف ثابت کیا۔
- (۳) ایسے مسائل جو ہم و اجتہاد سے تعلق رکھتے ہوں اُس کے متعلق تمام امت کے اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے
- (۴) سوائے اجماع صحابہ کے باقی کا انکار کفر نہیں۔
- (۵) اختلاف فیہ الاثنان سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔
- (۶) گواہ مدعیہ نے ۲۸ اگست کو اصول حنیفیہ اجماع صحابہ کے منکر کو کافر اور ما بعد کے منکر کو فاسق و مبتدع بنایا ہے۔

- (۷) کتاب الابانتہ میں اجتمعت الامتہ علی ان اللہ عزوجل رفع علی الی السماء ہی پر بھی امام مالک نے ان کی وفات کی تصریح فرمائی ہے اور گواہ مدعیہ نے ۲۹ اگست کی جرح میں اُس کے خلاف کوئی قول نہ پیش کر سکا۔ اسی طرح اور بھی اکابر نے عیسیٰ کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔
- (۸) امام رازی کے قول کا جواب فوائد الرحمت سے دیا گیا حالانکہ اُسی پیش کردہ کتاب کے حاشیہ میں رازی کے قول کی تائید موجود ہے۔

(۹) مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اتر معنوی کا ذکر نہیں کیا۔

(الجواب)

- (۱) محض غلط ہے میں صحابہ اور تمام امت کا اجماع پیش کر چکا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ ہیڈنگ «اجماع

امت نبیہا شفاء تانی بیاض جلد ۲ ص ۲۴ و ص ۲۶۲ بحوالہ گواہ مس لا تشا اخبارتا اجماعاً اسمعاً
نیز حوالہ من السمان ج ۸ ص ۲۹ مما نطقت بہ الکتاب الخ وغیرہ وغیرہ

(۲) ہرگز کسی ایک عالم کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہ کر سکے ہاں قطع و برید اور اول و آخر و درمیان میں
تباہی تراش کر کے غلط ترجمہ کر کے خلاف تصریح اور مراد متکلم کچھ حوالے پیش کئے تھے۔ جن کا مدلل جواب
اور خیانتوں پر تنبیہ ہمیشہ ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ مسئلہ فہم و اجتہاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ عقائد اور ضروریات دینی سے ہے اس معنی کے انکار و اقرار
پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ کے حوالہ گواہان مدعیہ کے بیان میں اپنی جگہ پر گزر چکے
اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) یہ بھی غلط ہے بلکہ اس کے سوا بھی اگر کسی منصوص شے پر اجماع ہو تو وہ بھی قطعی ہوتا ہے جس کے منکر کا
وہی حکم ہے یہ بھی بحوالہ نور الانوار ص ۲۲ حکم ما فی الاصل الخ او ص ۲۲ کونہ من الحساب او
مترہ لا یشترط الخ اہل بحث میں بسلا اجماع گزر چکا کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ اثنان ہا وجودیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کو مسلم ہے کہ اس
کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ تصریح ہے
جتمعت الامۃ کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے۔ بحوالہ شفاء۔ و روح المعانی۔ و ابن کثیر
وغیرہ نقل کیا اس لفظ و یختلف فیہ اثنان میں تامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ و تصریح لفظ و علیہ الاجماع
واجتمعت الامۃ میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے۔ اور نقل بھی ائمہ دین کی ہے۔

(۶) گواہ مدعیہ ملتے جلتے جن بعد و اسے اجماع کے منکر کو فاسق و مبتدع بتایا ہے وہ وہی اجماع ہے جو غیر منصوص
شے پر ہو نیز اس مسئلہ متنازعہ میں تو صحابہ کرام اور تمام ائمہ و امت کا اجماع ہے لہذا یہ بحث ہی فضول ہے۔

(۷) کتاب الابانتہ سے حوالہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے متعلق تمام امت صحابہ
و ائمہ سلمین کا اجماع ہے اس کی تردید میں جو امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا وہ محض غلط ہے امام مالک ہرگز وفات
کے قائل نہیں اسی جگہ اکمال میں ابن رشد سے منقول ہے یعنی بموتہ خروجہ من عالم الادھن الی عالم السماء
(اکمال ص ۲۶۵) یعنی اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم ارض سے عالم سماء کی طرف منتقل ہو گئے۔

وفات ہرگز مراد نہیں۔ یہ کہنا کہ گواہ مدعیہ جرح میں اس کے خلاف نہ پیش کر سکا محض افتراء ہے اسی
وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اکمال لے کر اور ایک ورق اُٹھ کر ص ۲۶۶ سے ۲۶۸ سے
تصریح امام مالک رحمہ اللہ علیہ السلام اور ان کے نزول کی پیش فرمادی تھی۔ اور اسی عقیقہ کے حوالے سے

اول وافر ملاحظہ ہو۔ وفي العتبیة قال مالک بینا الناس تالا هل الارض (ص ۲۶۶)۔
 ایضاً وقد تقدم — تا فاذا عیسیٰ قد نزل (ص ۲۶۵) عدالت صفحہ جرح سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ غلط بیانی معلوم ہو جائے۔
 عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے تاکہ غلط بیان معلوم ہو جائے۔ یہ کہنا کہ اس طرح اور بھی اکابر نے وفات
 مسیح تسلیم کیا ہے۔ محض غلط ہے۔ کسی ایک نے بھی تسلیم نہیں کیا صرف قلع و برید و الہام ہے۔ موضوع بحث
 نہیں۔ ورنہ تمام حوالجات موجود ہیں (ملاحظہ ہو تلخیص الجیمیر ص ۳۱۹) اور فتح البیان ج ۲ ص ۲۳۳) اور بحر المحیط
 ج ۲ ص ۴۴۲ نہر الماد ج ۲ ص ۴۴۲ و جیمیر ص ۵۲۔

اور مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلم بزرگ امام شعرانی کی یو اقییت ج ۱ ص ۱۳ جس میں مفصل تمام صحابہ
 و ائمہ و مسلمین سے تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام متحدہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کوئی ایک مسلمان بھی
 خلاف نہیں۔

(۸) امام رازی کا قول جہاں مسلم الثبوت میں نقل ہے۔ وہیں علامہ بحر العلوم نے اس کی تردید نقل فرمادی ہے۔ کہ وہ
 صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت ہے۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس کے حاشیہ میں تائید قول امام رازی موجود
 ہے محض غلط اور ناقابل التفات ہے۔ مطالبہ کیا۔ پیش نہ کر سکے۔ مطبع دریافت کیا۔ بتا نہ سکے۔ صرف
 یہ کہتے رہے۔ کہ جو کتاب مختار مدعیہ نے پیش کی تھی۔ اسی کے حاشیہ میں ہے۔ حالانکہ بار بار کہا گیا۔ کہ وہ معری
 تھی۔ اس پر کوئی حاشیہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہی کہتے رہے۔ اور حوالہ نہ پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ یونہی غرضی اور غیر
 مغیبات ہے۔

(۹) یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اتر معنوی ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ عدالت خود شہادت
 قرآن از ص ۲ تا ص ۵ ملاحظہ فرمادے۔ خصوصاً فقرات ذیل۔

”تو اور بھی اس تو اتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔“

”اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ کہ اس کے تو اتر سے انکار کیا جائے۔“

”ان کی قطعیت اور لوازم کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت نبوت اور دیوانگی کا ایک ضعیفہ ہے۔ اور یہ ایک
 حدیث نزول عیسیٰ کے تو اتر معنوی کے متعلق ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔“

(۱۴)

(سید کذاب وغیرہ کے قتال کی وجہ)

(۱۵)

(اسلامی بادشاہوں کے فیصلے)

(۱۶)

(مسئلہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا)

اس کا کوئی بھی جواب سوائے حوالہ شہادت گواہ مدعا علیہ کے نہ پیش کر سکا۔ ہم بھی اس کے متعلق گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاکہ طوالت اور تکرار نہ ہو۔ نیز ملاحظہ ہو جرح گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۲ گواہ مدعیہ ۲ کی جرح سے ایک فقرہ نقل کیا کہ اس نے احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ حالانکہ وہ تغیر اس قسم کا ہے۔ بیساکہ مرزا صاحب نے کیا۔ یہ بھی تصریح ہے۔ اصل کل جواب ملاحظہ فرمایا جائے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ کہ وہ مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں تھا۔ بلکہ اتباع میں اور اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ ہی کہلاتا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱/۹ مارچ ۲۳ء و ۲۸/۲۸ مارچ ۲۳ء

(۱۷)

(علماء نے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے؟)

خلاصہ تاویلات۔

- (۱) مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جو حجتہ نہیں۔ مفسرین تو کجا رہے صحابہ رض کا فہم بھی حجتہ نہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔
- (۲) پھر تقلید کے خلاف کچھ حوالہ عقدا مجید سے نقل کئے ہیں۔
- (۳) آخر میں یہ کہ اگر مفسرین کے اقوال کا نہ نہ دیکھتا ہو تو ملاحظہ ہو بیان مدعا علیہ ۱۔

(الجواب)

اصل جواب اور بحث سے کرہ بزرگ کے غیر متعلق باتیں اٹھا دیں۔ میں بوجہ خوف طوالت کے مفصل جواب اس وقت پیش کرتا نہیں چاہتا۔ اجمالاً مرتب جواب نہایت ہی اختصار سے عرض ہے۔

- (۱) میں نے صرف مفسرین ہی کے اقوال نقل نہیں کئے۔ بلکہ صحابہ کرام رض اور ائمہ دین متکلمین اور فقہاء کے مفصل اقوال و تحقیقات درج کی ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اصل میری بحث اور بیانات گواہان مدعیہ سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ نیز اکثر مفسرین کے وہ حوالے نقل کئے ہیں کہ جن کی صحت میں کسی کو بھی کلام نہیں خصوصاً ابن جریر طبری جنہیں مرزا صاحب نے بھی مفسرین مانا ہے۔ اور ابن کثیر جن کے حوالے مرزا صاحب نے بھی بڑے وثوق سے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸ اور جرح گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲۸ مارچ ۲۳ء جس کا مفصل حوالہ ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مرزا صاحب خود اس تاویل کے خلاف تصریح فرما رہے ہیں۔
- (۲) ایسے بڑے بڑے علماء اور ارباب بصیرت توفی کے سن آسمان پر اٹھانا بیان کر رہے ہیں تو پھر کسی کی کیا

حقیقت و سرمایہ ہے کہ اس تفسیر کو توڑ سکے۔ (اربعین ص ۲۱ ملخصاً)

”جو ان تفاسیر کو نہ مانے وہ درحقیقت اس بات کا قائل ہے کہ گو یا ائمہ مفسرین نے نادانی سے ایسی تفسیر کی نحو ذباتہ

منہ (اربعین ص ۲۱ ملخصاً)

باقی یہ کہنا کہ صحابہ سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں یہ اگر چہ پچھلے مباحث اور بیانات میں صاف ظاہر ہو چکا ہے۔ زیادہ ضرورت نہیں پھر بھی بر تقدیر تسلیم گزارش ہے کہ دینی امور خصوصاً ایمانیات و عقائد میں کسی ایک شخص نے بھی صحابہ کرام کو غلطی پر نہ کہا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اختلاف بھی اختلاف صحابی رحمت سے رحمت فرمایا اور ہر صحابی کے ہدایت پر ہونے کی تصریح اصحابی کالنجوم باہمواقتدیتہم اہتدیتہم کلمہ علی ہدی سے فرمادی۔ پس اس مسئلہ نبوت و ختم نبوت میں ان کی تحقیقات کے متعلق خصوصاً جب کہ وہ بالکل قرآن پاک و احادیث صحیحہ صریح کے موافق ہے۔ نیز سب کا اجماع بھی ہے۔ ایک شخص کی رائے بھی نہیں۔ کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ تقلید کو رائے کا سوال یہاں بے محل ہے۔ نہ مسئلہ تقلید زیر نزاع ہے۔ ورنہ اصل جوابات پیش کردہ کی تشریح و دیگر جوابات پیش کرتا۔ یہاں تو اس قدر گزارش ہے کہ وہ تقلید بلا دلیل قرآن و احادیث و اجماع کے صریح خلاف کے متعلق ہے۔ جو جاہلانہ تقلید ہے۔ جس کی مذمت علماء نے کی ہے۔ اور یہاں تقلید محمود کا ذکر ہے جو ان مسائل کے متعلق ہے جو قرآن پاک و احادیث دائمہ ہدای و اجماع صحابہ و مسلمین کے سرموظلات نہیں اس لئے اس کا بھی جواب ہو گیا۔

(مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی)

(اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا منظور ہو۔ تو ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعا علیہ۔ جو بیان عدالت میں داخل ہوا ہے اس میں اقوال کا نمونہ داخل نہیں۔ سب کاٹ دیا گیا ہے۔ پھر بھی گواہ مدعا علیہ نے یہاں غلط بیانی کی۔ اور معاملہ کے طور پر بیان کا حوالہ دیدیا۔ یونہی متعدد جگہ غیر داخل شدہ بحث کا حوالہ دیا ہے۔ جو ریکارڈ میں نہیں لکھیں۔ گویا وہ کاپی بھی ہے۔

۱۔ پہلا حوالہ ابن کثیر ص ۸۱

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔ ایک تاویل کر کے صرف یہ کہہ دیا۔ کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک ایسے انبیاء کی آمد ممتنع ہے جو میلہ و اسود عتسی کی طرح ہوں۔ جو جھوٹے یا فاسق یا فاجر وغیرہ ہوں اور پھر مرزا صاحب کی صداقت پر بحث شروع کی۔

”جس پر یہ عدالتی نوٹ موجود ہے کہ، مگر اس حوالہ سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا جو مختار بیان کرتا ہے مرزا صاحب کی صداقت کا سوال چونکہ مقدمہ زیر بحث میں نہیں لایا گیا۔ اس لئے یہ حوالہ خارج از بحث کیا جاتا ہے۔ بس ہمیں بھی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں عدالت خود اس ابن کثیر کے حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۱۲

دوسرے وقت پر ملاحظہ فرمائے کوئی بھی اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ضمانت کسی ایک مثال کے دینے سے وہ مسئلہ اسی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق اشاعت السنۃ ج ۷، ۹ سے براہین کا ریویو نقل کیا ہے اس کے جواب کے واسطے بھی اشاعت السنۃ سے میرا پیش کردہ مولوی محمد حسین صاحب کا خط مرزا صاحب کے نام ملاحظہ فرمایا جاوے۔

دوسرا حوالہ

روح المعانی ج ۷، ص ۶۷ و کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
خلاصہ تاویل۔

ضمیمہ کا مرشح یا خاتم النبیین ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اس کے معنی یہ ہوں گے جو ایسی نبوت کا دعویٰ کرے جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کر کے وہ کافر ہوگا۔

(الجواب)

عدالت خود اس حوالہ کو گواہ مدعیہ بدالف دہا و دہا و دہا کے بیان سے ملاحظہ فرمائے اور خاتم النبیین کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے نبیوں کے آخری نبی بعد اس کے اس معنی سے خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ و سنتہ رسول اللہ کی تصریحات اور اجماع امت کے موافق بن کر حکم لگایا ہے کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہوگا۔

اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جاوے گا۔ مرشح ضمیمہ خاتم النبیین یعنی مذکورہ سے نہ صرف لفظ خاتم النبیین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار خاتم النبیین کے منافی ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

تیسرا حوالہ

شرح شفاء ملاء علی قاری ج ۲ ص ۵۱۸ و ۵۱۹

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس میں مسیلمہ اسود عتی اور قبائل یہود کی مثالیں ہیں پس منتقل اور خبیثی نبوت ناسخ شریعت کے

دعویٰ کا کفر ہونا مراد ہوگا۔

- ۲) اخیر عبارت میں کھولا ہے کہ اگر اس سے حقیقی مراد لیں درنہ مجازی نبوت کفر کا موجب نہیں ہوتی۔
 ۳) مرزا صاحب مجازی کے مدعی ہیں جیسا کہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۵ اور انجام آقہم ص ۲۸ اور سراج منیر ص ۲۰ میں ہے نیز بیان گواہ مدعا علیہ ص ۱

(الجواب)

(۱) یہ تخصیص تاویل مخصوص محل ہے عدالت خود اس حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۱ اور ص ۲ سے ملاحظہ فرمائے کسی قسم کی تخصیص کا احتمال ہی نہیں رہا تو حکم مطلق دعویٰ نبوت کے واسطے ہے خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ کسی ایک مثال سے وہ قاعدہ کلیہ اسی جزئی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔

(۲) ہم بھی کہتے ہیں کہ مجازی نبوت بھی بشرات وغیرہ جس میں کوئی کسی قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من حفظ القرآن فقد ادرج النبوة بین جنسہ

جس نے حفظ قرآن کیا اس نے نبوت اپنے سینے میں پھر لی یا لغوی معنی نبوت کے بمعنی خبر و اذن جسے شیخ اکبر نے حیوانات میں بھی مانا ہے کہ وہی سادیہ فی الحيوانات اسے کوئی بھی کفر نہیں کہتا۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی مختلف عبارات کوئی ۱۸۹۵ء کی کوئی کسی اور سہ کی جو مختلف پیش کر کے یہ چاہا ہے کہ وہ مجازی نبوت کے مدعی نہیں رہا لکن ان کے حقیقی ادعاء نبوت پر گواہ مدعیہ عدالت نے بہت سے حوالہ اور گواہ مدعیہ ص ۱ نے مختلف واضح تصریحات پیش کر دی ہیں۔ ان متعارض عبارات اور اختلاف کا فیصلہ ہم مرزا صاحب کے خلیفہ دوم جناب مرزا محمود صاحب پر رکھتے ہیں۔ جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے۔

(فیصلہ مرزا محمود صاحب خلیفہ دوم)

”پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“ حقیقۃ النبوت ص ۱۶۲ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکورہ ص ۶۱ و ۶۲ اور ص ۲۳۷ ملاحظہ فرمائیں کس معنی سے وہ مجازی کی نفی اور حقیقی کی تصریح فرما رہے ہیں البتہ محمد علی صاحب ایم سے اس کے خلاف ہیں جو انہیں مسلم نہیں اور اسی وجہ سے ان کے ساتھ اصولی اختلاف بتاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مختار مدعا علیہ نے صرف تین حوالوں (۱) ابن کثیر (۲) روح المعانی (۳) شرح شفاء میں کچھ تاویل کی جس کا حال اوپر معلوم ہو چکا باقی اس سلسلہ کے مندرجہ ذیل حوالے بالکل لاجواب رہے تذکرہ تک نہ کیا۔

(۱) ابن جریر طبری (۲) ابن کثیر (۳) ابن کثیر (۴) تفسیر کبیر (۵) بیضاوی شریف (۶) ابی اسود (۷) شفاء قاضی عیاض (۸) شرح فقہ اکبر ص ۲۸ (۹) شرح عقائد (۱۰) مواہب لدینیہ (۱۱) صبح الاعشی (۱۲) عقیدہ حموی (۱۳) غنیۃ الطالبین (۱۴) تاریخ الخلفاء (۱۵) کتاب الفضل (۱۶) نسیم الریاض (۱۷) الصائم المسلم - (۱۸) ملل والنحل (۱۹) یواقیت مجت ۲۵ (۲۰) انسان کامل (۲۱) اشباہ والنظائر (۲۲) شرح حموی لاشباہ (۲۳) عالمگیری (۲۴) بحر الرقائق (۲۵) رد المحتار۔ ملاحظہ ہوں بیانات گواہان مدعیہ۔
یہ پچیسواں لے لاجواب میں جن میں ابن جریر مسلمہ فریقین رئیس الفسیرین اور یواقیت و بحر الرقائق مسلمہ فریقین کتاب ہے۔ نیز غنیۃ الطالبین بھی مسلم بزرگ کی ہے۔

(نوٹ)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوٹوی کی تحذیر الناس کا حوالہ کئی مرتبہ بحث میں مختلف رنگ دیکر کہیں تلویل اور کہیں اختصار سے لایا گیا ہے مفصل جواب تو حرام الحرمین اور دیوبندیوں و بریلویوں کی بحث کے سلسلہ میں آئے گا یہاں مختصراً یہ گزارش کر دوں کہ یہ مولانا پر محض افتراء ہے مختلف مقامات سے عجمہ مرتب فقرہ کاٹ کے یہ کفر یہ بنایا گیا ہے ورنہ ختم نبوت زمانی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی قسم کا نبی ہو اس حوالے کے آگے پیچھے موجود ہے بعض فقرات ملاحظہ ہوں۔

اسی پیش کردہ مسئلہ کی عبارت بنائے قاتمیت سے تا۔۔۔۔۔ ہو جاتی

سو اگر اطلاق..... تا..... جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہوگا منکر اور قاتمیت مانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ جرح گواہان مدعیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔
مصنف نے خود اپنی شرح اس کتاب کی کی ہے لکھتے ہیں۔

دلایندین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ عجیبہ ص ۱۰۳ گلزار ابراہیم مراد آباد)

گواہ مدعا علیہ نے ۸ مارچ ۱۹۳۳ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ مخالفت کے قول سے اگر صحیح ہو تاوید سکتی ہے اور پھر یہ مندرجہ ذیل تاوید بھی جرح میں کوٹ کر دی گئی ہے۔
تاوید از محمد علی صاحب ایم اے جرح گواہ مدعا علیہ ۸ مارچ۔

چھٹی شہادت مولوی محمد قاسم نانوٹوی کی ہے۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ نہ ماننے تھے۔ (آفری نبی ص ۲۶)

نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفری نبی ہونے کا

قائل نہیں ہے درجہ کی ترقی پر مبنی ہے۔ تا۔۔۔ یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آفری
نبی نہ مانتے تھے (ص ۲۱) ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۸/ مارچ ۱۳۳۲ء اور تعجب یہ ہے کہ یہ رسالہ کل ۳۲
صفحات کا ہے اور اس پر اعتراض وہ شخص قطع و برید کر کے پیش کر رہا ہے جس نے کل تحذیر الناس نہیں پڑھی
بلکہ اکثر حصہ پڑھا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۸/ مارچ ۱۳۳۲ء۔
اب نتیجہ عدالت خود اخذ فرمائے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا۔

(۱۸)

(علماء کے نزدیک رسول و نبی کی تعریف)

اس سلسلہ میں علماء کے پیش کردہ معانی میں ملاحظہ دینے کی سعی کی ہے اور کچھ قطع و برید بھی یہاں کوئی
خاص ایسی چیز نہیں پیش کی جو لائق جواب ہو شرح فقہ اکبر وغیرہ سے یہ تعریف بیانات گواہ مدعیہ میں مفصل موجود ہے
جس کے بعد کوئی بھی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی بخلاف طوالت مکرر حوالہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۹)

(ظلی و بروزی)

اس سلسلہ میں صرف گواہ مدعا علیہ کے بیان کا حوالہ دیا ہے میں بھی گواہ مدعیہ ص ۲ و ۳ کے حوالہ پر قناعت
کرتا ہوں جہاں پوری مکمل بحث ہے جس میں کوئی بھی تاویل نہیں ہوسکتی نہ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت ہے۔
پھر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہ العزیز اشادات فریدی حصہ دوم کے دو حوالہ ص ۱۱۲ تا ص ۱۱۳
نقل کیے ہیں۔ مگر بہرور بمعنی خبر و بنا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں عدالت خود بیانات گواہان مدعیہ
مرزا صاحب کی عبارت سے اس کا مقابلہ فرمائے بلکہ وہ رنگ ہمہ اوست و وحدۃ الوجود میں ہے جس کے مرزا
صاحب قائل نہیں نیز ظل التذکرہ وغیرہ جواب جرح گواہان مدعیہ میں موجود ہے۔

(۲۰)

(کہا مرزا صاحب تنازع کے بھی قائل تھے)

یہ بحث میں نہ آیا تھا اور عدالت نے اسے خارج بھی کر دیا تھا لہذا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

(۲۱)

(کیا مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا)

اولاً تقریباً (۱۴) مختلف حوالوں سے اس کے خلاف مرزا صاحب کا مسلک ثابت کرنیکی سعی کی ہے۔
مگر کسی تفسیر کے بعد مبہم عبارت اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ نیز چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہی

متعارض اقوال کی ہے لہذا حسب نصاب سابق ایک دوسرے کی شرح نہیں ہو سکتے۔ اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت بیان گواہ مدعیہ ۱۷۱ و ۱۷۲ بحث مختار مدعا علیہ ۱۷۱ یعنی مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب سے ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ دعویٰ اس قدر مصرح ہے کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں۔ پورے حوالہ کے جواب میں منصب امامت مسئلہ ۱۷۱ و ۱۷۲ پیش کیا ہے اور حضرت نون شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تیسری صدی کا مجدد و بحوالہ حج الکرامۃ مشکاۃ بتایا۔ لیکن وہاں امام وقت کی طاعت کا بیان ہے نہ کہ کسی دعویٰ یا نبوت کے منجلیم کے مدارِ نجات ہونے کا یہ اس سے بالکل ہی تعلق نہیں رکھتا۔ راست یہ عبارت اصل بیان گواہ مدعیہ ۱۷۱ سے متبادل فرمائے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

آٹھویں حوالہ کے سلسلہ میں فتاویٰ رشیدیہ و فتح المبین سے بعض اسلامی فرقوں کے اشخاص کے پیچھے نماز ماجائز یا مکروہ ہونے کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ طہری کے معنی کوئی نیا حکم نکالنا نہیں بلکہ قرآن و حدیث و فقہ کی تصریحات نقل کر کے حکم ثابت کرنا ہے۔ بخلاف مرزا صاحب کے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اور ائمہ دین کی تصریح کے خلاف ایک با حکم جو صرف انہیں کو بتایا گیا۔ اور حلت و حرمت سے متعلق ہے فرمایا ہے کہ یہ اسلاف شریعت محمدیہ رہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔ "پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تم پر حرام ہے اور فطری حرام ہے کہ کسی مکفر و کذاب یا مردود کے پیچھے نماز پڑھو۔" (نور الحق حصہ اول ص ۱۷۱)۔

بیان گواہ مدعیہ ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳ ملاحظہ فرمائیے شریعت کا کوئی سابقہ ثابت شدہ فتویٰ نہیں دے رہے ہیں بلکہ مستقل خدا سے نماز حرام ہونے کے حکم کی اطلاع کا اعلان فرمایا ہے کہ یہ حرمت کا حکم براہ راست خدا سے جدید حکم نہیں تو اور کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل قول کہاں تک درست ہے نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ کچھ کم کرتے ہیں ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

(نور الحق حصہ اول ص ۱۷۱)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عبارت خلاف حقیقت واقع ہے۔

(مسئلہ جہاد)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) یہ حکم ان کا خود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو مسیح موعود کے حکم میں فرمایا کہ جب وہ آئے گا تو دینی جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔

(۲) کچھ مسلمانوں کے عقیدہ پر اعتراض کیا ہے۔

- (۳) چونکہ اُس زمانہ میں موجبات جہاد نہ ہوں گے اس لیے قطعاً جہاد کو مرام قرار دیا اعجاز احمدی کا حوالہ مولوی محمد حسین
 بٹالوی کی تردید پر محمول کر لیا حقیقت المہدی تحفہ گولڑویہ کو وقت گزرنے پر محمول کیا۔
- (۴) ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں یا تھا اور اب نسوخ ہو گیا۔
- (۵) جہاد سنی کی حقیقت اور وقت و جوب قرآن و حدیث سے بتایا ہے۔

(مرتب تفصیلی جواب)

- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ مسیح موعود آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا بلکہ جہاد بالسیف اور
 قتال کو قیامت تک باقی رکھئے اور آخر متقابل جہاد بالسیف کرنے والا مسیح موعود کو قرار دیا ہے جو دجال
 سے قتال بالسیف کریں گے وہ احادیث جن میں قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا حکم ہے۔
- (۱) الجہاد ماضی الی یوم القیامۃ (بخاری مشکوٰۃ) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔
- (۲) من یدرح ہذا الذین قائمًا یقاتل علیہ عصابہ من المسلمین حتی تقوم
 الساعۃ مسام مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک مسلمانوں کی جماعت
 اس دین کے لیے (قتال) یعنی جہاد بالسیف کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔
 ملاحظہ فرمائیں لفظ قتال کی تصریح ہر جہاد کا یہی لفظ نہیں کہ جہاد بالنفس وغیرہ کی تاویل کارگر ہو۔

(وہ حوالہ جس میں مسیح کے قتال کرنیکی تصریح ہے)

- (۱) لا تنزل طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی نادہم حتی
 یقاتل اخرہم المسیح الدجال۔ (ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۳۶۵) ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ دینی لڑائیاں کرتا
 اور حق پر قائم رہے گا اور تمام مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ آفری شخص یعنی مسیح موعود دجال سے (قتال)
 دینی لڑائی کرے گا۔

یہاں بھی لفظ قتال ہے جس میں تاویل ناممکن ہے۔

- (۲) عن ابی ہریرۃ.... فیقاتل الناس علی الاسلام تا فیصلی علیہ المسلمین۔ (ابوداؤد)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور وہ تم میں اتنے نیچے جب
 ان کو دیکھو تو پہچان لو کہ ان کا درمیانہ ہو گا رنگ سرخ سفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے
 باوجود تیرہ کر نیچے پانی ٹپکتا ہو گا۔

وہ اسلام کے لیے لوگوں سے روٹینگے کس صلیب اور قتل خنزیر کرینگے اور جہنم پر نہ قبول کرینگے ان کے زمانہ میں خدا تمام مذاہب کو محو کر دے گا وہ دجال کو ہلاک کرینگے انہ خصوصیت سے ”میتقال علی الاسلام کہ لوگوں سے دینی لڑائی کرینگے قابل غور ہے اور مختار مدعا علیہ کی کذب بیانی کی صاف تردید ہے کہ“ حدیثوں میں بت کہ مسیح موعود دینی لڑائیوں کا خاتمہ کرینگے۔

البتہ جب دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا کوئی اور ملت نہ ہوگی تو ضرور جہاد نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ موجود نہیں جن پر جہاد کیا جاسکے۔

ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ مسیح آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیں گے۔

(۲) مسلمانوں کے عقیدہ پر جو اعتراض کیا ہے چونکہ اس کا ثبوت احادیث سے ہو چکا اب جو اب ترکیب کی نہیں دیتا عدالت خود ان کی سخت کلانی پر غور فرمائے۔

(۳) موجبات جہاد کفار اور امام کا ہونا نیز قدرت ہے کفار تو موجود ہی نہیں امام ہونے کے مزار صاحب خود ہی مدعی ہیں باقی رہی قدرت وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی نہ ہونے پر عمل نہ ہو سکتا اور چیز ہے مگر نہ ہونے پر حکم ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور کہتا کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا دار بعین ص ۱۰۰ حاشیہ دین میں کھلا ہوا ایک نیا حکم خلاف شرع مسترد کرتا ہے جو بالاتفاق کفر ہے پھر ص ۱۰۰ و ۱۰۱ میں یہ کہنا کہ مولوی محمد حسین کی تردید کے لیے یا وقت گزرنے پر معمول ہے۔

اور ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا مزار صاحب کی مندرجہ ذیل تصریحات کے بعد بالکل ناقابل التنازع ہے۔

(۱) بل مانت ہذہ الامم کشریعتہ نسخت تا در قیام مقام ہذا تمام حجت بالدلائل وانسخہ الی بیعی جہاد بالسیف کا حکم شریعتہ منسوخہ اور طریقہ متبدلہ کی طرح ہو گیا۔

اب جنگ و محار بہ کی حاجت نہیں اس کے قائم مقام دلائل واضح اور دعاوی کا براہین صحیحہ سے ثبوت کرنا قرار دیا گیا۔ (تحقیق المہدی ص ۱۰۵)

لاحظہ فرمائیں کہ کس وضاحت سے حکم جہاد یعنی ہمیشہ کے لیے منسوخ کر کے دلائل کو ان کے قائم مقام کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ لفظ بھی ”نسخت“ منسوخ ہونے کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے تو سراسر حتمہ مدعی صاحب شریعت جدیدہ ناسخ شریعت محمدیہ ہو گئے۔

(تحقیق المہدی ص ۱۰۵)

- (۲) دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے الخ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) نئے حکم لانے کی کیسی صاف تصریح ہے یہ نہیں کہ شریعت میں کوئی حکم ہے جسے سننا ہوں۔
- (۳) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا دارالبعین ص ۱۷۸ (حاشیہ) مختار مدعا علیہ تو اس کی عدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی وغیرہ بتاتا ہے مگر خود مرزا صاحب اس کی غرض صرف اعانت گورنمنٹ برطانیہ اور اس کی خوشنودی قرار دیتے ہیں

ملاحظہ ہوں خواجہات ذیل

- (۱) یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے الخ (اعجاز احمدی ص ۱۲)
- (۲) درجو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک تا اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاوشام اور روم وغیرہ بلا واسطہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی۔
- (کتاب البریہ ص ۷)
- ملاحظہ ہو جہادی خیالات روکنے کی اشاعت اور خصوصاً ممالک اسلام میں اس کی فرض مرزا صاحب صرف گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے تاویل کرے، مرزا صاحب نے تمام تاویلات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔ بحوث طوالت اسے طول نہیں دیتا۔
- (۷) جہاد کی تین قسمیں جہاد اکبر۔ جہاد کبیر۔ جہاد اصغر کرتا اور پھر حدیث الکلمۃ حق عند سلطان جاشو الجہاد الاکبر مشکوٰۃ کے حوالہ سے پڑھنا جو کہ ان الفاظ میں ثابت ہی نہیں اور ایک ضعیف حدیث روح المعانی ص ۱۹۱ سے لانا اور پھر من جعنا من جہاد الاصغر الخ جہاد الاکبر والی حدیث بلا کسی حوالہ کے لے آنا حالانکہ حدیث سے معمولی سا تعلق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث ممنوع ہے۔ اور اس کا ممنوع ہونا تقریباً شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہے۔
- پھر کسی شخص کے واسطے بعض حالات مخصوصہ میں جب کہ اسکے واسطے جہاد فرض عین نہ تھا۔ بلکہ کفایہ تھا اس پر فرض عین یعنی خدمت والدین کو ترجیح دینے سے غلط تقسیم جو مختار مدعا علیہ نے قائم کر کے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی چوٹی قرار دیں و ذرورۃ سناہ الجہاد و مسلم کم درجہ کا بتایا ہے اور ایک مکی آیت سے جو حکم جہاد بالیفت سے پہلے نازل ہوئی اور آیت بیعت نے ان سب کا حکم ختم کر کے

جو نیا حکم قیامت تک کے واسطے قائم کیا ہے اسے چھپانے کی سعی کرنا اسلام کے اصول پر ایک ایسا زبردست حملہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ احادیث صحیحہ کا اس کے متعلق ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں اس جہاد بالسیف سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت و ریاضت ایسی کیا اس کے قریب بھی قرار نہ دی گئی اور ایمان کا مدار ہی اسے قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تمنہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں دینی لڑائی کرتا ہوا قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری و مسلم)

نیز فرمایا کہ الجنة تحت ظلال السيوف جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے یہ حدیث حضرت ابی موسیٰ اشعری نے جب بیان فرمائی کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ فوراً ایک معمولی بیٹ کا آدمی اٹھا اور پوچھا کہ انت سمعتہ من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی تلوار اٹھائی اور میان کو توڑ کر لوگوں کو آفری سلام کیا اور اسی راہ سے جہاد کر کے جنت پا پھونچا۔ (مسلم شریف) میں احادیث کے طویل ذخیرہ کو چھوڑ کر قرآن پاک کی روشنی میں جو مختار مدعا علیہ کے نزدیک احادیث صحیحہ متواترہ پر بھی راجح ہے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں۔

قرآن پاک اور جہاد بالسیف

جہاد فی سبیل اللہ بہت سی زبانیں تو اس کے ذکر ہی سے گنگ ہیں شیاطین الانس کا خوف ان کے رگ و پے میں اس درجہ اثر کئے ہوئے ہے کہ وہاں اللہ کے خوف کے لیے جگہ نہیں۔ یخشون الناس کخشیتہ ذلوا شد خشیتہ اور جنہیں ابھی بوسنے کی طاقت حاصل ہے وہ اسے جہاد بالذات پر معمول کرتے ہیں اور رجعنا من جہاد الا صغریٰ جہاد الاکبر کی غلط اور موضوع حدیث سے ان کا نفس خادع تمسک اعتقاد کرتا ہے گویا ابلیس نے ان علماء کو اپنے اعمال شیطانی کے ایک آلہ بنا لیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اسے کام لیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ

ان الله يحب الذين يقاتلون

بے شک خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے

جو اس کی راہ میں صفا باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ

ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

فی سبیلہ صفا کاندھ۔ بنیان موصوف

(سورۃ صف)

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جن لوگوں سے تمام تعلقات در و ابل منقطع کیے گئے وہ وہی بنی جلیل القدر

صحابہ تھے جو کابلی کی بنا پر جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے۔

و علی الثلثة الذین خلقو حتی
اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت
و ضاقت علیہم انفسہم و ظنوا ان لا
ملجاء من اللہ ثم تاب علیہم لیتوبوا
ان اللہ هو التواب الرحیم۔

اور ان میں پر بھی جو یا انتظار امر خداوندی ملتوی
رکھے گئے تھے یہاں تک جب زمیں باوجود فراخی
ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے
اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں
پناہ نہیں پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کرنی تاکہ وہ آئندہ
کے لیے توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ
قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں ان کی نسبت فرمایا کہ نہ صرف یہی مسیبتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنیں گے بلکہ
ان کی وجہ سے تمام قوم مبتلائے آلام ہوگی۔

اور اس بلا سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہیں لوگوں پر
نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سرتابی کی ہے بلکہ
سب اس کی زد میں آ جاؤ گے اور جانتے رہو کہ اللہ کی
مار بہت بڑی ہے۔

و تمقوا فتنۃ لا تصیبن الذین
ظلموا منکم خاصۃ و اعنمو ان اللہ
شدید العقاب۔

جس طرح ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کے بقا و تیاہ کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن
حکیم نے تمام مسلمانوں پر حیات اجتماعی کے قائم و دائم رکھنے کے لیے جہاد کو لازم اللوازم قرار دیا۔
اور سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے
جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے لیے ساز و سامان
ہیسا کئے رہو کہ ایسا کر لینے سے اللہ کے دشمنوں پر اور
اپنے دشمنوں پر اپنی ذہاک بٹھائے رکھو گے۔

واعدوا لہم ما استطعتم من
قوة و من دباط الخیل ترهبون بہ و عدو
اللہ و عدوکم

پھر نبوت کے اعمال مہمہ میں سب سے اشرف و اعلیٰ مقام اسے نوازش کیا گیا۔
اے نبی مسلمانوں کو جنگ و قتال کرنے کے لیے
ابھارو۔

یا ایہا البنی حرض المومنین
علی القتال۔

عالم انبیاء و السرازم کو اس امر کی اطلاع تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی تمام تر زندگی بطالت و بد عملی اور جبن و
نامردی کی تھی ہوگی جہاد فی سبیل اللہ سے بچنے کے لیے طرح طرح کے چیلے تراش کر نفس خادع کے فریب میں
بتلا ہو جائینگے اور قتال فی سبیل الحق و الحریۃ ترک کر دیں گے اس لیے سورۃ توبہ میں ان کے ایک ایک عذر تنگ

کو بیان کیا ہر ایک کی حقیقت آشکارا کر دی اور بتایا کہ تمہیں کسی طرح بھی اس فرض اہم واقعہ سے نجات نہیں مل سکتی یہ فوجی خدمت ہر مسلم مرد و عورت ایسے و غریب بادشاہ و فقیر آقا و غلام پر لازمی ہے اور اس سے کسی کو تعلق استثناء حاصل نہیں ہم اس وقت صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔

اللہ، مخالفین و معاندین اسلام نے اپنی مجتہد قوت سے اسلامی حکومتوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا ہے مسلمانوں کے تمام بلاد و اقصاء تباہ و برباد ہو رہے ہیں اندیشہ ہے کہ حیثیت مذہبی کی وجہ سے مسلمان ممالک کے بیٹے اٹھ کر کھڑے ہوں دشمنان دین نور اپنے مواعید کا ذریعہ کا اعلان کر دیتے ہیں کہ فرزند ان اسلام کے تمام حقوق کی حفظ و نگہداشت کی بناءً کی ان کے مقدس مقامات کا احترام کیا جائے گا اور ان کے مذہبی و سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت روانہ رکھی جائے گی۔ اس قسم کی دل فریب باتیں سن کر اکثر جیلہ برطانیہ پکار اٹھتی ہیں کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا حد درجہ کی سناہت و بد اخلاقی ہے یہ تو پیکر فرشتگی و ملوکیت ہیں قرآن کہتا ہے کہ ان پر اعتماد کرنا جہل و نادانی ہے وہ اپنے وعدے پر رانہ کریں گے۔

مشرکوں کو کوئی تعلق نہیں کہ اللہ کی سجدیں آباد رکھیں اور

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللہ

اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جاہیں۔

شہدین علی انفسہم بالکفر۔ پارہ ۱۵

(ب) مسلمان اپنے گھروں میں نیک کام کرتے ہیں علماء کرام قرآن و حدیث کے درس میں مصروف ہیں گروہ صوفیہ خانقاہوں میں اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے کہ تزکیہ نفس حاصل ہو ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جو ان سے اپنی تشنگی کو دور کرتے اور میراب ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں یہ لوگ ان اعمال صالحہ کو پیش کر کے اپنے آپ کو قتال فی سبیل اللہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سان ابھی انہیں ظالم قرار دیتی ہے۔

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کے

اجعلتم سفایۃ الحاج و عمادۃ

آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا ہے جو

المسجد الحرام کمین امن باللہ

اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانا اور اللہ کے راستہ

والیوم الاخر و جاہد فی سبیل

میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں

اللہ لایستون عنده واللہ لایہدی القوم

اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

انظالمین۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا تین ماہ تجارت کرتے تھے تین ماہ

درس حدیث میں مصروف رہتے تین مہینوں میں حج کرنے اور باقی ایام جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کرتے انہوں نے

حضرت فضیل بن عیاض کو خط بھیجا جو اس وقت بیت اللہ میں معتکف تھے اور حضرت عبداللہ مصروف جہاد اس

خط کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

يا عابد الحرمين لو ابصرنا
لعلمت انك بالعباد تلعب

فضیل رو پڑے اور کہا ابو عبد الرحمن سچ کہتا ہے۔

(ج) دنیاوی فرزندیں ماں باپ کی محبت رشتہ داروں کی خبر گیری مساکین و غرباء کی اعانت اور زمین و جائیداد کی حفاظت ان میں سے ایک چیز بھی جنگ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتی۔

کہدو اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں کنبر دار
مال جو تم نے کمائے ہیں سوداگری جس کے مند اپڑتے
کاتم کو اندیشہ اور مکانات جن کو تمہارا جی پابستا
ہے اللہ اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد
کرنے سے تم کو زیادہ عزیز نہ ہوں تو صبر کرو یہاں
تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے۔ وہ تمہارا سامنے لا موجود
کرے اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو
سرتابی کریں۔

قل ان كان اباؤكم و ابناءكم
واخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم
واموالكم تفرقتوها و تجارة تخشون
كسادها و مسكن ترضونها احب اليكم
من الله و رسوله و جهاد في
سبيله فترقصوا حتى ياتي الله باهرة
والله لا يهدي القوم الفسقين !

(پارہ - ۱۰)

۱) قلت تعداد نقصان اسباب اور ضعف ظاہری کی بنا پر جہاد کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے
اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو
مغرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی اور
زمین باوجود وسعت کے لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیٹھ
پھیر کر بھاگ نکلے

لقد نصركم الله في مواطن
كثيرة و يوم حنين اذا عجبتمكم كثرتمكم
اذا عجبتمكم شيئاً و ضاقت عليكم الارض
بما رحبت بكم و ليتم مدبرين !

(۱۰) تاجرانہ تعلقات اور ملازمت کے روابط کی بنا پر کسی قوم سے جنگ کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ خیال
نہ ہو کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمدنی کے تمام ذرائع مسدود ہو جائیں گے۔

مسلمانوں۔ مشرک تو گند سے ہیں تو اس برس
کے بعد صمت والی مسجد کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں
اور اگر ان کے ساتھ یمن دین بند ہو جانے سے تم کو
منفلی کا اندیشہ ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے نقل سے غنی کر دے گا

يا ايها الذين آمنوا انما المشركون
نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد
عامهم هذا۔ پارہ ۱۰

پس ان تمام آیات نے واضح کر دیا کہ جب تک آنکھوں میں بصارت ہے کان سن سکتے ہیں۔ ناک سونگھ سکتی ہے زبان میں قوت گویا قی ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت اور پاؤں میں چلنے کی قابلیت ہے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کرے تمام محبتوں اور چاہتوں پر اس کی شیفتگی و ذائقگی غالب ہے اسی کا سودا سر میں ہو اور اسی کی زنجیر پاؤں میں ہو۔ کہ یہی احیاء اعمال الی اللہ ہے یہی سنم الاسلام ہے یہی عصارہ ایمان اور مغز عبادت ہے۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو تمام انبیاء کی قوموں سے برگزیدگی اور امتیاز کے لیے چن لیا پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ بھی نہیں ملت تمہارے وارث اعلیٰ غلیل اللہ کی ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے گذشتہ زمانوں میں بھی اور اس میں بھی تاکہ رسول مہیا ہے اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے شاہد ہو پس اللہ تعالیٰ کے رشتہ کو مضبوط پکڑو جان و مال دونوں کو اس کی عبادت میں لٹا دو وہی تمہارا آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک ہو اس کا کیا اچھا مالک ہے اور کیا قوی مددگار۔

وجاهدوا فی اللہ حق جہادہ
ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الذین
من حرج ملۃ ابراہیم
ہو ستمکم المسلمین من قبل و فی
ہذا لیكون الرسول شہیداً
علیکم و ستکونوا شہداء
علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ
واتوا الزکوٰۃ و اعتصموا باللہ
ہو مولکم فنعہم المولی
و نعہم النصیر۔

(پادہ - ۱۷)

احادیث نے اس کی اہمیت کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کر دوبارہ زندہ ہو جاؤں پھر شہادت کا درجہ حاصل کر کے زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو کر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔

والذی نفس محمد سیدہ لو و روت
ان اقل فی سبیل اللہ شہ اجی شہ
اقل شہ اجی شہ قتل شہ اجی
شہ اقل

دوسری حدیث میں ہے۔

ایک دن اللہ کے راستہ میں جو کیداری کرتی بہتر ہے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من
الدنیا و ما فیہا۔

ہیں شخص نے جہاد کا ایک لمحہ کے لیے بھی ارادہ نہ کیا ہو اور اسی حالت میں مر گیا ہو اس کی نسبت فرمایا کہ وہ منافق کی موت مرے۔

جو شخص مر گیا نہ تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کیا

اور نہ اس کے کرنے کا ارادہ ہی دل میں پیدا ہوا وہ
نفاق کی موت مرے۔

ومن مات ولم یغزو ولم
یجہد بآء نفسہ مات علیٰ شبعة
من نفاق

ایک موقعہ پر یہ لوگ ارشاد ہوا۔

ان ابواب الجند تحت ظلال السیوف

جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے

نیچے ہیں۔

پھر اس کی کوئی بھی حد قائم نہ فرمائی۔

اون سے برابر

وقاتلوہم حتیٰ لا تکون فتنة ویکون الدین کلہ للہ

مذہبی جنگ جاری رکھو جب تک فتنوں کا استیصال اور تمام دین اللہ کے واسطے نہ ہو جائے۔ الجہاد فاض
الیوم القیمة تیامت تک جہاد باقی رہنے والی چیز ہے اور آخری مذہبی لڑائی مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگی
شرائط کے کسی وقت فقدان کی وجہ سے بالفعل اس پر عمل نہ ہونا اور چیز ہے مگر جہاد کے (عیاذاً باللہ)
بقول مرزا صاحب خراب مسئلہ کو گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کے واسطے قربان کرنا اور صرف۔ سچی خیر خواہی
گورنمنٹ کے واسطے اعلان کرنا کہ میں ایک حکم خدا سے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ اب سے دینی لڑائیوں کا
خاتمہ ہے رباری تعالیٰ سے کھلی ہوئی بغاوت کا اعلان ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ
تیامت تک باقی رکھیں اس کا خاتمہ کرنا کون ہو سکتا ہے کہ کہے اب یہ حکم جہاد شریعت منسوخ ہو گیا قرآن
پاک کی نطی آیات اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اب چودھویں صدی کے ایک شخص کے حکم
سے منسوخ قرار پائیں۔ اس سے زائد کوئی کفریہ ناممکن ہے کسی عذر سے کسی حکم پر کسی زمانہ میں عمل نہ ہو سکتا
اور امر ہے اور اس سے انکار کر کے اسے نتم یا منسوخ کر دینا اور چیز ہے۔ عمل نہ کرنا کفر نہیں مگر بدن انکار
و منسوخ کرنا صریح کفر ہے جس کے بعد ایمان ممکن ہی نہیں۔

جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے؟

اس سلسلہ میں مکی زندگی اور مکی منسوخ آیات اور بعض صحابہ کے اقوال سے جو اس کی خانہ جنگی سے متعلق
تھے۔ غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور جہاد کو صرف دفاعی قرار دیا ہے حالانکہ جہاد کی دونوں قسمیں قرآن پاک

• اسادیش میں مسرت نہ ہو وہیں مدافعت بھی اور جارحانہ بھی ایک قسم کو مستقلاً مذمت کرنا بھی دین میں کمی کرنا ہے تفصیل کا موقع نہیں کہ تمام شرائط اور ان کی نوعیت پر روشنی ڈالی جائے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب شرائط نہ ہوں تو بالفعل نہ وری نہیں مگر اس کی ہمیشہ کے لیے مسنونہ و قائمہ کا اعلان کیونکر درست ہو سکتا ہے کیا کسی شخص پر یا جماعت پر بوجہ عدم استطاعت حج فرض نہ ہونے سے تمام دنیا کے واسطے مسئلہ حج کے قائمہ کا اعلان و حکم کیا یا سکتا ہے پھر اگر ہندوستان میں مجبوری تھی تو اس مسئلہ جہاد کے قائمہ کا اعلان بلا دغ و شام اسلامی ممالک میں انہیں جہاد سے روکنے کے واسطے رسائل کثیرہ کی اشاعت کی کیا غرض تھی مختار مدعا علیہ کوئی بھی تاویل کرے مرزا صاحب کتاب البریہ مت پر یہاں اعلان فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی غرض ممالک اسلامیہ میں اس کے روکنے اور قائمہ کے اعلان کے سوائے خوشنودی و سچی خیر خواہی گورنمنٹ برطانیہ کی ہرگز نہ تھی (ملخصاً)

(بزرگان دین پر بہتان عظیم)

پیر حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اور ان کے پیر حضرت سید احمد بریلوی رحمہ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کا مذہب بھی مرزا صاحب کی طرح تھا۔

شاہداتہ اُن کا رسالہ جہاد یہ و حیات طیبہ ملاحظہ ہو۔

اور سوانح احمدیہ سے ان کا ایک خطبہ بلکہ ایک دو فقرات نقل کئے ہیں۔ عدالت خود اسے ملاحظہ فرمائے، نقل بارت میں ٹول ہو گا کہ کیسا کھلا ہوا بہتان عظیم ہے اس میں تو سراسر ان کے خلاف ہے وہ جب سکھوں سے جہاد کرنے کے واسطے نکلے تو اعلان فرما دیا کہ کسی اسلامی بادشاہ یا موجودہ سلطنت سے ہمارا نزاع نہیں صرف سکھوں سے اس وقت جہاد کرنا ہے۔

اس میں جب کہ انہوں نے جہاد بالعیف میں مسرت نہ ہو تو جہاد کے مسئلہ کو نہ اب اور اس کے ہمیشہ کے لیے قائمہ اور مسنونہ کا کیونکر اعلان فرما سکتے ہیں۔ یہاں کہ مرزا صاحب نے کیا کیا۔ البتہ ایک وقت میں تمام دنیا سے جہاد نہ کیا۔ اس سلسلہ میں بلاویہ گورنمنٹ برطانیہ کے محامد اور اوقاف کا سایہ رحمت ہونا بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور باوجودیکہ بحث کے وقت احتجاج کے ساتھ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں ایک لسٹ اس کے مظالم اور مداخلت فی الدین کرنیکی دوں گا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پاک پر مبنی اور کس قدر عظیم الشان عملے کئے ہیں۔ مگر چونکہ عدالت کی اجازت اس قسم کے غیر متعلق امور کے تذکرہ کی نہیں اس لیے احترام عدالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں۔

بہر حال اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کرنے میں مرزا صاحب نے خود دین میں کمی زیادتی کی اور اس کا جواب تاقیامت ناممکن ہے، عدالت خود ہمارے پیش کردہ حوالجات گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں سے ملاحظہ فرمائے۔

تفسیری وجہ تکفیر (دعویٰ نبوت)

اس سلسلہ میں مدعیہ کی جانب سے کوئی بھی نبوت اس ہیڈنگ کے تحت پیش نہیں کرنا ہے کیونکہ بوضاحت بلکہ قسم نبوت قرآن پاک احادیث نبویہ صحیحہ اقوال صحابہ، قرآنیہ سلف صالحین سے کثیر التعداد حوالے اور تقریباً (۵۰) سے زائد بالکل لاجواب جن کا جواب میں مذکورہ تک نہ آیا گذر چکے۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا اور ان سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ کسی قسم کا تظلی۔ بروزی نبوت کا دعویٰ بعد خاتم النبیین اور آخر الانبیاء باجماع امت کفر اور قطعی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں وہی شہادت کی پیش کردہ آیات اسی طرز استدلال سے اور وہی کچھ معتبر اور غیر معتبر احادیث الفاظ و معنی میں تحریف و تاویل کر کے دہرا دیں۔ جن کا غیر متعلق اور سرے سے بے ربط اور موضوع سے دور اشارہ و کنایہ بھی مثبت مدعا نہ ہونا اصل بحث میں ثابت کر چکا ہوں اب گو کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہیں تاہم اسکی جوابی بحث کی روشنی میں نہایت اختصار سے گزارش کرتا ہوں۔

(قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل)

بحوالہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ (۱) یا بنی آدم الخ (۲) اللہ بصطفی الخ (۳) اذکروا نعمۃ اللہ الخ
 تطہر الفساد الخ (۵) صراط الذین انعمت علیہم بحوالہ گواہ مدعا علیہ ۲ (۶) واذ
 ابتلی ابراہیم (۷) آیت ميثاق (۸) ومن يطع الله والرسول (۹) ماکان اللہ لیذر (۱۰) کذا
 ہدینا (۱۱) آیت استخلاف (۱۲) وسبق الذین کفروا الی جہنم ذمرا

ان سب کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں اور عدالت نے اس پر نوٹ بھی قائم فرمائے تھے۔ ان میں سے صرف چند آیات نمبر (۱) و (۲) و (۵) و (۶) و (۸) و (۱۱) کا جواب بحث میں مذکورہ کیا۔ اور پوری چھ یعنی نصف درجن کے جواب کا ذکر تک نہ کیا اور ان کا جواب صحیح تسلیم کر لیا۔ لہذا اب اس سلسلہ میں صرف چھ آیات ان کے پاس ہیں جن کے جواب کو جوابی بحث میں لانے اور میرے جواب میں مغالطہ کی سعی کی ہے جس کی حقیقت پر مرتب و مفصل مگر نہایت ہی اختصار سے روشنی

ڈالتا ہے۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ)

- (۱) اس آیت میں خطاب حضرت آدم ؑ کے وقت کے بنی آدم کو ہونا جن کے واسطے مختار مدعیہ نے ابن جریر کی روایت پیش کی ہے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔
- (۲) سیاق و سباق سے وہی ثابت ہوتا ہے جو گواہان مدعیہ نے کیا ہے۔
- (۳) اس سے پہلی آیت یا بنی آدم خذوا زینتکم ہے جس کا شان نزول کفار مکہ ہیں۔
- (۴) اور بعد کی بھی آیات ہمارے معنوں کو موید ہیں۔ قال ادخلوا فی الخ
- (۵) یہ کہنا غلط ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ حوالہ اتقان کا موجود ہے۔
- (۶) روایت ابن جریر میں آدم اور ذریتہ دونوں کا ذکر ہے اور آیتہ میں صرف بنی آدم کا۔
- (۷) قرآن میں حکایتہ عن الماتھی کا اشارہ تک نہیں۔
- (۸) عبدالرحمن بن زیاد اور بیاض ضعیف ہیں جو روایت ابن جریر میں ہیں۔
- (۹) اقول تابعین و مفسرین حجتہ نہیں حوالہ اتقان ابن خلدون۔
- (۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کیوں کہا۔
- (۱۱) یا بنی آدم یا ایہا الناس کے فرق کا جواب۔
- (۱۲) بدیۃ الشیعۃ۔
- (۱۳) نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔
- (۱۴) اما کی بحث۔

(الجواب)

- (۱) ہرگز سیاق و سباق اس کے خلاف نہیں میں نے اولاً اس کے عموم خطاب کو سیاق و سباق اور اسلوب قرآن سے اصل بحث میں ثابت کیا ہے اور قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ یا بنی آدم سے اولاد آدم مراد ہوتی ہے جیسا کہ اصل الفاظ کا مدعا ہے اور جیب بھی کہیں تخیلیں پیدا ہوتی ہے وہ مجازاً غار بنی قرآن یا شان نزول وغیرہ کے لحاظ سے درنہ اصل الفاظ کی وضع ہی عموم کے واسطے ہے ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ
- (۲) یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ جیسا کہ ماقبل سے مستفاد ہوتا ہے اور آگے آرہا ہے۔

(۳) اس پہلی آیت میں یا بنی آدم خذوا زینتکم الخ میں خطاب عام اولاد کو ہے اور تخصیص خارج سے شان نزول کی مدد سے جو پیش کی ہے وہ اصل عموم الفاظ کو باطل نہیں کرتی کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ خصوصی مورد کا۔ تعجب ہے کہ دوسرا شان نزول پیش کرے تو اسی نصاب سے مختار مدعا علیہ اسے مسترد کر دیتا ہے اور اپنے لیے اسی سے دلیل لاتا ہے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا بنی آدم الخ سے عام اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ یا زمانہ محمدیہ کے لوگوں کے مراد ہیں البتہ حکم اس قسم کا ہے کہ ختم نہیں ہوا اب تک اس امت میں موجود ہے پس یہ ماسبق کی امت خلاف ہمارے مدعا کے نہ ہوئی بلکہ اسی کو نوید رہی۔

(۴) مابعد ایک آیت بھی مختار مدعا علیہ کے معنی کی نوید نہیں بلکہ تائید کا اشارہ تک نہیں دراصل مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ معنی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ پیش کردہ آیت میں ازل کا ذکر تھا اور اس میں ابد و آخرت یا قیامت و وقت و نول جنت کا وہ حکایت حال ماضیہ تھی یہ حکایت حال آیت دوسرے سیاق و سباق کی فکر مختار مدعا علیہ کو فضول ہے جب کہ وہ خود اقرار ہی ہے کہ اور حضرت آدم کا واقعہ ضمنی طور پر درمیان میں آیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس میں ضمناً جملے مستتر نہ بھی ہیں جن کا ماقبل و مابعد سیاق و سباق سے حل کرنا اسی کے قول کے مطابق نہیں ہو سکتا ورنہ میں نے تو اس کا حل مختصر یہاں اور مفصل اصل بحث میں پیش کر دیا ہے نیز گواہان مدعیہ نے بجواب جرح بھی اسے ایک حد تک صاف کر دیا ہے۔

(۵) یقیناً یہ کہنا صحیح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر کوئی بھی دلیل پیش نہیں کی اور ہمارے اس قول کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غلط بیانی ہے کہ اس نے آیت متنازعہ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا بلکہ ماقبل کی آیت خذوا زینتکم الایۃ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا تھا اور اسی پہلی آیت کے تحت سے ایک ضابطہ عام نقل کیا تھا مگر اس کا غیر متعلق ہونا اچھی طرح ابتدائی بحث میں واضح کر چکا ہوں اور واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ایک عام قاعدہ کی اتقان میں ایک مثال دہی ہے یہ برکت نہیں کہ اس آیت متنازعہ میں یا جہاں بھی یہ لفظ آئے ہے یہی مطلب ہوتا ہے ملاحظہ ہوا اتقان سے ۱۴

(۶) جس طرح روایت ابن جریر میں سنرت آدم اور اس کی ذریتہ دونوں کا ذکر ہے یوں ہی آیت میں اولاد آدم سے آدم کے مراد ہیں اور ایسا قرآن پاک میں جا بجا ہوا عملوا ال ذر ذر شکر الخ ادخلوا ال قون اشد العذاب الخ یہاں ال داؤد میں داؤد اور ال فرعون یا مؤمنوں یا لاتفاق شامل ہے اسی طرح ان متنازعہ آیتوں میں بھی بنی آدم کے ساتھ آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور یہ خاص اس کلام بلاغت

نظام اسلوب ادبے جسے کثافت و بیضاوی اور اعجاز القرآن میں مفصل بیان کیا ہے یہاں موقع تفصیل کا نہیں کہ عرض کیا جائے۔

(۷) قرآن میں حکایتہ حال ماضی کا اشارہ کیا تصدیق موجود ہے۔ کیونکہ یہ آیت گو یا قدرے تفصیل ہے
فاما یا تبیتکم منی ہدیٰ فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔
کی اور یہ بہر حال سلسلہ ہدایت و ایمان رسل شروع ہونے سے پہلے کی ہونا چاہئے۔ ورنہ رسول آپکنے
کے بعد اس کا کہنا ہی محض عبث و فضول ہوگا۔

جسے ذرہ سی بھی قرآن دانی سے مناسبت ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سلسلہ ارسال رسل و انزال کتب
سے قبل کی یہ باری تعالیٰ کی اولاد آدم کو وصیت ہے اس سے انہیں آدم کے قصہ اور اون کے جنت
سے خروج کے متصل بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بھی اسی ازل کا واقعہ ہے اور یہ کل بطور حکایت حال ماضیہ
بیان ہوا ہے۔ اور ایسی مثالیں حکایتہ حال ماضیہ کی قرآن پاک میں متعدد موجود ہیں۔

(۸) مختار مدعبہ کی پیش کردہ روایت ابن جریر کے دونوں راوی عبدالرحمن ابن زیاد اور بیاض ہرگز
ضعیف نہیں نہ اون کے منعت کا فیصلہ ہے صرف ایک قول اون کے متعلق بلا سبب و علت بیان کئے
ضرور منقول ہے مگر اس قسم کی جرح اصولاً ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو الرفع والتکمیل فی الجرح والتعديل
مث۔ القول الاول انه یقبل التعديل من غیر ذکر سببہ۔۔۔۔۔

”واما الجرح فانہ لا یقبل الا مسفراً ابیناً بسبب الجرح“ یعنی پہلا قول
یہ ہے کہ کسی کی تعدیل و توثیق تو بلا اظہار سبب ہو سکتی ہے مگر کسی پر جرح قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک
اس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے۔

ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اسی قول کو ائمہ اور حفاظ و ناقدین ماہرین حدیث، بخاری و مسلم وغیرہ
کا مذہب قرار دیا ہے اور حافظ زین الدین عراقی نے اسی قول کو صحیح اور مشہور فرمایا ہے ملاحظہ ہو
کتاب مذکورہ

”قد اکتفی ابن الصلاح فی مقدمته علی القول الاول من ہذا الاقوال وقال ذکر
الخطیب المحافظ انه مذہب لائم من حفاظ الحدیث و نقادہ مثل۔
بخاری و مسلم

”وقال الزین العراقی فی الشرح الالفیة فی القوال الاول انہ صحیح المشہور“
پس اس قسم کی جرح مبہم ہرگز ہمارے راویوں کی بصیرت ماہرین فن جرح مجرور نہیں کر سکتی مزید برآں

اُسی میزان الاعتدال میں دونوں راویوں کی کافی توثیق موجود ہے۔ جسے مختار مدعا علیہ نے ظاہر نہ کیا ملاحظہ ہو، حافظ شمس الدین ذہبی اس عبدالرحمن ابن زیاد کو قاضی افریقہ اور عبد صالح فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسے قوی فرماتے ہیں ابو داؤد امام احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث حجت ہے۔ یہی ابن قنطان جن سے مختار مدعا علیہ نے یہ غیر ثابت شدہ قول کے ان کے متعلق نقل کیا۔ صحیح اُن سے وہ ہے جو امام بخاری کے استاد و امام اسحاق ابن راہویہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید قنطان سے سنا کہ عبدالرحمن ابن زیاد ثقہ (معتبر) ہے اور ضعیف ہیں۔ وقال اسحاق ابن راہویہ سمعت یحییٰ بن سعید یقول عبدالرحمن ابن زیاد ثقہ (میزان الاعتدال طبع ہند ۲۰ ص ۹۲) باقی رہا ہجاج ابن بسطام خراسانی۔ یہ تابعی ہیں حضرت انس کو دیکھنے کی بھی روایت کی ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث لکھنے کے لائق ہیں، سعید ابن بنا فرماتے ہیں میں نے ہجاج سے زاید کوئی فصیح نہیں دیکھا اور بغداد انہوں نے درس حدیث دیا۔ جس میں ایک لاکھ آدمی مجتمع ہو گئے اور احادیث اُن کی لکھیں۔ مالک ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ ہجاج ابن بسطام اعلم الناس بہت ہی بڑا عالم بہت بڑا بڑا فقیہ بڑا شجاع بڑا سخی و رحیم تھا (ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال طبع ہندی ج دوم ص ۵۵۵)

اگر زیادہ اور توثیق اور کیا چاہئے۔ یحییٰ ابن سعید اللہ اس کے معاملہ میں مقررہ ہیں۔ ایک مرتبہ اُسے ضعیف کہہ گئے اور ایک مرتبہ یس بشی کہہ دیا۔ یعنی قال مرۃ یس بشی جس کو مختار مدعا علیہ نے غلطی سے مرۃ کو مرۃ کوئی نام سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا کہ مرۃ نے کہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ کہ مرۃ کسی کا نام نہیں وہاں مرۃ کا لفظ ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ انہیں یحییٰ نے کہی یہ کہا کہ یس بشی۔ غرض ان کے تردد سے راوی میں ضعیف پیدا نہیں جب کہ ایسی تقویت و توثیق موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۵۵۵)

لہذا ابن جریر کی سند بالکل صحیح بے اعتبار ہے۔

نیز جس تابعی سے یہ روایت ہے۔ یعنی ابی یسار سلمیٰ وبالافتاق ثقہ نہایت معتبر ہے۔ جیسا کہ کتب رجال میں موجود ہے۔

(۹) اب تابعین کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ تابعی جس سے ہم نے نقل کیا ہے۔ ابی یسار سلمیٰ معتبر ہے۔ صرف یہ گزارش کر دوں کہ مختار مدعا علیہ نے فتح البیان ص ۱۰۷ شعبہ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ محض غلط ہے وہاں کوئی موجود نہیں۔ نہ اُس کے آگے پیچھے ہے۔ بلکہ تابعین کی ان کے طبقات کے لحاظ سے توثیق موجود ہے۔

تفسیروں کے متعلق جو اتقان کا حوالہ نقل کیا ہے۔ اُس میں شرمناک خیانت ہے۔ حوالہ کے قبل لفظ قال و کو حذف کر دیا اور آخر سے و فیہ نظر کو حذف کر دیا۔ یہ دوسرے کا قول نقل کر کے تردید فرما رہے ہیں۔

اور سوائے بعض مخصوص تفاسیر کے مستند معتبر خصوصاً یہ ابن جریر وغیرہ کی اسی اتقان میں شردود کے ساتھ تو تھی ہے۔ اور خصوصیت سے اس ابن جریر کو نہایت ہی معتبر فرما رہے ہیں اور ائمہ دین سے نقول پیش کی ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان طبقات المفسرین ج ۱۸۹، باقی رہا حوالہ ابن خلدون اس میں بھی خیانت ہے۔ جو اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ بیان میں اس کے الفاظ یہ دیے ہیں در تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالعتق والسمین یہ الفاظ ہر دو بیانیوں سے کہ مطبوعہ کاپی میں قول ابن خلدون کر کے موجود ہیں۔ حالانکہ متعدد ایڈیشن بحث میں پیش کر کے دکھا چکا ہوں۔ کہ یہ کہیں نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ (لا ان کتبہم واقوالہم تشتمل) اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ ابن خلدون مفسر اور مذہبی امام نہیں۔ بلکہ مورخ ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، مارچ اور یہ ہے مسلم کہ ہر فن میں اسی کے ماہر کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ بیعت کہ گذر چکا ہے۔ پھر مفسرین نے رطب دیا بس اقوال تردید کے واسطے نقل کیے ہیں تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں ان کی تائید نہیں کرتے۔ اور اس سے اس کتاب کا پوزیشن خراب و مخدوش نہیں ہونا ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، مارچ ۱۹۲۲ء اس کی ایک مثال ابتدائی بحث میں تفسیر تازن جلد ۲ ص ۲۵۱ تحت آیت لھدمت اللہ سے پیش کی ہے علاوہ اس کے ابن خلدون کی یہ رای صرف قصص و حکایت میں ہے احکام و اعمال و عقائد خود اس سے مشتق کرتے ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۳ یعنی پیش کردہ حوالے کا آخری حصہ جسے گواہان مدعا علیہ نے دانستہ نقل کیا۔

(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کی تقلید میں نہیں کہا بلکہ خود اپنی تحقیق ہے اور حوالے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۰۱ کا حوالہ ملاحظہ ہے وہاں رئیس المفسرین کا لفظی لفظ نہیں ہاں بڑے بڑے ائمہ سے اس کی توثیق منقول ہیں قال النووی اجمعت الائمہ لھم یصنف مثل تفسیر الطبری امام زروی فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر کے مثال کوئی بھی تفسیر تصنیف نہ ہوئی۔ ابی حامد اسفر ائنی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ملک پین تک صرف تفسیر ابن جریر کے حصول کے واسطے سفر کرے تو کم ہے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۰۱

پس اس سے تو اور ہماری تائید ہوئی کیونکہ ہمارا حوالہ اسی مسلم و معتبر کتاب کا ہے جس کو امت نے منبر و مقابل مانا ہے اور جس کے متعلق مرزا صاحب بھی رئیس المفسرین لکھتے ہیں اور اس کے قول سے دلیل لاتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پہلے قرآن سے مرزا صاحب نے حل کر کے تائید پیش کی ہے ہم نے بھی پہلے الفاظ قرآنی اور سیاق و سباق سے پیش کر کے یہ نقلی تائید پیش کی ہے لہذا یہ بالاتفاق قبول ہونی چاہئے۔

(۱۱) با بنی آدم سے اصل یہی ہے کہ عام اولاد آدم بلا تخصیص ائمہ محمدیہ اور یا یہا الذین اٰمنوا سے صرف

مومنین امت اور یا ایہا الذین کفروا سے کفار مکہ اور خطاب میں یا ایہا الناس آتے اسے
اصل بحث میں قرآنی مسئلہ سے واضح کر چکا ہوں عدالت خود مقابلہ فرمائے کہ اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو دیکھو
الفاظ بدلے ہیں۔

(۱۲) بدیہ الشیخہ کا حوالہ جو ڈیٹیل اصول پر غیر مسلم اور جدید بے نیر و ہاں اس آیت کا اس تخصیص میں انحصار کا کوئی
بھی ذکر نہیں عدالت خود اصل حوالہ ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳) بیان نسخ اخبار کا کوئی معاملہ نہیں نسخ کی بحث ہے بت بلا وجہ یہاں چھیڑا جاوے یہاں تو صرف اس قدر
ہے کہ اولاد آدم سے خدا نے رسول بھیجنے کا روزنازل وعدہ فرمایا تھا۔ رسول بھیج کر وہ وعدہ پورا فرما
دیا۔ اگر رسول نہ بھیجتا تو خلافت وعدہ خلافی ہوتا۔

اس میں یہ وعدہ ہی نہ تھا کہ قیامت تک آتے رہینگے۔ یہاں تک خاتم النبیین کو نسخ بنانا پڑے۔ وہ وعدہ
علیحدہ پورا ہو گیا اور یہ حکم علیحدہ ختم نبوت اور انسداد سلسلہ نبوت و باب نبوت علیحدہ رہا۔ نسخ سے کوئی علاقہ ہی نہیں اگر
وہاں استمرار کا تذکرہ ہوتا تو ضرور یہ نسخ کہلاتا۔

(۱۴) لفظ اتاناک کی بحث بلا وجہ چھیڑی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ انا جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس سے
صرف استقبال مراد ہوتا ہے استمرار کے واسطے نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس آیت سے صرف بنی آدم سے ازل
میں رسول آئندہ بھیجنے کا وعدہ نکلا۔ ہمیشہ قیامت تک بھیجتے رہنے کا ثابت نہ ہوا۔ اس کا کوئی جواب
نہ دیا۔ دوسری غیر متعلق نقلی بحث چھیڑ دی۔

بمحدث ثابت ہو چکا کہ اس آیت کے متعلق جو تاویلات مختار مدعا علیہ نے میری بحث پر کی ہیں ان میں
کوئی قوت نہ تھی۔ اور اصل بحث کے اعتراضات استدلال پر لاجواب ہی رہے۔
(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ میں نے اپنے دعویٰ پر روع المعانی ج ۳ ص ۶۶ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ اس
جگہ بنی آدم سے تمام انسان مراد ہیں۔ امت محمدیہ کی تخصیص نہیں اور یہ لاجواب رہا۔
(دوسری آیت)

انی جاعلک للناس اماما۔

اس سے استدلال ہی بے ربط تھا جسے آج تک کوئی بھی سلف و خلف سے نہ سمجھا۔ یہ کسی جواب ہی کے
قابل نہ تھا اور جو کچھ کہ اصل بحث میں اس پر کر چکا ہوں وہ کافی سے زائد ہے۔ اب مختصراً دو چار نقطہ جواب
الجواب کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ

- (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل میں نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک ظالم نہ ہوں۔ پس یا سب کو ظالم مانو یا نبوت کا امکان۔
- (۲) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ذریتہ کا لفظ عربی زبان نہیں صرف جسمانی نسل پر بولا جاتا ہے غلط ہے۔ لغت عرب کا حوالہ چھوڑ کر ہدایتہ الشیعہ ص ۳۰۵ دیکھو۔
- (۳) مرزا صاحب بلا ریب ابراہیمی نسل سے ہیں استقامت۔
- (جواب الجواب)

جواب ہونہ سکا صرف ٹالنا چاہیے۔

- (۱) ابراہیمی نسل سے وعدہ بصیغہ اسم فاعل کے تھا جو استقبال کے معنی میں ہے وہ پورا ہوا۔ اس میں کہیں استمرار کا پتہ نہیں کہ ہمیشہ پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ ظالم نہ ہو جائیں۔ یہ استمرار کے معنی صرف مختار مدعا علیہ کے معنی میں ہیں جس پر کوئی ایک حوالہ نہیں اور استقبال کے معنی آج تک ملت و خلف لیتے چلے آئے ہیں اب نہ آل ابراہیم کوئی ظالم مانا جاتا ہے نہ اجراء نبوتہ بدینینا صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر یہ عقیدہ لازم آتا ہے اور اگر مختار مدعا علیہ کے طرز پر استمرار ہو تو ساطعے تیرہ سو سال تک آل ابراہیم کو عیاداً باللہ ظالم مانا جائے گا جس میں تمام فتن رونما ہووے مگر نبی نہ بنائے گے حالانکہ ابراہیمی نسل میں اب تک کس قدر صحابہ ائمہ قطب ابدال غوث صلحا ائمہ گزرے یہ محض لغو تاویل ہے اسلاف نے اس کے خلاف تصریحیں کی ہیں غرض اسمتاری معنی محض تفسیر بالراے ہے جو مرام قطعی ہے۔

- (۲) یقیناً ذریتہ کا لفظ عربی زبان میں صرف جسمانی ذریتہ پر بولا جاتا ہے اور انسان کی نسل و فرزند ان پر اطلاق پانا ہے۔ لغت کی معتبر کتاب اس تصریح سے پرہیز۔ قرآن و احادیث و محاورات عرب میں سینکڑوں حوالے موجود ہیں مختار مدعا علیہ باوجود اس قدر اس معاملہ میں تعلق کے عربی لٹریچر سے ایک بھی مسلم وغیر مسلم حوالہ نہیں کر سکا اور اپنے غجز کا ان الفاظ میں ائمہ ات کیا کہ دیہاں پر لذت عرب کے حوالے چھوڑتا ہوں۔ بانی مدرسہ دیوبند کی ہدیتہ الشیعہ پیش کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ ہدیتہ الشیعہ اردو کی کتاب ہے۔ اردو محاورات میں مجازاً ذریتہ نہ معلوم کس قدر معنوں پر آتا ہے۔ عربی لذت میں عربی کا ایک بھی محاورہ نہ مل سکا۔ اور میرا دعویٰ بحمد اللہ جواب رہا۔ منسل اہل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) مرزا صاحب کا بتی فارس یا اولاد فاطمہ سے ہونا کوئی علم الانساب کے اصول پر نہیں بلکہ ان کا کشتی و الہامی ہے جو کسی پر جھٹ نہیں۔ ہاں اون کے نسب نامہ میں ہے کہ وہ مغل ہیں مگر مرزا صاحب اور اسکی تردید فرماتے ہیں کہ اللہ نے میر سے پر وحی بھیجی کہ میری آباء اقوام ترکیہ میں سے نہیں۔ (استفتا مکہ) پس اب نسب نامہ کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں جب کہ اب تک مغل فارس یا نبی فاطمہ ہونا ہی طے نہ ہوا اور سب کا سب خلافت نسب نامہ مشہور کشتی رہا۔ اور اصل نسب نامہ کو مرزا صاحب کے الہام اور وحی الہی نے بزعم اون کے غلط ثابت کر دیا۔

انساب کی کتاب سے مرزا صاحب کا قابل اعتماد ابراہیمی نسل ہونا ثابت نہیں۔ باقی اصل میں اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ جب کہ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے نہ کسی نبی کے آنے کا امکان ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا۔ بہر حال عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ ہماری بحث کا کوئی بھی جواب نہ ہوا۔

خلاصہ تاویلات

(تیسری آیت اللہ یصطفی الخ)

(۱) یصطفیٰ میں حال اور استقبال دونوں مراد لینے پر جو مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس کے لیے منجد اور جرح گواہ مدعیہ کا حوالہ پیش ہے۔

(۲) مشترک کے دونوں معنی یکدم لے سکتے ہیں جیسا کہ روایت عینہ میں لیتے ہیں۔

(۳) چونکہ اس آیت میں یہ صیغہ خدا کے واسطے مستعمل ہے لہذا استمرار ہی کے معنی موزوں ہوں گے۔

(الجواب)

(۱) میرا اعتراض دو تو حال و استقبال کے معنی یکدم حقیقت مراد لینے پر تھا اور بتایا تھا کہ اسے اصطلاح میں عموم مشترک کہتے ہیں اور یہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے لا عموم لہ ای الحشر لک کہ عموم مشترک نہیں ہو سکتا۔ نور الانوار ص ۸۲ جرح گواہ مدعا علیہ ص ۱۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء سے پیش کیا تھا جو بالکل لاجواب رہا۔

البتہ منجد اور گواہ مدعیہ کا کہ جرح سے پیش کیا کہ مضارع وہ فعل ہے کہ حال و استقبال دونوں پر دلالت کرے۔ مگر میرا اعتراض مضارع کے اس معنی یا دلالت پر نہیں بلکہ حقیقتہً ایک ہی استعمال میں بطور عموم مشترک مراد ہونے پر ہے اور وہ بحد اللہ لاجواب ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ مفصل اصل بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) نایت عینہ اپنی طرف سے مثال گڑھ کو میرا پیش کردہ حوالہ نور الانوار ص ۸۲ عموم مشترک کا نہیں توڑ سکتے مہر حال ایک ہی معنی مراد سے جا سکتے ہیں جیسا کہ بحث میں بیان کر چکا۔

(۳) منشاء میں استہاری معنی حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ مجبور نہیں کرتا کہ خواہ خواہ کفر یہ مضمون بنانے کے واسطے اختیسی معنی پھوڑ کر مجازی سے بنائیں۔ بلکہ اس کے نہ مراد ہونے پر نہ اسے جو بس میں پیش کر چکا اور نہ اس کی نہف نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ استہار مراد ہو بلکہ حال یا استتبال ہی مراد ہوتا ہے۔ تمام قرآن پاک میں سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اور نہ خدا مدعا علیہ کے ادعاء کی ایک بھی نہیں مل سکتی۔ میں نے خازن ج ۵ ص ۱۲۱ سے اس کا شان نزول پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہاں اجزاء نبوت وغیرہ کا کوئی بھی تذکرہ نہیں صرف اہل مکہ کے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اللہ نے بشر جو ہم جیسا تھا رسول کیسے بنایا۔ جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ وہ کہ یہ کیسی نہیں کہ کوئی میاں ہو بلکہ اللہ کے نظر و انتخاب پر موقوف ہے جسے جات برکزیدہ کرے وہ ملائکہ کو بھی رسالت کے واسطے چنتا ہے۔ اور لوگوں سے بھی۔ چنانچہ چنا اور پھر جب چاہا یہ سلسلہ خاتم النبیین سے بند فرما دیا کوئی محل اعتراض اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔ اور اصل اعتراض لا جواب ہی رہا۔

دچوتھی آیت اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا اور محض یہ تاویل کی کہ۔

(۱) ایام الصلح سے جو اسی آیت کے جواب میں تائید پیش کی گئی وہ گواہان مدعا علیہ کے معنی کے متضاد نہیں

کیونکہ اس میں اور نبوت کا انکار ہے اور گواہان مدعا علیہ اور قسم کی ثابت کرتے ہیں۔

(۲) کشتی نوح میں ایام الصلح کے خلاف مضمون ہے۔

(۳) جو ترجمہ آیت پیش کیا ہے اس دعا کے مفہوم سے مطابق ہے جو اس آیت میں ہے۔

(۱) بحواب

(۱) ایام الصلح میں مطلقاً انکار ہے اور یہ کتاب اس زمانہ کی ہے جب کہ دعویٰ نبوت کا وہم و گمان بھی

مرزا صاحب کو نہ تھا بلکہ نبوت پر پردہ پڑا تھا کیونکہ اس کا سنہ تالیف یکم جنوری ۱۸۶۶ء ہے

عدالت خود ایام الصلح کی عبارت سے میرے جواب کا مقابلہ فرمائے تفصیل اصل بحث

میں ہے۔

- (۲) کشتی نوح ۵/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی دعویٰ نبوت اور نبوت سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے لہذا اس سے اس کا تعلق نہیں اس وقت تو تمام آیات و احادیث میں تحریفات کر چکے تھے۔
- (۳) آیت اهدنا الصراط المستقیم کا یہ ترجمہ کہ ”ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا“ محض تحریف اور غلط ہے اور یہ کہنا کہ بلا اس معنی کے یہ دعا نہ ہوگی یہ بھی غلط ہے دعا ماننے پر بھی صحیح معنی یہ ہوں گے ”ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا“ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان اپنی مطلب برآری کے واسطے کس قدر غلط تاویلات اور ترجمہ میں تحریف کر لیتے ہیں اور اپنے زعم کے مطابق اپنے کو نبی بنانے کی روزانہ دعا کرتے اور سکھاتے ہیں۔
- باقی جو اصل جو بات اس آیت کے بحث میں دیئے تھے ان کا نام تک نہ لیا اور وہ لاجواب ہی ہے۔

خلاصہ تاویل

(پانچویں آیت ومن یطع اللہ والرسول)

- (۱) مختار مدعا علیہ نے معیت سے نبی ہونا مراد لینے پر بخاری سے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت وصال مع الذین انعم علیہم اور حدیث التاجر الصدوق بحشہ مع الانبیاء پیش کی اور اگر خود سے دیکھی جائیں تو ہمارے موافق ہیں۔
- (۲) اس آیت سے یہ مراد کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں
- (۳) تو فنا مع الابرار اور فنا کینا مع الشاہدین وغیرہ میں مع بمعنی من ہے کہ ہمیں ان کے زمرے سے کر دے۔
- (۴) خدا کی معیت کی آیاتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(الجواب)

- (۱) اس استعمال سے صرف میں نے یہ بتایا ہے کہ اگر نبی بنا مراد ہوتا تو اس سے بطور تحصیل حاصل استعمال نہ فرماتے نیز اسی اصول پر ہر تاجر صدوق نبی بن جاتا یا بن سکتا حالانکہ یہ مراد نہیں تفصیل بصل بحث سے ملاحظہ ہو اس سے لاجواب ہو کر ادھر ادھر لٹا شروع کر دیا۔
- (۲) یہ کہنا کہ اس آیت سے یہ مراد لینا کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقل مند انسان ملنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا جواب عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں اور صرف یہ گزارش کرتا

ہوں کہ آیت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ و بزرگان دین سلف و خلف تو یہی معنی کرتے چلے آئے۔
اب مختار مدعا علیہ انہیں جو چاہت کہے اور جو چاہے سمجھے رہیں تو اس کا شان نزول اور صحابہ سے
روایت مرزا صاحب کے زمیں المفسرین ابن جریر جلد ۲۲ ص ۵۶۱ سے پیش کر دی تھی۔ جسے لاجواب
سمجھ کر جواب میں ذکر تک نہ کیا۔ اس بحث ملاحظہ ہو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی مراد سمجھا۔ بخاری
ج ۲ ص ۶۶۱ اصل بحث ملاحظہ ہو ان درجوں کا وجود دوسری آیت سے پیش کیا تھا اوس کا بھی کچھ جواب نہ دیا
بہر حال یہ بھی لاجواب رہا۔

(۳) ان امثلہ میں مع یعنی مجازاً مراد ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ ہر جگہ مراد ہو۔ چنانچہ جن لوگوں نے
ان امثلہ میں یہ معنی لیے ہیں وہ بھی آیات متنازعہ سے مراد نہیں لیتے۔
(۴) خدا کی معیت پر قیاس نہیں کرتا بلکہ ان امثلہ سے اگر مع کے واسطے یہ قاعدہ بنا لیا جائے جیسا کہ گواہان
مدعا علیہ نے بنایا ہے تو ان کے زعم باطل پر ہر انسان کا خدا بنایا خدا بنتے کی دعا کرنا لازم آئے گا۔ جواب
نہ ہو سکا معاملہ کی سہمی کی۔ باقی اصل جو جواب تھا اوس کا ذکر تک نہ کیا۔ اس آیت میں مع سے معیت بمعنی
رفاقت مراد ہے اور اوس کا ثبوت اسی آیت کا آخری حصہ مصرح موجود ہے کہ وحسن ادلیبہ، دنیقا
یہ انبیاء و صدیقین و صلحاء اچھے رفیق ہیں اس سے بنص قرآن اس استدلال کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کا
جوابی بحث میں اشارہ تک نہیں عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے معلوم ہوا کہ یہ جواب بالکل
لاجواب ہے کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔

(پچھٹی آیت استخلاف)

خلاصہ تاویلات

- (۱) اس سلسلہ میں جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے وہ قابل التفات ہے۔
- (۲) گواہ مدعا علیہ نے خلافت رومانی اور جسمانی دونوں پر چسپاں کی ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے۔
- (۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا عموم الفاظ قرآنی کو باطل کرنا ہے اور چند امثلہ
- (۴) جسمانی بادشاہت تو غیر مومنین اور غیر صلحاء کو بھی مل جاتی ہے۔
- (۵) تفسیر کبیر کے دو حوالے۔

الجواب

در اصل اس بحث کا کچھ بھی جواب نہیں عدالت اصل بحث کو اس سے مقابلہ فرمائے۔

(۱) الحمد للہ کہ جواب کے قابل التناہ نہ ہوتے تو مختار مدعا علیہ نے اعتراض کر لیا۔

یہ غلط ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی خلافت سے روحانی اور جسمانی کے دونوں مراد لی ہیں۔ البتہ روحانی سے نبی ہونا نہیں بلکہ وارث علوم نبویہ ہونا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ بیابا پ کا خلیفہ یا مرید پیر کا ہوتا ہے۔ نیز سلطنت ظاہری ولیمکنہم فی الارض سے مراد لیا ہے۔ اور اس پر صریح صریح قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ جن کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۲) صرف صحابہ میں منحصر کرنا بھی عموم الفاظ کو باطل نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہاں عموم نہیں بلکہ منکم سے خود ہی تخصیص فرمادی ہے اور تمام امت ائمہ سلف و خلف آج تک اسے صحابہ کرام کے فضائل و خصوصیات سے شمار کرتی رہی ہے۔

(۳) صرف جسمانی بادشاہت نہیں بلکہ روحانی اور وراثت علمی بھی ہمراہ ہے اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

(۵) تفسیر کبیر کے دونوں حوالے یہاں سے غیر متعلق ہیں اور یہاں انہیں لگانے سے تفسیر بالآیات جوڑیں نے پیش کی ہے۔ بالکل باطل ہو جائے گی نیز امام رازی نے بھی اس آیت کو اسی معنی اور صحابہ کرام پر محمول کیا ہے۔ نیز کسی مطلب کے صریح آیات اور احادیث سے متعین ہونے کے بعد اس کے خلاف کسی کا قول معتبر نہ ہونا مسلمہ فریقین متفقہ مسئلہ ہے پس یہ قطعاً پیش ہی نہیں ہو سکے بہر حال اس کے قابل التناہ ہونے کا اعتراف ہے اور تاویل جو کی ہے۔ وہ ظاہر ہے جو کچھ بھی ہے۔ عدالت خود ہی اصل بحث سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائے۔

باقی آیات کا جواب، جواب رہا۔

(احادیث امکان نبوت کا ثبوت)

میں نے اس کا تفصیلاً ایک ایک حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا تھا اور حدیث نو اس بن سلمان جس میں نبی اللہ کا لفظ ہے اس کی تفسیرت ازالہ مسئلہ سے اور نبی اللہ سے مجازاً نبی ہونا سراج منیر ص ۱۰۰ پر پیش کیا تھا جس سے اجراء نبوت کوئی لازم نہیں آتا اب یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ منشا نہیں بلکہ وہ ہے عدالت خود اصل سے ملاحظہ فرمائے مطلب واضح ہے۔

حدیث محدث والی میں بخاری شریف کے اندر تصریح ہے من غیر ان یكونوا انبیاء الامم کہ محدث نبی نہ ہوں گے لہذا اس سے بھی اجراء نبوت نہ ثابت ہوا۔ ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یكون نبی دکنز العمال، اولاً تو کنز العمال

ہیں ان یوں نبیا بھی ہے کہ ابو بکر نبی نہ ہوں گے۔ باوجود افضل الناس ہونیکے۔ یہ صحیح ہے اور ایسے بکثرت محاورات ملیں گے۔

مرزا مظہر جان جاناں رح کی مدح میں کہا گیا ہے کوئی آج اس کے برابر نہیں۔
وہ سب کچھ ہے الا پیغمبر نہیں باقی کے واسطے بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے میں بھی اپنی اصل بحث کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بحدائق ایک دلیل سے بھی اجراء نبوت ثابت نہ ہو سکا۔ قلنا الحمد
تتم نبوت و دعوی نبوت کا مسئلہ ختم ہو ا۔

تیسری وجہ تکفیر کا اثبات و جواب الجواب

انکار حشر اجساد و نفع صور

گو اہان مدعیہ نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب حشر اجساد اور نفع صور کے منکر ہیں حالانکہ بیسیوں آیات اور احادیث کثیرہ سے یہ بات قطعاً ثابت اور امت کا مسلم عقیدہ ہے جس کا جواب مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ہرگز ان امور کے منکر نہیں۔ اور مختلف حوالجات ان امور کے متعلق پیش کیے ہیں کہ مرزا صاحب ان امور کو پیش کرتے۔ اور مانتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بیان و بحث سے یہ بات تو ثابت ہو گئی۔ کہ فی الواقع حشر اجساد اور نفع صور کا انکار کرنے والا قرآن اسلام کا کذب اور مخالف اور کافر ہے۔ لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مرزا صاحب ان امور کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کو ان امور کا معتقد اور مقرر جانتا ہے لہذا اس وجہ کی بناء پر کافر و مرتد نہیں ہیں۔

مختار مدعیہ کی طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے کہ گو مرزا صاحب نے بعض مقالات میں ان امور کا اقرار کیا ہے۔ لیکن وہ اقرار محض لفظی اور اجمالی ہے۔ اور جہاں انکار ہے۔ وہ نہایت بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد اقرار کی نیت محض لفظی رہ جاتی ہے۔ حقیقی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله ليستهد ان المنافقين لكاذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون۔ (سورة المنافقون ٦٤) نیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن الناس من يقول انا باللہ وبالیوم الآخر وما هم بمؤمنین یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون فی قلوبہم مرض۔ الایہ

ماحصل ان آیات مبارکہ کا یہ ہے کہ کسی شخص کا اقرار جب کہ اس کی حالت قطعی طور پر یا اس کا قول یقیناً انکار پر دلالت کرتا ہو۔ کوئی وقت نہیں رکھتا۔ بس مرزا صاحب نے جب کہ وہ باتیں نہایت بسط اور تفصیل سے لکھ دیں۔ جن سے لازمی اور ضروری طور پر حشر اجساد کا انکار یعنی قبروں سے مردوں کا میدان حشر میں جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اب ان کے اقرار اسی قسم کے ہوں گے۔ جیسے کہ منافقین کے ادعا۔ اسلام و رسالت و ایمان ہیں جو محض بے سود ہونے کی وجہ سے کالم قرار دیے گئے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیات اور ان کی مثل اور آیات سے ظاہر ہے۔

تفصیل و توضیح

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ اعتقاد پیدا و ایجاد کیا ہے۔ کہ انسان مرنے کے بعد فی نور جنت یا جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ داخل جنت و جہنم ہو۔ جیسے اعلیٰ درجہ کے لوگ صدیق شہید انبیاء جو سائے وجود اور قوتوں کے ساتھ داخل جنت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مقابل بڑے بڑے کافر جہنم میں سائے وجود اور قوتوں سے داخل جہنم ہو جاتے ہیں، یا محض اس کے لیے جنت و دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے جیسا عامہ مومنین کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ بیان کے مقابل عامہ کفار کے لیے دوزخ کی جانب سے جیسا کہ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ جس کو گواہ نمبر ۱ نے اپنے بیان میں پیش کیا تھا۔

نیز مرزا صاحب کی کتاب حمامہ البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ وقد علمت انفا ان اهل الجنة والسعير يدخلون مقاميهما بعد موتهم من غير مكث ولا ينظرون لقيمة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات فقد قامت قيامته۔

یعنی تجھے ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اہل جنت و دوزخ اپنے مرنے کے بعد بلاتاخیر اپنی اپنی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور رہتا رہتا تو دیکھیں گے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو مر گیا۔ اس کی قیامت ہو گئی (۲) جو لوگ سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ جنت یا جہنم میں سر دست نہیں جاتے۔ وہ بھی یوم الحشر اور یوم الحساب سے پہلے ترقی کرتے کرتے ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے ہیں۔ اور صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو گواہ نمبر ۱ کی محولہ عبارت ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ تقطیع خورد کے بعد کی عبارت "ہاں جب اس درجہ سے ترقی کرتا ہے۔ تو ادنیٰ سے اعلیٰ میں آجاتا ہے اس ترقی کی ایک یہ بھی صورت ہے (۳) انریہما تک نوبت پہنچتی ہے۔ کہ شہیدوں اور صدیقیوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ وہ بہشت میں ہی داخل ہوتا ہے (۴) ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ و ۳۶۱) اور صفحہ ۳۶۱ میں ہے "اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ بہشت میں داخل ہونے کے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں۔ کہ تقریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے۔ اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔"

صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو ایک ذرہ بھر ایمان عمل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور قوتوں کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں۔ ان کتاب ازالہ اوہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن حمامہ البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ بالا عبارت میں بلاتاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے۔ جو بظاہر بتدریج کے مخالف ہے۔

لیکن ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی بیان نہیں کیا۔ کہ اہل دوزخ کی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ جس طرح ادنیٰ مومن کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی ترقی الیٰ اقصیٰ مراتب جہنم کے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

بہر حال مرزا صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ کوئی بہشتی اور کوئی دوزخی بہشت یا دوزخ سے نکالا نہیں جاتا۔ خواہ کسی درجہ سے۔ اور درجہ سے۔ اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶۰ ازالہ اوہام اب حاصل کلام یہ ہے۔ (سے) تو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے (تک) اب جب کہ تمام لوگ یوم الحساب سے پہلے اپنے سائے وجود اور تہائی قوی کے ساتھ باجنت میں ہوں گے۔ باجہنم میں۔ اور موجب عقیدہ مرزا صاحب کوئی آدمی بہشت اور دوزخ سے نکالا نہیں جاسکتا۔ تو اس سے لازمی اور ضروری طور پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حشر اجساد باطل ہے۔ یعنی مردے قبروں سے اٹھ کر میدان حساب میں جسمانی طور پر نہ جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ میدان حساب میں روحانی طور پر لوگ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۵ بسلسلہ عبارت محولہ گواہ نمبر امدعا علیہ کہہ کی کی مثال سے سمجھ لینا چاہیے۔ (سے) اسی طرح روحانی طور پر بہشتی میدان حساب میں بھی ہوں گے۔ اور بہشت میں بھی ہوں گے۔ تک

مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ حشر روحانی کی تصریح کی ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قیامت کے دن حضور رب العالمین میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کو یا بالفاظ دیگر حشر جسمانی کو بہودیا نہ خیال قرار دیا۔ اور تمام امت کو بہودی سہشت قرار دیا جو آج تک حشر جسمانی کی معتقد چلی آتی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ و ۳۵۱ ملاحظہ ہو اور قیامت کے دن حضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا۔ (سے) گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم میں داخل کرے گی۔ (تک)۔

مرزا صاحب نے اس مقام پر یہ تصریح کر دی ہے۔ کہ یوم الحساب میں بھی جنتی جنت میں ہی ہوں گے۔ اور دوزخی دوزخ میں۔ صرف بہشتیوں پر رحم الہی کی تجلی ہوگی۔ اور دوزخیوں پر قہر الہی کی تجلی ہوگی۔ اور اس طرح پر جنت والوں کو جنت نئے رنگ میں دکھلایا جائے گا۔ اور دوزخیوں کو دوزخ نئی شکل میں اور یوم الحساب کے بعد جنت و دوزخ میں داخل ہونے کی یہی حقیقت ہے۔ اسی طرح حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ فیمثل اللہ الجنة فی اعین اہلہا بصودۃ ما راءتہا اعینہم فقط کما وعد فی کتاب للمسلمین فی کون لہم ذلک الیوم یوم المسرة العظمیٰ والسعادة الکبریٰ فیہ دخلونہا فرحین امنین۔

وکذلک تمثل جہنم فی اعین اہلہا فی صودۃ یفجعہم رؤیتہا۔

یہاں سے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ثابت ہوا۔ کہ یوم الحساب کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل ہونا صرف تمثلی اور محض دکھلاوا ہے اور تحصیل حاصل جیسا سینما کا کھیل مرزا صاحب کے اس عقیدہ سے اسلام کے اس مسلمہ عقیدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ بعض مومن اپنے فسق و فجور کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے جو اپنے اعمال کی سزا بھگت کر یا شفاعت سید المرسلین و دیگر انبیاء علیہم السلام یا شفاعت صالحین سے یا محض رحم رب العالمین سے دوزخ سے نجات پا کر داخل جنت ہوں گے۔ کیونکہ موجب عقیدہ فاسدہ مرزا صاحب دوزخ سے کوئی خارج نہیں ہو سکتا۔

نیز اصحاب اعراف کا بھی انکار ہو گیا۔ جو نصوص قطعیہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات بھی مخفی نہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ عقیدہ محض کسی غلط فہمی سے ایجاد نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس کے ملحدانہ نتائج سے بے خبر تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اس سے اسلامی عقائد میں سخت انقلاب پیدا ہوگا اور معتقدات اسلامیہ زیر و زبر ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ ان کی ایک خاص غرض اس عقیدہ سے وابستہ تھی اس لیے انہوں نے نصوص قرآن و احادیث کی کچھ پروا نہ کی اور یہ عقیدہ تراش لیا کہ جنتی لوگ مرنے کے بعد اور جہنمی فوراً جنت اور جہنم میں چلے جاتے ہیں اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکتے اور اس پر بعض آیات اور احادیث کی غلط تاویل کر کے استشہاد و استدلال کیا۔ اور یہ ظاہر کیلئے کہ گویا وہ اسلام اور مسلمانوں پر قرآن کی باہمی مخالف آیتوں میں تطبیق اور توفیق دیکر تعارض کو دور کر کے احسان کر رہے ہیں گویا مختار مدعا علیہ نے بھی اپنے بیدہ امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کفریہ عقیدہ کا ہمیں احسان بخلا ہے۔

مختار مدعا علیہ اپنے جواب بحث میں کہتا ہے کہ (مرزا صاحب نے) جو آیات اور احادیث ان مسائل کے متعلق پائی جاتی ہیں محدین کے اعتراض کو ملحوظ رکھ کر ان میں تطبیق فرمائی ہے تو یہ تقریر جو ازالہ اوہام میں بیان ہوئی ہے تو وہ ان مختلف حدیثوں اور آیات کی تطبیق میں ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے چند آیات اور احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ۔

”پس اگر کوئی شخص مرنے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو مختار مدعا علیہ ان آیات اور اپنے عقیدہ میں کہ مردے قبروں سے اُنہیں کے تطبیق کر کے دکھائیں۔“

مختار مدعا علیہ کی اس تحدی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے زلم میں یہ ایسا عقیدہ تھا جس کو مرزا صاحب کے سوا کسی نے حل نہیں کیا اور اگر مرزا صاحب تشریف لا کر یہ عقیدہ حل نہ کرتے تو اسلام اور مسلمان محدین کے اعتراضات کے بارے میں نیچے قیامت تک دبے رہتے کچھ ظاہر ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیات و احادیث جن کی باہمی تطبیق کے لیے اس نے تحدی اور چیلنج کیا ہے یہ ہیں۔

(۱) اَعْرِضُوا فَاَدْخَلُوا نَارًا ۱۔ (نون) کہ نوح کے مخالف غرق کیے گئے پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا۔

(۲) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا۔ کہ فرعون صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن ہم حکم کریں گے کہ فرعون کو اشد العذاب میں ڈالو۔

(۳) یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الایة اس آیت کا ما حاصل یہ ہے کہ جو نفس خدا کی طرف تسلی پا گیا ہو اُسے دیگر بندگان الہی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔

(۴) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قبل ادخل الجنة۔ قال یا لیت قومی یعلمون اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں تو جنت کو دیکھا اور اس میں اکثر ضعیف تھے۔

(۶) شہداء کے متعلق قرآن میں وارد ہے کہ ان کو مردے مت کہو بلکہ احیاء عند ربہم یرد قوت بلکہ وہ اپنے

رب کے پاس زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں۔ پھر کتاب الفصل ج ۳ صفحہ ۱۳ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کے طور پر بیان کیا ہے کہ شہداء کے ارواح جنت میں ہیں اور اسی طرح انبیاء

کے ارواح بھی بلا شک جنت میں ہیں یہ تھیں وہ مشکلات جن کی بنا پر مرزا صاحب نے سینکڑوں آیات اور احادیث

سے ثابت شدہ عقائد حشر اجماع یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور یوم الحساب کے احوال و احوال اور واقعات بعث

حشر وزن اعمال وغیرہ کا انکار کر دیا اور مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ان آیات و احادیث کے درمیان اور اپنے عقیدہ قبروں

سے مردوں کے اٹھنے کے درمیان تطبیق کر کے دکھاؤ گویا مختار صاحب کے نزدیک ان میں تطبیق محال ہے اسی لیے

انہوں نے مردوں کے قبروں سے اٹھنے کا انکار کر دیا ہے جس کا دوسرا نام حشر اجماع ہے یا بعث من فی القبور

مختار مدعا علیہ نے اپنی مجبوری ظاہر کر دی جس نے ان کو حشر اجماع کا منکر بنایا ہے اور اضطراری طور پر وہ بات انہوں نے

مان لی جو ہم منوانا چاہتے تھے اور وہ بڑے اصرار سے انکار کر رہے تھے۔ مرزا اپنی کتابوں میں اور مختار مدعا علیہ نے جواب

اور بحث میں آیات و احادیث مذکورہ کی دستاویز سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو انسان مرتا ہے وہ فی الفور جنت یا جہنم

میں چلا جاتا ہے اور مختار مدعا علیہ نے ان آیات اور عقیدہ حشر اجماع یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھانے کے درمیان تطبیق

کا مطالبہ کیا ہے جس کو ہم بفسندہ و توفیقہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات و احادیث بلکہ کسی آیت و کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہر انسان مرنے کے بعد

فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے بلکہ دخول جنت یا جہنم بعث حشر وزن اعمال حسب کتاب کے بعد ہوگا البتہ دار دنیا اور یوم

الابت کے درمیان فی زمانہ میں جس کا نام برزخ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”من وراء ہم برزخ الی یوم یبعثون حسب مراتب ثواب

یا عذاب ہونا ہے قرآن سے بھی بات ثابت ہوتی ہے اور احادیث میں اس کی بہت تصریح اور تفصیل آئی ہے نیک انسان

جنت کی خوش ہوا روح و ربیعان وغیرہ سے متمتع ہوتا ہے اور جنت کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ بد انسان

دوزخ وغیرہ سے تکلیف پاتا ہے اور دوزخ کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے ماسوا اس کے احادیث میں بہت تفصیل ہے۔ شہداء کے لیے زیادہ خصوصیت سے مذکور ہوگا کہ ان کی ارواح جنت میں جا کر منتہی ہوتی ہیں بید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دار دنیا میں ہوتے ہوئے بھی سیر جنت سے مانع نہ تھا بلکہ واقع میں جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے لیکن ان امور میں کس طرح قیاس و گمان کو دخل نہیں جو نصوص سے ثابت ہو اس کا ماننا ضروری ہے۔ یہ بھی آیات سے القبر و روضۃ من ریاض الجنة ا و حضرة من حضور النیران لیکن یہ باغ اور آگ کا گڑھا محض برزخی اور عارضی ہے جو یوم البعث والحشر پر ختم ہو جائے گا نہ وہ جنت ہو یوم الحساب کے بعد عطا ہوگا جس سے کوئی نکالنا نہ جائے گا جس کا نام ہے دار السلام بھی ہے جس میں ادنیٰ آدمی کو زمین و آسمان کی وسعت کے مطابق حصہ دیا جائے گا جس کے بعد اندوہ و رنج کا نام نہ رہے گا جس کی نسبت حدیث قدسی میں ہے اعدت لعبادی الصلح من مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر اور نہ وہ جہنم میں جس میں سے اہل کبائر مومن نکلے جائیں گے اور کفار لا یقضیٰ علیہم فی موتوا ولا یخفف عنہم من عذابہا کے ماتحت وہیں رہیں گے۔

(والتفصیل کثیرة فی القرآن والاحادیث الحدیث)

اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ نے آیت نمبر ۱۰ پیش کی ہے کہ "نوح علیہ السلام کے مخالف غرق کئے گئے اور انہیں آگ میں داخل کر دیا" اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسلامی عقیدہ بعثت من فی القبور اور حشر اجساد کے مخالف ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نار سے جہنم سمجھ لیا ہے۔ اور عام کو بلاوجہ خاص قرار دے کر اپنا دلی شوق پورا کر لیا ہے اور خواہ مخواہ قرآن کریم میں تعدیث پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سعی بالکل بے سود ہے کیونکہ نار کا لفظ نار آخرت اور جہنم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ دنیا اور نابد برزخ سب کو شامل ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے نار آخرت اور جہنم مراد لے کر حشر اجساد کے نطفی اور حکم عقیدہ سے اس کو ٹکرایا جائے کیوں نہ اس سے مراد نار برزخ اور عذاب قبر لیا جائے اور اگر بالفرض نار آخرت اور جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی توجیہ بخوبی ہو سکتی ہے اور حشر اجساد سے قطعاً کوئی زحمت نہیں ہوتی کیونکہ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع قطعی اور یقینی ہو عموماً قرآن کریم بصیغہ ماضی بیان کر دینا ہے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے محاطوں سے کسی کو ان کا انکار نہیں ہوگا اور نہ ہی مختار مدعا علیہ ان کا انکار کر سکتے ہیں تاہم مزید تسلی و اطمینان کے لیے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں

فوقاھم اللہ شد ذلک الیوم ولقاھم نضرة و سرورا و

جناھم بما صبروا الجنة و حریرا الایة

اس جگہ میں بصیغہ ماضی کے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے امور مستقبلہ کو جو یوم الآخرۃ میں پیش کرنے والے ہیں یقینی اور قطعی وقوع ہونے کی وجہ سے بصیغہ ماضی ذکر فرمایا ہے اسی طرح ان سے اگلی آیات ہیں و حلوا اساور من فضہ و سفھم رھم شہابا ظھورا۔ میں بصیغہ ماضی استعمال ہوا ہے ان آیات میں اللہ

تعالیٰ نے ان ابرار اور نیکوں کی جزاء کا بیان کیا ہے جو دنیا میں نیک کام ایفاء نذر اور مساکین کو طعام دینا وغیرہ اعمال صالحہ کرتے ہیں اور قیامت کے خوفناک دن سے ڈرتے ہیں صرف مردوں کا ذکر نہیں بلکہ جو عہد نبوی میں تھے یا بعد میں ہوئے اور ہوں گے ان سب کے ثواب کو جو آئندہ ان کو ملنے والا ہے بصرہ ماضی بیان کیا گیا ہے تفسیر بیضاوی میں فائدہ لو انارا کے ماتحت لکھا ہے المراد عذاب القبر یعنی اس ادخال نار سے مراد عذاب قبر ہے یعنی برزخی نار مراد ہے پھر دوسرا احتمال ذکر کر کے اس کی بھی توجیہ کر دی ہے او عذاب الآخرة والتعقیب لعدم الاعتداد بہا بین الاعراق والادخال اولادہ المسبب کالمتعقب للسبب وان تراخی عنہ لفقد شرط الوجود مانہ یفر یا عذاب تحررت عنزلہ ^{المتعقب} اسنی صورت میں تعقیب یعنی اعراق کے پیچھے ادخال نار کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ درمیانی زمانہ برزخی کو نظر انداز کیا گیا ہے یا اس لیے کہ سبب موجود ہونے کے بعد وجود سبب گو وہ کسی شرط کے نہ موجود ہونے یا کسی مانع کی وجہ سے پیچھے آئے ہمنزلہ متعقب ہی کے ہے کمالین حاشیہ جلالین میں ہے المراد بادخالہم النار ادخالہم فیہا فی البرزخ قال الضحاك یغرقون فیہا من جانب ویجرقون فیہا من جانب وقال مقاتل فادخلوا ناداً فی الآخرة والتعقب علی ذلك لعدم اراہم ^۳ فادوا وہبہ بین اعراق والادخال كأنہ سوادۃ - یعنی ان کو آگ میں داخل کرنے سے برزخ کی آگ میں داخل کرنا مراد (جیسا کہ) ضحاك نے کہا ہے کہ وہ ایک طرف غرق کیے جاتے تھے دوسری طرف جلانے جاتے تھے مقاتل نے کہا ہے کہ نار آخرت مراد ہے اس صورت میں تعقب اعراق اور ادخال نار کے درمیانی زمانہ کے اعتبار نہ کرنے سے اور نظر انداز کر دینے کی وجہ سے ہے گویا وہ ایک نیند ہے میں کہتا ہوں صاحب کمالین کا یہ قول کہ گویا وہ ایک نیند ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ قبروں سے نکلنے کے بعد لوگ یہی کہیں گے یویلنا من بعدتنا من مرقدنا۔ (سین) اسے افسوس ہماری خواب گاہوں سے ہمیں کس نے جگا دیا۔ پھر خود ہی کہیں گے یا انہیں کہا جائے گا۔ ہذا ما وعد

المرسلون وصدق المرسلون

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نار سے مراد نار برزخ ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے ہم نار جہنم مراد لینے پر مجبور ہو جائیں اور اگر نار آخرت اور عذاب جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی بلا تکلف توجیہ ہو سکتی ہے جیسا کہ مفسرین کے حوالے سے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور امور مستقبہ میں ماضی کا استعمال کلام اللہ میں بکثرت ہے لہذا عقیدہ اہل اسلام بعث من فی قبور من القبور یا حشر اجساد سے اس کا کوئی تعارض و تزائم نہیں ہے اور مرزا صاحب کا اس تعارض و تزائم کا جہانہ سے کفریہ عقیدہ کا تراشنا الیٰ و اور ہوس خام ہے۔

دوسرا اشکال اور اس کا حل

آیت جس کو مختارہ ماعلیہ نے اسلام کے قطعی عقیدہ کے متعارض سمجھ کر اس کی تطبیق کا مطالبہ کیا ہے وہ ہے جو عذاب فرعون اور فرعونوں کے متعلق سورۃ مومن میں ہے۔ النّار بعرضون علیہا عذوٰ و اوعشیٰ و یومہ تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب۔

اس کے ماہل ہے فوقاً د اللہ سیئات ما مکروہ و معاق بال فرعون سوئے العذاب النار بعرضون۔۔۔ الخ یعنی مومن آل فرعون کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے منعموں سے بچا لیا۔ اور آل فرعون پر بُرا عذاب نازل ہوا (غرق کئے گئے پھر) صبح لگے پہر اور پچھلے پہر آگ پر پیش کئے جانے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب (یعنی جہنم) میں داخل کر دو۔

علماء نے اس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا ہے جو بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں کے مختلف وقتوں میں مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ایک غرق ہونے کے بعد قیامت تک لگے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونے کا جو نسبتاً اخف العذاب ہے دوسرا قیامت کے بعد اشد العذاب میں داخل ہونے کا جس سے مراد دخول جہنم ہے۔

لگے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونا عذاب قبر ہے جو قیامت سے پہلے ہے اس کی نسبت بخاری مسلم ترمذی میں بھی حدیثیں موجود ہیں جو آل فرعون کے علاوہ اس کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب اثبات القبۃ میں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مرنا ہے تو اگلے پچھلے پہر ٹھکانا اس کو دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت سے اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ نیزا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب کی دوسری فصل میں ترمذی کی ایک حدیث ابو ہریرہ سے مروی ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر نامی قبر میں سوال کرتے ہیں اس کے بعد صحیح جواب دینے والے مومن کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے اس میں روشنی کی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو شادی شدہ کی طرح راحت سے سو جا یہاں لگے اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اٹھاوے اور اس کے برخلاف کافر کو عذاب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھا کرے۔

یہ حدیثیں اور آیت محولہ بالاتفاق عذاب کی مثبت ہیں ان سے یہ بھی ثابت ہوا عذاب قبر کے بعد یوم البعث ہوگا جس کی تفصیل اور آیات و احادیث میں آئی ہے سورہ یسین میں ہے و نفتح فی الصور فاذا ہد من الابدات الی ربہم ینسلون یعنی قرنا پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے

سورہ قمر میں یخرجون من الاجداث کا ہم جراد منتشر۔ قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ پراگندہ ٹڈی دل ہیں اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ نفعِ صورت کے بعد مردے قبروں سے نکل کر میلانِ عدالت رب العالمین میں حاضر ہوں گے اور محمولہ بالا آیات اور حدیثوں سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ عذابِ تہر یا برزخی عذاب جو اشد العذابِ آخرت کے مقابلہ بالکل خفیف ہے اور اسی طرح ثوابِ ختم ہو کر یوم البعث ہو گا اور مردے قبروں سے نکل کر حاضر عدالت رب العالمین ہوں گے۔

الغرض یہ آیت سر بسہرہ کے مذہب کی مثبت ہے اور مرزا صاحب کے عقیدہ کفریہ اور انکارِ حشر و اجساد کی بیخ کنی کر رہی ہے مرزا صاحب کا تو یہ مذہب تھا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فوراً جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے پھر اس سے نکل نہیں سکتا بڑے سرکش کافر اپنے سامنے وجود اور تمام قومی کے ساتھ داخل جہنم ہو جاتے ہیں لیکن اس آیت نے ثابت کر دیا کہ سب سے بڑا کافر فرعون اور فرعون بھی قیامت کے دن داخل جہنم اور اشد العذاب ہوں گے برزخ میں صرف اگلے پچھلے پر آگ پر پیش ہوتے ہیں یعنی عذابِ القبر میں مبتلا ہیں اور جب احادیثِ محولہ بالا اور دیگر آیات کو جن کا ذکر محض نمونہ و مثال کے طور کیا گیا ہے اس آیت سے ملا کر یکجا نظر سے دیکھا جائے تو بشرطیکہ انسان بالکل انصاف و ایمان سے خالی نہ ہو قطعاً و یقیناً سمجھ لے گا کہ عذابِ قبر و برزخ کے بعد حشر و اجساد بالکل حقیق اور عین الحق ہے اور مرزا کا مذہب قطعاً باطل ہے۔

باوجود ایسی کھلی صاف اور واضح نص کے مختار مدعا علیہ کا اس کو اپنے موافق اور ہم سے مخالف سمجھ کر تطبیق کے لیے تضحی کرنا سخت سیرت انگیز ہے لیکن ہم ان کو ایک طرح سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا کام محض یہ ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں وہی کہے پلے جائیں خواہ وہ بدعتہ باطل ہو اور علمی خود داری اس کے کہنے سے صراحتاً روکتی ہو۔

(۳) تیسری آیت

يا ايها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي

(سورۃ فجر پ)

جنتی۔

اس آیت میں حشر و اجساد اور بعثت من القبور کے خلاف اور متعارض کوئی لفظ نہیں ہے مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کی تقلید کی وجہ سے دہوکہ ہوتا ہے کہ ہر نفس مطمئنة کو مرنے کے وقت یہ حکم دیا جاتا کہ فوراً بلا توقف جنت میں داخل ہو جا اور جنت سے نکلنا محال لہذا حشر و بعثت اجساد محال لیکن اول تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکم دخول جنت بوقت موت دیا جاتا ہے بلکہ سیاق آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیامت کو ہو گا اور اگر اس کو بھی بالفرض

مان لیا جائے کہ یہ حکم بوقت موت ہی ہے تو یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ اس سے مراد وہی جنت ہے جس میں دخول بعد الحساب ہوگا اور جس سے نکلنا محال ہے ممکن ہے کہ اس سے حکم حدیث مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم القبر ووضۃ من ریاض الجنۃ۔ روضہ یعنی جنت قبر ہی مراد ہے۔ اس صورت میں بھی یہ آیت حشر وبعث اجساد کے مخالف نہیں ہو سکتی کیونکہ جس جنت سے ضرور ضرور قیامت کے دن نکلنا پڑے گا۔ اور اگر بالکل ہی ارغاء عنان کر کے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہی جنت مراد ہے جس سے کوئی نہ نکلے گا جس میں دخول کے بعد بعث و حشر اجساد ناممکن ہے تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ فی الفور بلا تراصنی و مہلت داخل ہونے کا حکم ہے تب تک اسلامی قطعی عقیدہ بعث و حشر اجساد سے یہ آیت متعارض نہیں ہو سکتی اور آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس امر کو قطعاً ثابت کرے لہذا اس صورت میں بھی ممکن ہے کہ یہ محض اذن اور بشارت دخول جنت ہے اور جنت میں داخل ہونے کا تحقق اور وقوع اپنے وقت اور شرط حشر وبعث حساب کے بعد ہوگا۔

غرض اتنے اصرار کے ہوتے ہوئے اسی آیت کو عقیدہ بعث و حشر کے خلاف اس کو پیش کرنا جس کو نصوص محکمہ قرآن و حدیث قطعاً و یقیناً ثابت کرتی ہیں نفس امارہ کی پیروی ہے۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکم دخول جنت قیامت کو ہوگا اس سے پہلے قیامت ہی کا ذکر ہے کلا اذا دبر الارض دکاد کا و جاء ربک و الملک صفا صند و حیۃ یومئذ بجهنم یومئذ یتذکر الانسان و انی له الذکری یقول یلینتی قدمت نجاتی یہ سب قیامت کا ذکر ہے اس کے بعد عذاب قبر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا فیومئذ لا یعدو عذابہ احد ولا یوثق وثاق احد

یعنی اس دن یعنی قیامت کے دن میں عذاب کافر کے بعد اسی سلسلہ میں حسب اسلوب اللہ تعالیٰ جو مومن اور کفار کا مقابل ذکر کرتا ہے قرآن حکیم نے نفس مطمئنہ کا ذکر فرمایا اور اس کو دخول جنت اور عباد اللہ السالین کی شمولیت کا حکم دیا گیا پس یہ بھی قیامت کے دن سے ہی متعلق ہے اب معاملہ بالکل صاف ہے اور کسی صورت میں بھی ہمارے مخالف اور متعارض نہیں۔

چوتھی آیت

مختارہ عالمیہ نے چوتھی آیت یہ پیش کی ہے اور کہا ہے اور اسی طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنۃ۔ قال یلینتی قومی یعدو د۔ اسے کہا گیا کہ تو بہشت میں داخل ہو جا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے پہلے فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی۔ میں مذکور ہوا علاوہ براں جس شخص کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ شہید ہے تو شہداء و بالخصوص ما دون دخول جنت ہوتے ہیں پس امر دخول

جنت بشارت و اکرام اور اذن کے لیے ہے نیز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ امور ما بعد الموت میں قیاس و گمان سے کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی جس قدر نص سے ثابت اتنا مسلم لیکن زیادتی ناقابل تسلیم ہے پس اس سے یہ خیال کر لینا کہ ہر شخص بلا توقف جنت میں چلا جائے قطعاً نارو ہے۔

نیز شہداء کا داخل جنت ہونا یوم الحساب کے بعد داخل ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا البتہ ان کو جنت میں برقیق کا اذن حاصل ہے اور یوم الحساب کے بعد وراثت اور سکونت ہوگی *تلك الجنة التي اودتتموها بما كنتم تعملون اور سورة حج میں ہے والذین هاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنہم اللہ رزقاً حسناً وان اللہ هو خیر الرازقین لیداخلنہم ما دخلوا یرضونہ وان اللہ لعلم حذیم۔* اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے مہاجرین شہید شدہ لوگوں کو یا جو اپنی موت سے بغیر قتل کے مر چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ مقام یعنی جنت میں زمانہ مستقبل میں فرمائے گا نہ کہ ان کو داخل کر دیا ہے ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ قطعاً صیغہ استقبال ہے۔ شہداء اور انبیاء سب کے سب میدان حساب میں ابعث و حث کے بعد حاضر ہونگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ *نفع فی الصدق فصعق من فی السموات والارض ثم نفع فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون و اشرفت الارض بنور ربہا وجئی بالتبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق (زمر) الآیات* ما حاصل یہ ہے کہ نفع ثانیہ کے بعد انبیاء اور شہداء بھی قضاء رب العلمین لے لیے پیش کئے جائیں گے پھر فیصلہ الہی کے بعد وزخی دوزخ کی طرف اور جنتی جنت کی طرف چلائے جائیں گے جیسا کہ ان سے بعد کی آیات میں مذکور ہے۔ *غرض بعث و حشر ایک ایسی ضروری اور لا بد ذمہ چیز ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہوگا معلوم نہیں کہ ایسی صاف اور قطعی چیز کے انکار کے لیے کیوں سیدے حوالے کئے جاتے ہیں قرآن کریم نے جن صفائی اور تھیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اس میں کسی شک و تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں عث کا جواب بھی ہو گیا جو مختار مدعا علیہ نے شہداء کے متعلق بیان کیا ہے غرض یہ امور بھی کسی طرح اسلامی مسلم عقیدہ کے مزاحم اور متعارض نہیں ہو سکتے۔*

یہ جواب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ اس شخص کو شہید مانا جائے لیکن قرآن کریم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ قرآن کریم سے تو ثابت ہوتا ہے کہ سحالت حیات ہی اس کو دخول جنت کا حکم دے دیا گیا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

انی امنت برسکدنا سمعون قیل ادخل الجنة۔

یعنی اس شخص نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی رسولوں کا اتباع کرنا اور شرک سے بیزار رہنے کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ میں اپنے رب پر ایمان لاتا ہوں

تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا یہاں سے تو اس شخص کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور نکالت زندگی ہی اس کو بشارت اور اکرام کے طور پر کہا گیا اور دخول جنت کا حکم سنا دیا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت زندہ جنت میں پہنچا جائے بلکہ یہ مطلب ہو گا اپنے وقت پر جنت میں پہنچنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح سورہٴ مرسلات میں مکذبین کو حکم دیا گیا انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون الآیات یعنی جس جس عذاب کو تم بھٹلاتے تھے اس کی طرف چلو حالانکہ مکذبین کے ساتھ فوت شدہ کی کوئی قید نہیں بلکہ اللہ مخلوق کو مآء مہین۔ الایہ کے خطاب سے جو ماقبل میں ہے ان کا زندہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع اس کے علم میں قطعی ہوتا ہے وقوع شدہ کی طرح بیان فرمادیتا ہے اور ان کا حکم فی الحال دے دیتا ہے اگرچہ ان کا وقوع مابعد میں اپنے وقت معین پر ہونے والا ہو۔

نمبر ۵ کا جواب :-

(۱) اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس علم قطعی کی بنا پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا امور مستقبلہ ان کو بصورت وقوع دکھائے گئے ان مستقبلات کو ایسے الفاظ میں بیان فرمادیتے تھے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں گویا واقع ہو چکی ہیں لیکن دراصل ایسا سمجھنے والا صریح غلطی کرتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ نے کی ہے مختار مذکور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دیکھا تو اس میں اکثر ضعیف تھے؛ اس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ مرغولے فوراً جنت اور جہنم میں پہنچ گئے اب حشر و بعثت کیونکر ممکن ہے لیکن مرنے والے تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندوں کو بھی جنت میں دیکھا ہے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود تھے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳ باب مناقب عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل ثبیر سے فرمایا اسے ثبیر ٹھہ جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں یعنی حضرت عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہما ان کو شہید فرمایا حالانکہ وہ برسوں زندہ رہ کر شہید ہوئے۔

(۲) مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۴ ابو بکرؓ فی الجنة و عمرؓ فی الجنة و عثمانؓ فی الجنة و علیؓ فی الجنة و طلحہؓ فی الجنة و الزبیرؓ فی الجنة و عبد الرحمن بن عوفؓ فی الجنة و سعد بن ابی ذقاصؓ فی الجنة و سعید بن زیدؓ فی الجنة و ابو عبیدہ بن الجراحؓ فی الجنة یعنی آنحضرت نے ان دس بندگان کی نسبت فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جائیں گے بلکہ جملہ اسمیہ کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا جس نے زمین پر شہید کو چلنا پھرنا دیکھنا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(۴) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ میرے کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے طلحہ اور زبیر جنت میں دونوں پڑوسی ہیں اس میں کوئی صیغہ استقبال کا نہیں بلکہ امر مستقبل کو بصورت وقوع بیان فرمایا۔

(۵) مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں نے جنت میں اپنے اگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی۔

(۶) مشکوٰۃ صفحہ ۵ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو جنت دکھایا گیا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت کو دیکھا اور اپنے اگے آہٹ سنی تو ناگاہ بلال موجود تھا۔

ان احادیث سے جو بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا جنت میں ہونا بیان کیا جو ہنوز زندہ تھے نیز ان لوگوں کو جو زندہ تھے جنت میں ان کی آہٹ سنی ان کو دیکھا۔ اس سے مختار مدعا علیہ کے اس استدلال کا جواب ہو گیا جو اس نے آنحضرت کے جنت و نار کو دیکھنے اور اس کہنے سے کہ ”دوزخ میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت میں اکثر ضعیف لوگ تھے“ سے کیا تھا کہ انسان مرکز فی النور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس حدیث کو اسلامی عقیدہ بعث و حشر اجساد کے متعارض سمجھ کر ہم سے تطبیق کا متحیلہ مطالبہ کیا تھا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی طرف سے اس عقیدہ کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا تھا کہ انہوں نے قرآن کریم اور احادیث میں ان مسائل کے متعلق جو تعارض پایا جاتا تھا اور ملحدین اس پر معترض ہوتے تھے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے یہ وجہ تطبیق پیدا کی ہے گویا یہ ایک خالص اسلامی خدمت ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر بہت بھاری احسان ہے لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں جو الحاد کا دروازہ کھولا ہے وہ محض خود غرضی اور نفس امارہ کی پیروی کے لیے کھولا ہے ورنہ نہ کوئی ملحدین کا اعتراض نہ تعارض جیسا کہ ہمارے بیان سے ثابت ہو چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب مورد وحی الہی اور مامور من اللہ ہونے کے مختلف دعوای کئے تو اس وقت مجملہ ان دعوای کے یہ دعویٰ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مسیح بن مریم بنا دیا ہے چنانچہ آپ کا الہام ہے کہ انا جعلناک المسیح ابن مریم۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ میں بوجہ مشابہت روحانی کے مسیح ابن مریم ہوں اور مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۵۰۵ و حاشیہ ۳۶۱ پر اس بات کا صاف اقرار ہے مرزا صاحب بارہ سال تک اس عقیدہ پر رہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عقیدہ سے نہ روکا اور نہ اس غلطی پر متنبہ کیا بارہ سال گزرنے پر بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے وکان امر اللہ صغولاً یہ اردو عربی کا مجموعہ الہام ازالہ اوہام میں ہے۔

اب مرزا صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے دلائل دھڑا دھڑا قرآن سے پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب بزعم خود وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر چکے تو ایک شبہ دل میں گذرا کہ اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہی مان لیے جائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزیر علیہ السلام کی طرح زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اس ناکہ بندی کے لیے مرزا صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا کہ انسان سرکرتی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے نکلنا محال ہے لہذا حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آسکتے یہ بے علت غائی اس عقیدہ کے اختراع کی نہ ملدین کا جواب اور تطبیق جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے بیان کیا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا اور آیت کریمہ و یحبون ان یحمدوا بآمالہم یفعلوا الایۃ کا اپنے آپ کو مصداق بنایا۔

مرزا صاحب کے اس اختراعی اور ملحدانہ عقیدہ کی علت غائی جو ہم نے بیان کی ہے اسی مضمون کے سباق میں موجود ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے بیان و بحث میں حوالہ دیا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۸ و ۳۴۹ پر لکھتے ہیں ”اب ظاہر ہے کہ جب مسیح فوت ہو چکا تو اب وہ موت کے بعد آ نہیں سکتا“ پھر اسی صفحہ ۳۴۹ پر لکھتے ہیں ”ما سوا اس کے مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی بر طبق آیت کریمہ یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ جنت میں داخل ہو چکی اب کیونکر وہ اس غم کہہ میں آجائیں پھر صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر لکھتے ہیں ”سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راست باز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت و ما صہر منہا بمخدر جین ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے“

ان حوالجات سے یہ ثابت اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس خبیث عقیدہ کے ایجاد کی علت غائی خود غرضی اور اپنے غلط دعویٰ مسیحیت کی حفاظت اور بزعم خود حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا ابطال ہے نہ ملدین کے اعتراضات کا جواب اور رفع تعارض آیات و احادیث اب ایک بات قابل غور باقی ہے کہ ممکن ہے یہ عقیدہ مرزا صاحب نے غلطی سے اختیار کیا ہو جس سے بعثت و نشر و نشر میزان حساب وغیرہ اور ان کی ان تفاسیل کا جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مملو و مشحون ہیں اور جن پر مستقل ابواب محدثین نے قائم کر کے ہر ایک باب میں بہت بڑا ذخیرہ احادیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اہل اسلام کا سلف سے خلف تک مسلسل عقیدہ چلا آتا ہے انکار لازم آتا ہے اور مرزا صاحب کو اس لزوم اور خرابی کا علم نہ ہو اور اس فساد عظیم کی طرف توجہ منقطع نہ ہوتی ہو اور یہ کفر عمدانہ کیا گیا ہو ایسی حالت میں معذور قرار دے کر ان کی تفصیل و تکفیر سے اعراض کیا جائے تو بہتر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ سمجھ کر جان بوجھ کر عمدانہ محض خود غرضی سے کیا ہے اور نہ اس قسم کا اختراع جس سے معتقدات

اسلامیہ فطیہ پر انکسار اور انکار لازم آتا ہو قابل عفو و اغماض ہو سکتا ہے خصوصاً جس حالت میں مرزا صاحب
 ہیں کہ باوجود متمیز ہونے کے اسی عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو طرح طرح کے مغالطوں سے ثابت کرنے کی سعی
 کرتے ہیں اور اپنے انتہائی استکبار سے سینکڑوں آیات و احادیث سے جو امور قطعاً و یقیناً ثابت ہیں ان سب کو
 ٹھکراتے ہیں مرزا صاحب کو اپنے اختراعی عقیدہ کی سب خرابیاں معلوم ہیں لیکن وہ خود غرضی اور اتہاس ہوئی
 اور تکبر کی وجہ سے معتقدات اسلامیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر پروا نہیں
 کرتے اور اپنی ہٹ اور انکار پر بدستور قائم رہتے ہیں بلکہ اس ملحدانہ عقیدہ کے اثبات میں اپنے جدوجہد و سعی
 کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے چنانچہ مرزا صاحب ازالہ اوہام بضمین صفحہ ۳۵۱ ر ۳۵۲ پر ایک سوال کے لکھتے ہیں
 "سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کافوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن
 راستباز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت
 وما ہم منها بسخر جین - ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے
 تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہ ہو جو عزیر نبی کی نسبت قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا
 اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا وجہ یہ کہ بر طبق قاعدہ مقروضہ بالازندہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے
 خارج کیا گیا ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردوں کا قبروں سے جی اٹھنا اور میدان حساب میں رب العالمین
 کے حضور میں آیا یہ سب باتیں اس آیت کے ایسے معنی کرنے سے کہ راستباز انسان مرنے کے بعد بہشت میں بلا
 توقف داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس میں سے کبھی نہیں نکھتا باطل ہو جاتے ہیں اور مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک
 سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے عقیدہ مختصر عہ کے تمام مفاسد معلوم تھے کہ اس سے
 مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کسی قدر بیان ہوئی کہ سینکڑوں
 آیات و احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے لیکن مرزا صاحب اپنے عقیدہ سے ناثب نہیں ہوتے جو غ نہیں کرتے
 اور اپنی حقیر غرض کی خاطر نہایت بے پروائی سے معتقدات اور مسلمات اسلام کو نکالتے ہوئے بزبان حال
 یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو طیب کا نشان
 باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن

(العیاذ باللہ)

اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے اسی ملحدانہ عقیدہ پر اصرار کیا اور انہیں آیات اور احادیث کو
 پیش کیا جو مختار مدعا علیہ نے اپنے بیان اور بحث میں پیش کی ہیں جن کا جواب بقدر ضرورت ہم دے چکے ہیں اور مرزا

صاحب اور مختار صاحب کے مغالطوں اور استدلال کی کیفیت واضح ہو چکی ہے بہر حال مرزا صاحب نے اپنا وہی
نشیہ قائم رکھا اور تحریف معنوی قرآن شریف میں کر کے بزعم خود اس کو ثابت کیا اور نصوص محکمہ قطعیہ قرآن و حدیث
کی تحریف کر کے بہت بڑے الٰہی دکار دروازہ کھول دیا اس پر یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ ہم سب کچھ
مانتے ہیں حشر اجساد مانتے ہیں یوم الحساب مانتے ہیں یہ مانتے ہیں وہ مانتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ و من الناس
من يقول امناً باللہ وبالکفر الاخر و ماہم بمؤمنین یخدعون اللہ والذین آمنوا ^{الایۃ} اسی طرح مرزا صاحب سب
کچھ ملتے ہیں اور درحقیقت کچھ بھی نہیں مانتے لفظ مسلم لیکن معنی و مفہوم کا انکار جب کسی چیز کے لوازم کا انکار صاف
صاف ہو تو ملزوم کا انکار خود بخود ہو جائے گا بھلا جب حشر اجساد ہوگا تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس کے
لوازم کیا ہیں؟ کیا اس کے سوا کوئی صورت متصور ہو سکتی ہے کہ انسان جہاں ہوں جس حالت میں ہوں درندہ لگا گیا ہو
جل کر راکھ ہو گیا ہو دریا میں ڈوب مرا ہو اس کے ذرات ہوائیں ہوں مٹی کی قبر میں ہوں چوٹے کی قبر میں ہوں۔
”کما بدأنا اول خلق نعیدہ“ کے ارشاد خداوندی کے ماتحت نفخہ ثانیہ کے دنت کھڑے ہو جائیں گے جیسا کہ ارشاد حق
سبحانہ ہے ثم نفخ فیہ اخری فاذا هم قیام ینظرون (زمر) پھر بڑا منتشر کی طرح پکائے ولے کی آواز پر حشر
کی طرف روانہ ہوں جیسا کہ ارشاد ہے ینخرجون من الاجداث کانهم جراد منتشر مہطعین
الی الداء یقول الکافرون ہذا یوم عسر رقر) و اشرفت الارض بنور ربہا
و وضع الکتاب و حجی بالذبیین و الشہداء و قضی بینہم بالحق و وفیت کل نفس
ما کسبت و ہم لا یظلمون و سبق الذین کفروا الی جہنم زمر الایات زمر و نفخ
فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربہم ینسلون (یسین) و عرضوا علی ربک صفا
لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرة بل زعمتم ان لن نجعل لکم موعداً و وضع فتری المجرمین ^{مشفقین}
منا فیہ و یقولون یاویلنا ما لہذا الکتاب زیناد و صغیرة و لا کبیرة الا حصاھا و وجدوا ما عملوا حاضراً و لا یظلمون
و بات احدا کف ہینزلون آیات قرآن مجید کا منتہی بغیر اس کے کیونکر پورا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے اپنے مقام قبروں سے
نکل کر میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں پیش ہوں لیکن مرزا صاحب کسی کو دوزخ اور بہشت سے نکلنے
نہیں دیتے بلکہ ان تمام واقعات یوم الحساب کو یہ کہہ کر ختم کر دیتے ہیں کہ جنتیوں پر جنت میں ہی رحم کی بجلی اور
دوزخیوں پر دوزخ میں تہری بجلی ہو کر قسم ختم ہو جائے گا عرش رب العالمین کا آنا و جہاں ربک و الملائک صفا
صفا و عرضوا علی ربک صفا ۵۔ بلا ترجمان حساب ہونا وغیرہ مسلمات عقیدہ اسلام یہ سب
یہودیت الغرض مرزا صاحب تمام لوازم بعث و حشر و نشر وغیرہ واقعات مسلمہ قطعیہ کے منکر اور اپنے ملحدانہ عقیدہ پر
جس سے قرآن کریم کے اکثر حصہ اور بے شمار احادیث صحیح مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے قطعاً

اسلام سے خارج ہیں اور ناپائیدار کیلئے باطلہ جو سراسر تحریف ہیں ان کو اس کفر سے پناہ نہیں دی سکتیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب عملی طور پر صاف صاف انکار کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی زبان حال سے بھی کہتے ہیں۔

ہم تو مانیں گے ہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن
(العیاذ باللہ)

نفع صور

مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ وہ نفع صور کے منکر ہیں اور قرآن میں جو نفع صور کا ذکر ہے اس سے مسیح موعود مراد لیتے ہیں مختار مدعا علیہ نے جواب میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے نفع صور کا انکار نہیں کیا بلکہ معنی متعارف اہل اسلام وہ نفع صور کے قائل ہیں اور اس پر دو حوالے شہادۃ القرآن سے پیش کئے ایک * ن ۲۵ سے جس میں مرزا صاحب نے سورۃ زمر کی آیت و نفع فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا ما شاء اللہ۔ (قرآن میں من شاء اللہ ہے ماشاء اللہ نہیں) ثم نفع فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون کے ماتحت نفع صور کی دو قسمیں نفع اضلال و نفع ہدایت قرار دی ہیں اس جگہ مرزا صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ یہ آیتیں ذوی الوجود ہیں دوسرے یہ کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب نے جو ان آیتوں کو ذوی الوجود قرار دے کر دونوں عالم سے متعلق کیا ہے تو اس میں نفع صور معنی متعارف کا جس سے قیامت واقع ہوگی اقرار ہو گیا تو گویا نفع صور سے ایک ہی کلام میں بیک وقت دو معنی مراد ہوئے حقیقی نفع صور اور مجازی نفع صور یعنی مسیح موعود لیکن یہ بات عربیت کے رو سے ممنوع ہے کہ ایک کلام کے بیک وقت حقیقی اور مجازی معنی مراد لیے جائیں نیز مرزا صاحب کا ذوی الوجود کہنا بھی ذوی الوجود ہے اسی کتاب شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً مرزا صاحب کی یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کا ایک حصہ تو اس عالم سے متعلق ہے جس میں نفع صور کا ذکر ہے اور اس سے مراد مسیح موعود ہے اور اس بات کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسی جگہ کہا ہے کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے یہاں علی العموم کلام الہی میں نفع صور کو مسیح موعود کے لیے استعارہ قرار دیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ فلاں آیت میں استعارہ اور فلاں میں حقیقی معنی نفع صور مزید براں یہ کہ نفع صور کی صرف دو قسمیں اسی مقام پر بیان کی ہیں۔

(۱) نفع اضلال۔

(۲) اور نفع ہدایت نفع صور متعارف اسلامی کا نام تک نہیں یا اگر مرزا صاحب اس کے قائل ہوتے تو لازم تھا کہ جب

انہوں نے نفع صور سے مراد نفع اضلال اور نفع ہدایت کی تفصیل کی تھی جو اس عالم سے متعلق ہے تو نفع صور جو اس عالم سے متعلق تھا اس کا بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے ذریعہ الوجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا بعض حصہ نفع صور وغیرہ کا تو اس عالم سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دوسرا آخرت سے کیونکہ وہ کسی طور پر اس عالم پر منطبق نہیں ہو سکتا وہ حصہ یہ ہے و وضع الكتاب وحي بالنبیین والشهداء وقضى بينهم بالحق ووفيت كل نفس ما كسبت وهدى الظالمون وسبق الذين كفروا إلى جهنم الآية (زرمر) چنانچہ یہی بات مرزا صاحب نے حاشیہ صفحہ ۱۶ میں آیت و نفع في الصور فجمعناهم جمعاً و عرضنا جهنم يومئذ للكافرين عرضاً الذين كانت أعينهم في غطاء عن ذكرى وكانوا لا يستطيعون سمعاً - کے متعلق لکھی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۶ شہادۃ القرآن "ان آیات میں کسی کم تجربہ آدمی کو یہ شبہ نہ گذرا الی - بلکہ قیامت کو ہوگا:"

دوسرا حوالہ مرزا صاحب کو نفع صور کا قائل ثابت کرنے کے لیے شہادت القرآن صفحہ ۴ سے پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے "کیونکہ نفع صور جسمانی احوال اور امانت تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی احوال اور امانت بھی نفع صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے" مختار مدعا علیہ نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مرزا صاحب نے جسمانی احوال و امانت کو نفع صور کے ذریعہ سے چونکہ مان لیا ہے لہذا نفع صور بمعنی متعارف اسلام کا اقرار بھی کیا لیکن اس میں بھی اس امر کی کوئی تصریح کی گئی کہ احوال اور امانت آخری بھی نفع صور سے ہوگی احوال و امانت جسمانی تو دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور ہونا رہے گا نوحث تو آخری احوال و امانت میں ہے جس کی کوئی تصریح مرزا صاحب سے نہیں منتقل ہوئی برخلاف اس کے انکار منصوص ہے اسی صفحہ پر چند سطر اس سے پہلے لکھتے ہیں "نفع صور سے مراد قیامت نہیں ہے" اور عبارت محولہ مختار مدعا علیہ سے اگلی سطر میں لکھتے ہیں "اور جیسا قرآن میں نفع سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے" اس طرح صفحہ ۲۵ میں ہے "بارہویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا جس کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے" ان حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نفع صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود یا مجدد ہی مراد لینے ہیں لیکن نفع صور کے معنی متعارف کی کسی جگہ تصریح نہیں کرتے۔

مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے کہ و نفع في الصور فجمعناهم جمعاً - الآيات میں مرزا صاحب نے مسیح موعود مراد لیا ہے - اور تسلیم کر لیا ہے کہ بلحاظ سیاق و سباق یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے لیکن ہم نے مذکورہ بالا حوالوں سے دکھا دیا ہے کہ مرزا صاحب علی العموم نفع صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود بتلئے ہیں اس آیت میں تو وہ بھی مان گئے کہ قیامت کا نفع صور مراد نہیں وجہ یہ بیان کی کہ سیاق و سباق قیامت مراد لینے سے مانع ہے مگر یہ سراسر غلط ہے بلکہ سیاق آیت نفع صور آخری کو متعین کر رہا ہے ملاحظہ ہو و نفع في الصور فجمعناهم جمعاً و عرضناهم جهنم يومئذ للكافرين عرضاً الذين كانت أعينهم في غطاء

عن ذکری وکانوا کالیستطیعوت سماعاً - یعنی صور پھونکا جائے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے
 اراک دن (یعنی قرنا پھونک کر اکٹھا کرنے کے دن) جہنم کو کافروں کے سامنے کریں گے الخ پس یہ نص قطعی ہے کہ اس
 جگہ نوح سے مراد قیامت کا آئہ ہے نہ مسیح موعود وغیرہ -

توہین انبیاء

آنچه داداست ہر نبی را جام

داد آں جام را مرا یتمام

مرزا صاحب کی نقل اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ان کی نظر میں ہر انسان دنیا کا ان کو اپنے سے نیچے نظر آتا ہے تقاضا

ذاتی کے کلمات ان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں کہ انبیاء اولی العزم پر اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں شوخی اور گستاخی اس قدر
 ہے کہ انبیاء کی توہین کو مستلزم ہے - یہ اشعار جو مختار مدعیہ کی طرف سے بیانوں اور بحث میں پیش کئے گئے اگر ان کو
 تاویل و تفسیر سے الگ کر کے خالی الذہن ہو کر کجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک منصف انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو
 جاتا ہے کہ مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین اور استخفاف
 ہو رہا ہے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کے جام کے حصول
 کے مدعی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں تو گویا مرزا صاحب تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہوئے اس
 سے تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوئی -

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو اپنی معرفت کا
 جام پلایا بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی پلایا اس میں نہ افضلیت کا ادعا ہے نہ دوسرے انبیاء کی توہین و استخفاف
 اگر ان کو ادعا افضلیت ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ -

انبیاء گر چہ بودہ اندبے

من بعرفان نہ کسرم زکے

یعنی میں عرفان میں کسی شے سے کم نہیں بلکہ یوں کہتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں نیز یہ بھی نہ کہتے کہ -

دارت مسطلفے شد م یقین

شده رنگین برنگ یار حسین

اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے -

لیک آئینہ ام زرب غنی

از پئے صورت مرہ مدنی

شعرا کے لفظ کے علوم کو ملحوظ رکھ کر دیکھنا چاہیے دوسرے شعرا جو مختارہ علیہ نے بیان کئے ہیں وہ شعرا کی
تشریح نہیں ہیں اور نہ کسی کو تخصیص کا کوئی حق حاصل ہے لہذا اگر ان کو اس کی شرح بھی قرار
دیا جائے تو یہ ان کا نہیں اصل شعر کا مفہوم کی بات۔

اس شعر میں اساطیر - آنچل - ہر نبی - اور بام - تمام - اور میں یہ سب الفاظ عموم اور استغراق
پر دلالت کرتے ہیں۔ جام سے کیا مراد ہے غالباً ہے کہ اس سے مراد نعمات حق سبحانہ میں آنچل کا لفظ عام ہے اور
نبی تمام انبیاء کو شامل تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کسی نبی کو بخشا وہ سب مجھ کو بھی بخشے۔ اسم علیہ السلام
مرغان و نبوت کا انعام دیا تو نبی علیہ السلام کو جو کچھ بخشا وہ بھی مجھے بخشا۔ براہیم کو مزید برعکس نعمت کا انعام بخشا۔ یعنی
مجھے دیا گیا موسیٰ علیہ السلام پر نبوت تشریحی کا اور کلیم اللہ ہونے کا انعام ملا تو وہ مجھے ملا علی بن ابی طالب تمام انبیاء علیہم السلام
تھی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تشریحی ابدی ناسخ جمیع شرائع سابقہ اور تمام نبوت کا انعام بخشا گیا، یہ بھی سب مجھ
کو دیا گیا ان کمالات اور نعمات کے ماسوا مرزا صاحب کو کچھ ذاتی کمالات اور نعمات بھی عطا کیے گئے جو سید الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہ ہوئے اور نہ ہی تو یہی انعام دیکر لو جو مختارہ علیہ نے چہرہ معرفت نمبر ۱۲ و ۱۳ سے
نسل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیل امت کے سامان نہ دیے گئے اور مرزا صاحب کو وہ بھی حاصل ہو
گئے تو مرزا صاحب چونکہ بقول خود جامع جمیع کمالات انبیاء مہم اپنے کمالات خاصہ کے ہیں لہذا وہ بحکم قاعدہ الكل
اعظم من الجزر سب سے افضل برتر اور اعلیٰ ہوئے یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس شعر کے۔

زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم

ہر رسوت ہنماں بہ پیہ ہنم

ہر رسول کا عطا تمام ہو لو، تو شامل ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہیں مرزا
صاحب کا ہر نبی انما وسیع ہے تمام رسول اس کے اندر سما جائے ہیں اور وہ سب کو مجھ سے ظاہر ہے کہ مجھ سے
مخاطب سے بڑا ہوتا ہے اور نبی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس البام کے کہ آسمان سے بہت تخت تر سے پر تیرا تخت
سب سے اونچا بچھا گیا ہے کی مختارہ علیہ نے تاویل کرتے ہیں کہ میاں اولیاء امت کے تخت سے ہیں لیکن مختارہ علیہ
علیہ نے مرزا صاحب کی تاویل سے سخت توہین کی ہے کیونکہ اس نے مرزا صاحب کو مقام رسالت سے کر دیا اور مقام
دلائت میں ان کے تخت بچھایا کر دیا ہے تو ان کا تخت مقام نبوت میں ہوگا اور سب سے اونچا اور اونچا
نہیں ہیں دعویٰ نبوت باطل اور انفرادی ہے تو مقام دلائت میں بھی جگہ نہیں مل سکتی چہرہ مختارہ علیہ میں دیکھتے ہیں
بنائے گا اور سب سے اونچا۔

مختارہ علیہ کے پیش کردہ اشعار میں تمام انبیاء کے ساتھ ہمہ من کا دعویٰ ہے اور۔

ے
 ایک آئینہ ام زہب غنی
 اپنے صورتِ مہ مدنی
 میں آنحضرت صلی اللہ سے برابری کا اعداد اس کی تفصیل آئندہ آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔
 آدمم نیز احمد مختار
 در برم جاسمہ جمہ ابرار

اس شعر میں انبیاء کا ادل و آخر بیان کر کے تمام انبیاء کے صفات و کمالات کا مجموعہ ہونے کا نعرہ لگایا گیا ہے۔
 جامہ ہمہ ابرار سے ظاہر کے کپڑے تو مراد نہیں ہو سکتے صفات و کمالات ہی مراد ہوں گے گویا مرزا صاحب تمام
 انبیاء کے کمالات کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اسی طرح جس طرح سو سین ریشی اللہ ختمہ گریبان میں۔
 ے
 کر بلا ہست سیر ہر آنم صد سین است در ریز بانم
 یعنی یہ شعر بھی تقریباً انہیں اشعار سابقہ کی طرح ہے اور اس پر وہی کلام ہے جو ان پر تھا۔
 ے
 زندہ شد ہر نبی با مدغم
 ہر سولے نہاں بہ پیر ہنم

کے جواب کی نسبت مختار مدعا علیہ نے بیان گواہ نمبر کا حوالہ دیا ہے خلاصہ جواب جو بیان میں ہے یہ ہے کہ
 مرزا صاحب کے آنے سے ہر تہی اس وجہ سے زندہ ہو گیا کہ اس الحاد اور دہریت کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی
 بتوں کا انکار کر دیا تھا اور انبیاء کو مکار فریبی اور دعوئی میں جھوٹا جانتے تھے اور جو لوگ انبیاء کی دجی اور نبوت کے قائل
 تھے ان سے استہزاء اور ہنسی کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پھر دجی کا ثبوت دیا اور بتا دیا کہ
 جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اسی طرح پہلے انبیاء بھی صادق تھے پس مرزا
 صاحب کا سچا ہونا گویا ان تمام انبیاء کا صادق ہونا ہے گواہ نے کہا ہے کہ اس شعر میں مرزا صاحب نے اس لطیف مضمون
 کو ادا کیا ہے۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ حسب زعم مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کا یہ لطیف مضمون واقعہ کے مطابق ہے یا مخالف
 برعکس کیا مرزا صاحب کی نبوت کے دلائل و نشانات ایسے ہیں جن سے نبوت کا دقتار جو کھویا جا چکا تھا از سر نو قائم ہو
 جائے کیا منکرین نبوت انبیاء اور مستہزئین مرزا صاحب کے معجزات کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیا دہریت الحاد اور لامذہبی
 دنیا میں سے اٹھ کھڑی ہے کیا مرزا صاحب کی نبوت کی روشنی نے منکرین کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے
 اور یقیناً نفی میں ہے اور معاملہ بالکل برعکس ہے اور تمام مفاسد مذکورہ آگے سے بہت بڑھ گئے ہیں الحاد و دہریت او
 لامذہبی کی ویانا پھیل گئی ہو یورپ سے بڑھ کر ہندوستان میں مذہب پر حملہ آور ہو رہی ہے اسی طرح دیگر ممالک میں دن بدن

لاہ میں کامرس کالج میں رہا ہے روس نے قانونی طور پر مذہب کو ملک بدر کر دیا ہے۔ مذہبیت اور ہمیت ملکی قانون ہو گیا ہے تو ان واقعات کی موجودگی میں یہ کتنی فساد اور یہودہ لاپ زنی ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے تمام انبیاء کی صداقت کے دلائل پیدا ہو گئے بلکہ حق یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے کئی ایسے دلوں سے بھی انعام نبوت اٹھ گیا ہے جو نبوت کو ایک جیل القدر منسوب خداوندی جانتے تھے اور اکثر غیر مسلم بھی ایسے بن گئے دل پر اسلام کا اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب تقدس اور وقار تھا لیکن مرزا صاحب نے اگر دوسب دور کر دیا مرزا صاحب نے اعجاز معجزات کے بلند بانگ دعاوی کئے بندوں عیسائیوں کو اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے بڑی تمدنی سے پیشگوئیاں کیں کیونکہ دیکر بھی آپ کے پاس سرہایہ اعجاز تھا لیکن دیکھوئی نہیں تو مرزا صاحب نے لایعنی تادیلوں اور نذرات لنگ سے ان کی مرمت کرنی چاہی لیکن بند مسلمان عیسائی سب نے مرزا صاحب کو ان معجزات میں جھوٹا جانا یہاں تک کہ مرزا صاحب کی بدولت آریوں اور عیسائیوں نے اسلام کا مسخہ اڑایا مسٹر عبداللہ آقہم کی پیشگوئی اس کی زندہ مثال ہے محمدی بیگم کی پیشگوئی مرزا صاحب کے معجزات کی ایک جہتی جاگتی تصویر ہے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا اور مرزا صاحب کا الہامی جنگ اور مرزا صاحب کی طاقت کیا نبوت کی عظمت کو قائم کر نیوالا ہے اگر مرزا صاحب نبی تسلیم کر لیں تو نہیں برگز نہیں پس اگر مرزا صاحب ہی انبیاء کے محی اور میت ہیں تو پھر موت ہی میتن ہے نہ حیات اس صورت میں مرزا صاحب کے پیغمبر کہنا ہی موزوں ہو گا مردہ شدہ بر نبی باہم نم۔

(العیاذ باللہ)

یہ ناریل اور مضمون لطیف سراسر باطل ہے اور اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان کر چکے کہ مرزا صاحب نے اس شعر اور اس کے ہم مثل اور اشعار میں انبیاء سے افضل اور برتر ہونے کا دعویٰ اور انبیاء کی کھچیر اور توہین کی ہے۔

ردضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب ملک
میرے آنے سے ہوا کامل بچلہ برگ و بار

مختار مدعا علیہ نے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا کہ مرزا صاحب کی مراد اس سے صرف یہ ہے کہ وہ شخص جس کا آخری زمانہ میں آنا قدر تھا اور جس کی آمد پر تکمیل انانیت اسلام ہو تو وہ تھی وہ میں ہوں اور میرے آنے سے وہ بات پوری ہو گئی یہ بھی کہا ہے کہ ردضہ آدم سے مراد نسل انسانی ہے اور مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے دنیا کی تمام قومیں دین اسلام کو قبول کر لیں گی اس شعر کا یہ مطلب جو بیان کیا گیا ہے شعر کے الفاظ سے تو سمجھا نہیں جاتا کیونکہ نہ اس میں اسلام کا نام نہ انانیت نہ تکمیل کا ذکر۔ ردضہ آدم سے نسل انسانی مراد ہے جس کو مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے افراد انسانی اس باغ کے درخت مرزا صاحب بھی اس باغ کے درخت اور زید عمر بکر مسلم غیر مسلم سعید شقی بھی مرزا صاحب کی لہجہ اس باغ کے درخت ہوا اپنے اپنے وقت پر اس باغ میں پیدا ہو رہے ہیں مرزا صاحب کے وقت بھی پہلے بھی اور بعد بھی۔

پہلے مصرعہ کے معنی تو صاف ہیں ہر ایک فرد انسانی نسل انسانی کے باغ میں اضافہ کر کے تکمیل کر رہا ہے لیکن دوسرے مصرعہ کا مطلب صاف نہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے وہ باغ بچلہ برگ و بار مکمل ہو گیا کیا اب کوئی انسان پیدا نہ ہوگا اور نسل انسانی منتطع ہوگئی اور آپ آخری انسان ہیں یہ بات تو بدایتہً باطل ہے لہذا اس کی تخصیص ضروری ٹھہری تاکہ مطلب شعر کا بن سکے اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب باغ انسانی کی خاص قسم کے مکمل اور آخری درخت ہیں جو اشرف اور اعلیٰ قسم سے اور چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہذا وہ قسم بھی معین ہوگئی اب اس شعر کے وہ معنی ہوئے جو صحیح حدیث میں قصر نبوت کی مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں ختمت بی البنیان و ختمت بالنبیون میرے ساتھ عمارت ختم ہوگئی اور نبی میرے ساتھ ختم ہوگئے لیکن مرزا صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط کیونکہ مرزا صاحب کے ادعا کے مطابق باغ نبوت کے آخری درخت اور مکمل مرزا صاحب ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ظاہر ہے کہ افضلیت اس نسبت کے لوازم میں سے ہے جو آخر ہوگا وہ افضل بھی ضرور ہوگا اس طرح پر مرزا صاحب بزعم خود افضل البین اور خاتم النبیین بنے۔ العیاذ باللہ

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

مدعا علیہ کے مختار صاحب کہتے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنا مقام بیان کیا ہے کہ میں بروزی طور مسیح موسیٰ اور محمد و احمد ہوں کسی نبی کی توہین نہیں ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔ آدم نیز احمد مختار الخ کا جواب بھی اسی پر ہو چکا ہے سے نیز میں کبھی آدم کبھی موسیٰ الخ کا جواب بھی ضمناً آگیا۔

ادعاء عینیت

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ گواہان نے مدعیہ نے مرزا صاحب پر یہ الزام لگا تھا یا کہ مرزا صاحب نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور گواہان مدعا علیہ نے جواب دیا تھا کہ مرزا صاحب نے جہاں کی طور سے محمد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بلحاظ روایت کے مرزا صاحب کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے علیحدہ نہیں ہے یہ سارا عبارت ایک غلطی کا ازالہ سے ظاہر ہے۔

پھر کہا ہے کہ مختار مدعیہ کو وہ اعتراض جو اس نے اتحاد کی بناء پر کیا ہے کہ اگر ایک روح تھی تو تناسخ لازم آیا اور نہ نہیں تو مرزا صاحب کی روح اگر نبی تھی تو ختم نبوت ٹوٹ گئی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نبی تھی مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہ ہوتی، ہمارے جواب پر وارد نہیں ہو سکتا اس لیے میں گواہان مدعا علیہ کے جواب کی طرح اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اتحاد روایت کے دعوے پر جو اعتراض مختار مدعیہ کی طرف سے کہا گیا ہے وہ اصل ہے اور لا جواب گواہان مدعا علیہ کا بیان ان کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جواب البحت میں کوئی جواب مختار مدعا علیہ نے دیا ہے بلکہ بیان کا حوالہ دیکر یہ ہو نہیں سکتا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے عین محمد کے الفاظ اپنے لیے نہیں فرمائے۔ شرف یہ کہا ہے کہ مجھے بروزی طور پر فتح اور امہ کا نام دیا گیا۔ یہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان استناد و شاگرد کی نسبت ہے اور اصل کی۔

پھر تحفہ گوڑویہ - صفحہ ۱۰۱ کی عبارت کا حوالہ دیا ہے جو گواہ مدعا علیہ کے بیان مطبوعہ کے صفحہ ۱۱۵ پر ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام اور احمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا“

اس کے بعد کہتے ہیں (جواب البحت میں) پس حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب وہ حقیقی محمد نہیں جو آج سے بقول مختار مدعا علیہ چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے اور وہ محض بروزی اور نام نہاد محمد و احمد تھے تو جس غرض کے لیے یہ ہیر پھیر اور عادی بے دلیل کئے تھے وہ باطل ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب کا الگ وجود ہوا اور ختم نبوت ٹوٹ گئی کیونکہ یہ مہر تو ٹوٹنے سے اسی صورت میں محفوظ رہ سکتی ہے کہ کوئی غیر نبی نہ ہو اور محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی صورت میں ممکن اور متصور ہے کہ مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عینیت اور اتحاد ہو اور دونوں کا ثابہ نہ رہ جائے تو بہر حال یا مہر ٹوٹ جائے گی یا عینیت محض ہوگی یا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔ اور یہ تینوں باتیں ناممکن اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک محال ہیں دو تو اس کے مذہب کے نزدیک محال تیسری عینیت کا اس کو انکار۔

لیکن اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مذہب کو بیان کرنے میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ادعا عینیت سے جو توہین و کفر اور استحالہ لازم ہوتا ہے اس کے خطرات کو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے جواب سے سبکدوش ہونا درحقیقت ناممکن ہے اور بغیر اثبات عینیت دونوں چیزیں یعنی مرزا صاحب کی نبوت اور حفاظت مہر نبوت ممکن نہیں اسی لیے مرزا صاحب نے اثبات عینیت کے لیے (جو درحقیقت بدابہت عقلی اور شرعی سے باطل ہے) بڑے بڑے فضول ادعا کئے ہیں اور کفر پر کفر کا ارتکاب کرتے چلے گئے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ نے بھی انکار کر کے پلایا میٹھ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب کی تصریحات عینیت

(۱) کیونکہ میں بارہا بتلاچکا ہوں کہ میں محبوب آیت و آخرین منہم لمایدحتوا بھمد بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں (نا) مجھے آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

(تفلیح کلاں) ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵

(۲) اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات نبوت میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے نبوت کا

دعویٰ کیا (محوالہ صدر)

(۳) لیکن آنحضرت کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث اس کے علم کا وارث اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔

(محوالہ صدر)

(۴) کیونکہ بردزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنی اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو پس چونکہ نبوت بھی نہیں ہے اس لیے سرزدی ہے کہ تصویر بردزی میں وہ کمال بھی مودار ہو۔

(محوالہ صدر)

(۵) تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بردزی اپنی اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے پس اس سورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بردزی طور پر محمدؐ اور احمد نام رکھے بلکہ سے در محمد اور ددا محمد نہیں ہو گئے اسی طرح بردزی طور ہی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بردزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بردزی میں ددی نہیں ہوتی۔

(محوالہ صدر)

(۶) غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک البی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دلدہ بلکہ ہزار دلدہ بردزی رنگ میں آجائیں اور بردزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا یہی اظہار کریں۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

(۷) اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بخیر بردزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے اور چونکہ وہ بردزی محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں ایک بردزی محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔

(محوالہ صدر)

(محوالہ صدر)

(۸) مورد بردزی حکم نفعی وجود کا رکھتا ہے۔

(۹) اب اس تمام تحریر سے مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ ہی ہوں نہ رسول ہاں میں اس طور سے ہی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت کے

مرزا صاحب کی سیرت و سوانح عمری دنیا کے سامنے ہے آپ کے افعال معاملات معقبات معجزات آپ کی کتابوں سے عیاں آجانب نے کنجروں کا مال لے کر کھایا اور اس کو علال بتایا ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ان جملہ امور کے باوجود آپ محمد مصطفیٰ ہیں اور آپ کے خلق روحانیت تام اور تمام کمالات کے جامع قالی اللہ المشتکی اگر کوئی سیاہ فام بد صورت کریمہ المنظر جنتی یہ کہے کہ میں حسن یوسفی رکھتا ہوں اور میں اور یوسف علیہ السلام حسن میں برابر ہیں تو تب بھی اتنی توہین بلحاظ حسن کے یوسف علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی جتنی اس حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قادیاں سے کی گئی ہے خیراب ہم صبر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ کر گذارش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو یہ معاملہ بغور دیکھنا چاہیے۔

سے وما انتفاع اشی الدنيا بنا ظره اذا استوت عندہ الانوار والظلمہ۔

یعنی کسی انسان کو نور اور اندھیرے جب یکساں نظر آئیں تو اس کو آنکھ سے کیا فائدہ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور عینیت کی بحث تھی ابھی مرزا صاحب کے ارتقاء کی دو منزلیں باقی ہیں جو اس مضمون ”سید الانبیاء اور مرزا صاحب“ کے متعلق ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان کو ذکر میں لاؤں ایک ضروری نتیجہ ان اقتباسات کا بیان کرتا ہوں جس کو اس مقدمہ سے بنیادی تعلق ہے یعنی مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر مرزا صاحب نے ان اقتباسات میں جو ”ایک غلطی کے ازالہ سے پیش کیے ہیں متعدد جگہ یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی کوئی الگ انسان دعویٰ نبوت کرے تو مہر ٹوٹ جاتی اقتباس ۶ میں زیادہ واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خاتم النبیین کی مہر لگ چکی ہے اس کا ٹوٹنا ناممکن ہے نہ ٹوٹنے کی صورت یہ صورت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار کریں۔ ان اقتباسات کے ماسوا اس استہوار در ایک غلطی کا ازالہ میں اور بھی سکتی جگہ یہ مضمون ہے کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹنی محال ہے جس سے واضح اور سریخ طور یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس سے ختم نبوت اور اجراء نبوت کی بحث کا تو فیصلہ ہو گیا۔ فله الحمد۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر خود تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار فرماویں جیسا کہ بزعم مرزا صاحب قادیاں میں تشریف لاکر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا ہے تو مہر نہیں ٹوٹتی یہ ایک الگ بحث ہے جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں اور ہمیں اس کا اسی طرح انکار ہے جیسا کہ مسئلہ تثلیث نصاریٰ اور تناسخ ہنود کا یہ مسئلہ عقلاً و شرعاً باطل ہے اور تثلیث کے گورکھ دھندے سے کسی طرح کم نہیں ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے

ما تعبدون من دونہ الاسماء سمیتہا انتم و ابائکم ما انزل اللہ بہا من مدین ان الحکم

لا تعبدوا الا آياته ذلك الدين لقيه ولكن اكثر الناس لا يعلمون - (يوسف، آیت ۱۰۰)
 جائے عبرت سے کہ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا صاحب کہتے تھے کہ آنحضرت کا بلحاظ فطرت جیسا کہ ارفع مقام ہے
 ایسا ہی خارجی طور پر بھی ارفع و اعلیٰ مرتبہ دہی اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا آپ کو عطا ہوا یہ وہ مقام ہے کہ میں اور مسیح
 دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت نامہ ہے (ملاحظہ ہو توضیح المرام صفحہ ۱۲ و ۱۳)
 ایدین دوم تسرادرجہ محبت کا وہ ہے (الی) وحدت نامہ ہے۔

لیکن اب آپ محمد مصطفیٰ اور جامع جمیع کمالات محمدیہ مع نبوت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن ابھی بس نہیں
 ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے اپنی روحانیت کو اکمل اور برتر ثابت کر رہے ہیں۔

(العیاذ باللہ)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء اور محمد مصطفیٰ ہونے کا تو اوپر مذکور
 ہو چکا ہے خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو دفعہ مبعوث ہوئے ہیں ایک دفعہ الف خامس
 یعنی پانچویں ہزار میں دوسری دفعہ الف سادس کے اخیر میں یعنی چھٹے ہزار میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں۔
 لیکن پانچویں ہزار میں آپ کی روحانیت کامل نہ تھی بلکہ کمالات کی سیڑھیوں پر پہلا قدم تھا پھر جب آپ چھٹے ہزار
 میں مسیح موعود بن کر آئے تو آپ کی روحانی قوتیں کمال کو پہنچ گئیں جسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے ملاحظہ ہو
 خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷

”فكذلك طلعت روحانية نبينا صلى الله عليه وسلم في الالف الخامس باجمال صفاؤها
 وما كان ذلك الزمان منتهى ترقيا تھا بل كانت قدما اولى المعارج كما لانتها شرف
 كملت وتجلت تلك الروحانية في آخر الالف السادس اعنى في هذا الحين“
 ص ۱۸ واعلم ان نبينا صلى الله عليه وسلم كما بعث في الالف الخامس كذلك بعث
 في آخر الالف السادس باتخاذة برون المسيح الموعود و ذلك ثابت
 بنص القرآن فلا سبيل الى الحجود“

ص ۱۸ ”ومن انكر من ان بعث النبي صلى الله عليه وسلم يتعلق بالالف
 السادس كتعلقه بالالف الخامس فقد انكر الحق ونص القرآن وصاد من الظالمين
 بل الحق ان روحانيته عليه السلام كان في آخر الالف السادس اعنى في هذه
 الايام اشد و اقوى و اكمل من تلك الاعوام بل كالبدء
 التام“

مرزا صاحب کے نجلہ الہامیہ کی یہ عبارتیں بالکل واضح اور صاف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردمانی قوتیں جب آپ پانچویں ہزار میں مکہ کے اندر مبعوث ہوئے اجمالی اور ابتدائی تھیں کامل نہ تھیں بلکہ وہ کمالات کی ہر صوبہ پر پہلا قدم تھا گویا اس وقت آپ کی روحانیت ہلال یعنی پہلی رات کے چاند کی مانند تھی لیکن جب آنحضرت چھٹے ہزار کے اخیر میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں قادیان کے اندر مبعوث ہوئے تو آپ کی روحانیت نہایت زبردست بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کے کمال پر پہنچ گئی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے وہ نفس قرآن کا منکر ہے جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ محمد کی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بزعم مرزا صاحب محمد قادیانی میں جس کو اہل دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ہلال اور بدر کی نسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ ہلال ہیں اور مرزا غلام احمد بدر یعنی چودھویں رات کا چاند۔ (تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

اس مضمون کو مرزا صاحب کے ایک مشہور حواری نے جس کا نام قاضی اکمل ہے اپنی ایک رباعی میں اس طرح پر نظم کر دیا ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے میں بڑھ کر اپنی نشان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ناپاک حملہ

یہاں تک تو مرزا صاحب کی ان شوخیوں کا ذکر تھا جو مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور عینیت پھر بعد ازاں اپنی برتری اور افسانیت کے دعوے کر کے کی تھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی نسبت یہ گستاخی کی تھی کہ معاذ اللہ آپ کی روحانیت کامل نہ تھی اور آیہ کریمہ وَاَمَّا لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ اور اسی قسم کی دوسری آیات قرآنیہ کی تکذیب کی نفی لیکن حکم آیہ کریمہ شَهَادَاتُ الَّذِينَ اسَاءُوا السَّمْعَ ان کن بوا بایات اللہ۔ (یعنی پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے (ایسی) برائیوں کی تھیں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات الہیہ کی تکذیب کی) ان کسانوں اور شوخیوں نے مرزا صاحب کو تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم تک پہنچا دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اصول موضوعہ میں سے مانتے ہیں کہ اکمل اور اصفیٰ وحی پانچواں پر جب خدا کا کلام نصیح و لذیذ نازل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو

دوحی الہی کی شناخت

حقیقۃً - الوحی باب سوم صفحہ ۱۵ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے (الی) کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔

(۲) اس سے زیادہ صاف اس مسئلہ کو جو وحی الہی کا بنیادی اصول اور امتیازی نشان و معیار ہے کیا بیان کیا جائے۔
مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول المسیح میں بکرات بیان کیا ہے نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں "کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور پیکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں..... (الی)..... اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جائے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہو بجائے خود معجزہ قرار دیتا ہے۔"

(۳) خاص اپنی وحی کی شان میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ ۸۸ نزول المسیح اس سے زیادہ کوئی بید ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں؛

(۴) صفحہ ۸۹ پر فرماتے ہیں "مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے؟"

(۵) صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵ پر فرماتے ہیں "اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیاں میں (۱) اول یہ کہ الہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگر جب اس کے ساتھ دلائل ظاہر نہ ہوں بڑے زور اور جوش سے بتلاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ملہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جائے یا ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا تطنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے۔"

یہ تو بین وحی الہی اور مورد وحی الہی کی شناخت کا طریقہ اور اس کی علامتیں کہ وہ مورد وحی کے نزدیک بوجہ اس نور اور قوت اور جوش اور الہی برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی قوت وغیرہ امور کے جو خدا کے کلام اور وحی کے ساتھ اترتے ہیں اس کا کلام خدا اور وحی الہی ہونا ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا ہمارے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ ہم کانوں سے سنتے آنکھ سے دیکھتے اور زبان سے بولتے ہیں صاحب وحی کے نزدیک اس میں شک کرنا کفر ہے اس کی روح ہر دم بولتی ہے کہ یہ خدا کا کلام یقینی بغیر کسی شک و شبہ کے ہے اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جائے یا اس پر بجلی بھی گرنے لگے تو بھی وہ اس کو تطنی یا شکی حدیث النفس یا الہام شیطانی نہیں کہہ سکتا۔

اگر یہ الہام شیطانی اور حدیث النفس کی شناخت کا طریقہ اس مذکورہ بالا کلام مرزا صاحب سے خود بخود دیکھا جاتا ہے کہ یہاں یہ علامات موجود نہ ہوں اور ملہم اور مورد وحی کو شبہ یا شک یا تردید اس کلام کی نسبت پیدا ہو گیا

ہو تو وہ وحی شیطانی ہوگی لیکن اس استنباط کی بجائے مرزا صاحب کی تصریح ان کی عبارت میں پیش کر دینا زیادہ موزوں ہے۔

(شیطانی الہام) اسی آخری حوالہ منقولہ کے صفحہ ۱۱ کے اوپر متصل لکھتے ہیں۔

اُس جگہ یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو مہلک پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسہ کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔“

(۲) پھر صفحہ ۸۶ کے مذکورہ بالا حوالہ کے اوپر کی تین سطروں میں تحریر فرماتے ہیں یہ اگر ایک کلام انسان سے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شاید یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔“ (یعنی حوالہ ۱۲ جو صفحہ ۸۶ نزول المسیح کا اوپر منقول ہوا تمام اس کے ساتھ پڑھ لیا جائے۔

مرزا صاحب نے ان منقولہ بالا عبارتوں میں الہام شیطانی اور وحی الہی میں جو امتیاز قائم کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں بالکل صاف اور واضح ہے لیکن باوجود ان اصول موضوعہ اور مسلمہ کے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین کی شان عالی میں جو گستاخی کی ہے اس کو بحالت مجبوری بادل ناخواستہ سو مرتبہ الیٰ و باللہ کہتے ہوئے پیش کرتا ہوں قل کفر بنا شہدنا نچہ مرزا صاحب تتمہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۱۰ پر لکھتے ہیں۔

» آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا بلکہ نفرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت اندیشہ بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔“

جس واقعہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں سورہ اقرآن کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں اقرآن باسم ربك الذي خلق الانسان من علق اقرآن دد بك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم۔ یہ سب سے پہلا حصہ قرآن ہے جو نازل ہوا علی الصبح اب مرزا صاحب کی اس تحریر کے رو سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن کریم کی ان پہلی پانچ آیتوں کو مرزا صاحب کے مسلمہ مذکورہ معیار کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو نتیجہ صاف ہے اور ناگفتہ بہ مرزا صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مورد الہام شیطانی اور قرآن کریم کو الہام شیطانی قرار دیا اس کے بعد تمام قرآن کریم کا یہی حکم ہوگا اور یہ بالکل ظاہر ہے

کہ جب صاحب قرآن ہی معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ٹھہرا تو قرآن کی نہ صرف یہ پانچ پہلی آیتیں بلکہ کل کا کل الہام شیطانی ہے اب ایک اور بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب مرزا صاحب نے نہایت صفائی اور پوری تفصیل کے ساتھ وحی الہی شیطانی وحی میں مابہ الامتیاز بیان کر دیے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیوں ایسی عبارت تحریر کی جس کا ساف اور کھلا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ معاذ اللہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی قطعی طور پر تکذیب ہوتی ہے شائد واقعات کی مجبوری ہو تو اس کا جواب یہی ہے جس کی طرف ہم اس مضمون کے ابتداء میں اشارہ کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے مرزا صاحب کو کھینچ کر اس مقام پر لا کھڑا کیا جن کا ذکر اجمالاً و مثلاً اوپر گذر چکا ہے درنہ اس واقعہ میں جو خشیت علیٰ نفسی سے مرزا صاحب نے بیان کیا ہرگز شک یا شیطانی مکر کا کوئی لفظ نہیں ہے مرزا نے محض تکلف اور تحریف اور افتراء سے یہ معنی کئے اور حکم آیت کریمہ قل من کان فی الضلالة فلیبدد دلہ الرحمن مذا ۷ و بحکمہ نولہ ماتولی و نصلہ جہنم ثم کان عاقبة الذین اساءوا و السوء ان کذبوا بآیات اللہ -

از کتاب کفر عظیم کی سزا پائی -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خشیت علیٰ نفسی یعنی مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے فرمایا وہ دو سبب سے تھا ایک تو دفعۃً اور اچانک جبرئیل کا بڑی رعب دار صورت میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ انتہائی مشقت کی حد تک پھینچنا اور دبانا جس سے آپ کو جسمانی طاقت پہنچی یہاں تک کہ بوجہ جاڑ لگنے کے گھر جا کر فرمایا زملونی زملونی دوسرے عظیم الشان بار نبوت کی وجہ سے دل میں فکر پیدا ہوا کہ واللہ اعلم قوم کی طرف سے کیا کیا سلوک پیش آئیں گے ایک طرف بشری ضعف جبلت اور کمزوریوں کا احساس غرض ان مجموعہ امور سے اگر خشیت علیٰ نفسی فرما دیا تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو عین رب العالمین کے حضور اچانک عصا کو سانپ کی صورت میں دیکھ کر بھاگ نکلے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور نہ ڈر تو امن والوں سے ہے فلما راھا کانھا جان

لی مدبراً ولم یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الامنین - پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا خطرہ پیش کیا رب انی قتلت منهم نفساً فاحاف ان یقتلونی - (سورہ قصص) اے پروردگار میں نے ان کا ایک آدمی (غلطی سے) مار دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھے سے زیادہ ساف زبان ہے اس کو میرا مددگار رسول بنا دے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی جیسا کہ آگے اسی مقام پر مذکور ہے الغرض ابتداءً اندیشہ انبیاء علیہم السلام کو بتقاضائے بشریت زیادہ ہوا کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس امر کی کافی توضیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی اسباب کی بنا پر اندیشہ کا اظہار فرمایا نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ نے جبرئیل کو شیطان اور آیات قرآن کو شیطانی الہام و مکر خیال کیا ہوا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نعمت یقین و ایمان حاصل نہ تھی تو بھلا اور کس کو ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں: الرّسول بما أنزل اليه من دبه و المؤمنون یعنی رسول ہر اس کلام پر ایمان لیا جو اس پر اس کے رب کی طرف سے اتاری گئی اور مومن بھی لیکن مرزا صاحب کے نزدیک تو رسول کریم کو یقین یعنی ایمان حاصل نہ ہوا تو بھلا مومنوں کو کیونکر ہوگا۔ نعوذ باللہ من العود بعد الکفر۔ مرزا صاحب نے بڑا ظلم کیا کہ محض افتراء اور بہتان سے آنحضرت پر ناپاک حملہ کیا اور قرآن کی تکذیب اور اسلام کی بیکینی کا سامان اپنی کتابوں میں جمع کر دیا اور محض جھوٹ اور افتراء پر دازوں کے طور پر یہ طوفان اٹھایا اور نہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسی روایت موجود بھی ہوتی جس کا صاف یہ مفہوم ہوتا تو وہ نصوص قطعیہ کے سامنے بالکل واجب الرد یا قابل تاویل ہوتی تو تاویل کی جاتی خصوصاً جب کہ وہ اپنے الہام کے مخالف حدیثوں کو بھی ردی میں پھینک دیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ابطال پر جو حدیث دلالت کرتی ہو اس کو بطریق اولیٰ باطل اور غلط سمجھ کر رد کر دینا چاہیے تھا لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کوئی حدیث بھی نہیں ہے اور محض افتراء پر دازی اور بہتان طرازی سے قرآن اور نبوت نبی کریم کے ابطال کی سعی کر کے اپنے کفر اور دشمنی اسلام ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہاموں کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں اپنی مرزومہ الہاموں پر یہ دثون اور ان کو کلام خدا نہ کہنا بہت بڑی بد ذاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا کہ ان کو جبرئیل اور کلام الہی کی نسبت یقین نہ تھا اور شیطانی مکر کا اندیشہ ہو گیا تھا کتنی بڑی بھاری بد ذاتی ہوگی۔

الغرض مرزا صاحب نے اپنی تحریروں کے رد سے اسلام کی بیکینی کا پورا مواد ہم پہنچا دیا ہے دشمنان اسلام اگر ان دستاویزوں کی بناء پر اسلام پر حملہ آور ہوں تو کتنی بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہو جائے گا اس کے کیا جواب ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر غلط ہے کفر ہے افتراء اور بہتان ہے۔ اور درحقیقت ہے بھی سراسر بہتان کفر اور قرآن اور بانٹے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس پر ناپاک اور خطرناک حملہ (اعاذنا اللہ عن امثال ذلك)

حقیقی خاتم

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ صریح کے حوالہ سے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق کہا ہے کہ میں حقیقی خاتم اور رسول منبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے حقیقت کے مقابلہ میں مجاز ہونا ہے تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی خاتم النبیین ٹھہرے اور یہ صریح کفر و الحاد ہے۔

اس کے جواب میں مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ یہ الزام محض افتراء اور بہتان ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہیں بھی اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیین نہیں کہا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازی خاتم النبیین کہا ہے۔

(۱) اس انکار کے بعد خود مانتا ہے کہ جو ختمیت مرزا صاحب کو حاصل ہے وہ بلحاظ وراثت کے ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی بعثت بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔

(۳) مرزا صاحب کو جو ختمیت حاصل وہ ختمیت ولایت نہ ختمیت نبوت۔

(۴) مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے۔

خیر ختمیت وراثت سے حاصل ہوا اتباع سے ہو بروز سے ہو دیکھنا یہ کہ وہ ختمیت نبوت ہے یا ولایت اور حقیقی ہے یا مجازی اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ختمیت نبوت کے ہے اور حقیقی ہے تو مختار مدعیہ کا الزام صحیح ہوگا افتراء اور بہتان نہ ہوگا اور مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی خاتم النبیین کرنا ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مرزا صاحب کا کفر و الحاد مختار مدعا علیہ کو ماننا پڑے گا کیونکہ اس نے محض انکار کیا ہے یہ نہیں کہا کہ یہ کفر نہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی اس کو کفر اور الحاد جانتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء بھی کہتے ہیں لیکن یہ خاتم الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تو خاتم الخلفاء سلسلہ بنی اسرائیل کہا ہے لیکن وہ اس سلسلہ کے خاتم الانبیاء بھی ہیں مرزا صاحب نے خود ان کو انبیاء بنی اسرائیل کا خاتم کہا ہے عرض اس جگہ خلافت اور نبوت میں تضاد نہیں ہے بلکہ تقریباً مترادف ہیں آخر مرزا صاحب کا دعویٰ بھی تو نبوت کا ہے اور خلیفہ ہونے کا یہی پس خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء کہنے سے خاتم الانبیاء ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہا ہے خواہ بروزی طور پر ہو۔ ملاحظہ ہو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ ”کیونکہ میں بارہا بتلاچکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لیسما یلحقواہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں“

اب رہی یہ بات کہ ختمیت حقیقیہ کا بھی دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ تو اب ہم اسی عبارت کو دیکھتے ہیں جس عبارت کو مختار مدعا علیہ اور مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت بھی صحیح ہے وقد ختمت النبوة علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیکن مدعیہ کے مختار کو کچھ مضمر نہیں اس نے کب اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی تصریح نہیں مختار مدعیہ کی پیش کردہ عبارت میں جو مرزا صاحب کے متعلق ہے اور اس سطر کے ایک سطر چھوڑ کر بعد سے ختمیت حقیقیہ کا لفظ موجود ہے۔ ”فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ہو یوفساد من ایام الرحمن لیشاہ ابابشر من کان ہو خاتم نوع الانسان“ یعنی پس ختمیہ حقیقیہ چھٹے ہزار میں (یعنی عہد مرزا صاحب) کے لیے مقدر تھی جو ایام رحمن کا چھٹا دن ہے تاکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ شخص جو نوع

انسان کا خاتمہ ہے (یعنی مرزا صاحب) مشابہ ہو جائے۔

پس اب معاملہ بالکل صاف ہے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ختم نبوت کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ حقیقت کی صفت بیان نہیں کی اپنے آپ کو خاتم الانبیا کہتے ہیں اور بالمقابل اپنی ختمیت کو ختمیت حقیقتہ کے ساتھ موصوف کیا اور یہی مختار مدعیہ کا دعویٰ تھا کہ حقیقی کے بالمقابل چونکہ مجازی ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مجازی ہوئی اور یہ کفر و الحاد ہے۔

” مختار مدعا علیہ نے ایک یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے“

یہ درست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے اور تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت اور ختم نبوت کے حصول کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے باوجودیکہ یہ تمام دعاوی باطل اور سراسر کفر ہیں لیکن تاہم مرزا صاحب کے خیال کی بناء پر اس کو مسلم رکھتے ہوئے اگر مرزا صاحب اپنے لیے مقابلہ کوئی زائد فضیلت بھی ثابت کریں تو فاضل اور مفضول کے مفہوم اصنافی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فاضل کی افضلیت مفضول کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس صورت میں فاضلیت اور مفضولیت کا مفہوم ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اڑھائی ہزار برس کے بعد عبد اللہ پر عبد المطلب کے گھر جنم لیا ” آئینہ کمالات ص ۳۳۳ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کا ظہور قرار دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ سید المرسلین خاتم النبیین وغیرہ حضرت ابراہیم اور حضرت مسیح علیہما السلام کے کمالات کہلائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل نہ ہوں گے اگر آپ افضل ہیں تو بعینہ اس طرح مرزا صاحب نے بھی اپنی افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کی ہے جو محال اور سراسر محال ہے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین ماننا اور اپنے آپ کو ختمیت حقیقیہ کا مصداق قرار دینا یا بالفاظ دیگر حقیقی خاتم النبیین بالمقابل ٹھہرانا صاف توہین اور کفر ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی عملاً توہین

مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے جن کا ذکر کسی قدر اوپر گذر چکا ہے دشمنان اسلام کو اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ جب وہ مرزا صاحب کے معقولات دعاوی مرزا صاحب کے اخلاقی نمونہ اور معجزات کو ان کی کتابوں میں اور ان کے مشن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور ان کو سراسر جلد بازی چالاکی دروغ گوئی مکاری معاملات اور اخلاق کی بکھری کا واقعات کی روشنی میں قطعی ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ان دعاوی

کو دیکھتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بردار اور ان کی صفات کاملہ کے مظہر اور جامع ہیں تمام نبوتوں کی مرمت اور شکست و زحمت کرنے آئے ہیں آپ محمدی آئینہ ہیں اور بردار محمد اور مظہر روحانیت محمد ہیں بلکہ وہ روحانیت جو اصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلال کی طرح بالکل کمزور اور ادنیٰ حالت میں تھی اس بردار یعنی مرزا صاحب کی ذات میں بذر بن کر پوری آب تاب سے جلوہ گر اور تاباں ہوئی ہے اور مرزا صاحب کے اس شعر کو پڑھتے ہیں -

زندہ شد ہر نبی با آمدنم

ہر رسولے نہساں بہ پیر ہنم

تو وہ اسلامی تصنیفات مصنفات تاریخ و سیرت کو چھوڑ چھوڑا کر مرزا صاحب کے احوال مقالات مصنفات اور مشن کی تحریروں کو اسلام قرار دے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سیرت منہ سہ معجزات اور خلق عظیم کو اور آپ کی نبوت اور جملہ انبیاء کی شان اور نبوت کو مرزا صاحب کی شان اور نبوت پر قیاس کر کے اسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مرزا صاحب کی نبوت کو انہوں نے بالکل قریب سے دیکھا ہے۔ اگرچہ بعض دشمن اسلام پہلے بھی محض تعصب کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے رہے لیکن ان کو جواب دہاں شکن باسانی دیے جاتے مگر اب اسلام کے دشمنوں کو مرزا صاحب اور ان کے مشن کی تحریری اور عملی حالات سے بہت بڑی طاقت اور دلیری ہو گئی ہے۔ بتلائیے اگر نبوت انبیاء سابقین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات آنحضرت علیہ السلام والسلام اور ان کے اخلاق قدسیہ اور سوانح زندگی کا میاں مرزا صاحب کی نبوت سوانح حیات اور معجزات کو قرار دیا جائے تو دشمنان اسلام کو مسلمان منہ دکھانے کے قابل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی دشمن یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کے بردار ہیں اور ان کو زندہ کرنے والے کنبھروں کا مال بھی لے کر رکھا ہے اور آئینہ کمالات کے انیس میں اس قسم کے مالوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کے لیے شریعت اسلامی میں ایک نئے حکم کا اضافہ فرمایا ہے کہ نافرمان آدمی کا مال و جان اس کے ملک سے نکل کر مالک حقیقی کے قبضہ میں آجاتا ہے اور مالک جس کو اختیار ہے کہ اس کو ویسے ہی ہلاک کر دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ بجلی قہری نازل فرماوے اصل عبارت آئینہ کمالات کی ملاحظہ ہو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اس کے ملک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں بھیجا دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ بجلی قہری فرماوے بات ایک ہی ہے۔“

دائینہ کی کمالات اسلام صفحہ ۴۰۱

اب اگر کوئی دشمن اسلام یہ اعتراض کرے کہ قرآن کا تو یہ حکم ہے یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات و اعملوا الصالحات الا یہ

یعنی اے رسول! پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک کام کرو تو معلوم ہوا کہ چونکہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کا بروز میں اور ان کی شان تقدس کو زندہ کرنا والے کنجروں کی اجرت زنا وغیرہ کی کمائی کھائی ہے لہذا وہ بھی پاکیزہ اور حلال طیب ہے اور تمام رسول اس قسم کی پاکیزہ چیزیں کھایا کرتے تھے نیز یہ معلوم بھی ہو گیا کہ زنا بھی حلال ہے۔

(معاذ اللہ)

نیز یہ معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی شریعت میں ہندوستان کے اندر تمام ان مسلمانوں کا جو مرزا صاحب کو نہیں ملتے اور ایسا ہی دیگر نافرمان اقوام ہندوؤں عیسائیوں سکھوں وغیرہ کا قتل کر دینا اور ان کے مالوں کا لوٹ لینا سب جائز ہے جیسا کہ محولہ بالا مرزائی قانون کا صاف منشاء اور مفہوم ہے اور خواہنا خواستہ مرزائیوں کو اگر قدرت حاصل ہو جائے تو ایسی دستاویز سے اس حکم پر وہ عامل ہوں گے۔

مرزا صاحب کے شریعت کے یہ جدید احکام ہیں اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب کو تمام انبیاء کا بروز اور بروزی محمد اور خاتم الانبیاء مان لیا جائے تو کسی کے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔

مرزا صاحب کے تشریحی نبی ہونے کا یہ بین ثبوت ہے اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے جو زیانی وہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت جدیدہ کے مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو کافر سمجھتے ہیں تو اب وہ خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہو گئے۔

حوالہ مذکورہ بالا آئینہ کمالات اسلام کی ضروری تشریح بھی لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا ذکر کردہ مدعا واضح نہیں ہو سکتا کیونکہ کنجروں و نجروں کو تو اس عبارت محولہ میں کوئی نام نہیں ہے لہذا اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کی عبارت محولہ بالا مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں ہے جس کو مرزا صاحب ”قولہ“ اور ”اقول“ کے عنوان قائم کر کے بیان کر رہے ہیں ”قولہ“ سے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کا اور ”اقول“ سے مرزا صاحب کا قول مراد ہے۔ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۵ میں مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق بیچاس سوالات جرح کئے ہیں جو دوسرے نمبر میں جا کر ختم ہوئے ہیں ان میں چند سوالوں کے جواب مرزا صاحب نے دیے ہیں۔

عبارت محولہ بالا مولانا موصوف کے آٹھویں سوال جرح کا جواب ہے جو اشاعت السنۃ نمبر جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۶ پر

بدیل عبارت ہے۔

(سوال ہشتم)

ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو۔ لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو۔ ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں

لاتا ہو ظلم ایذا رسانی بے رحمی بد خلقی بد گوئی پر مصر ہو تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی سچی نکل آوے اس سچی پیشگوئی میں طبع و ملی محنت و مجدد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے۔

اس کی مزید توضیح سوال نمبر ۱۳ میں صفحہ ۳۷ پر ہے مولانا موصوف مرزا صاحب سے سوال کرتے ہیں ”سوال پہل و چہارم میاں الہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت دو سو روپیہ یا کم و بیش منگوا یا (۲) اور وہ کیا روپیہ تھا (۳) اور آیا وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟“

یہ الہ دیا کنجر تھا جس نے توبہ کی تھی اس کا پہلا مال جو حرام کمائی اجرت زنا وغیرہ سے تھا مرزا صاحب نے منگوا یا اور استعمال فرمایا ان سوالات سے پہلے نمبر ۱۲ جلد ۱۴ میں مولانا موصوف میرزا ناصر نواب صاحب خسر مرزا صاحب کی ”مثنوی در حالات مکتوسی اہل زمانہ“ مندرجہ نمبر مذکور کے حاشیہ پر کر چکے ہیں جس میں انہوں نے جعلی پیروں خصوصاً مرزا صاحب کے حالات کا کسی قدر نقشہ کھینچا ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے۔

بد معاش اب تک از حد بن گئے یوسفیلم آج احمد بن گئے

بیٹے درواں بنے دجال ہیں ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں

اسی مثنوی میں کچھ اور پر یہ شعر ہیں۔

قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات گوئے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ

ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو رنڈیوں کا مال ہو یا بہانڈوں کا ہو

اس دوسرے مصرعہ کی تشریح مولانا موصوف نے حاشیہ پر یہ کی ہے ”جساکہ الہ دیا نامی تائب مرحوم کا روپیہ جو اسی قسم سے تھا کا دیانی نے منگوا یا۔“

غرض سوال ہشتم کا منشاء یہ ہے کہ مرزا صاحب نے الہ دیا کنجر انبالہ سے جس نے توبہ کی تھی اجرت زنا کی کمائی کا سابقہ روپیہ اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت منگوا یا اور استعمال فرمایا۔

مرزا صاحب نے اسی سوال ہشتم کو قولہ کے عنوان سے نقل کر کے اقول کہہ کر اس کا جواب دیا ہے اور اس کو عبارت محولہ بالا سے جائز ثابت کر کے نئی شریعت کی تعمیر کی ہے۔

مرزا صاحب نے اس سوال کو نقل کرنے میں عجب چالاکی کی ہے تین چار سطر کی عبارت میں سے اول و آخر کو نقل کر کے بیچ میں سے چھوڑ گئے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی کتاب پڑھنے والے کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مرزا صاحب پر اجرت زنا کا حرام مال کھانے کا الزام لگایا گیا ہے اور جب تک کسی کو اشاعت السنۃ کے اصل حوالے معلوم نہ ہوں مرزا صاحب کا یہ فعل شیخ مخفی رہے لیکن دراصل یہ بڑی خیانت اور پرے درجہ کی بزدلی ہے۔

خیر اب تو سوال بھی واضح ہو گیا اور جواب بھی واضح مرزا صاحب نے اس خبیث اور حرام مال اجرت زنا کھانے سے

انکار نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے ہاں یہ کر دیا اور ثابت کیا کہ یہ حلال ہے طیب ہے لیکن رسولوں کو۔ پس اگر فی الواقعہ مرزا صاحب رسول مان لیے جائیں اور آنجناب کی رسالت ہی تمام رسولوں کے لیے میزان قرار دی جائے تو نبوت اور رسالت ایک نہایت ہی ذلیل چیز ہوگی جس کو کوئی شریف انسان پسند نہیں کر سکتا۔

پس درحقیقت مرزا صاحب نے اپنی عملی اور اخلاقی اور اعتقادی حالت سے نبوت اور انبیاء کی سخت توہین کی ہے اور اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب خارج از اسلام اور کافر ہیں۔

اس قسم کے کئی واقعات ہیں لیکن بطور مشنت نمونہ از خردوارے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ۵۔ اکتوبر کی بحث میں کہا تھا کہ جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے نزول کو اسلام کی بربادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین خیال کرتے ہیں جو مرزا صاحب سے ان کے رعم کے مطابق گھٹیا نبی ہیں تو جو ان سے بڑھیا نبی ہیں یعنی مرزا صاحب ان کی نبوت سے بطریق اولیٰ بہت زیادہ توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بربادی اسلام متصور ہے۔

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ یہ مخالف ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یا نبوت مستقلہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماننی پڑے گی جو ممکن ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا اور یہ بھی محال ہے کیونکہ امتی کا مفہوم یہ ہے کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔

مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ استدلال اور فرق بالکل غلط ہے اور امتی کی یہ تعریف خود غرضی سے گھڑی گئی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں نہ قرآن سے نہ حدیث میں اور نہ علماء اسلام میں بلکہ سراسر قرآن کریم اور تفسیر حیات اکابر کے خلاف ہے۔

(۱) مختاران مدعا علیہ کے مسلم امام عبدالوہاب شعرانی یواقیت والجوہر مبحث ۳۲ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول فتوحات مکیہ کے باب غاش سے حدیث انا سید ولد آدم ولا فخر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الرسل علیہ السلام تک تمام انبیاء سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پھر اس پر یہ شہادت بھی پیش کی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عامل ہوں گے جس سے صاف ثابت ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور امتی ہیں اس میں کوئی امتناع کسی قسم کا نہیں ہے۔

(۲) صحیح حدیث میں آیا ہے لو کان موسیٰ حبیباً لہما وسعۃ الاہب علی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ادلی العزم نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور تبع ہو سکتا ہے لہذا امتی کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے

قطعاً باطل ہے۔

(۳) یہی امام عبد الوہاب شمرانی یواقیت والجاہر صفحہ ۶۳ جلد ۲ پر شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول فتوحات کے باب الثالث والتعین سے نقل فرماتے ہیں اعلم انه ليس في امة محمد صلى الله عليه وسلم من هو افضل من ابى بكر غير عيسى عليه السلام وذلك انه اذا انزل بين يدي الساعة لا يجكده الا بشرع محمد صلى الله عليه وسلم فيكون له يوم القيمة حشران حضرة في زمرة الرسل بلواء الرسالة وحشر في زمرة الاولياء بلواء الولاية - یعنی اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ جب قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کریں گے پس قیامت کو ان کے دو حشر ہوں گے ایک بواء رسالت کے ساتھ رسولوں کے زمرہ میں اور دوسرا حشر بواء ولایت کے ساتھ زمرہ اولیا میں۔

ہمارا مقصود اس سے واضح ہے حاجت تشریح نہیں نسخ اکبر قدس اللہ سرہ کے اور کئی حوالے ہیں بسکن یہی

کافی ہیں۔

(۴) اب مرزا صاحب کی سینے۔ بحقیقۃ الوحی سنہ ۱۳۰ پر آیت واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتب الآيات کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اس پر سب نے اقرار کیا (مخلصاً) اس ثابت ہو کہ تمام رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔

(۵) مرزا صاحب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں۔ وما اختلف اثنان من علماء هذه الامة في ان الفضائل انطوية التي توجد في هذه الامة قد تفوق بعض الفضائل التي توجد في الانبياء بلا صالة ولذلك قيل ان الانبياء السابقين كانوا ينظرون الى هذه الامة بعين الغبطة ونهي اكثرهم ان يكونوا منهم فلول لم يكن في هذه الامة شئ من الفضائل التي لم توجد في انبياء بني اسرائيل فلمسألوا ربهم ان يجعلهم من هذه الامة۔

یعنی بالاتفاق علماء امت کی رو سے ہے کہ اس امت میں بعض نفل فضائل ایسے جو انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل پر فوقیت رکھتے ہیں ایسے کہا گیا ہے کہ پہلے انبیاء اس امت کو غبطہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر انبیاء نے یہ تمنا لیا ہے کہ کاش وہ اس امت سے ہوتے پس اگر اس امت میں کچھ ایسے فضائل نہ ہوتے جو انبیاء بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیوں یہ سوال کیا کہ ان کو اس امت میں سے کر دے۔

یہ عبارت واضح ہے اگر امتی کا یہ مفہوم ہوتا کہ وہ بغیر اتباع قرآن و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہ اور بے دین

اور ناقص محض ہو تو انبیاء نبی اسرائیل سابقین نے باوجود نبوت اور رسالت کیا اپنے آپ کو گمراہ اور بے دین اور ناقص ثابت کرنے کے لیے یہ دعا کی تھی؟

اور حسب اقرار تسلیم مرزا صاحب انبیاء نے جب کہ اپنے پروردگار سے یہ دعائیں سے کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم ظاہر میں امت بنادے نیز تاکہ وہ میثاق انبیاء اور نصرت کا بعد ان دنیا میں ظاہر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انبیاء کی دعا کو مسترد فرمادے لہذا اس مستحب الہ لوات نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ ان سب کی طرف سے ایک ایسے نبی کو نمائندہ قرار دے کر خیانتاً شہوداً امتی اور مؤمن اور ناصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے مزید انتساب تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وانی اونی الناس بعیدی بن سوید لعدیکن بینی و بینہ بنی و انہ نزلت --- یعنی میں سب سے قریب تر لوگوں سے ہوں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ الحدیث اس حدیث کی تشریح مع اثبات احساس آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳ پر ہے۔

اسو اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب تصریح مرزا صاحب بیٹا ہونے کی نسبت بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمد پنجم ایسے کے صفحہ ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے ”سو حضرت مسیح نے ان نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لیے ان سے پہلے آئے تھے تمثیلی طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے اور اپنے لیے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا ہے جو بیٹے کے ماں سے جانے کے بعد آئے گا جو باخ کمالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی ہے پھر اس حاشیہ کے حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں ”بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم سدیقہ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زویہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی یہ قول غالباً اسی مناسبت سے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کہ جب عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زویہ کے ہوئی۔ مز“

اس جملہ سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب تشریح مجازی بیٹا ہونا بھی ثابت ہے۔ لہذا امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیا ہے قطعاً باطل ہے۔

(۴) اب قرآن شریف ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد وصلنا لهم القول لعلہم یتذکرون الذین

آتینا ہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون و اذا بتلی علیہم قالوا امانا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یوتون اجرہم موتین بما صبروا الایۃ ۔

یعنی ہم نے پے درپے ان کے لیے اپنے کلام کو اتارا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں جن لوگوں کو ان سے پہلے ہم نے کتاب دی وہ پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری کہتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے ان لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے دہرا اجر دیا جانے کا الخ۔ اب بتلائیے وہ مؤمنین اہل کتاب جو قرآن کریم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بنے کیا وہ اس سے پہلے گمراہ بے دین اور ناقص تھے یا وہ مسلمین مؤمنین تھے اور امتی بن کر دہرے اجر کے مستحق بنے۔

(۷) احادیث صحیح میں آیا جن کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تین شخصوں کو دہرا اجر ملے گا۔

(۱) وہ شخص جس نے کسی اپنی لونڈی کی تربیت کی اور عمدہ ادب سکھایا پھر اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

(۲) وہ مومن اہل کتاب جو اپنی کتاب پر ایمان لایا (بعدہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

(۳) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کی خیر خواہی کی۔

دلائل و شواہد مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب نے بیان کیا ہے غلط

اور باطل اور اتباع ہوانی اور خود غرضی پر مبنی ہے لہذا وجہ فرق جو مابین مرزا صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دربارہ توہین و ہتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی تھی باطل ہو گئی اور مختار مدعا علیہ کا الزام توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مرزا صاحب کا مسلمہ کفر تھا قائم اور بدستور رہا۔

قول مختار مدعا علیہ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ تسمیۃ الثنیٰ بما یطوّل الیوم کی قسم سے ہے جس طرح انگور کو شراب سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس لیے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ قول مختار مدعا علیہ کے اعتراض کو دفع نہیں کر سکتا کیونکہ انگور کو شراب کہنا مجاز ہے جس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ عصر یعنی پنجوڑا انگور کی صفت ہے نہ شراب کی برخلاف مرزا صاحب کے اس قول کے کہ وہاں کوئی قرینہ معنی مجازی کا موجود نہیں ہے بلکہ شرک کو عظیم کہہ کر حقیقت کو اور محکم کیا گیا ہے اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اس کو مخلوق پرستی کا ستون کہہ کر ارادہ مجاز کے خلاف گویا ایک زبردست دلیل قائم کر دی ہے۔

والاستفتاء ص ۷۷ پر لکھتے ہیں۔ واللہ ان یجمع حیات هذا الدین و حیات ابن مریم یعنی قسم

ہے اللہ تعالیٰ کی دین اسلام کی زندگی اور ابن مریم کی زندگی ہرگز جمع نہ ہوں گی۔ دیکھنے کس تاکید شدید اور قسم کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کو دین اسلام کی موت قرار دیا گیا ہے۔

اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں کہ "افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا۔"

غرض مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ سے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کو ذکر کیا ہے شرک عظیم ہونیکوں کو کھا جاتا ہے۔ مخلوق پرستی کا ستون۔ اسلام کی نقیض یا اسلام کی موت بت پرستی وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہاں قسمیۃ الشیء بما یؤد الیہ۔ کی تاویل کارگر نہیں ہو سکتی باقی رہا مختار مدعا علیہ کا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ اور حدیث مسلم سے استہناد اور ان پر قیاس بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے نادر ڈالنے اور بت کو سجدہ کرنے والے کو مشرک کہا ہے اور ریا کاری یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قسم کھانے والے کو فاسق اور گناہگار کہا ہے گو ان افعال کو بھی شرک کہا گیا ہے لیکن قابل تاویل اور شرک دون شرک کی قسم سے لیکن مرزا صاحب نے شرک عظیم مخلوق پرستی بت پرستی نقیض اسلام کے اوصاف سے عقیدہ حیات مسیح کو متصنف قرار دیا ہے لہذا اس کا مرتکب بقول مرزا صاحب حسب فتویٰ گنگوہی قدس سرہ مشرک بت پرست ہو گا۔

نہ قسم ادنیٰ شرک کا مرتکب اور فاسق و گناہگار۔

اسی طرح حدیث مسلم بین الرجل و بین الشکر و الکفر ترک الصلوٰۃ میں ترک صلوٰۃ کو شرک و کفر نہیں کہا گیا بلکہ درمیانی حد کہا گیا ہے پس یہاں تو منبری الشکر کی تاویل کی بھی حاجت نہ رہی۔ اس تاویل کی تب ضرورت ہوتی جب ترک صلوٰۃ کو شرک کہا جاتا۔

مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس بناء پر مرزا صاحب نے اس کو شرک قرار دیا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کیا ان لاکھوں عیسائی ہونیوالوں نے اپنے ازداد کی یہ وجہ بیان کی ہے ہرگز نہیں یہ لوگ جو عیسائی ہوئے ہیں بعض تو اصول مقدسہ اسلام سے نادانیت کی وجہ سے اور اکثر اور اغلب خواہشات اور حظوظ نفسانیہ کے استیفاء اور حیفۃ الدنیا کی خاطر عیسائی ہوئے ہیں بلکہ پہلی قسم کے تو بالکل اقل قلیل اور الشباد النادر کا معدوم کے حکم میں ہیں۔

اسی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اسلام میں موجود ہوتے ہوئے لاکھوں عیسائی اسلام میں داخل ہوئے اور جوتے رہتے ہیں اور کئی بد نصیب اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی مرزا بیت کو ترک کر کے عیسائی ہو گئے خصوصاً جب کہ آئقہم کی نسبت مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی چساکہ مرزا صاحب نے بھی دبی زبان میں سے انوار الاسلام میں تسلیم کر لیا ہے کیا ان کے عیسائی ہونے کا باعث حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا؟

پس عقیدہ مذکورہ کو شرک عظیم قرار دینے کی جو وجہ گھڑی گئی ہے محض بہانہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو بت پرستی اور شرک عظیم قرار دے کر تمام امت کی عامتہ و خاصتہ توہین کی ہے نہ علماء اس توہین کی زد سے بچ سکتے ہیں نہ اولیاء نہ مجددین و محدثین نہ تابعین نہ صحابہ رضی اللہ عنہم جمعین اور نہ ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرزا صاحب نے نہ صرف توہین کی ہے بلکہ سب کو شرک قرار دے کر ایسے کفر کا ارتکاب کیا ہے جس کو اگر بتجائر نظر دیکھا جائے تو رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل وغیرہ سے بحث نہیں ہے لیکن جہاں تک مسئلہ مذکورہ کا تعلق ہے یہ ثابت کرنا چاہئے ذمہ لازم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں آکر دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا صاحب کا بھی بزم خود بلہم ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے صحیح معنی پڑھ لینے کے باوجود بارہ سال کے لمبے عرصہ تک یہی عقیدہ تھا اس عرصہ میں آپ نے اپنی اس کتاب میں جو باہر الہی آپ نے تصنیف فرمائی تھی قرآن شریف اور اپنے الہام سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی نسبت یہ دعویٰ کیا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اویہ عاجز روحانی اور معنوی طور پر اس کا محل اور مورد ہے ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ تحت الہام و آیت هو الذی ارسل رسولہ بالہدای دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ - (الی) اور یہ عاجز روحانی اور معنوی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔

نیز ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ تحت آیت والہام عسی د بکھ ان یوحکم و ان عدتم عدنا وجعلنا جہنم لکافورین حصیاً - (الی) یعنی افق اور احسان سے امام حجت کر رہا ہے۔

مرزا صاحب کو یہ مسلم ہے بلکہ ان کی تصریح ہے کہ میں بارہ سال تک بعد الہام اسی عقیدہ پر تھا چنانچہ اپنی کتاب العجاز احمدی صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں ”پھر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے برائین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جہاں حاجب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔“

پس جب اس بارہ میں انتہائی خدا کی دہی پہنچی اور مجھے حکم ہوا فارغ ہوا تو مر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول

کر لوگوں کو سنا دے اور بہت سے نشان مجھے میے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھا دیا گیا تب میں نے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیا۔

مختار مدعا علیہ نے اسی مضمون کو اپنے جواب بحث میں باختصار بیان کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ مرزا صاحب کے اس رسمی عقیدہ کے بعد جس پر وہ تھے جب خدا تعالیٰ نے جب ان پر حضرت علیؑ علیہ السلام کا فوت ہونا ظاہر کر دیا تو آپ نے لوگوں میں حضرت علیؑ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی وفات کے مسئلہ کو الم نشرح کر دیا مثلاً مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ بیان کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر تھے سرتاپا غلط ہے بلکہ مرزا صاحب محض رسمی اور تقلیدی عقیدہ پر نہ تھے بلکہ مرزا صاحب نے قرآن اور اپنے الہام کی روشنی میں اس عقیدہ کو اختیار کر رکھا تھا جیسا کہ براہین احمدیہ کے منقولہ بالا حوالوں صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹ اور صفحہ ۵۰۵ سے ظاہر اور عیاں ہے۔

یہ بھی طرفہ تماشہ ہے کہ بارہ برس تک تو قرآن و حدیث سے حیات علیؑ علیہ السلام کو ثابت کرتے رہے اور معنی قرآن بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے صحیح صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی تیس آیتوں میں سے کسی آیت کے معنی میں یہ نہ فرمایا کہ اس آیت سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے اور نہ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کے اقرار کے بعد متنبہ کیا کہ یہ غلط ہے اور حق وفات مسیح کا عقیدہ ہے جب بارہ برس گزر گئے تو خدا تعالیٰ نے پے در پے متواتر الہام اس مضمون کے شروع کر دیے کہ حضرت علیؑ فوت ہو گئے ہیں مرزا صاحب بھی پہلی بار تو ان الہاموں سے بہت گھبرا گئے ہوں گے کیونکہ پہلا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا بھی مرزا صاحب کے ابتدائی الہام الرحمن علم القرآن لتتذرقوما ما اذاباؤدھم وللتنتبین سبیل المجرمین۔ کی بناء پر اللہ میاں کا تعلیم کر دو تھا کیونکہ اس الہام کا ترجمہ براہین احمدیہ میں یہی مندرج ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ رحمن نے تمہیں قرآن مجید کے صحیح معنی پڑھا دیے ہیں الخ اور حیات مسیح کا عقیدہ قرآن اور الہام سے ہی ثابت کیا گیا تھا اس لیے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی اس تناقض بیانی سے تردد کا ہونا اور گھبراہٹ لازمی تھی ایسی صورت میں ایک دو یا پانچ سات بار کے الہام سے مرزا صاحب کو وفات مسیح علیہ السلام کا یقین کیونکر آسکتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ کو بتدارک کرنا پڑا کہ مرزا صاحب کو متواتر پڑے در پڑے بکثرت الہام کئے جو ایک بڑے مہینہ سے مشابہ تھے اور وحی الہی اپنی روشن انتہاء تک پہنچ گئی اور ما سوا اس کے اور بہت سے نشان دیے گئے اور یقین کو مرزا صاحب کے دل میں روز کی طرح بٹھا دیا گیا تو مرزا صاحب بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے۔

کثرت الہامات کا ذکر جو وفات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مرزا صاحب کو ہوئے عبارت مجملہ اعجاز احمدی کے ملاو حمامہ بالبشری کے صفحہ ۱۳ پر بدیل الفاظ مرزا صاحب نے کیا ہے و اللہ ما قلت خولا فی وفات

المسیح وعدم نذوله وقيامه مقامه الابد الالهام المتواتر المتتابع النازل كالوابل وبعد مكاشفات
صريحة بينة منيرة كفلق الصبح - لا یعنی قسم ہے اللہ کی کہ میں نے مسیح کی وفات اور دوبارہ نہ
آنے اور میرے اُن کا قائم مقام ہونے کا عقیدہ اختیار نہیں کیا مگر ایسے الہاموں کے بعد جو سزا تپے درپے اور ایک بڑی
بارش کی طرح مجھ پر اترنے والے تھے اور ایسے مکاشفات کے بعد جو صریح اور بالکل صاف اور صبح صادق کی طرح
روشن تھے ۱۱

اسی طرح حقیقتہ الوحی وغیرہ کتابوں میں بھی حوالے ہیں لیکن یہ دو حوالے ہی کافی ہیں -

حوالجات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مرزا صاحب کو الہامات نے تعلیم کیا
ہے نہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمہ نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت اور مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ
کہ مرزا صاحب نے اس کو قرآن و حدیث سے الم نشرح کر دیا صاف جھوٹ اور قرآن کریم اور حدیث پر سراسر بہتان ہے اگر یہ
مسئلہ قرآن کریم اور احادیث سے الم نشرح ہوتا تو اور امت کو جانے دو مرزا صاحب کیوں قرآن کریم اور احادیث اور اپنے الہامات
سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتے اور بارہ سال کے عرصہ دراز تک اس پر قائم رہتے قرآن کریم اور الہامات کا ذکر اور ان
سے حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات تو بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ و صفحہ ۵۰۵ اوپر گزر چکا ہے احادیث سے اثبات
کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا ان شاء اللہ تعالیٰ اُس نہ اُسے گا۔

(بحوالہ ازالہ اوہام و ترویج المزم و شہادت القرآن)

اس کے بعد جب مرزا صاحب کے خیالات نے پٹا کھایا اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ کسی ملہم کے الہام نے آپ کو
تعلیم کیا تو اس وقت مرزا صاحب نے قرآن کریم کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈالنا شروع کر دیا اور حکم تحریفون الکلم عن مواضعہ
قرآن کریم کی تیس آیتوں سے وفات مسیح علیہ السلام کے ثبوت کا دعویٰ کر دیا پس ایک حق پرست ایماندار کے لیے تو مرزا صاحب
کی یہ کاہ وانی سراسر باطل ہے اور اس امر کا بین ثبوت کہ مرزا صاحب قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو محض آلہ کار براری سمجھ کر
استعمال کرتے ہیں جوں جوں مرزا صاحب کے خیالات پلٹتے جاتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہی قرآن اور حدیث کے معنی بھی پلٹتے جاتے
ہیں۔ اور مختار مدعا علیہ اس کو قرآن اور حدیث سے الم نشرح کرنا سمجھتا ہے جو ایک مضحکہ خیز خیال اور سراسر غلطی ہے اور مرزا
صاحب کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کا ایک بین ثبوت -

یہاں تک تو مرزا صاحب کے رسمی عقیدہ نہ ہونے کا ذکر تھا اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
نے کراچ تک تمام امت حیات مسیح علیہ السلام کی معتقدہ جلی آتی ہے اور وہ بھٹوی مرزا صاحب سب کے سب مشرک ٹھہرے
معاذ اللہ میں اس وقت اسلامی کتب تفاسیر احادیث وغیرہ سے حوالے پیش کرنا اور دلائل عقیدہ حیات بیان کرنا نہیں
چاہتا بلکہ صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کروں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسی عقیدہ معتقد

(۱) مرزا صاحب اپنی کتاب توضح المرام کے آغاز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں جس کے ٹائٹل پر البہامی البہامی لکھا ہوا ہے۔
 ”مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ ”حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے
 آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے“ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ
 میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ
 کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے جس کا مصداق حسب اعلام والہام الہی بھی عاجز ہے۔“

(۲) اور اس کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ”اب پہلے ہم سفالی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث
 اور اخبار کی کتابوں کے رد سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جلا تصور کیا گیا ہے وہ دونوں میں ایک
 یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت
 عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین
 پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے اُتے دیکھو گے انہیں کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے انسانا احادیث نبویہ میں بھی
 پائے جاتے ہیں“

(۳) افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوتاہ اندیش لوگوں نے کس قدر بڑی غلطی کھائی جس کی
 وجہ سے وہ حدیثوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکر رہے ہیں اگرچہ یہ تو صحیح ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی
 فعلی کے سلسلے سے باہر ہے اور قرآن سے تسلیق یافتہ نہیں یقیناً کمال کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا لیکن وہ ”سرا
 حصہ جو تعامل کے سلسلے میں آگیا اور کر وڑ یا مخلوقات ابتداء سے اس پر اپنے عملی طریق سے قائم اور محافظ چلی آئی ہے
 اس کو ظنی اور نسبی کیونکر کہا جائے ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور باپوں سے دادوں تک اور
 دادوں سے پردادوں تک بدبہی طور پر مشہور ہو گیا اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور احوال نظر آگئے اس میں تو
 ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل درآہ کو اول
 درجہ کے یقینات میں سے یقین کرے پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم
 کیا اور امور تعالیٰ کا اسناد راستگو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی
 ان پر جس طرح درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں
 ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے پسند رکھنا ہی کی بناء پر لکھا ہو۔ اس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عیشیدہ کے طور پر
 ابتداء سے مسلمانوں کے دل و ریشہ میں داخل چلی آئی ہے گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس
 پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عیشیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام

بخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو روڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لیے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیح مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا۔

علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نمود بذالشریہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس پر آمادہ کیا تھا؟

(شہادت القرآن صفحہ ۸ و ۹)

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) مسلمانوں کا عقیدہ حیات عیسٰی علیہ السلام اور بعینہ ان کے نزول کا ہے نہ کسی مثل مسیح کا جس کو اب مرزائی اصطلاح میں مسیح موعود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) یہ عقیدہ آنحضرت کے اقوال مقدسہ یعنی احادیث نبویہ سے پیدا ہوا ہے۔

(۳) یہ عقیدہ ابتداء سے مسلمانوں کے رگ دریشہ میں داخل چلا آیا ہے اور تعامل اعتقادی کے طور پر سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اصل مبدئ تک اس کے آثار اور انوار نظر آرہے ہیں۔

(۴) جو امور سلسلہ اسناد کے ساتھ سلسلہ تعامل اعتقادی یا عملی سے ثابت ہو جائیں وہ اول درجہ کے یقینات ہوتے ہیں ان پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بسیرت ایمانی اور عقل انسانی سے کچھ بھی حقہ نہیں ملا۔

(۵) مرزا صاحب اس عقیدہ کو اب الہام اور اعلام الہی سے غلط جانتے تھے۔

(۶) پہلے مرزا صاحب بھی اس کو احادیث کی بنا پر صحیح مانتے تھے اور اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

نتیجہ یہ کہ اگرچہ حوالجات سابقہ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن مزید توضیح کے لیے ایک حوالہ ازالہ ابہام صفحہ ۱۹۸ تقطیع نوڈ سے نقل کیا جاتا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

» یہ عقیدہ جو براہین احمدیہ میں درج ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو علم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے «

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح رسمی نہ تھا بلکہ احادیث نبویہ کی پیروی کا نتیجہ

تھا اور پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ براہین میں اسی عقیدہ کو مرزا صاحب نے اپنے الہام اور قرآن سے ثابت کیا ہے پس مرزا صاحب کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اپنے الہام کی بنا پر تھا۔

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی اصل حقیقت کا انکشاف صرف مرزا صاحب پر ہوا

ہے اور وہ بھی ان کے دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تمام امت کا اعتقاد بزعیم مرزا صاحب اصل حقیقت کے خلاف تھا یعنی حیات مسیح علیہ السلام کا اور انہیں کے بعینہ نازل ہونے کا کسی مثیل کا اور اسی بنا پر مرزا صاحب نے اسی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۹۱ پر لکھ دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہم وغیرہ وغیرہ کی اصل حقیقت نہ کھلی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں (معنی)

اس طرح مرزا صاحب نزول مسیح کی اصل حقیقت مرزا صاحب پر منکشف ہونے اور ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر مخفی رہنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے ظاہر کرے اور مخفی کرے اس کے ہر ایک فعل میں مصلحتیں حکمتیں اور امتحان ہوتے ہیں لیکن اکثر آدمی اس بات کو جانتے نہیں وہ شریعت کے ظاہر اور چھلے کو تو جانتے ہیں اور اس کے مغز سے غافل ہیں اور جب ان پر ستر حقیقت ظاہر کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں اس کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور بدگمانی کر کے کافر ہوتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ساری امت کس طرح خطا اور غلطی پر منفق اور ہم خیال ہو گئی اور ہم کیونکر یہ سمجھ لیں کہ وہ سب غلطی پر تھے اور تم حق پر ہو۔ ان پر افسوس ہو یہ کیوں اس بات کو نہیں جانتے مانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات پر غالب ہے جب وہ کسی بات کو چھپانے کا ارادہ کرے تو سمجھنے والے اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کے سن کو قرآن میں پڑھ کر غافل رہتے ہیں۔

کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین انبیاء سے بعض باتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ اس انشاء کی وجہ سے امتحان کئے جلتے ہیں اور کسی امت کا حق نہیں ہے کہ اپنے فہم میں انبیاء پر بڑھ جائے..... تم خدا کے امتحان سے کیوں نہیں ڈرتے کہیں نزول مسیح کی پیشگوئی تمہارے لیے فتنہ ہی نہ ہو" یہ ترجمہ ہے مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۵۴ ر ۴۵۵ بیخفی ما یثنا ویبیدی و فی کل فعلہ مصلحہ وحکمہ وابتلاات (الی) ولعل نبأ نزول المسیح یكون فتنۃ لکم۔

عبارت مولہ میں مرزا صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ مخفی رکھا اور ساری امت کے اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی پر تھی اور جب اللہ تعالیٰ مقربین انبیاء پر بھی بعض باتوں کی حقیقت کو مخفی رکھتا ہے تو امت اپنے فہم اور سمجھ میں نبی سے کیونکر بڑھ سکتی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵۲ ر ۵۵۳ پر لکھتے ہیں فتصرعت فی حضرۃ اللہ تعالیٰ و طرحت بین یدیه

متمنیاً لکشف سرا نزول و کشف حقیقۃ الدجال (الی) فاخبر فی ربی ان النزول روحانی لا جسمانی۔

یعنی میں نے خدا کے حضور میں تضرع کیا اور نزول مسیح کا ستر اور حقیقت دجال کے انکشاف کی آرزو میں خدا کے سامنے میں نے اپنے آپ کو گرا دیا تاکہ مجھے علم یقین اور عین یقین حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی عنایت میری تعلیم اور تعہیم کی طرف متوجہ ہوئی

اور اس نے مجھے اپنی طرف سے الہام کیا اور تعلیم کیا کہ نزول مسیح کا اصل مفہوم صحیح ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مکر اور ابتلاء ان کے انہام پر غالب آگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے منہ کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر جسمانی خیال (یعنی نزول جسمانی) کی طرف متوجہ کر دیا اور اسی پر قناعت کئے رہے اور یہ خبر ان کے پاس لکھی ہوئی اور قریباً بعد قرن اسی طرح چھپی ہوئی چلی آئی جس طرح دانہ بالی میں چھپا ہوا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہمارا یہ زمانہ آگیا اور اسلام کمزور ہو گیا گناہ بڑھ گئے عیسائی غالب ہو گئے اور انہوں نے ان عشاق پر جو سر میں کے شکار کی مانند تھے حملہ کر دیا اور ہم پر وہ مصیبتیں آئیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور ناصرین کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں سوچ گئیں تو راب، اللہ تعالیٰ نے صداقت کی صبح کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا..... اور مجھے یہ خبر دی کہ نزول روحانی ہے جسمانی نہیں:

خلاصہ کلام بالایہ ہے کہ حقیقت نزول مسیح علیہ السلام کا اظہار اللہ تعالیٰ نے صرف مرزا صاحب پر کیا اور وہ بھی بڑے تضرع و زاری اور استکشاف حقیقت کی آرزو میں مرزا صاحب کے اپنے آپ کو حضور خداوندی میں ڈال دینے کے بعد اور اس سے پہلے قرون اسلام میں یہ خبر ایسی مخفی تھی جس طرح ایک دانہ بالی میں چھپا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مخفی رکھنے کا ارادہ کر لیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مکر اور ابتلاء اور تقدیر کے ماتحت مسلمانوں کے مونہہ حقیقت روحانی سے نزول جسمانی کی طرف پھیر دیے اور ان کو شرک اور جھوٹ کی اندھیری رات میں رکھا جب مرزا صاحب کا زمانہ آیا تو صداقت کی صبح نمودار کر دی خیر یہ بات تو الگ رہی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو اس تکلف سے (معاذ اللہ) گھر اور مشرک بنانے میں بتول مرزا صاحب کیا لطف تھا؟ لیکن یہ بات نہایت صفائی سے مرزا صاحب نے اس جگہ واضح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین علماء اویا محدثین منسیرین مجددین عوام و خواص امت سب مشرک بت پرست اور مخلوق پرست تھے اور مرزا صاحب بھی باون سال کی عمر تک یعنی دعوت الہام کے بارہ برس بعد تک مشرک تھے مرزا صاحب کا یہ کفر بڑا عظیم الشان اور انتہائی درجہ کی نوعیت ہے۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ مرزا صاحب نے پہلے لوگوں کو قابل معافی قرار دیا ہے یہ محض اہل فریبی اور طفل تسلی ہے شرک اور بت پرستی قابل معافی نہیں ان الله لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور فرمایا ومن یشرک بادلہ فکان مآخرا من السیء فتعظفنا الطیر او تہوی بہ الی بحر فی مکان محیق (حج) اور شرک سے مراد منجری الشکر لینے کا جواب اوپر آچکا ہے۔

نوہین مسیح علیہ السلام

(پیشگوئیاں)

قول مختار مدعا علیہ اس جگہ مرزا صاحب کو ان لوگوں کا جواب منظور ہے جو انبیاء میں اجتہادی غلطی کو نہیں مانتے اور عیسائیوں کی تردید بھی ہے مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں نہ کہ باطل ملخصاً۔

الجواب

مرزا صاحب نے ازالہ ادہام اور اعجاز احمدی میں جن کے سوا لجات مذکور ہو چکے ہیں حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیوں کو صاف صاف طور پر بھولی کہا ہے اور انتہائی تحقیر اور استخفاف سے ان کو بطور لعن بیان کیا ہے اور اگرچہ اجتہاد کی غلطی کے الفاظ بھی کہے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی تکذیب بھی اس زور شور سے اور صفائی سے کرتے ہیں جو ان کو اجتہادی غلطی کے حدود میں رہنے نہیں دیتی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن ضعیف اور کمزور پیرایہ میں اور ابطال نبوت کے دلائل بڑے زبردست اسلوب اور پر شوکت الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہادی غلطی کا بہانہ اور اقرار نبوت اہتزاز اور تمسخر ہے ملاحظہ ہو ازالہ ادہام تقطیع خورد صفحہ ۵ تا ۸ سے نفسانی مولویو اور خشک زاہد و اتم پراسوس (الی) لغزشیں پیش آگئیں۔

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں علماء اسلام اور صوفیاء کرام مرزا صاحب کے مخاطب ہیں نہ عیسائی بقول مرزا صاحب علماء اسلام نے مطالبہ کیا کہ اگر تم مسیح ہو تو معجزات مسیحی دکھاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا اور اس کا ظہور ہوگا۔

(۲) دوسرا جواب یہ دینے میں کہ ”ما سوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو معجزات کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خیروں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوتے ہوں۔

کیا مالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق کو دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ اہتر ہے۔

کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں مسیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہود اور مسکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے وہ آخر محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے

- (۱) مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں ایک بھی جھوٹی نہیں ہوئی
- (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یہودی فاضل کے واقعی ایسے سخت اعتراض ہیں جن کا جواب نہ مرزا صاحب دے سکتے ہیں نہ کوئی اور علماء اسلام میں سے نہ کوئی عیسائی۔
- (۳) مرزا صاحب ان اہل اور لاجواب اعتراضوں کا جواب دینے والے کو سو روپیہ انعام دیں گے ساتھ ہی اس کے یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی نسبت آپ نے یہ تمحمی کی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میری پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کرے تو خدا کی قسم ہر پیشگوئی پر سو روپیہ انعام دوں گا ملاحظہ ہو صفحہ ۳۳ اعجاز احمدی ”اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مذکور میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا (الی ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

- (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابطال نبوت پر کئی دلیلیں موجود ہیں۔
- (۶) ہم ان کو نبی صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ قرآن نے نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دیا ہے۔
- (۷) ان مفادات محولہ بالا میں بھی مسلمان مخاطب ہیں اگر کسی جگہ عیسائی کا ذکر ہے تو بتنا ہے اور محض ضمنی طور پر۔

عبارت صفحہ ۵ پر جو مرزا صاحب نے اس فاضل یہودی کے اعتراضات کو لاجواب قرار دیا ہے یہ وہی اعتراضات ہیں جن کو صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے یعنی تخت دؤاد: ہشت کے تختوں یہود اور سکر یوطی اور پطرس وغیرہ کی پیشگوئیاں جس کا مختصر مدعا علیہ نے جواب البحت میں حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات یہود کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے ابطال پر کئی دلائل قائم ہیں اسی طرح صفحہ ۱۳ پر انہی کے اعتراضات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص اس عقیدہ کو حل نہیں کر سکتا۔

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے عقیدہ اور عقیدہ میں فاضل یہودی کی بیان کردہ پیشگوئیاں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی صورت میں قطعاً اور یقیناً کی تھیں اور صاف اور صریح طور پر جھوٹی نکلیں اور ان کا جواب محال اور ناممکن ہے۔

ازالہ اوہام کی عبارت سے بھی جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ ہے اور انہی حالات کی بناء پر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی دلیلیں موجود ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب نے اصولاً اس بات کو مانا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی

پیشگوئیاں باطل ہو جائیں جیسا کہ مختار مدعیہ نے بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵ کہا تھا لہذا ان حالات کی موجودگی میں اجتہادی غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ حسب تصریح مرزا صاحب جب کہ خود مرزا صاحب اور دیگر انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جب کہ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں تو حضرت مسیح کی اجتہادی غلطی پر مرزا صاحب نے اس قدر طعن و تشنیع کیوں کی اور فاضل یہودی یا شریبر یہودی کی ہمنوائی اختیار کر کے اس کو لا جواب اور لائینچل عقده اور دلائل ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کیوں قرار دیا۔ حالانکہ کسی اور نبی کی اجتہادی غلطی پر اس قدر سنگین الزام نہیں لگائے بلکہ اس کو انبیاء کے حق میں جائز اور ایک معمولی امر قرار دیا گیا ہے۔

پس اسی اصول سے اس شریبر یا فاضل یہودی کو جواب دیا جاسکتا ہے کہ اول تو اسلام اور قرآن کے رد سے تم مجرمین اور کذابین کے حوالوں اور کتابوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں مرزا صاحب مختار مدعیہ کی محولہ عبارت صفحہ ۲۵ میں خود لکھتے ہیں ”جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں“

دوم یہ کہ اگر کوئی بات اس قسم کی بغرض محال و التسلیم ہوگی تو ایسی پیشگوئی ہوگی جو محتمل الوجہ اور قابل تاویل ہوگی یا بدرجہ غایت غلطی اجتہاد یکن مرزا صاحب کے حوالجات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی عیسیٰ یا بدرجہ غایت غلطی اجتہاد یکن مرزا صاحب کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہود میں کذب اور جھوٹ پیشگوئیوں میں موجود نہیں نہ اجتہادی غلطی کی گنجائش نہ تاویل کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہود میں کذب اور جھوٹ کا شائبہ مرزا صاحب ان واقعات کو بیخ اور صحیح جان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو ایسا صاف اور صریح اور قطعی طور پر جھوٹا سمجھتے ہیں کہ ان کی توجیہ نہ مرزا صاحب سے ہو سکتی ہے نہ روئے زمین پر کسی اور شخص سے اور مرزا صاحب کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی اولہ قطعیہ موجود ہیں اور اثبات نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا مرزا صاحب کا بعض مواضع پر نہایت کمزور اسلوب اور دھیمی آواز میں اجتہادی غلطی کہنا محض ایلہ فریبی اور تمسخر و استہزاء ہے چنانچہ وہ عبارتیں جو مختار مدعیہ نے صفحہ ۲۵ و ۲۶ سے نقل کی ہیں نیز صفحہ ۲۴ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اجتہادی غلطی کا عذر بھی کرتے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت میں خلل نہیں آتا اور ساتھ ساتھ طنز اور نبوت پر جرح و قدح بھی کرتے جاتے ہیں اور حوالجات سابقہ میں تو ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا سامان اکٹھا کر دیا ہے۔

قول مختار مدعیہ کہ۔

مرزا صاحب کا قرآن کریم کے سہائے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کی توہین اور ہتک نہیں ہے اس کو توہین سمجھنا مختار مدعیہ کا انوکھی طرز کا استدلال ہے وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ منشاء نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت پر ایمان لانے کا قرآن مجید نے ہی ہم کو حکم دیا ہے اور صرف اتنی بات کسی نبی کی توہین کا جواب نہیں ہو سکتی۔

ہاں البتہ جس مخصوص انداز سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو قرآن سے مانا ہے وہ نہ صرف ان کی توہین کا موجب ہے بلکہ قرآن کریم پر بھی ایک کھلا کھلا طعن ہے جس سے ایک مخالف اسلام اور قرآن نہایت آسانی سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفحہ ۱۳ د ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

بے وہ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں ان کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی نسبت مرزا صاحب نے وہاں دو متضاد باتیں جمع کر دی ہیں۔

(۱) ابطال نبوت مسیح کے دلائل کا اقرار۔

(۲) قرآن مجید کانیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دینا

اس صورت میں مرزا صاحب کو جو مشکل درپیش ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے قرآن کریم کا صاف انکار بھی مشکل جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نیوں کے دفتر میں لکھ دیا ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے باطل ہونے پر دلائل لاجواب بھی موجود۔ بحکم قہر درویش۔ بجان درویش چارونا چار نبوت عیسیٰ کا اقرار کر دیا لیکن نبوت کو باطل کرنے والے دلائل کا ذکر و اقرار بھی بالمقابل ساتھ ہی ساتھ کر رہے ہیں بہر حال اس حالت کذائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بلکہ انکار نبوت مصرح ہے اور اقرار اتخذا و ایما تمہ جنتہ الایہ کا مصداق۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال و بطلان پر ایک نہ روکھی دہلیس موجود ہیں تو اس حقیقت نفس الامری کے برخلاف قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نیوں کے دفتر میں کیوں لکھ دیا اس سے تو قرآن مجید کی جرح و تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا اور امان اٹھ گئی قرآن مجید تو آئینہ حقائق تھا لیکن یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کو جن کی نبوت کے ابطال اور بطلان پر کئی ایک دلائل فی الواقعہ موجود ہیں ان کو بھی ایک اولی العزم نبی اور برگزیدہ رسول صاحب کتاب قرار دیتا ہے اندریں صورت اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہا اور نہ وہ کتاب اللہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ معاذ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون۔

غالباً اسی خیال سے مرزا صاحب نے صفحہ ۱۳ د ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن انہوں نے کہا کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں کسی طرح ہم ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی نبوت کو روکتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی ہلے کس کے آگے۔ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں مساف لود پر بھولی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقوہ کو حل کر سکے اور صفحہ ۱۳ پر ہے اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر

اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں اور یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی بیسوں کے دفتر میں لکھ دیا:

اور اوپر ثابت کیا جا چکے ہے کہ جو یہود کے اعتراض ہیں وہی مرزا صاحب کے اعتراض ہیں اور مرزا صاحب کا عندیہ اور عقیدہ اس امر میں ان کو موافق و مطابق ہے اور اسی خیال سے مرزا صاحب نبوت عیسویہ کے بطلان پر ادلہ موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے ان کی نبوت منوانے پر افسوس کر رہے ہیں۔ پس ہمارا پیش کردہ سوال مذکورہ بالا مرزا صاحب کے خیال پر وہ عقیدہ ہے جس کی نسبت بقول مرزا صاحب یہ کہنا صحیح ہے کہ آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے اور غالباً مرزا صاحب کے کلام میں اسی عقیدہ کی طرف اشارہ لفظاً حضور و قصہ عطر وغیرہ ہے مختار مدعیہ نے دافع السلام کی عبادت کی بنا پر جو اعتراض مرزا صاحب پر قائم کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے

(۱) اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے بہت کچھ طویل تحریر لکھی ہے جس کا ماہی حاصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ عیسائیوں کے مسلمات کی بنا پر کہا ہے نہ یہ کہ وہ ان کا اپنا عقیدہ تھا یعنی کسی ناشہ عورت کی ناپاک کمائی کے عطر کو مسیح علیہ السلام کا استعمال کرنا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھونا یا کسی بے تعلق جوان عورت کا مسیح کی خدمت کرنا یہ باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مسلمات سے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور یہ عیسائیوں کو الزام دینے کی خاطر سے بیان ہوئی ہیں جیسا کہ لفظ ”نہیں سنا گیا“ اور بعد میں بنایا گیا سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم میں ان باتوں کا نشان نہیں پایا جاتا۔

(۳) مسلمان بھی اس الزام میں ملحوظ ہیں جو بغیر اکل و شرب ان کو زندہ مانتے ہیں اور بقول مرزا صاحب ان کے مخالف خدا کے مخالف نام کے مسلمان ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ الزام جو مختار مدعیہ نے قائم کیا تھا کہ مرزا صاحب کا ان قصوں کو اور شراب پینے کو اس امر کا باعث قرار دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا قرآن میں حضور نام نہ رکھا اور حضرت یحییٰ کا نام حضور رکھا ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب اور خدا کے نزدیک درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیب موجود تھے ان جوابوں سے رفع نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ و بیان گواہان مدعیہ ص ۲۲۱۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت مسیح کی شراب نوشی کا جو جواب دیا ہے کہ ان کی شریعت میں حلال تھی وہ بھی سست ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ درحقیقت ان کی شان کی نسبت یہ عیب اور قدر کی چیز تھی جو حضور کی صفت کے معنی تھی۔

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کو بڑی ثابت کرنے کے لیے جو یہ کہا تھا کہ یہ واقعات اور قصے محض یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں نہ مرزا صاحب کے نزدیک اور اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں اس کی نسبت جواباً گزارش ہے کہ بے شک اسلامی تعلیم میں عصمت انبیاء کا عقیدہ مسلم ہے اور ایسے فواحشات سراسر منافی عصمت لئذیہ بالکل صحیح ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ نہیں ہے۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ مختار مدعیہ کی بحث اور گواہان مدعیہ کے بیانات سے ثابت ہے اور دافع البلاد کی عبارت میں جو تکلف اور غلط تاویل مختار مدعا علیہ نے کی ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں اور نہ جواب مختار مدعیہ۔

اس کے ماسوا مختار مدعا علیہ نے جو حوالہ تریاق التلویب صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ کے حاشیہ در حاشیہ سے اپنے جوابات کی تائید و تقویت کے لیے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب و فواحش در حقیقت مسیح علیہ السلام میں موجود تھے اور مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہے اور مختار مدعا علیہ کا یہ قول غلط اور جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں محض عیسائیوں اور یہودیوں کے مسلمات ہیں بلکہ اس میں تو مرزا صاحب نے غصیب ڈھالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ فواحش و عیوب مسیح علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور حکم سے تھے ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ کی عبارت محولہ مختار مدعا علیہ ہر ایک رسول پابنی یا محمدت یا مامور من اللہ ہو دنیا میں آتا ہے (الی الخ) اور اسی بنا پر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا الخ۔

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیح کے لیے بلکہ ہر ایک نبی اور رسول اور مامور من اللہ کے لیے اصولی طور پر یہ سنت قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے فواحش اور فسق و فجور کا کے ارتکاب کی تعلیم دیتا ہے جس سے شریر آدمی ان پر الزام لگا سکیں (معاذ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون)۔

مرزا صاحب کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اور قرآن کریم کی صاف تکذیب ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء انتقلون علی اللہ ما لا تعلمون نیز فرماتا ہے وینہی عن الفحشاء والمنکر نیز فرماتا ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها و ما بطن یعنی کہہ دو اللہ بے حیائیوں کا حکم نہیں کرتا یا تم اللہ پر ان باتوں کا انشاء کرتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں یہی باقی آیات کا مفہوم ہے لیکن مرزا صاحب نے ان آیات قرآنیہ کے صریح خلاف اللہ تعالیٰ کو صریح فواحش کی تعلیم دینے والا قرار دیا اور اس کو عادت اللہ قرار دیا اور وہ ان لوگوں کے حق میں جن کو تمام دنیا کے لیے عملی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی سمجھ سے باہر ہے کہ جب بقول مرزا صاحب ایسے فواحش کا ارتکاب انبیاء سے سرزد ہو تو ان پر الزام لگانے والے شریر اور غیبت کیونکر ہوئے لیکن اس سہمہ کو بھی ان شاء اللہ ہم حل کر دیں گے۔

اب ہم اپنے بیان مذکورہ بالا کی مزید توضیح اور توثیق اور مرزا صاحب کے اس عقیدہ کفریہ کو الم نشرح کرنے کے لیے

اسی کتاب تریاق القلوب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس کو مرزا صاحب نے زیادہ توضیح اور بسط سے بیان کیا اور اس کی مثلہ پیش کی ہیں اور اس فعل شفیق کا فلسفہ اور حکمت بیان کی ہے۔ — ملاحظہ ہو۔

مرزا صاحب کا حاشیہ تریاق القلوب جو صفحہ ۱۲۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۲۷ تک پانچ صفحات پر لکھا گیا ہے اس حاشیہ میں مرزا صاحب نے چند باتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) عظیم الشان انبیاء اور صدیقین سے ایسے کاموں کا سرزد ہونا جو اخلاقی حالتوں اور معاشرتی طریق میں قابل ملامت ہوں اور ان امور کا خضر کی طرح خدا کے علم اور حکم سے ہونا۔

(۲) وہ امور اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جن کو مال حرام کھانا۔ خون ناسخ کرنا۔ بھوٹ بولنا۔ عہد شکنی زنا کاری کے مال حرام کو استعمال کرنا۔ نامحرم حسین اور جوان عورت سے اپنے اعضاء کو ملانا وغیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوتی ہیں جس طرح۔

(۳) عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آخری باتوں کا اذن دیا۔

(۴) اس قسم کی چند اور مثالیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اسرائیل کے قبضہ میں بے گناہ لوگوں کے مال اللہ تعالیٰ نے دیے جو نہایت قابل شرم درد فگونی سے حاصل کیے گئے تھے اور عہد شکنی سے ہضم کئے گئے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسائیوں کے الزامات۔

(۳) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر روافض کے الزامات دربارہ عفت و دیانت و امانت و غضب و نفاق۔

(۴) اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ تالیف خاص مقبولوں اور مجبولوں کو بد بخت کتاب کاروں سے مخفی رکھے

اور تاکہ وہ خبیث طبع انسانوں کا جنٹ ظاہر کرے اور شریروں کا امتحان ہو۔ ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے

کہ مرزا صاحب نے سراسر مغالطہ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان امور کے حکم اور اذن کی

نسبت کرنا افتراء ہے اور تعلیم اسلامی اور قرآن بلکہ جملہ ادیان کے خلاف رہا خضر کا واقعہ تو اس کا تعلق تکوین سے

ہے نہ تشریح اور شریع سے اس پر انبیاء شریع کے اعمال کو قیاس کرنا سراسر مغالطہ ہے یا ناواقعی اور جہالت

انہوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی کہہ دیا تھا انک لن نستطیع معی صبراً۔ یعنی میں اور کام

پر ہوں تو اور کام پر یعنی تو بوجہ مامور بالشریعت ہونے کے میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شیخین (صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کی

متنہس ہستیوں میں ایسے افعال کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی بڑی بے باکی اور جرات ہے علماء اسلام اور اہل سنت

والجماعت کی طرف سے متغیب اور صدی مخالفین کو اس کے جوابات کا حقہ ڈٹے جا چکے ہیں لیکن مرزا صاحب نے تو

اس جگہ بیسائیوں اور رد و فسخ کی فتح کا اس جگہ اقرار کر کے ہتھیار ڈال دئے اور یہ کہہ کر دامن چھڑایا کہ ایسے افعال شنیعہ کا انبیاء اور اولیاء سے سرزد ہونا بحکم الہی ہوا ہی کرتا ہے گویا اعتراضات مسلم اور جواب وہ جس کو کوئی معقول انسان کچھ وقعت نہ دے سکتا ہو کیونکہ وہ قرآن کریم اور اسلام بلکہ تمام ادیان و شرائع سماویہ کو درہم برہم کرنے والا اور ان کا مخالف اور مذبذب ہے۔

بہر حال مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے قصہ کو تسلیم کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے فاحشہ عورتوں کی حرام کمان کے مطرد وغیرہ کو استعمال فرماتے تھے اور جوان حسین نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملا لیا کرتے تھے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی درد ننگوئی عہد شکنی اور حرام خوری کا مرتکب قرار دیا ہے کیونکہ ان واقعات کو تسلیم کر لیا ہے اور ان کے نتائج مذکورہ بالا کو خود ہی بیان کیا ہے اور جو جواب ہے وہ سراسر نامعقول اور منمنزلہ صخر کے ہے لہذا مرزا صاحب توہین علیہ السلام توہین موسیٰ علیہ السلام کے بالخصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور تمام انبیاء اور اولیاء کی توہین کے بالعموم مرتکب ہوئے اور وہ اصول و ضوابط جس سے قرآن کریم اور اسلام کی تکذیب اور تخریب اور تمام ادیان حقیقہ کا فضول اور لغو ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا اس عظیم الشان کفر کا اندازہ قیاس سے باہر ہے جو کئی کفروں پر مشتمل ہے اور جس سے تعطل شرائع اور الحاد کے تمام دروازے کھل گئے۔

اب ہم سب وعدہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب کو اس عقیدہ ناشدنی اور کفر کی کیا ضرورت پیش آئی جس کو انہوں نے اس صورت میں پیش کیا جس سے تمام کارخانہ شریعت ہی درہم برہم ہوا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسے فواحش اور کبار کفار کتاب انبیاء سے ظہور پذیر ہونا سنت اللہ میں داخل مانا جائے تو امتوں کا کیا حال۔

سے
گر ہمیں مکتب است وہیں ملا
کار طفلان تمام خواہد شد

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ خود غرضی سے کیا اور کہا ہے در نہ وہ حقیقت انبیاء ایسے فواحش سے مبرا اور معصوم ہیں۔ مرزا صاحب کی خود غرضی کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب باوجود اعلیٰ مسیحیت مہدیت صدیقیت نبوت وغیرہ مقامات عالیہ کے جن سے بڑھ کر کوئی بلندی متصور نہیں چونکہ ایسے امور قطعاً سرزد ہوئے اس لیے مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ وہ ان سے اپنا بری ہونا ثابت کرتے ہاں یہ اصول وضع کیا کہ تمام انبیاء سے ایسے امور کا باذن الہی سرزد ہونا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ایسے امور بہت ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو اس اصول کی وضع پر مضطر اور مجبور کر دیا لیکن نمونہ و مثال اہم صرف دو موٹی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ مرزا صاحب نے انبالہ کے ایک شخص سے زنا وغیرہ کی حرام کمانی کا روپیہ منگو کر استعمال کیا جس کا ثبوت اشاعت السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۱ و ۲ سے اور اس کے جواب سے جو مرزا صاحب نے اپنے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰ و ۶۱ میں دیا ہے مفصل اوپر گز چکے ہے مرزا صاحب نے اس روپیہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک نیا قانون وضع کر کے اپنے تشریحی نبی ہونے کے دعویٰ کا عملی ثبوت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نافرمان آدمی کا جان و مال خواہ وہ حربی نہ ہو رسولوں کے لیے مباح ہے اس خطرناک اور مخالف اسلام قانون کی تفصیل بھی کس قدر اوپر گز چکی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے برخلاف واقعہ یہ بیان کیا تھا کہ براہین احمدیہ تین سو جز یعنی ۴۸۰۰ چار ہزار اٹھ سو صفحہ تک میں نے تالیف کر لی ہے اور تین سو مضبوط عقلی دلائل سے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ کی نبوت کی حقیقت ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب مشتمل ہے ایک مقدمہ اور ایک اشتہار اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر لیکن مرزا صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ تھا جس سے مسلمانوں کو فریب دے کر روپیہ جمع کرنا منظور تھا اور کتاب صرف تین سو جز کے بجائے پینتیس یا سینتیس جز مع اشتہار وغیرہ تھی جس میں تین فصل اور خاتمہ بھی نثار دہے اور بجائے تین سو اولہ حقیقت کے تمہیدات اور الہامات اور پہلی دلیل پر ہی کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی کسی پادری کے جواب میں اسی قسم کی عبارت لکھی ہے جیسی واقع البلاء کی ہے کسی پادری نے اپنے رسالہ میں اس آیت سے تمسک کر کے حضرت یحییٰ کی فضیلت ثابت کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تھا اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ان مسلمات کی بناء پر وہ طعن انہیں پر لوٹا دیا پس اسی طرح مرزا صاحب نے کیا ورنہ نہ مولانا رحمت اللہ صاحب ان مسیحی قصوں کی صداقت کے معقند نہ مرزا صاحب۔

جو ابنا گذارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کی یہ مماثلت اور عذر سر اسر غلط اور خلاف واقعہ ہے مولانا رحمت اللہ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ الزام فرمایا جیسا کہ ان کی عبارت محولہ سے ظاہر ہے نہ قرآن مجید سے تمسک اور اس شہادہ کے اور نہ وہ ان نپاک قصوں کے معقند جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا اقرار ہے نیز وہ عیسائی کا طعن کرنے کے بعد بتقاضائے غیرت اور ضرورت فرما رہے ہیں۔ اور یہاں مرزا صاحب کے اندر بہ تینوں باتیں مفقود ہیں لہذا یہ قیاس مختار مدعا علیہ کا سر اسر غلط ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بہت سی عبارتیں مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے ان کی کتابوں سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے ان کی کوئی توہین نہیں کی۔

(۳) ان کے حق میں جو طعن مرزا صاحب نے کئے ہیں وہ الزامی ہیں نہ ان کا اپنا عقیدہ ۔

(۴) مرزا صاحب نے کسی فرضی یسوع کو گایاں دی ہیں اور ضرورتاً مناظرین ایسا کیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بھی یہ طریق بعض جگہ پر اختیار فرمایا ہے پہلی تین باتوں کا جواب تو اس جواب الجواب بحث مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ نمبر ۲۲ کے بیانات میں کافی ہو چکا ہے۔ اسی طرح سکا کا جواب بھی بحوالہ صدر آپکا ہے لیکن اس کی مزید توضیح کے لیے گذارش ہے کہ مرزا صاحب نے اگرچہ کئی مواضع میں یہ عزیز بیان کیا ہے لیکن ان کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دے کر خاموش کرنے کا سامان ہے۔ ورنہ جو بدزبانی اور طعن شنیع ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴ سے ۶ تک یسوع کے نام سے کی گئی اور جن واقعات کو اسباب اور دلائل بدزبانی قرار دیا گیا ہے اکثر وہی واقعات دوسری جگہ پر مسیح اویسے وغیرہ ناموں کی طرف منسوب کئے ہیں مثلاً پیٹگوئیاں حاشیہ صفحہ ۴ ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع جو پیٹگوئیاں میں جن کی تذیل اور توہین کر کے ان کو نادان اسرائیلی شریر اور مکار وغیرہ سے یاد کیا ہے وہی بعینہ ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ میں مسیح کے نام بیان ہوئی ہیں اور ان کو ابتر قرار دیا ہے اور غلط کہا ہے بلکہ ازالہ میں اور زیادہ ہیں۔ اور اعجاز احمدی میں بھی ان زائد کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر جواب البحت میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں فرضی یسوع کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔

معجزات کا ذکر جو یسوع کے نام سے ضمیمہ کے حاشیہ صفحہ ۶ پر ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ تالاب کی مٹی کا معجزہ تھا نہ یسوع کا۔ یسوع کے ہاتھ میں سوا مکرو فریب کچھ نہ تھا یہی مضمون انکار مسیح کے نام سے صفحہ ۶ ازالہ اوہام میں موجود ہے نیز حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں اس کراماتی تالاب کا ذکر موجود اور اسی ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۲ تک انھائیس صفحہ پر معجزات مسیحی کو عمل الترب مسہر یزم لہو و لعب مکرو شعبہ بازی قرار دیا گیا جس کا عشر عشر بھی ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع نہیں ہوا۔

کنجریوں سے میلان صحبت حرام کمانی کا عطر جو حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۷ بیان ہوا اس سے کہیں زیادہ صاف دافع البلاء کے آخری صفحہ اور ایضاً کمالات اسلام اور تریاق القلوب کا حاشیہ صفحہ ۱۳ اور ۱۲ پر ہے بنام مسیح ۶ جس کو مرزا صاحب نے محقق اور صحیح مانا ہے پس مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ کا یسوع کو فرضی کہنے کا افسانہ لغو اور فرض ہے اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔

لگشی یہ بات کہ مرزا صاحب نے کسی مناظرانہ ضرورت کے ماتحت یہ بدزبانی کی ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے مختار مدعیہ تے تریاق القلوب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدزبانی گورنمنٹ کے مصالح ملکی کی غرض سے وقوع میں آئی ہے یہ بے شک مرزا صاحب کے کلام کا مفہوم ہے اسی طرح ہم نے اس جواب میں مرزا صاحب کے ان مطاعن اور فواحش کی طلت غالی واضح طور پر بیان کر دی ہے جو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں یعنی

فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کا استعمال کرنا اور جوان حسین اور نامحرم عورتوں کے اعفناء اپنے اعفناء کو ملانا۔
(العیاذ باللہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی توہین استخفاف اور انتہائی بدزبانی کا باعث جو مرزا صاحب سے ضمیمہ انجام آتھم میں سرزد ہوئی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی منعلقہ پادری عبداللہ آتھم جب صاف طور پر جھوٹی منکلی جس پر مرزا صاحب نے بڑے زور و شور سے تحدی کر کے دنیا کو اس کا منتظر بنا رکھا تھا اور اس پر بصورت جھوٹی ہونے کے اپنے لیے بڑی بڑی شرطیں اور سزائیں تجویز کی ہوئی تھیں کہ مجھ کو رو سیاہ کیا جائے گلے میں رسہ ڈالا جائے اور تمام بدکاروں اور لعینوں سے زیادہ بدکار اور لعنتی سمجھا جائے تو اس پر ہر مذہب و ملت کے عوام و خواص نے اور خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں نے انتہا پر اجباروں رسالوں نظموں وغیرہ سے مرزا صاحب کی بہت کچھ تواضح کی اور ملامت اور تکذیب کی چاروں طرف سے بوچھاڑیں مرزا صاحب پر پڑیں جس پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو عموماً اور عیسائیوں کو خوب کوسا اور سب دشتم کو کمال تک پہنچایا اسی تقریب سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بدزبانی کی جو حوالجات گواہان و مختاران فریقین میں بحوالہ ضمیمہ انجام وغیرہ پیش ہوئی ہیں۔ انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم جو مرزا صاحب کی کتابیں ہیں ان کا نام ہی ہمارے اس بیان کی تصدیق کر رہا ہے کہ اس بدزبانی کا باعث آتھم صاحب کی پیشگوئی ہے۔

اس کے علاوہ اس کی مزید تصدیق خاص اسی حاشیہ میں موجود ہے جس میں بدزبانی کی گئی ہے ملاحظہ ہو شروع حاشیہ صفحہ ۳ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”ایک مرد پرست فتح مسیح نام نے فتح پور تحصیل بنالہ ضلع گورداس پور سے پھر اپنی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا حنظل لکھا ہے جس میں وہ پھر اپنی بے شرمی سے کام لے کر یہ ذکر بھی دیا کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی“

اس کے بعد اپنی تحریروں کے حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ بعد ازاں اتفقاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کئی صفحات تک سب دشتم کرتے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۸ کا حاشیہ تا صفحہ ۹۔

اور حاشیہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں ”سو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی (یعنی مسیح علیہ السلام کی) پیشگوئیوں پر تو ایمان لاویں اور آتھم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہو، اور اسی صفحہ پر لکھے ہیں ”یہ مرد پرست لوگ کیسے جاہل اور خبیث طینت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آتھم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے اب کالک کاٹھیکا عیسائیوں کی پیشانی سے اتر نہیں سکتا“

نوٹ:-

مشرق آتھم مرزا صاحب کی میعاد پیشگوئی (جو پندرہ ماہ تھی) تک نہیں مرے تھے۔

ان حوالجات اور بیان سابق سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ مرزا صاحب نے تو بزبان حضرت علیؑ علیہ السلام کی نسبت ضمیمہ انجام میں کی ہے وہ محض نفسانی جوش اور اپنے ذاتی انتقام لینے کے لیے مرزا صاحب نے کسی اسلامی حمایت کی خاطر اور صحیح نیت سے البتہ مختار مدعا علیہ نے جو اسی صفحہ سے مرزا صاحب لکھا جو حوالہ پیش کیا جس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ فتح مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور یہ محض مرزا صاحب کے کہنے سے قابل تسلیم ہے کیونکہ مرزا صاحب عموماً اپنی اغراض نفسانیہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتصار کا بہانہ کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مسٹر عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی مذکورہ بالا میں بھی آپ نے وہیہ اختیار کیا تھا کہ پیش گوئی تو محض اپنے آپ کو معجزاتی ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھی لیکن جب وہ جھوٹی ہو گئی تو میعاد گزرنے کے بعد کہہ دیا کہ چونکہ مسٹر آتھم نے اپنی گستاخی سے توبہ کر لی تھی جو درحقیقت پیش گوئی کی بنا تھی اس لیے موت کا عذاب بھی اس سے ٹل گیا اور ایک قصہ گھڑ لیا کہ مسٹر آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک مکروہ سخت لفظ کا استعمال اپنی کسی کتاب میں کیا تھا اور میں نے اس کو عین پیش گوئی کے وقت کہہ دیا تھا کہ تمہاری موت کی پیش گوئی کی بنا پر یہ لفظ ہے تو اس نے اسی مجمع میں دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر زبان منہ سے نکالی اور کہا کہ میں نے یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ملاحظہ ہو حقیقۃ الٰہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئی کی بناء وہ خبیث لفظ ہوتا تو مرزا صاحب پندرہ ماہ تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ دراز تک یہ کیوں لکھتے رہتے کہ جو فریق مذہب بھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک بسناڑے موت پاؤں میں گریا جلے گا اور جب آتھم میعاد مذکور میں نہ ہوا بلکہ تقریباً دو سال بعد میں مرزا صاحب کے لیے نہایت سہل بات تھی کہ مرزا صاحب یہ جواب دے کر تمام تکلیفوں اور تکلفات سے مخلصی حاصل کر لیتے کہ پیشگوئی کی بناء فلاں خبیث لفظ تھا جو آتھم نے کہا تھا اور یام پیشگوئی میں ہی اس نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہذا پیشگوئی غلط نہ ہوئی بلکہ شرط رجوع کے ماتحت سچی نکلی۔ پس یہ باتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ افسانہ بطور حیلہ گھڑ لیا تھا پھر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب آتھم نے اسی وقت یہ صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہرگز نہیں کہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ پر افتراء کر رہے ہیں اور لطف پر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس تکذیب کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہ کر اپنے افتراء اور کذب بیانی کی تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کے لیے عیسائیوں پر افتراء کر دیا کرتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گالی دی ہے وہ کیا ہے لہذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فتح مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کوئی گالی دی تھی قابل اعتبار نہیں اور اصل وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ حضرت علیؑ علیہ السلام پر جو زبان درازی مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں کی محض جوشِ انسانی سے کی ہے اور انتقام ذاتی ہی اس سے

مقصود و مطلوب ہے۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب جو مرزا صاحب سے سرزد ہوئی ہے اس کا باعث بھی اغراض ذاتیہ ہیں نہ تائید اسلام جس کا بیان کسی قدر اوپر گزر چکا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ جب اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو مسیح علیہ السلام کے سے معجزات تو دکھلاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب نے وہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ و حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۵ سے ۳۲۲ تک اور مسیح کے پاس صرف عمل الترتیب مسمریزم شجہہ بازمی اور مکرو فریب وغیرہ ہی تھا۔

مرزا صاحب نے انکار معجزات مسیح علیہ السلام کا اور ان کی تحقیر اور استہزاء کا ایک یہ بھی جواب دیا ہے جس کو ہم حماتہ البشریٰ مطبوعہ صفحہ ۷۷ ۱۳۳ھ سے سامنے لاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ”ومن اعتراضاتہم انہم قالوا ان هذا الرجل يحقر معجزات المسيح ويستهنء بها ويقول انها ليست بشيء وواردت لادى مثلها بل اكبر منها ولكنى اكوه ولا اتوجه اليها كما المشايقين اما الجواب فاعلم يا اخي ان المعجزة ليس من فعل العباد بل من افعال الله تعالى فما كان نرجل ان يقول انى انقل كذا وكذا باختياري وادادتي وما يفعل انسان باختياره وادادته وقد بييرة فهو فعل من افعال الانسان ولا نسبية معجزة بل هو مكيدة او سحر فافهم يا اخي زادك الله رشداً“

یعنی ان مسلمانوں کے اعتراضوں میں سے مجھ پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتا ہے اور ان سے استہزاء کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح کے بلکہ اس سے بڑے بڑے معجزات بھی دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور شایقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ انسانی فعل کا نام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے پس کسی آدمی کا حق نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا ایسا کر سکتا ہوں (یعنی معجزہ دکھلا سکتا ہوں) اور جس چیز کو انسان اپنے اختیار و ارادہ اور زہد پر سے کرے وہ انسانی فعل ہوگا اس کا نام ہم معجزہ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ مکریا جادو ہے۔ اسے بھائی اس بات کو سمجھ لو خدا کچھ کو زیادہ ہدایت دیوے۔

ماحصل اس کا یہ ہوا کہ جو امور خارقہ مسیح سے سرزد ہوئے ہیں جن کو معجزات کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور میں نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان سے بڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں مکروہ جانتا ہوں وہ بسبب اس کے کہ انسانی تدبیروں اور جملوں کا نتیجہ ہیں درحقیقت معجزات نہیں بلکہ مکرا اور جادو ہیں معجزات تو خدا کا فعل ہوتے

ہیں نہ انسان کا اس نکتہ کو خوب سمجھ لو خدا تمہیں زیادہ ہدایت دے۔

ہم اسے اس بیان کی مزید تائید اور تصدیق کے لیے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ و حاشیہ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ و صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ و صفحہ ۳۰۹ و ضمیمہ انجام صفحہ ۶ و ۷ حاشیہ۔ اور جو بیان مذکورہ بالا کو ان حوالجات سے مل کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں معجزہ کا ہونا تسلیم کیا ہے وہ صرف بمعنی الجوبہ ہے جو انسانی تدبیروں اور حیلہ گری سے پیدا ہو گیا تھا یعنی عمل الہیہ مسریزم یا تالاب کی مٹی کی تاثیر سے وہ درحقیقت معجزہ نہیں تھا بلکہ شعبہ بازی مکر اور قابل نفرت امر مٹھا اور حماقت البشری کی عبارت محولہ بالا کی تعریف کے رو سے وہ مکر اور جادو تھا۔

ان توضیحات اور تصریحات کے بعد اب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بڑے شد و مد کے ساتھ وہ معجزات مسیح علیہ السلام کو بیان کرتا ہے کہیں کہتا ہے و آتینا عیسیٰ ابن مریم البینت و ایدناہ بروح القدس۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے اور اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب کہ آپ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا بلکہ آپ کی والدہ صدیقہ کو بطور بشارت کہا جاتا ہے۔ اذ قالت الملائكة ان الله يبشرك بكلمة منه اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم و جیہا فی الدنیا و الاخرۃ و من المقربین و یکلم الناس فی المهد و کھلا و من الصالحین قالت رب انی یكون لی ولد و لقمسسنی بشر قال کذلک الله یخلق ما یشاء اذا قضی امرنا فانما یقول له کن فیکون و یتعلم الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل و رسولنا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن الله و ابری الاکمہ و الابرس و اوحی الہموتی باذن الله و اُنبتکم بما تاكلون و ماتد خروت فی بیوتکم ان فی ذلک لایة لکم ان کنتم مؤمنین۔

(آل عمران رکوع ۵)

پھر ملاحظہ ہو کہ اولین و آخرین کے روبرو قیامت کے دن بھی کس شاندار صفائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان معجزات کا ذکر فرماتا ہے۔ یوم یجمع الله الرسل فیتقول ماذا اجبتہم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب اذ قال الله یعیسیٰ ابن مریم اذ کر نعمتی علیک و علی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد و کھلا و اذ علمتک الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل و اذ تخلق من الطین کھیئة الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمہ و الابرس باذنی و اذ تخرج الہموتی باذنی و اذ

كففت بنى اسر آئيل عندك اذ جئنتهم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا
سحر صبين -
(مائدہ ع ۱۵)

اب ایک طرف مرزا صاحب کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہوا سامنے رکھ لیا جائے اور ایک طرف قرآن کریم کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے معجزات مسیح کا انکار تحقیر اور استہزاء کر کے اور ان کو سحر قرار دے کر ان کفار یہود کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کر لیا ہے جن کا ذکر اس آخری آیت مائدہ میں ہے کہ (اے مسیح) جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ صاف جادو ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات پر کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر کسی فرضی آدمی کو بُرا بھلا کہنا جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے یسوع فرضی سے سوک کیا ہے دو دیلیں قرآن کریم سے پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن مختار مذکور کی یہ سراسر غلط فہمی ہے یا اس نے عمداً مغالطہ کیا ہے۔ فرضی انسان پر طعن کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر جو کسی انسان کی نسبت وہ رکھتے ہوں ایک انسان کو ان سے متصف قرار دے کر جس کا وجود حقیقت میں نہیں ہے پھر اس پر طعن کیا جائے مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت الوہیت کا ہے پس اگر کوئی شخص ان سے خطاب کرنا ہوا کہے کہ تمہارا مسیح چنیں چناں ہے اور دل میں اس باطل دعویٰ الوہیت کا مدعی کا ارادہ کرے اور شرط وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ ہوگا فرضی انسان پر طعن اور اگر وہ اس شرط مفروضہ کو ذکر کر کے طعن کرے گو وہ نفس الامر میں محال ہو تو یہ اور صورت ہے غرض کسی حکم کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے ذکر کرنا اور چیز ہے اور بغیر شرط کے ذکر کرنا اور چیز ہے پہلی کو یعنی ایک امر محدود کو فرضی طور پر بطور شرط ذکر کر کے حکم لگانا تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن اس سے نہ ہمیں انکار نہ مختار مذکور کو فائدہ اور دوسری صورت کا ذکر قرآن میں نہیں نہ مختار نے اس کی مثال پیش کی ہے پہلی آیت جو مختار نے پیش کی ہے اس میں صاف شرط موجود ہے ومن یقل منهم الاية یعنی جو دعویٰ الوہیت ان میں سے کرے گا اس کو سزائے جہنم ملے گی یہ بالکل صاف بات ہے اور اس کی مثالیں قرآن میں بکثرت بلکہ عام محاورات میں آتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف اور تجھے پہلے لوگوں کی طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کرو گے تو تمہارے عمل باطل ہو جائیں گے اور خاسرین سے ہو جاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اس میں کسی قوم کے خیالات کا لحاظ نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کا خیال ہے کہ آپ سے شرک سرزد ہوا لیکن ایک محال کو بطور شرط ذکر کر کے حکم دیا گیا ہے اسی طرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت مختار صاحب کو لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دستور العمل کی طرح بغیر ذکر شرط کے کوئی آیت پیش کرتے جو قطعاً ناممکن ہے۔ پس اس آیت کے ذکر میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے یاد ہو کہ دیا ہے۔

دوسری آیت میں یہی غلطی مختار مدعا علیہ نے کی ہے اس میں بھی شرط کا صریح ذکر ہے ان اداد ان بھلک
المسیح۔ یعنی اگر مسیح کو ہلاک کرنا چاہے یعنی مارنا چاہے لہذا یہ آیت مختار مذکور کے مدعا کے مطابق نہیں ہے۔
علاوہ برائے اس آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے یہ ہلک کے معنی میں لکھا
ور عذاب دے کر استیصال کرے۔ عذاب دے کر کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ اور ہلاک کرنے سے مراد موت دینا ہے
جیسے دوسری جگہ: سف علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قلما ہلک" (مومن) یعنی جس وقت وہ
فوت ہوئے اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عذاب دئے گئے اور ان کا استیصال ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان امرہ ہلک "وہ سزاؤں یعنی اگر کوئی آدم مرے تو اس کے ورثہ کو بہ علم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل
ار ایتنا ان اهلکنی اللہ ومن معی: ورحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم (ملک)
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو مار دیوے یا رحم کرے تو کافروں
کو عذاب الیم سے کون بچائے گا مختار مدعا علیہ کے معنی کے مطابق تو یہ مطلب ہوگا کہ مجھے اور صحابہؓ کو عذاب کر کے
استیصال کر دیوے (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الوہیت کا اعتقاد
رکھتے تھے جیسے عیسائی بہ نسبت یسے علیہ السلام کے۔

الغرض مختار مدعا علیہ نے جو کچھ قرآن کی طرف منسوب کیا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے علاوہ برائے جب کہ ہم نے
دلائل واضحہ اور حوالجات سرسبز سے فرنی یسوع کے افسانہ کو ہی باطل کر دیا ہے اور مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے
مذرات باطلہ کا بکلی استیصال کر دیا ہے تو بالفرض اگر ان آیات سے یہ ثابت بھی ہو جاتا تو مدعا علیہ کو کچھ بھی مفید نہ ہوتا
اور نہ ہمیں منفر مختار مدعا علیہ نے ہم۔ ماریج سیکرہ کی بحث میں لکھا ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے منشاء اور تصریحات
کے خلاف استنباط کر کے کسی کے کلام سے نکالی جائیں وہ لازم مذہب ہوتی ہیں نہ کہ مذہب ان کی بنا پر تکفیر نہ ہرٹھے
اور مختار مدعیہ نے امانت اور دیانت کے خلاف مرزا صاحب کے کلام سے غلط استنباط کر کے الزامات قائم کئے ہیں پھر
اس کی پانچ نظریں پیش کی ہیں لیکن ان پانچوں نظائر میں امور ضروریہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مختار مدعیہ کے
استنباط بالکل صحیح اور درست ہیں اور بڑی معافی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ اکثر الزامات کے
مطابق ہے اور بعض میں لزوم ہیں ہے اور ان کے متعلق مرزا صاحب کے اور مختار مدعا علیہ کے مذہب بالکل ناکافی
اور محض حیلہ جوئی پر مبنی ہیں مختار مدعیہ کی بحث اور اس جواب البحت میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی
ہے گواہ مدعیہ کا جواب جو کہ طنز کی دیگر تصانیف کو بھی دیکھ کر اس کا سندیہ معلوم کرنا چاہیے جو مختار مدعا علیہ نے
حوالہ میں پیش کیا ہے وہ بھی کسی طرح ہمیں منفر نہیں کیونکہ ہم نے تو کئی کئی کتابوں سے حوالہ باہم موافق پیش کر کے الزام
قائم کئے ہیں اور بالخصوص اس مسئلہ متنازعہ توہین یسے علیہ السلام میں تو مرزا صاحب کی تصریحات کا کافی ذخیرہ پیش کیا گیا ہے

سرف استنباط۔

مختار مدعا علیہ نے گذشتہ بزرگوں سے دو حوالے اس مضمون کے پیش کئے ہیں کہ لازم مذہب نہیں ہوتا اور اس کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ایک ابن حزم کی کتاب الفصل جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ سے اور دوسرے عبد الوہاب شمرانی کی کتاب یواقیت والجبواہر جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ کا۔

اسی طرح گواہان مدعیہ کے حوالے پیش کئے ہیں لیکن یہ حوالے کسی طرح اس کو مفید نہیں ہیں چنانچہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اصل قسم کے لزوم اور غلط استنباط پر ہرگز مبنی نہیں بلکہ عموماً ان کی تصریحات پر ہے اور جہاں لزوم پر بناء ہے وہاں لزوم غیر صریح نہیں بلکہ بالکل بین اور بدیہی ہے جس پر مرزا صاحب کو علماء اسلام نے بار بار تنبیہ کی اور لزوم کفر کو اظہر من الشمس کر کے تمام حجت کو احسن اور اکمل طور پر پورا کر دیا لیکن مرزا صاحب نے محض بہت و عناد سے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر بڑی سختی کے ساتھ اصرار کیا مرزا صاحب پر جو اتمام حجت کیا گیا ہے وہ کسی طرح اس اتمام حجت سے کم نہیں ہو کفار اور مشرکین پر کیا گیا اگر فرق ہے تو یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر کفار کو معجزات نبوت دیکھنے کا موقعہ حاصل تھا وہ یہاں پر موجود نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل یہاں پر یہ رکھ دیا کہ مسلمانوں کے مقابل پر مرزا صاحب نے جو مبلے وغیرہ کئے اس میں ان کو ناکام ثابت کر کے معجزات کی مانند اپنی فعلی شہادت دے دی اور مرزا صاحب کو ان کی قطعی اور حتمی پیشگوئیوں میں ناکام رکھ کر ان کے کذب پر اپنی فعلی شہادت عیاں اور واضح کر دی پس اس حالت میں نہ ابن حزم کا قول تکفیر مرزا صاحب کے خلاف ہے نہ یواقیت کا حوالہ نہ کسی اور کا۔

علاوہ برائے ابن حزم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی بات کا خلاف کرے جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے یا اس سے رسول نے کہی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجماع تو اتر کی نقل یا خبر واحد کی نقل سے ثابت ہوئی ہو تو پھر وہ شخص اس کے خلاف عقیدہ یا مذہبی وغیرہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

فوجب ان لا یکفر الا بقول قالہ الا ان یخالف (الی) تکفیر مخالفتہ

(کتاب الفصل صفحہ ۲۴۷ ج ۳)

اسی طرح مختار مدعا علیہ کے حوالے سے پہلے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی کا قائل ہو وہ کافر ہے جس کے کفر میں دو آدمی بھی آپس میں مخالف نہیں ہوئے (صفحہ ۲۴۹ ج ۳) اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الی) بلکہ ہذا علی کل احد اور اسی صفحہ میں اس سے ما قبل لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کفر یہ قول کہے پھر اس پر اتمام حجت کر دیا جائے اور وہ عناد سے نہ ملے تو وہ کافر ہے اس پر احکام مرتد جاری ہوں گے اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول (و لکن رسول اللہ و خاتما للنبیین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ”لانی بعدی“ سن لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ثابت کر سکتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جن کو آخری زمانہ میں نازل ہونے کی احادیث صحیحہ سند میں خبر دی ہے ہذا ما ساء قول اللہ تعالیٰ ولكن رسول الله و خاتم النبيين (الحی) فی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان۔ (کتاب الفصل جلد ۱۸ صفحہ ۱۸۰)

گو ابان مدعی نے اپنے بیانات میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے پیش کیے جن کی بنا پر تکفیر مرزا صاحب کا دیا بیانی لازمی ہے اور اس سے حوالہ مختار مدعا علیہ کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ اس سے مراد وہ لزوم ہے جس کا قائل کلمہ کفر کو علم نہ ہو علم ہو یا اس پر اتمام حجت ہو جائے تو ایسا شخص ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صاف کافر ہے جس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یواقیت سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں سخت مغالطہ اور بنیانت سے کام لیا ہے ادھی بات کو نقل کر دیا ہے اور بقیہ کو جو اس کے مدعا اور منشا کو باطل کرتی تھی چھوڑ دیا ہے اور لا تقربوا الصلواتہ کی مثال کو اپنے آپ پر منطبق کی ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ قال الکمال رد الصحیح ان لازم المذہب لیس بمذہب و انه لا کفر بمجرد اللزوم لان اللزوم وغیر التزام و قد وقع فی الموافق ما یقتضی تقييده بما اذا لم يعلم ذوالمذہب اللزوم و بان اللزوم کفر فانه قال من يلزمه الکفر ولا يعلم به لیس بکافر انتھی و مفهومه ان علمه کفر لا لتزامه ایاہ واللہ اعلم انتھی“

مختار صاحب نے صرف اتنی عبارت نقل کر دی جو بین القوسین ہے اور بقیہ کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے مطلب کے مخالف اور ہماری موید تھی اور اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ لزوم سے کفر نہ ہونے کا اور لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا مطلب وہ نہیں ہے جس سے مختار صاحب کی غرض پوری ہو سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لزوم سے کفر نہیں ہوتا جس لزوم کا اس صاحب قول و مذہب کو علم نہ ہو اور نہ اس لازم کے کفر ہونے کا علم ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو جان لینے کے بعد وہ لزوم نہیں رہ جاتا بلکہ التزام ہو جاتا ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کمال کی بقیہ عبارت چھوڑ دی جو اس نے علم عقائد کی مشہور کتاب مواقف کی پیش کی تھی جس سے اس کا مقصود یہ تھا لزوم مجرد کا کفر نہ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک صاحب مذہب بے خبر ہو لزوم کا علم ہو جانے کے بعد وہ التزام اور کفر بن جاتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر جو الزامات قائم کئے گئے وہ اسی قسم کے ہیں یا تو ان میں لزوم ہیں اور بدیہی ہے جس کا عدم علم قابل تسلیم نہیں یا اتمام حجت ہو کہ مفید علم ہو کہ التزام اور کفر ہو گئے ہیں اور اگر وہ کفر تصریحات پر مبنی ہیں لہذا مرزا صاحب بلاشک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے

وہ جس جو اجراء احکام ارتداد کو مانع نہیں ہو سکتا۔

یواقیت والجاہر میں سے کمال کے قول میں سے موافق کی جس عبارت کو مختار مدعا علیہ نے بطور ثبوت پھوڑ دیا

تھا وہی عبارت نبراس کے تعلیقات یعنی حواشی میں موجود ہے نبراس میں ہے المبحث الاول انه تقدر فی الشرع ان التزام الکفر کفر " لا لزوم " یعنی التزام کفر کا کفر ہے نہ کہ لزوم۔

(نبراس صفحہ ۱۹۹)

اس پر حاشیہ ۱ میں ہے "کما صرح فی المواقف حیث قال من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ فلیس بکافر

اس کا مطلب حوالہ یواقیت میں گذر چکا ہے۔

نبراس میں اس بحث کا جواب دو طرح دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے اجیب بوجهین احدہما ان النصارى

التزمواہ بعد ما ظہر بہم لزومہ۔ یعنی نصاریٰ کے لزوم کفر کی جو بحث تھی کہ لزوم کفر تو عند الشرع

کفر نہیں ہوتا پھر وہ کافر کیونکر ہو گئے اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ لزوم کفر کے ظہور ہو جانے کے بعد نصاریٰ نے

اس کا التزام کر لیا ہے اس پر تعلیقات کے ۱ میں ہے "ولزوم الشئی مع العلم بہ التزام والتزام

الکفر مع العلم بالکفر کفر" یعنی جب لزوم کا علم ہو جائے تو وہ التزام ہو جاتا ہے اور التزام کفر

مع العلم کفر ہے۔

نبراس کا دوسرا جواب "و ثانیہا ان اللزوم البدیہی فی حکم الالتزام" یعنی ایسا لزوم جو بالکل صاف

اور بدیہی ہو التزام کے حکم میں داخل ہے۔

پس ان حوالہ جات علم کلام سے جو ہم نے پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ

لزوم کفر تو کفر نہیں ہوتا جس کا پتہ صاحب مذہب کو نہ ہو اگر اس کو علم ہو یا اس پر لزوم کفر کو ظاہر کر دیا جائے اور وہ

بہت دھرمی اور عناد سے قبول نہ کرے یا لزوم ہی بالکل صاف واضح اور بدیہی ہو تو ان صورتوں میں لزوم نہ رہے گا بلکہ

التزام ہو جائے گا اور التزام کفر بالاتفاق کفر ہوتا ہے پس مرزا صاحب بنا بر بیانات گواہان مدعیہ بحث و مختار مدعیہ اور اس

جواب البحت کے کفر کا التزام کر نیوالے تھے لہذا وہ بالاتفاق کافر ہیں ان پر اور ان کے متبعین پر ارتداد کے احکام جاری

ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

گوہان و مختار مدیبر نے مرزا صاحب کے متعلق خود مرزا صاحب کے حوالجات ازالہ اعجاز احمدی سے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابوہریرہ کو غیبی و حضرت عبداللہ بن مسعود کو معمولی انسان جوش میں آکر غلطی کھانے والا کہا ہے۔ اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

- (۱) مرزا صاحب نے سرالخلافہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔
- (۲) یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے۔
- (۳) غیبی کا معنی نہ سمجھنے والا ہے۔ نور الانوار و اصول شاشی فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد صحابہ میں نہیں تھے۔
- (۴) مرزا صاحب نے ابن مسعود کو معمولی انسان نبیوں کے مقابلہ میں کہا ہے۔
- (۵) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں سخت الفاظ استعمال کئے۔

الجواب

میں ہر ایک نمبر کا جواب ترتیب بالا کے مطابق عرض کرتا ہوں۔

(۱) مختار مدعا علیہ نے ان توہینی الفاظ کو بھی صحابہ استعمال کرنا تسلیم کر لیا۔ مگر اس کو تعریفی کلمات کی وجہ سے دفع کرنا چاہا جو درجہ سے غلط ہے۔

(وجہ اول)

گویا مرزا صاحب نے حضرات صحابہ کی توہین اور تعریف دونوں کا ارتکاب کیا ہے جو ہمارے قائم کردہ الزام کے خلاف نہیں کیونکہ نفسی توہین ثابت ہوگئی جو ہمارا مدعا تھا باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب نے کہیں صحابہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اولاً نہ ہمیں اس سے کوئی انکار ہے اور نہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے ثانیاً صحابہ پر بیسے واجب الاحترام جماعت کے شان میں گستاخی اور توہین کرنا پھر ان کی مدح سہلٹی بھی کرنا ایک پکے مسلمان کی شان سے ایسا ہی بعید ہے جیسا محض تحقیر و توہین کرنا۔ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف میں ہزاروں جملے اور سینکڑوں قصیدے بھی کہتا ہے مگر ساتھ کبھی کبھی والد کے سامنے گستاخی بھی کرتا ہے اور بیچ کلمات بھی بولتا ہے۔ تو کیا وہ بیٹا عقوق والد کی زد میں نہیں آئے گا یا لا تقل لہما اف کا دعبد اس کو شامل نہیں ہوگا یقیناً ہوگا۔ علی ہذا مرزا صاحب باوجود صحابہ کی تعریف کرنے کے بھی ان توہینی کلمات کی وجہ سے توہین صحابہ کے مرتکب ہیں۔

(وجہ ثانی،

تو ہیں صحابہ اور تعریف صحابہ صحیح کرنا گویا کہ حق کے ساتھ باطل کو ملانا ہے جس کو مرزا صاحب و جلال کی علامت بتلاتے ہیں بننا نچہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں ”وہاں کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر بچ کے ساتھ باطل ملاوے“

(۲) مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ حضرت ابو ہریرہ کو غنی اور حضرت ابن مسعود کو معمولی انسان کہنا اگرچہ تو زمین الفاظ میں مگر مرزا صاحب نے توہین کی نیت سے نہیں کہے باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے یہ کلمات کس نیت سے کہے اس پر مرزا صاحب کی تصریح کی ضرورت تھی۔ جو مختار مدعا علیہ نے پیش نہیں کی۔ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی نیت جو امر مخفی اور اسرار قلب سے ہے کا یقین نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً احکام شریعت کی مدار نظر پر ہے نیز یہ الفاظ مقام مدح میں استعمال نہیں کئے بلکہ ان حضرات کے اقوال اور آراء کی تردید میں استعمال کئے ہیں جو توہین و تحقیر کا زبردست قرینہ ہے۔

(۳) ایک ایسا جلیل القدر صحابی جس کی مرویات تمام صحابہ سے زیادہ ہوں اس کو بات کا نہ سمجھنے والا کہنا کس قدر گستاخی اور جرات ہے۔ بہر حال غنی توہین کا لفظ ہے جو مقام مدح میں کبھی استعمال نہیں ہوتا تمام اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے کسی مقتدا ہمتا کے متعلق اس لفظ کی استعمال نہیں ملے گی کیونکہ عبادت کے مقابلہ میں فطانت ہے جس کے معنی زیر کی کے ہیں جو مقام مدح میں یہ کتب لغت عربی کے حوالجات پیش کرتا ہوں منہی الارب صفحہ ۲۹۷ ج ۳ میں ہے۔ غنی کم فہم الفردق صفحہ ۲۲۷ میں ہے الغنی۔ الجاہل۔ مصباح صفحہ ۱۶۹ میں ہے غنی عن الخیر ای تھلمہ۔

ان حوالجات سے واضح ہے کہ غنی کا معنی کم فہم اور جاہل ہے۔ پس ایک جلیل القدر صحابی کو کم فہم اور جاہل کہنا کس قدر توہین اور گستاخی ہے۔

کیا مختار مدعا علیہ اس لفظ کی استعمال غلیفہ اول اور ثانی کے لیے جائز سمجھتا ہے۔ جب وہ مرزا صاحب کے صحابہ کے حق میں اس لفظ کی استعمال کو ناجائز اور موجب توہین سمجھتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے صحابہ کے حق میں یہ لفظ کیوں توہین نہیں ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے نہایت بے محل نور الانوار اور اصول شاشی و فتاویٰ رشیدیہ و تفسیر مظہری کے حوالجات پیش کئے ہیں حالانکہ ان حوالجات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق غنی کا لفظ قطعاً استعمال نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی ادنیٰ شائبہ ملتا ہے ان حوالجات میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ مجتہدین تھے۔ اصول شاشی کے الفاظ ہیں۔ القسم الثانی من الرواۃ ہم المعروفون بالحفظ والعدالت

دون الاجتهاد والفتویٰ کافی ہریرۃ والنسبت مالک۔ (اصول مائتھی صفحہ ۸۲) علی ہذا فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات کا بھی مشاد یہی ہے۔ نور الانوار کی دون الفقہ کا معنی بھی دون الاجتہاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کا مقدم فی الاجتہاد نہ ہونا ان کی کوئی توہین نہیں مجتہد ہونا یا نہ ہونا امتناز عمر فی نہیں بحث لفظ غنی کے متعلق ہے جس کے معنی کم فہم اور جاہل کے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالجات میں غنی کا لفظ قطعاً نہیں سویہ الزام بھی لاجواب رہا۔ میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس نے ان بے محل حوالجات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ”یہ سب لوگ کافر اور مرتد تھے اور ایسے ان اقوال سے صحابہ کی توہین کے مترکب ہوئے تھے یا نہیں۔“

(۳) بیشک حضرت ابن مسعود بنی اور رسول نہیں کیا جو شخص رسول اور نبی نہ ہو اس کی توہین توہین نہیں کہلاتی اور یہ اس کو معمولی انسان کہہ کر اپنی رائے کے مقابل اس کی رائے کو خطا وار اور جوش نسانی کا اثر کہہ کر ٹھکرانا حضرات صحابہ کے جلالت شان اور علوم مرتبت کے منافی نہیں مختار مدعا علیہ کے خلیفہ اول اور ثانی جو اس کے نزدیک بھی نبی نہیں کیا ان کو معمولی انسان جوش نسانی میں اگر خطا وار کہنا اس کے نزدیک ان کی توہین یا نہیز ازالہ وہام کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں مرزا صاحب حضرت ابن مسعود کے قول کی تردید کر رہے ہیں بناءً تردید یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی مرزا صاحب کے نزدیک اس میں سخت خطا کی۔ اور خطا کا موجب محض جوش تھا اور ابن مسعود سے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ معمولی انسان تھا نبی اور رسول نہیں تھا ملاحظہ ہو اصل عبارت ازالہ وہام صفحہ ۱۱۱۔ مقام تردید میں ان الفاظ کی استعمال سوا توہین و تحقیر کے اور کوئی مفہوم نہیں رکھتی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجوم ہدایت و اہتد اقرار دیتے ہوئے فرمایا اصحابی کا لہجہ باہتد ایتہم اہتدایتہم اور ان کی اقتدار کا حکم دیا اگر ان کو یونہی معمولی انسان سمجھ کر ان کا تخطیہ کیا جائے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں ابن مسعود جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کے قول کو ٹھکرایا جائے تو اسلامی اصول روایت و نقل پر کس قدر سنگین زد ہے۔ اور اس میں شان صحابہ کی کس قدر توہین ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

قابل غور امر یہ ہے کہ علماء اصول نے حضرات صحابہ کے دو قسم مقرر کئے ہیں ایک مقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن مسعود دوسرے غیر مقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابی ہریرہ۔ مرزا صاحب نے دونوں قسم کے صحابہ پر ہاتھ صاف کیا ہے ابو ہریرہ کو غنی کہا اور ابن مسعود کو جوش میں خطا کرنے والا بتایا

مختار مدعا علیہ نے حضرت عباس اور حضرت علی کے طولانی قصہ کو بیان کر کے مرزا صاحب کے اس قائم کردہ اصول کی اور بھی توثیق کر دی ہے۔ حالانکہ کتب عقائد میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مشاہرت صحابہ پر سکوت کرنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی صحابی۔ یعنی میرے صحابہ پر نکتہ چینی کرنے کے معاملہ میں خدا سے

ڈرنا اور سب سے زیادہ قابل غور یہ امر ہے کہ حضرات صحابہ کا تخطیہ مرزا صاحب اس لیے کر رہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا قول مرزا صاحب کی رائے کے خلاف ہے مرزا صاحب کی رائے حق ہے اسی کے مقابل حضرت ابوہریرہ کا قول غلط ہے کیونکہ وہ غبی کم فہم اور جاہل ہے اور مرزا صاحب کی رائے صحیح ہے اور حضرت ابن مسعود کا قول خطا ہے کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے اس نے جوش میں اگر خطا کی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے ان الفاظ ”نبی ورسول نہ تھا“ کی اڑے کر مرزا صاحب کو توہین انبیاء کے الزام سے بچانا چاہا ہے یہ بھی اس کا مغالطہ ہے کیونکہ صحابہ نجوم اقتدار اور واجب الاقتداء بنص صریح میں افراد امت کے لیے ان کا احترام واجب اور ان کی اقتدار لازم ہے پس ان کا نبی یا رسول نہ ہونا ان کے استخفاف اور تحقیر کا منقاضی نہیں اگر ایک زندقہ کسی نبی کا استخفاف کرتے ہوئے یہ کہدے کہ آخر یہ بھی عام انسانوں کی طرح انسان ہیں خدا تو نہیں کیا یہ اڑے اس کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے ہرگز نہیں۔ بحمد اللہ حضرت ابن مسعود کی توہین کا الزام بھی لاجواب رہا۔ پھر براہین قاطعہ کا بے محل حوالہ دے کر بے سود بحث کو لمبا کیلہ ہے اور اس کی عبارت سے غلط استنباط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت جگر سوز اور روح فرسا الفاظ استعمال کئے ہیں پھر نتیجہ ان الفاظ میں نکالاجب مختار مدعا علیہ کے نزدیک ایسی باتوں سے بھی کفر و ارتداد لازم آتا ہے تو ان کا یہ فتویٰ اس زمانہ کے لوگوں تک نہیں بلکہ بڑوں بڑوں تک پہنچے گا۔ مختار مدعا علیہ کے اس بہانے نتیجہ کے جواب میں اس کے پیشواؤں کے کفریات صریحہ اور توہین انبیاء و صالحین کی ایک مکمل فہرست پیش کر دیتا اور ایسے ہی الفاظ بھی استعمال کرتا جیسے کہ مختار مدعا علیہ نے استعمال کئے ہیں مگر عدالت کے وقت کا احترام کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کرتا ہوں۔

توہین صحابہ کا الزام اور اس کا جواب

مختار مدعا علیہ۔

میں نے خطبہ الہامیہ کی یہ عبارت جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا پیش کر کے ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے تمام صحابہ کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں وجود ذیل بیان کئے ہیں۔

(۱) اکابر اسلام نے امام مہدی کو حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز مانا ہے اس بروز روحانیت کے لحاظ سے امام مہدی کے اصحاب کو صحابہ میں داخل ہونے والا کہنا موجب توہین نہیں ہو سکتا۔

الجواب

یہ محض افتراء اور بہتان ہے امام مہدی کا حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز ہونا نہ قرآن میں ہے نہ احادیث سے

ثابت ہے نہ ائمہ اہل بیت کا قول ہے نہ ائمہ مجتہدین سے مصرح ہے نہ سلف صالحین سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ مختار مدعا علیہ اپنے استدلال کی تائید میں ضعیف سے ضعیف بھی ایک قول نہیں پیش کر سکا۔ اور یہ عقیدہ بلحاظ حقائق شرعیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اجماعی عقیدہ سے افضل البشر بعد الانبیاء ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی امام مہدی سے باجماع امت حضرت ابو بکر بلکہ تمام صحابہ افضل ہیں اگر امام مہدی کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو حضرات صحابہ کے ملنے اور دیکھنے والے بطریق اولیٰ صحابہ میں شامل ہوں گے۔ مگر غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت یہ فضیلت اپنی ہی جماعت کے لیے منحصر سمجھتے ہیں اور بغرض محال امام مہدی کے اصحاب کے لیے یہ حکم مجازاً اگر ثابت ہو بھی جائے تو مرزا صاحب امام مہدی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اولاً تو مرزا صاحب امام مہدی کی آمد کی تمام احادیث کو ضعیف موضوع ناقابل حجتہ قرار دے چکے ہیں چنانچہ حقیقۃ المہدی صفحہ ۲۰ کو ملاحظہ کیا جائے۔

ثانیاً یہ کہ صحیح براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۸۱ میں مرزا صاحب اس مہدی ہونے سے انکار کر چکے ہیں جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے اس کا نام (محمد) اور اس کے والد کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک اور آپ کے والد کے نام پر اور آل فاطمہ علیہما السلام پیر ہوگا۔

الغرض اولاً بروز کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ثانیاً امام مہدی کا حضور علیہ السلام کا بروز ہونا غیر صحیح اور مفاسد عدیدہ کا مستکرم ہے ثالثاً مرزا صاحب کا مہدی ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک امام مہدی کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب ضعیف اور موضوع ہیں اور قابل حجت نہیں۔ رابعاً احادیث سے جس مہدی کا جن صفات سے ثابت ہونا ہے اس سے مرزا صاحب انکار صریح کر چکے ہیں لہذا بروز کی توجیہ سے مرزا صاحب کے اصحاب کا صحابہ میں داخل ہونا صحیح نہ ہو اور بدستور تو بین صحابہ کا الزام باقی رہا۔ اگر بغرض محال بروز کا مسئلہ مان ہی لیا جائے تو اگر امام مہدی کے اصحاب بروز کے طور پر صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر امام مہدی بھی بروز کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اور پھر امام مہدی کو خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین صاحب شفاعت کہہ ہی صاحب معراج سید ولد آدم مخاطب لولاک لما خلقت الافلاک نبی صاحب شریعۃ ناسخہ للشرائع صاحب قرآن ناسخ کتب سماویہ اور مبعوث الی الناس کافۃ مہبط نزول جبرئیل علیہ السلام کو ماننا پڑے گا العیاذ باللہ العظیم۔ اور کوئی بعید نہیں کہ مرزا صاحب کے تبعین اسی توجیہ باطل کی وجہ سے مرزا صاحب کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور مرزا صاحب کے الہامات اور دعاوی بھی اسی قسم کے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے قول ومن دخلہ فی جماعتی الخ کو حدیث علماء امتی کانبیاء نبی اسرائیل پر قیاس کر کے

مشابہت اور مماثلت لیتا ہو جوہ ذیل باطل ہے۔

(الف) حدیث میں کاف حرف تشبیہ موجود ہے جو مشابہت اور مماثلت کے لیے موضوع ہے مرزا صاحب کے قول میں حرف تشبیہ نہیں۔

(ب) حدیث میں علماء امت کو انبیاء نبی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے علماء کو حضرات انبیاء کرام کے زمرہ میں داخل نہیں کیا گیا اور مرزا صاحب کے قول میں تصریح موجود ہے کہ جو میری جماعت میں داخل ہو وہ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں داخل ہو گیا یعنی صحابی ہو گیا۔ مثلاً ایک طالب علم جب ہائی سکول بھاؤ پور میں داخل ہو گیا تو وہ حقیقتاً ہاں سکول کا طالب العلم ہو گیا نہ یہ کہ ہائی سکول کے طالب علموں سے اس کو کوئی مشابہت ہو گئی۔ اور درحقیقت وہ باقی سکول کا طالب علم نہیں ہوا۔

(ج) خود مرزا صاحب کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کے بعض خواص مخصوصی ایسے ہیں جن کو مرزا صاحب نہیں پاسکتے پھر ان کے متبعین مریدوں کی کیا شمار چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸ ج ۱ ثور میں ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر بطور تطل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جنوی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ مولانا شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا جواب حسام المحرمین وغیرہ کے حوالجات کے جواب میں دیا جائے گا۔

توہین اہل بیت

مختار مدعا علیہ سے توہین اہل بیت کے الزام کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکا کہ اس نے نہایت بے دردی سے آقائے دو جہان سرور انس و جان کی ذات والا صفات پر توہین کشتی نوح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تعلیم کو حکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہل بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہل بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی تو ضرور توہین لازم آئے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرز استدلال سے جو سکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ **الآن مثل اہل بیثی کسفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف ہلک (رواہ احمد)** مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا اور امت کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب پر اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب خلاف تعلیم حضور علیہ السلام اپنی تعلیم کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں یا اس کے مقابل اپنی امت کے لیے دوسری کشتی نوح بتا رہے

ہیں بہر نوح اہل بیت کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزام قائم کر دیا کہ حضور نے اپنے اہل بیت کو کشتی نوح قرار دے کر اصل کشتی نوح کی توہین کی ہے۔

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں اور کون و مکان کے مالک ہیں حضور جس کی چیز ذریعہ نجات قرار دیں اور جس کو تفہیل و تشریح قرار دیں مجاز و مختار ہیں صاحب شریعت کا معنی بھی یہی ہے کہ جدید احکام و شرائع لا سکتے ہیں مگر مرزا صاحب ان کی جماعت کے زعم میں بھی صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ وہ تمام احکام و شرائع میں حضور علیہ السلام کے تابع ہیں پس خود مرزا صاحب اور اس کی جماعت کو اپنے اختزاعی دعوئے کے بنیاد پر بھی حضور علیہ السلام کی مقرر کردہ کشتی نجات کے خلاف کوئی اور کشتی نجات بنانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ پس جب کہ انہوں نے اپنے ادعا منصب سے تمہا ذکر کے تعلیم نبویہ کے خلاف کشتی نجات اپنی تعلیم کو قرار دیا تو لا بد اہل بیت کی توہین کا ارتکاب کیا جس کا کوئی جواب مختار مدعا علیہ سے نہ بن آیا تو حضور علیہ السلام پر اصل کشتی نوح کی توہین کا الزام ٹھیسرا کر مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا اور عدالت میں اسلام کی دشمنی اور حضور علیہ السلام کے جھوٹے دعویٰ علامی کی حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس الزام واقعی کو دفع کرنے میں نہایت مغالطہ وہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور چند غلط توہینات کی ہیں۔

(۱) اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے۔

الجواب

یہ سلسلہ کذب اور دُعا ہے اعجاز احمدی درحقیقت مناظرہ میں جو مولانا شاہ صاحب کو مولانا شہداء اللہ صاحب امرت سہری سے مقابلہ میں شکست فاش نصیب ہوئی اس کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اعجاز احمدی کے پہلے صفحہ میں موجود ہے ایھا الناظرین ارشد کہ اللہ۔ آپ صاحبان پر واضح ہو کہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ موضع ضلع امرت سہری میں باصرار منشی محمد یوسف صاحب کے میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ہماری طرف سے مولوی محمد سہری صاحب مقرر ہوئے اور فریق ثانی نے مولوی شہداء اللہ صاحب کو امرت سہری سے طلب کر لیا مرزا کی تصدیق ناطق کہ اعجاز احمدی مولوی شہداء اللہ صاحب امرت سہری کے بالمقابل لکھی گئی ہے۔ ہاں مائیںٹل پیج پر مولوی شہداء اللہ صاحب حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب مولانا اصغر علی صاحب روجی کے علاوہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ کا نام بھی ہے مگر تالیف وغیرہ کا سبب شیعہ نہیں۔

نیز جس شعر سے مرزا صاحب کے دعویٰ فضیلت سے توہین ثابت کی گئی ہے اس شعر میں قطعاً مولوی علی الحائری صاحب مخاطب نہیں کیونکہ اشعار کے حاشیہ پر علماء مناطین کے نام علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں تفصیل کا شعر ہم اداں شعر ہے اور علی الحائری سے خطاب ۳۱۲ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) شیعہ کے مقابلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہو اس کو موجب توہین قرار دینا درست نہیں۔

الجواب

پاک اور مقدس ہستیوں کے حق میں گستاخی اور سخت کلامی کرنا خواہ کسی کے مقابلہ میں ہو توہین سے حقائق اشیاء اعتباری نہیں حقائق واقعہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے لٹریچر کو بھی اسی طرح نہیں دیکھا ورنہ ایسا غلط جواب نہ دیتا ملاحظہ ہو تبلیغ الحق اشہار مرزا صاحب۔

(۳) مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی نے شیعہ کے مقابلہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے۔

الجواب

کلام اس میں ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے تئیں امام حسین سے بہتر قرار دے کر امام حسین کی توہین کی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی فضیلت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا وہ ایک الزامی جوابات ہیں جو اپنے قرائن سیاق و سباق طرز استدلال و طریق بیان سے واضح طور پر دال ہیں کہ شیعہ مردیہ کے روایات و اقوال کو بطور الزام پیش کیا گیا ہے نیز مولوی محمد قاسم صاحب احاد امت میں سے ایک ہیں نہ مدعی نبوت ہیں نہ مدعی مہدیت ان کے طریق استدلال پر مرزا صاحب کی غلطیوں کو قیاس کرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

(۴) رہا فضیلت کا اعتراض تو ایک کی فضیلت سے دوسرے کی توہین کا نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں۔

الجواب

بیشک مفضل پر افضل کی فضیلت کا اظہار موجب توہین نہیں ہوتا اسی اصول پر ان احادیث کا جواب ہے جن میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر بیان کی گئی ہے ہاں اگر مفضل کو افضل پر فضیلت دی جائے تو لا محالہ توہین ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں تو لا بد اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی توہین ہے کیونکہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ امتِ نبویہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر یہ ایک اسلامی اصول ہے کہ غیر صحابی صحابی کی فضیلت کو نہیں پاسکتا تو مرزا صاحب جو کہ غیر صحابی ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو کہ قطعی بہشتی سید شباب اہل الجنۃ اور صحابی ہیں کس طرح فضیلت پانے لگتے ہیں خصوصاً جب کہ مرزا صاحب ابوبکر و امام نبوت محکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون کذابون و جالون کلام یزعم انہ بنی اللہ و انا خاتم النبیین و لا نبی بعدی۔ خارج از دائرہ اسلام ہیں۔

(۵) امام مہدی کے متعلق تو تمام اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے کہ وہ صحابہ بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہیں جیسے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے حج الکرامہ میں محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کا عدالت میں سرخ چھوٹ ہے۔ کیونکہ تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام امت میں افضل و اعلیٰ ہیں عقائد نسفی میں ہے افضل البشر بعد الانبیاءؓ ابوبکرؓ شرح عقائد کس قدر جسارت اور دروغ گوئی ہے کہ تمام اکابر علماء و صلحاء کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے محض طوائف کے خوف سے تو الحجات کو ترک کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے حج الکرامہ کے حوالہ سے محمد بن سیرین کا جو قول نقل کیا ہے اس میں بھی کتمان حق کیا ہے کیونکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر اس کی تردید موجود ہے لیس المراد بهذا التفصیل الواجم الی زیادة الثواب و افعته عند الله تعالیٰ فالاحادیث الصحاح والاجماع علی ان ابابکر وعمر افضل الخلق بعد النسبیین والحمد للین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی اس سے مراد تفصیل جو کہ زیادت الثواب اور خداوند کی طرف بندی مقام ہے مراد نہیں کیونکہ احادیث صحاح اور اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ انبیاء اور مرسلین کے بعد سب سے افضل ہیں۔ پھر نواب صاحب چند سطور کے بعد لکھتے ہیں۔

گویم کہ قول ابن سیرین اگرچہ سندش صحیح باشد در مانحن فیہ وقتے حجۃ است کہ ماخذان مشکوٰۃ نبوت است و الاطلاق۔ یعنی محمد بن سیرین کا قول حواہ اس کی سند صحیح کیوں نہ ہو اس مسئلہ میں حجۃ اس وقت ہونا جب کہ مشکوٰۃ نبوت سے مانوڈ ہوتا ورنہ تو نہیں۔ مختار مدعا علیہ صرف ایک محمد بن سیرین کا قول جو کہ احادیث صحاح اور اجماع امت کے خلاف ہے اس کو تمام علماء صلحاء اولیاء امت کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اس قول کی تردید وہیں موجود ہے جہاں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے اولاً تو محمد بن سیرین کا قول صحیح نہیں کیونکہ اجماع اور صحاح کے خلاف ہے ثانیاً اگر فرض محال اس کو تسلیم کیا جائے تو بھی مرزا صاحب کی فضیلت امام حسین علیہ السلام سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احادیث سے امام مہدی کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ قوم سید مقام پیدائش مدینہ طیبہ مقام ظہور مکہ معظمہ ثابت ہے اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ قوم مغل مقام پیدائش و ظہور قادیان ہے جو کسی طرح بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتے۔

(۶) مرزا صاحب نے اعجاز احمدی اور آئینہ کمالات میں امام حسینؓ کی تعریف کی ہے۔

الجواب

مرزا صاحب کا امام حسینؓ کی تعریف کرنا پھر توہین بھی کرنا حق و باطل کو ملانا ہے جو بقول مرزا صاحب و حبال کی

علامت ہے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۳۰۰۔

اگر واقعی مرزا صاحب کو حضرت امام حسینؑ کا احترام تھا تو پھر اس قدر تعلیانہ دعویٰ اور شتان بینی و بین حسین کم کہنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی تعلی اور فخر کے جوش میں اکابر امت بلکہ انبیاء علیہم السلام ملک کی بھی توہین کر جاتے ہیں پھر جب علماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب پر نکتہ چینی ہوتی ہے تو وہ ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں آج ان کی امت مرزا صاحب اس حکمت عملی سے بے جا فائدہ اٹھانا چلتے ہیں۔ جہاں کسی کی توہین کا اعتراض ہو بھٹ مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی عبارت اس کے خلاف نقل کر دیتے ہیں کبھی خدا کے ان بندوں کو اس امر کے سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر مرزا صاحب کو ان حضرات کا واقعی احترام اور ان کی عظمت تھی تو پھر ان کے خلاف توہین الفاظ کہنے کی کیا حاجت تھی۔ کسی صحیح العقل انسان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس کو اپنا بزرگ اور واجب الاحترام سمجھتا ہو اور اس کی مدح و ستائش میں رطب اللسان ہو مگر گاہے گاہے اس بزرگ محترم کے متعلق سخت نکتہ چینی کرے اور اس کی توہین و تحقیر میں بھی حصہ لے۔

(۷) مختار مدعا علیہ نے کربلائے است سیر ہر انم کی تین توجیہ کی ہیں۔

(الف) امام حسینؑ کی طرح مظلوم۔

(ب) جماعت سے بعض لوگ مبتلا آلام ہوں گے۔

(ج) واقعہ شہادت کی عظمت کا جتنا مقصود ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی توجیہات قابل تعجب ہیں۔ مرزا صاحب نہایت تعلی سے اپنی فضیلت و برتری بیان کرتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے ایشار اور عظیم الشان قربانی اور مظلومیت کی شہادت کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مراتب و مدارج کو حضرت امام حسینؑ سے اعلیٰ اور افضل بتاتے ہوئے شتان بینی و بین حسین کہتے ہیں۔ میں یہاں صرف مرزا صاحب کے اشعار کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اس ترجمہ کی روشنی میں مختار مدعا علیہ کے بے جا توجیہات کی حقیقت عدالت کے نزدیک واضح ہو جائے گی۔ ”مجھ میں اور تمہارے حسینؑ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسینؑ پس تم دشت کربلا کو یاد کرو اب تک روتے ہو پس سوچ لو۔ میں حجت کاکشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشنوں کاکشتہ ہے پس فرق بین اور ظاہر ہے۔“

(عجاز احمدی)

اولیاء کی توہین،

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے دفع کرنے کی چند توجیہات کی ہیں۔
 (۱) اگر مرزا صاحب کے اس شعر سے تمام اولیاء کی توہین ہوتی ہے تو دین اسلام نے دیگر ادیان کو منسوخ کر کے ان سب ادیان کی توہین کی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ہمارے قائم کردہ الزام توہین کی علت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قائم کردہ ارشاد و ہدایت باقی تمام ارشاد و ہدایت کے منسوخ ہونے سے توہین لازم آتی ہے تو اسلام بھی باقی ادیان کو منسوخ کرنے میں ان ادیان کی توہین کی ہے گویا جس طرح اسلام کے باقی ادیان کو منسوخ کرنے سے ان ادیان کی توہین نہیں ہوئی اسی طرح مرزا صاحب کے طرق فیوض و سبل ہدایت سے سابقین کے تمام طرق اور سبل کے منسوخ ہو جانے سے سابقین کی توہین نہیں ہوتی گویا مختار مدعا علیہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مرزا صاحب کا طرق اولین کے طرق کے لیے ایسا ہی ناسخ ہے جیسا اسلام دیگر ادیان کے لیے الحمد للہ مختار مدعا علیہ نے اس سچائی کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا جس کو ابتداء سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ کے اس جواب میں ثبوت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی امت و حقیقت مرزا صاحب کی تعلیم اور طریق کو اولین کی تعلیم و طریق کے لیے ناسخ مانتی ہے۔

(۲) چونکہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔

الجواب

سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی برأت ثابت کرنے کے لیے کس بے دردی کے ساتھ میرے قائم کردہ وجوہ توہین کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیتا ہے گویا اس کو حضور علیہ السلام سے علاقہ تک نہیں باقی رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں کیونکہ افضل کی فضیلت کا بیان مفضول کی توہین نہیں ہو کرتی اور حضور علیہ السلام کی فضیلت بدلال قاطعہ و براہین ساطعہ نسوس قطعیہ سے ثابت ہے جس میں ایک مسلمان کو بھی کلام نہیں مگر مرزا صاحب کے لیے یہ وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابوبکر کی فضیلت تمام امت میں احادیث صحاح اور اجماع امت میں ثابت ہے اور اسلامیات عالم کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ افضل البشہ بعد الانبیاء ابوبکر۔ لہذا مرزا صاحب کے اس قسم کے دعاوی اخبار امت کی توہین کا موجب ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب کے شعر سے توہین لازم آتی ہے تو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے اس شعر افلت شموس الاولین

سے بھی توہین لازم آتی ہے۔

الجواب

(۱) حضرت پیر پیران سید عبد القادر جیلانیؒ مدعی نبوت نہیں بلکہ کبار اولیاء امت سے ہیں جو بہر حال کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ ان پر نزول جبرئیل ہوتا تھا اور نہ مہبط وحی الہی ہونے کے مدعی تھے نہ کوئی نئی تعلیم جاری کی اور نہ کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی کشتی نجات بنائی پس ان کے شعر میں شمس سے حقیقتہً مراد اسلام ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے شمس یعنی ادیان منسوخ ہو گئے اور کہ ہمارا شمس یعنی اسلام کبھی غروب نہیں ہوگا مرزا صاحب کے دعویٰ اور ان کی تعلیم اور تمام کارخانہ دیگر گوں ہے وہ نئی دنیا اور نیا آسمان اور نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا تعالیٰ بنانے کے خواہاں ہیں اس لیے مرزا صاحب کے شعر کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو پہلی تعلیمیں منسوخ ہو گئیں یا یہ کہ اب موصل الی اللہ صرف مرزا صاحب کا ایجاد کردہ مذہب احمدیت ہے چنانچہ مختار مدعا علیہ نے اس پر تصریح کی ہے جو آگے عرض کرتا ہوں۔

(ب) حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ ولی کامل تھے مگر مدعی نبوت نہ تھے صوفیاء کرام کی تصریحات کے مطابق سکریں بعض کلمات اہل اللہ کی زبان سے بے اختیار نکل جاتے ہیں تو ان کو پسند نہیں فرماتے جیسا کہ کتب تصوف میں مصرح ہے اور چونکہ انبیاء کی بعثت مخلوقات کی ہدایت و ارشاد کے لیے ہوتی ہے اور ان کا تقرب الی اللہ تہایت اعلیٰ اور موثق ہوتا ہے اور ان کا قول و فعل قابل حجت ہوتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے کسی وقت بھی سکر نہیں ہوتا۔ پس چونکہ مرزا صاحب مدعا علیہ اور اس کے مختار کے نزدیک نبی ہیں لہذا مرزا صاحب کے لیے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ سکر کی حالت میں ایسا کہا ہو۔ پس مرزا صاحب کے اس شعر کا قیاس حضرت پیر صاحب کے شعر اور قول پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(۳) مرزا صاحب کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طریق نکالے تھے وہ سب طرق اب بند کئے گئے ہیں اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے شعر کا معنی کر کے ہمارے مقصد کی بکلی تائید و توثیق کر دی ہے۔ بحمد اللہ العظیم اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا جو ہمارا دعویٰ یعنی مرزا صاحب سے اختیار امت و اکابر کے نزدیک جو خدا تعالیٰ تک پہنچے جو طریق اور ذریعے تھے وہ حال خالی نہ ہوئے یا تو وہ حضور علیہ السلام کے طریق کے مخالف تھے یا موافق۔ اگر موافق تھے تو ناحق ان ذرائع اور طرق کی بندش کا حکم دے کر اختیار امت کی توہین کی ہے یا اگر پہلے بزرگوں کے طرق کے مخالف تھے تو

اس سے بڑھ کر اکابر و انبیاء کی تحقیر و توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر استثناء احد سے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایک ایسے طریق پر چلایا جو حضور علیہ السلام کا طریق نہ تھا۔ پھر اس میں کسی ایک کا استثناء نہیں۔ اولین بنیامان اسلام حضرات صحابہ میں جنہوں نے صحراے عرب سے نکل کر قیصر و کسری کی مملکتوں کو پائمال کر کے لوگوں کو مشرف باسلام کیا اور دور افتادہ انسانوں کو خدا رسیدہ بنایا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جن کے مساعی سے اقصیٰ مشرق و مغرب کے لوگ مشرف باسلام ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچے۔ اور پھر علماء امت اور ائمہ مجتہدین ہیں جنہوں نے کتاب ستہ کے حقائق و معارف و آثار کے ذریعہ سے قلوب کو منور کیا اور پھر اصحاب السلاسل اربعہ حقیقیہ نقشبندیہ قادریہ بہروردیہ میں جنہوں نے بائباغ طریق محمدیہ لاکھوں کالمین اور واصلیں الی اللہ بنائے۔ جن میں مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام شعرانی وغیرہ حضرات ہیں۔ الفرغ مرزا صاحب نے کوئی نیا طریق ارشاد و ہدایت ایجاد کیا ہے جس پر سابقین کا عمل نہیں تھا اور جس کی وجہ سے پہلے مذاہب بند اور بے کار ہو گئے تو یہ نسخہ شریعتہ محمدیہ ہے یا وہی طریق ارشاد و ہدایت ہے جو حضور علیہ السلام سے ماثور و منقول ہے اور جو نسلاً بعد نسل صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اصحاب شریعت و ارباب طریقت کا معمول و مسلک رہا ہے۔ پس اس صورت میں ان کے چشموں کو خشک کہنا اور ان کے طریق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہ پہنچانے والا سمجھنا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اپنے طریق ارشاد کو سمجھنا نہ صرف اجنبی و ابرار امت کی توہین ہے بلکہ مفاسد عیدہ کو مستلزم ہے کیونکہ اس توہین پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ خدا تعالیٰ کا تقرب اور رسول الی اللہ برگز نہیں پاسکتے اور ان کے تمام مجاہدے اور تمام اعمال صالحہ اور ان کا تقویٰ و طہارت اور ان کا عرفان معرفت اور زہد و عبادت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تعلیم کی پیردی و پابندی کے باوجود ذریعہ ہدایت و وسید نجات نہ ہوتا دیکھیں کہ ان اصول اور تعلیم کا اتباع نہ کیا جائے جو مرزا صاحب کی طبع زاد تعلیم ہے۔

(۵) مجدد الف ثانی صاحب نے ہزار سال کے سر پر آنے والے مجدد کو صدی کے سر پر آنے والے مجدد پر اپنی فنیت دی ہے جتنی سوا ہزار میں نسبت ہے تو گویا اس قول میں مجدد صاحب نے سابق مجددین کی توہین کی ہے۔

الجواب

(الف) مختار مدعا علیہ نے اگرچہ حضرت مجدد صاحب کو مسلم بزرگ مانا ہے مگر اس کو اپنے مسلم بزرگ کا مقرر کردہ اصول بھی تسلیم نہیں ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۶۱ کے بیان میں یشک توہین کی ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کا اقرار ہے اور مختار مدعا علیہ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب جو دسویں صدی کے مجدد

ہیں اور حضرت مجدد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر مجدد ہو رہے ہیں یہ جو ہویں صدی کے مجدد یعنی مرزا صاحب اور دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد صاحب سرہندی کے درمیان حسب تصریح مجدد صاحب پہ کی نسبت ہوگی یعنی مجدد الف ثانی صاحب مرزا صاحب سے دس گنا افضل و اکمل ہوں گے۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ جس قدر مجھ سے پہلے ادیباء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ سراسر توہین و تحقیر ہے جو ہمارا مدعا ہے۔

(ب) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول مجدد میں سابقین کی قطعاً توہین نہیں بلکہ توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔ حضرت مجدد صاحب کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہزار سال کے سر پر جو مجدد آتا ہے وہ ان تمام مجددین سے دس گنا افضل ہوتا ہے جو اس ہزار سال کے ہر صدی پر آتے ہیں۔ بالکل صحیح اور مسلم سن ہجری کے پہلے ہزار سال کی پہلی کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن صاحب نے حج الکرامہ میں اور مرزا صاحب کی امت میں سے عبدالرحمن خادم نے اپنی پاکٹ بک میں لکھا ہے۔ پس پہلے ہزار سال میں جس قدر مجددین صدی بصدی آئے ان سب سے حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں۔ کیونکہ تابعی اور خیر القرون میں سے ہیں۔ پہلے ہزار اسلامی ختم ہونے پر دوسرے ہزار اسلامی کے پہلی صدی پر جو مجدد آیا وہ اس ہزار سال کے ان تمام مجددین سے افضل ہے جو اس ہزار سال کی ہر ایک صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔

پس مجدد صاحب کے اس قول سے حضرت مجدد صاحب الف ثانی کی فضیلت صرف ان مجددین پر ثابت ہوگی جو ہزار ثانی کے ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ پس مجدد صاحب کی فضیلت صرف آئندہ آنے والے مجددین پر ثابت ہوئی نہ پہلے ہزار سال کے مجددین پر۔ مجدد صاحب کے اس قول کے مطابق مرزا صاحب نے برتری اور فضیلت ظاہر کر کے مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگوں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ بزرگوں کی توہین کی۔

اے بد ذات فرقہ مولویان

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے جواب میں اپنے نبی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء امت کے حق میں نہایت مغالطہ الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ لعین النبی فاحشاً ولامتفاحشاً اتباع کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی سخت کلامی بھی برداشت کرتے ہیں چونکہ مختار مدعا علیہ نے اس بحث کو بجا طول دیا ہے اور اس قسم کا مغالطہ بار بار دیا ہے اس لیے مختار مدعا علیہ کے مغالطہ کو ظاہر

کرنے اور اصل حقیقت کو دکھلانے کے لیے ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ

(۱) مرزا صاحب نے شرفا و علماء کو گالیاں نہیں دیں یہ گالیاں ان علماء کو دیں ہیں جن کا شیوہ خباثت و شرارت ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی یہ گالیاں ایسے علماء کو ہیں جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا الحج۔

(۳) شاہ دل اللہ صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو یہود کا نمونہ بتلایا ہے۔

(۴) یہ گالیاں ان مولویوں کے حق میں ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کی اور ان کی زبان درازی انتہا کو پہنچ گئی اور فحش مضمون کے اشتہار دئے۔

(۵) مسیح مولوی نے جس طرح اپنے وقت کے مولویوں اور فقیہوں کو سانپ اور سانپ کے بچے حرام کار و شریر کہا اسی طرح مسیح محمدی نے اسی قسم خبیث فطرت تمسوح القلب سیاہ باطن مولویوں کے حق میں یہ الفاظ اسے بد ذات فرقہ مولویان الحج استعمال کئے۔

(۶) یہ الفاظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کے حق میں ہیں۔

(۷) ان العدی صاروا الحج سے مراد وہ مولوی ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو گالی دیں جو خسزبر صفت ہیں۔

(۸) کنزل العمال میں حدیث ہے کہ امت میں ایک خوف آئے گا۔ لوگ علماء کی طرح جوع کریں گے تو وہ خسزبر اور بندر ہو چکے ہوں گے۔

(۹) ایسے مولویوں سے مراد وہ مولوی ہیں جو نقول کے پابند ہوں گے۔

(۱۰) اگر مرزا صاحب کی دشنام دہی گالی ہیں تو قرآن میں بھی بہت سے گالیاں ہیں ذلک مثل الذین

کذبوا بآیات اللہ الخ

(۱۱) عورتوں سے جن کو کتیاں کہا ہے وہ مراد جنہوں نے گالی دیں۔

الجواب

پڑھیں ایک شق کے جواب دینے سے ایک اجمالی جواب دیتا ہوں۔ کہ علماء وقت کو مرزا صاحب نے کیوں گالی دیں اور علماء وقت اور مرزا صاحب کی عداوت کیوں تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے بنصومیں قطعہ کتاب

سنّت و اجماع امت اسلامیان عالم کا متفقہ عقیدہ تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت سے تیس دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس پیشگوئی کے مطابق کسی ایک مدعیان نبوت پیدا ہوئے۔ علماء امت نے ان کو کذاب و دجال قرار دیا اسلامی حکومت نے ان سے جہاد کیا آخر ان کو قتل کر کے فتنہ کو فرو کیا۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو کافر و دجال قرار دیا بحکم خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ نے جہاد کیا اور قتل کیا علیؓ ہذا جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا علماء نے اس کو دجال و کذاب کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا۔ تاکہ مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ دعویٰ نبوت کیا۔ اسلامی حکومت نہیں تھی جو اس پر احکام شرعی جاری کرتی۔ صرف علماء امت موجود تھے جنہوں نے حیات دین مبین کے لیے مرزا صاحب کو بروی حدیث سیکون فی امتی دجال و کذاب کہا اور مرزا صاحب کے تمام دجل اور ان کے پردوں کو پارہ پارہ کیا امت محمدیہ کو کفر و ارتداد کے اس فتنہ عظیم سے بچانے کے لیے مرزا صاحب کو مناظروں میں شکستیں دیں اور ان کی تردید میں مستقل کتابیں لکھیں اور مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی فریب کاریوں کو آشکار کیا۔ اس جہاد فی الدین میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت گرانقدر خدمات ادا کیں۔ مرزا صاحب کا جادو ان کے منشاء اور تخیل کے مطابق نہ چل سکا اور مرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لیے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا شان دکھلایا ہے جب تک طبقہ علماء موجود ہے میری دعوت حسب منشاء اشاعت نہیں ہو سکتی اور علماء کا وجود میری قبولیت کے لیے سنگ راہ ہے تو پھر کیا تھا کہ مرزا صاحب نے علماء امت اور بزرگان وقت کو نہایت غلیظ گالی دینے شروع کر دیں۔

مولوی الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عصاء موسیٰ میں مرزا صاحب کی گالیاں کو خوب حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے اس کے لیے عصاء موسیٰ کا صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ کیا جائے اب تفصیلاً ہر ایک شق کا جواب دیتا ہوں۔

(۱) یہ جواب بالکل مہمل و بے سود ہے پہلے شرافت اور نبیانت کا ایک معیار مقرر کیا ہونا جس معیار پر تنقید کی جاتی کہ فلاں شریف ہے اور فلاں شریف شرافت نسب شرافت علم شرافت تقویٰ کے باکمال انسانوں کو مرزا صاحب نے سخت محض گالی دی ہیں مثلاً پیر سید مہر علی شاہ صاحب گوڑوی حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی حضرت مولانا شہید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبداللہ صاحب ٹونگی و مولانا اصغر علی صاحب رومی وغیرہ اکابر علماء اور برگزیدہ بزرگوں کو گالی دینا اور پھر ان کو شہر پر کنا کس قدر تعدی ہے۔ ان حضرات نے محض نصرت دین اور اعلاء حق اور محافظت احوال اسلام و بحکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون الخ

مرزا صاحب پر فتویٰ تکفیر دیا جو محض اصول اسلام کے مطابق اور حکم شرعی کی پابندی تھی ایسے علماء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی تھی۔ لا تزال طائفة من امتی الخ

(۳) حضرت شاہ صاحب کا قول لفظیاً مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپیاں نہیں کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کا وجود اور دعویٰ اور علماء کا ان کے متعلق فتویٰ تھا ہاں حضرت شاہ صاحب کا قول ان مولویوں کے متعلق ہے جو کہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تحریف کر کے اصول دین میں فتنہ ڈالتے ہیں اب معاملہ بالکل صاف ہے ایک طرف تو وہ علماء جو آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا وہی معنی کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے مروی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور اسی اصول اور روشنی میں مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں جو تعریحات الہیہ اور تصنیفات نبویہ اور اقوال اجماعیہ کے خلاف مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر آیات و احادیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اسی لیے شاہ صاحب کا قول ایسے مولویوں کو یہودی صفت کہا گیا ہے۔

(۴) مرزا صاحب نے جس قدر علماء و صلحاء کو گالی دی ہے اس کا ہزاروں حصہ بھی کوئی عالم دین بردے سکتا ہے مرزا صاحب کو دجال و کذاب کہا مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بعد مدعی نبوت کے لیے صادر ہوئے ہیں اس میں علماء کا کیا قصور ہے یہ ایک فتویٰ شرعی ہے ہر ایک مسلمان ایسا کہنے کے لیے شرعاً مجبور ہے۔

(۵) یہ مرزا صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان ہے انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کامل سے متصف اور خلق اعلیٰ کا نمونہ ہوتے ہیں اگر کسی انجیل میں ایسا لکھا ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف نہیں اس لیے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے جو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں اس کا کوئی اصل نہیں باقی رہا یہ کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مخالف علماء کے حق میں خبیث فطرت مسوح القلب اور سید باطن کے الفاظ استعمال کئے ہیں ہم ان کو برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مولیٰ اور آقا علیہ السلام نے اس طریق گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

(۶) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں تھی پہلے پہل جب مرزا صاحب نے اسلام کی خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی تعریف و توصیف کر دی جب رفتہ رفتہ مرزا صاحب اسلامی تعلیم سے دور ہوتے گئے تو مقدسین پر زبان درازی کی۔ مجدد و مہدی بنتے بنتے مسیح نبی رسول بنتے گئے تو ناچار مولوی صاحب نے تمام اکابر و افاضل علماء ہند سے استغنا کیا سب نے بالاتفاق مرزا صاحب

پر کفر کا فتویٰ دیا اور قرآن و احادیث صحابہ کرام ائمہ عظام کے اقوال و آثار کی روشنی میں یہ فتویٰ مرتب ہوا۔ اس لیے ہمدانی گذارش ہے کہ اس فتوے کو جو ایک کتابی صورت میں ملاحظہ فرمائے تاکہ یہ تمام حقیقت واضح ہو جائے اگر اس وقت کے علماء مرزا صاحب کی تکفیر کرتے تو کیا ناموس اسلام کی خیانت اور روایات اسلامی کی حفاظت جہال اور بے علم لوگ کرتے کیا ادوار ماضیہ کے علماء و ائمہ نے مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی تھی۔ مرزا صاحب کے وقت کے علماء نے مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں کوئی نیا کام نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ میلہ کذاب اور اسود عیسیٰ اور مجلی دباب و ہمدانی مدعیان نبوت کو کافر کہنے والے علماء تو علماء امتی کا بیاد بنی اسرائیل کا مسداق ہوئے اور چودھویں صدی کے مدعی نبوت مرزا صاحب کی تکفیر کرتے علماء بدترین

خلائق ٹھہریں۔

اولاً یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے کیونکہ مختار مدعا علیہ نے اس کو کوئی نبوت نہیں پیش کیا محض دعویٰ بلا دلیل ناقابل سماعت ہے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ پہلے ایک قابل مواخذہ بات کر دیتے۔ جب اعتراضات ہوتے افتراء کے طور اس کی ابتداء اور ان کی طرف منسوب کر دیتے تھے ہاں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا علماء نے بموجب فرمان نبوی ان کو کذاب و دجال ضرور کہا یا مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کی مرزا صاحب کے دلائل لا ظاہل کی حقیقت کھول کر رکھ دی تاکہ لوگ اس فتنہ والحاد سے بچ جائیں۔ جس پر مرزا صاحب نے دلائل کا جواب دشنام وہی سے دیا جو ہر مطلوب کا طریق کا ہے۔

(۸) مختار مدعا علیہ نے کثر العمال کی حدیث نقل کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء کو خنزیر اور بندر بتلایا ہے۔ بندر اس لیے کہ نقل آثار کے عادی ہوں گے یعنی لکیر کے فقیر اور پرانی روایات کے پابند ہوں گے۔ اور خنزیر اس لیے جو اب سے عاجز ہو کر خنزیری صفات یعنی گالی دیں گے یہ ہے مختار مدعا علیہ کا سلیقہ جو اس نے اپنے پیشوا مرزا صاحب سے ورثاً پاپا ہے۔ اب میں حدیث کا جواب دیتا ہوں اور مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے ثابت کرتا ہوں۔ کہ مختار مدعا علیہ نے ناحق اس حدیث کو مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث صاف طور پر ان مولویوں پر منطبق ہے۔ جنہوں نے قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام اخیر زمانہ کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک خونخوار فتنہ اٹھے گا جو اس فتنہ قادیانیہ کی طرف اشارہ ہے ناواقف لوگ اپنے علاقہ کے مولویوں کی طرف اس فتنہ کی فریاد لے جائیں گے۔ کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اٹھیں ان میں سے بعض مولوی پہلے اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بنی اسرائیل کے بعض مفسوب علیہم لوگوں کی طرح مسوخ ہو کر خنزیر و بندر ہو چکے ہیں یعنی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتلایا صراط مستقیم چھوڑ کر اس فتنہ کو قبول کر کے کو نوا قسردہ خاسیہ

کا مصداق ہو چکے ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی فتنہ عظیمہ کی دعوت دیں گے۔ یا معنی ہے کہ اس گروہ کے مولویوں میں بندوں کی نقل اور خنزیروں کی بے غیرتی پائی جائے گی۔ چنانچہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے مولوی مرزا صاحب کی برأت کے لیے مختلف نقلیں اتارتے رہتے ہیں اور حاطب لیل ہو کر کہیں تورات کا قول کہیں انجیل کے حوالے کبھی جنم ساکھوں کی عبارتیں کسی وقت صوفیاء کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی برأت کا سامان ہو جائے اس فرقہ کے مولویوں کو مناظرہ و استدلال کے میدان میں جو روز اول سے نکتیں اور ذلتیں نصیب ہوتی رہی ہیں۔ مقتضائے غیرت یہ تھا کہ کبھی نام نہ لیتے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خنزیر سفت بتلا کر بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ ان میں غیرت نہیں ہوگی یہ ہے حدیث کا مطلب جس کو مختار مدعا علیہ نے غلط بیان کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کو بشارت دی ہے کہ جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے لایزال طائفۃ من امتی ام

(۹) مختار مدعا علیہ اپنے پیشوا سے کس قدر تنزل کر کے کہتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی کلام میں گالیاں ہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ قرآن کریم میں گالیاں ہیں ورنہ خود مرزا صاحب تو یہاں تک فرمادیا تھا کہ ماننا پڑے گا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ پس ان ہر دو عبارات سے عدالت خود غور فرما سکتی ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسلام اور بانٹی اسلام اور قانون اسلام یعنی قرآن کریم سے کس قدر ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تعلیم پر اعتراض کیا جائے تو ویسا اعتراض اسلام پر کر دیتے ہیں اگر الزام مرزا صاحب سے ثابت ہو تو اسی قسم کا اعتراض حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اعتراض مرزا صاحب کی کلام پر وارد ہو تو ویسا ہی اعتراض قرآن حکیم پر غائد کر دیتے ہیں پھر لطف یہ کہ دعویٰ بھی موجود ہے۔ ما مسلما نسیم از فضل خدا۔

(۱۰) قرآن کی بیان کردہ مثال ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الایۃ بھی حرف بحرف مرزا صاحب کی جماعت کے مولویوں پر صادق آتی ہے کیونکہ کتابیں پڑھنے کے بعد ان مولویوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو پس پشت ڈال کر ختم نبوت کا قرآنی اور نبوی اور جماعی عقیدہ چھوڑ کر محض ہوائی نفس میں علم ربانی سے کوئی غائدہ مٹھایا اور پھر علماء ربانیین نے ان کے عقیدہ باطل کی تردید میں روز روشن کی طرح دلائل و براہین قائم کر دیے وہ سمجھ کر سہمی رکھ کر ہدایت سے محروم ہوئے۔ مختار مدعا علیہ نے تو اس جواب میں کمال ہی کر دیا مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو خنزیر کہتے ہیں اور ان کی بیویوں کو کتیاں مگر مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ وہ عورتیں مراد ہیں جو مرزا صاحب کو گالی دیتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً اس ملک کی عورتوں کو مشاجرات مذہبی کا علم بھی نہیں ہوتا اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سب مخالفین کی عورتوں کو مرزا صاحب اور ان کے اپنے خاندانی مخالفت مذہبی کا علم بھی ہو گیا ہو تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ مخالفوں کی عورتیں مرزا صاحب کو گالی دیتی ہوگی پھر مرزا صاحب کا بلا استثناء مخالفوں کی عورتوں کو کتیاں کہنا کس قدر بلاوجہ الزام ہے۔

ذریۃ البغایا

مختاران مدعیہ نے لغت کے مستند اور معتبر کتب سے ثابت کر کے بتلایا کہ ذریۃ البغایا کے معنی حرام کار عورتوں کے بیٹے کے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے ان تمام مخالفوں کو جو ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور اس دعویٰ میں ان کو چھوٹا مانتے ہیں ان کو زنا کار عورتوں کی اولاد بتلایا ہے۔ حالانکہ کوئی شریف انسان اپنے کسی مخالف کو صرف اختلاف دعویٰ کی وجہ سے زانیہ عورتوں کی اولاد یا حرام زادے نہیں کہتا کیونکہ مذہبی اختلاف بنیاد عقائد پر ہے نہ مخالف کے لفظ حرام اور زانیہ عورت کے اولاد ہونے پر مختاران مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ اس حقیقت نفس الامری کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب کے قول لاقوۃ الا ذریۃ البغایا کی چند رنگ توجیہیں کی ہیں۔ پہلے اس سے کہ میں ان توجیہات کا بطلان ثابت کروں خود مرزا صاحب کے مصنفات بغی و بغیہ و بغایا۔ بمعنی زانیہ زنا کار بازاری حرام کار فاحشہ عورتیں پیش کرتا ہوں جہاں کہیں مرزا صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے ان کا ترجمہ زنا کار حرام کار عورتیں کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کے صرف ایک رسالہ لجتہ النور سے چودہ حوالے پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے بغی و بغیہ و بغایا۔ کا ترجمہ زنا کار بدکار بازاری عورتیں کیا ہے چنانچہ لجتہ النور کے صفحہ ۳۱ میں ہے لیسرون بتلک البغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے بلکہ ”بیدن زن ہائے زانیہ خوش مے شوئذ۔ اور صفحہ ۶۹ میں ہے ویجتراؤن کا لبغایا علی النعام الحبانٹ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم ”چوزنان بازاری بر ہر نوع ناپاکی دلیری مے نمایند“ اور صفحہ ۸۵ میں ہے وقد تجتمع الیہم فی بعض لیا الیہم بغایا السوف۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔

”وگلھے در بعض شب زنان بازاری مے آیند۔ اور صفحہ ۱۶ میں ہے یتزوجون البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے ودر نکاح خود مے آزند زنان بازاری را۔ اور اسی صفحہ میں ہے تغیر وجهہ کا لبغایا نوع من الجلا دة۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہاں بچو زنان بازاری قسے از چالاکي در ایشاں یافتہ میشود۔ اور صفحہ ۱۸ میں ہے فان نطقته البغایا قد خاوا اکثر ولد۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ ”چرا کہ نطفہ زنان بازاری با کثر بچگان مخلوط شدہ“ اور اسی صفحہ میں ہے۔ ویتلون تلوا البغایا لکاری الحاننتہ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے ”و پس زنان فاسقہ بچوستان ستر آ خان می روند“ اور صفحہ ۱۹ میں ہے ان للبتجال والبغایا لسنیرة واحدا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ”زنان فاحشہ و دجال در جیلہ جوئی و کار سازی مشابہت می آزند“ اور صفحہ ۹۰ میں ہے ان لسنأ دادان کن بغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ”در خانہ زمان آن خانہ فاسقہ باشند“ اور

صفحہ ۹۶ میں ہے وما اهلكهم الا البغايا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے ”ہلاک نہ کرو ایشانرا مگر زنان فاحشہ“ وقد كثرت البغايا لشقوة الناس في هذا الزمان۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”وہ بڑے بد بختی مردم زنان فاحشہ دریں زمان بسیار شدہ اند“

اور صفحہ ۹۶ میں ہے ودبما تسقط بغى من كثرة الخمر في وسط السوق و بوالزهر جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”وہ بے اوقات زن فاحشہ از کثرت شراب خوری در وسط بازار و گذر مردم بہوش سے شود“

اور صفحہ ۹۷ میں ہے ویبذل فی مداوات بغی جہد امی۔ جس کا مرزا صاحب نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔
”وہ خبیث سے کند در علاج زنان فاحشہ کوشش طیب“۔

اور صفحہ ۱۱۸ میں ہے واشتخلوا من شرح الوقایة والهدایة الی العواہر و البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے واز شرح وقایہ و ہدایہ رومانہ سمونے زنان بدکار“۔

ہم نے مرزا صاحب کے ایک رسالہ سے جو وہ حوالے ایسے پیش کر دیئے ہیں جس میں مرزا صاحب نے بغیہ۔ بغی۔ بغایا کا ترجمہ زن ہائے بازاری زن ہائے زانیہ زن ہائے فاحشہ زنان بدکار کیا ہے اب آئینہ کمالات ص ۱۳۸ کے لفظ ذریتہ البغایا کی تشریح اور تعین معنی میں مختاران مدعا علیہ کے پیشوا غلام احمد صاحب کے استعمالات اور محاورات اور بیان کردہ معنی سے صاف ظاہر ہے۔ مختاران مدعا علیہ کو یقین صریح ہے کہ مرزا صاحب کی بیچاس الاریاں ان محاوروں کی تشریح اور بیان معنی سے خالی ہیں اگر مختاران مدعا علیہ کو اپنے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کی کسی عبارت میں بغیہ اور بغایا کے وہ معنی ملتے جو مختاران مدعا علیہ مرزا صاحب کے قول الذریتہ البغایا کے کرتے ہیں تو مرزا صاحب کی کسی ایک عبارت یا اس کے ترجمہ سے دکھلاتے سالانکہ ان کے پیشوا و مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کو بغیہ اور بغایا بنی زن فاحشہ زنان بدکاری وغیرہ الناطل لکھنے کا بکثرت اتفاق ہوا۔ پناچہ صرف ایک رسالہ بحتہ النور سے جو وہ حوالے پیش کئے ہیں بلکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنفات سے پناچہ ایسے حوالے پیش کرتے ہیں مختاران مدعا علیہ کے مسلم مقتدا و پیشوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ذریتہ البغایا کے معنی یعنی اولاد حرام اور حرام زادے کے صریح الفاظ اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں استعمال کئے ہیں ذریتہ البغایا کا معنی اولاد حرام اور حرام زادے کے متعلق مختاران مدعا علیہ ناجائز جملے کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے منکریں کے حق میں ذریتہ البغایا بمعنی اولاد حرام کے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے ان کی تسکین کے لیے بحتہ النور سے ص ۱۳۸ حوالے پیش کر دیئے ہیں کہ مرزا صاحب بغیہ اور بغایا کے معنی زنان بازاری اور زنانکار بدکار کرتے ہیں۔ اگر ان کی تسکین کے لیے کافی نہیں تو اپنے مقتدا و پیشوا کے حوالجات ذیل پڑھ لیں کہ کس

طرح اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں ذریعہ البغایا کے مترادف الفاظ صریح کہتے ہیں۔
 (۱) پچھر بھی کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور تاحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے
 تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔“

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)

(۲) ”جو شخص اس فیصلہ کے خلاف بکواں کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس
 کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)

اس ”اگر وہ ولد حرام نہیں اور حلال زادہ میں تو اس سمون کو پڑھ کر اس فیصلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔“

(انوار الاسلام صفحہ ۳۱)

(۳) اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لیے سعی کرتا ہے اور کون ولد الحرام
 بننے کے لیے سعی کرتا ہے۔“

(انوار الاسلام صفحہ ۳۲)

(۴) ”کہ اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا گیسو والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا
 قائل نہ ہو تو اس کے لیے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور
 اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں اس کی فطرت میں غلغلہ ہے یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور
 کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔“

(محقق تقریر متعلق فتح اسلام مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء)

ان بیجا نہ حوالجات کے ملاحظہ کے بعد عدالت کے سامنے یہ امر بخوبی آجاتا ہے کہ ذریعہ البغایا کے معنی وہی
 ہیں جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں اور مختاران مدعا علیہ نے جو غلط اور لغو تاویلات بیان کئے ہیں
 وہ بالکل صحیح اور قابل اعتناء نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی عادت مستمر ہے کہ جو شخص ان کی افترا اور خود ساختہ
 باتوں کو تسلیم نہ کرے تو فوراً اس کو حرام زادہ اور ولد الزنا کہہ دیتے ہیں۔

باقی رہا مختاران مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ بول کر اس سے بد خصلت انسان مراد
 ہوتا ہے اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تاہم ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کے مقصد اور پیشوا کا استعمال
 کردہ لفظ ذریعہ البغایا ہے جس کے معنی زانیہ عورتوں کی اولاد کے ہیں۔ اور اس لفظ البغایا کے استعمال کا کوئی محاورہ
 بمعنی بد خصلت انسان کے نہیں پیش کیا۔ تنازعہ فیہ لفظ ذریعہ البغایا ہے نہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ
 وغیرہ۔

علیٰ بذاتہنی کا یہ شعر ہے

تتكرمونهم وانا سهيل طلعت بموت اولاد الزناء

ان کو مفید نہیں اس لیے مختار ان مدعا علیہ نے اس شعر کا غلط یہ ترجمہ کیا ہے۔

”یعنی اے علی بن اسحاق آپ ماسڈوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ سہیل ستارہ ہوں

جو ان حیوان سرشت بد باطنوں کے لیے طلوع ہوا ہوں“

حالانکہ مولانا درانتار علی صاحب نے تسہیل بسمان شریعتی میں یہ ترجمہ کیا ہے۔

اور تو ماسڈوں کی موت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں سہیل ہوں کہ میں بہائم اولاد الزناء کی موت لے کر

آیا ہوں۔“

مختار مدعا علیہ نے پہلے تسہیل ابیان کا ترجمہ نہایت لمطراق سے پیش کیا تھا اب چونکہ تسہیل ابیان کا ترجمہ

ان کے مدعا کی تردید کرتا ہے لہذا اس ترجمہ سے اسراض کر کے از خود ترجمہ کیا اور حیوان سرشت بد باطنوں کا لفظ از خود

بڑھایا جو تسہیل ابیان کے ترجمہ کے بالکل خلاف ہے تسہیل ابیان میں لکھا ہے اداد با اولاد الزناء الہیائہ

والعرب تقول اذا طلع سهيل وقع العرباء في البهائم - یعنی اولاد الزناء سے مراد جانور

ہیں اور عرب کہتے ہیں

کہ جب سہیل ستارہ نکلتا ہے تو جانوروں میں دبا پھیل جاتی ہے۔ یعنی جس طرح سہیل ستارہ کے طلوع

سے اولاد الزناء یعنی جانوروں میں موت پڑ جاتی ہے اسی طرح میرا وجود ماسڈوں کے لیے موت کا موجب ہے۔

مگر مختار مدعا علیہ کی دلیری قابل دید ہے کہ عدالت کے سامنے دیوان مبتنی جیسی مشہور عالم کتاب کے شعر کے

معنی کے متعلق غلط بیانی کر کے دہوکہ دینا چاہا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے پیشوا اور مقتدا مرزا غلام احمد صاحب جس نے اسلام اور بانی اسلام کی مقدر

تعلیم اور روایات سے تمسخر کیا۔ اپنی خرافات اور ہرطیات کے پچاؤ کے لیے حضرت سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی مقدس زندگی کو نشانہ بنایا۔ تمام شاہ اثر اسلام پر ہاتھ صاف کیا جہاں کہیں مرزا صاحب کے فعل و قول پر

اعتراف ہوا فوراً بے دردی سے حضرت آقا نامدار کی ذات پر کلمات پرولسیا حملہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب

کے اس طریق جواب سے پادری بغلیں بجا رہے ہیں۔ چنانچہ پادری ایس ایم پال مدیر اخبار نور افشاں نے

کتاب معذرت نامہ مرزا لکھ کر عیسائیت کی بڑی خدمت کی ہے جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام اور

قرآن حکیم کے متعلق بر ملا نہیں کہہ سکتے تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں کہہ گیا ہے اور ساتھ ہی

یہ لکھ دیا ہے۔

» بالآخر اس قدر اور گزارش کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے جمع اور تالیف میں ہم نے اپنے آپ کو بالکل غیر جانب دار رکھا ہے اور اپنی طرف سے ایک جملہ بھی نہیں لکھا ہے اور ہر قسم کے تصرف سے بالکل اجتناب کیا ہے اس لیے مسیحی مناظرین کی خدمت میں بھی رہی عرض ہے کہ اگر کبھی ان کو اس کتاب سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح اس کے حوالے پیش کریں کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کا قلال مرید یہ کہتا ہے از خود ان اعتراضات کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ گزارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے جواب لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہمارا ذکر مطلق درمیان نہ لایا جائے کیونکہ ہم صرف حوالوں کے ذمہ دار ہیں نہ کسی اور امر کے بلکہ براہ راست قادیانیوں کو خطاب کریں“

(معذرت نامہ مرزا ص ۱۰)

ارادہ تھا کہ پادری صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کر دیے جائیں مگر اختصار کی

خاطر اس رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں :-

(۱) معذرت سوم :- آنحضرت کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں۔

(۲) آنحضرت کی پیشگوئیاں کی غلطیاں مرزا کے مریدوں کے زبانی۔

(۳) مرزا جی کی دشنام دہی کی معذرت کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پڑ ہے۔

(۴) قرآن و احادیث میں بھی تناقض ہے

(۵) مرزا صاحب کے فرزند دلہند یعنی موجودہ قادیانی خلیفہ کی طرف سے معذرت کہ اگر مرزا صاحب نے اپنی پوجی

کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو آنحضرت نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۶) معذرت اول - اگر میری کلام میں سرقہ ہے تو قرآن میں بھی ہے۔

(۷) معذرت دوم - قرآن میں بھی غلطیاں ہیں۔

(۸) آنحضرت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

(۹) اگر مرزا صاحب مجنوں تھے تو آنحضرت بھی محصور تھے۔

(۱۰) اگر مرزا صاحب نے اپنی کوئی بات چھپائی تو آنحضرت نے بھی چھپائی۔

(۱۱) اگر مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوئی تو آنحضرت کی مراد بھی پوری نہیں ہوئی۔

(۳۵) اگر مرزا صاحب کے اہمات میں غیر زبان کے الفاظ ہیں تو قرآن میں بھی ہیں۔

اس فہرست کے مطالب پر نظر ڈالنے اور پادری صاحب کی گذارش محولہ بالا پر غور کرنے سے بالکل واضح ہے کہ مرزا صاحب اور اس کے مریدوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک اور قرآن حکیم اور اسلام پر کس قدر ناپاک حملے صرف اس لیے کئے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہزلیات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن پر واضح چسپاں کر دیئے جائیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کی برأت ہو جائے۔ پادری صاحب نے معذرت نامہ کی تمہید میں ایک خط نقل کیا ہے جو لاہوری مرزائیوں کی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا ہے جس کا خاص حصہ ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کرتا ہوں۔

”جب کسی معترض نے مرزا صاحب کی خصلت یا قول یا فعل پر اعتراض کیا اور کوئی عیب یا نقص یا بدی ان کی طرف منسوب کی تو (قادیان سے) اس کے جواب میں کبھی مرزا صاحب کی برأت یا صفائی نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا کہ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں ایسے جوابوں سے کوئی امید ہے سادے مسلمان جو اس کی حقیقت سے زیادہ واقف نہیں ہیں مطمئن ہو جاتے ہوں گے مگر غیر مسلمین کے لیے تو صرف مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ اسلام بھی سخت اعتراضوں کا نشانہ بن گیا۔“ (معذرت نامہ مثلاً)

الحاصل مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے مرزا صاحب کے قابل اعتراض اور غلط افعال و اقوال کے الزامات کے جواز اور برأت کے لیے حضرت سرور عالم علیہ السلام اور قرآن حکیم پر ویسے سنگین حملے کر دیئے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ یا فرد واحد نے اپنے فعل یا قول یا اپنے مقتدا مرشد و استاد کے فعل و قول پر اعتراضات اور مخالفوں کی گرفت اور الزامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن حکیم پر عائد کر کے حضور کی زندگی کو یا قرآن پاک کی تعلیم کو معرض طعن اور مورد الزام نہیں بنایا۔ ہاں بعض پادریوں اور چند مقصوب آریوں نے بے شک یہ طریق اختیار کیا مگر اس سے وہ نقصان متصور نہیں ہو سکتا جو مرزا صاحب اور جماعت مرزا صاحب کی تحریرات سے ہوتا ہے اولاً پادری اور آریہ مسلمانوں کے اشتعال سے خائف ہو کر اس بے باکی سے حملے نہیں کر سکتے ثانیاً اگرچہ مرزائیوں کا تعلق اسلام سے ویسا ہے۔

جیسا عیسائیوں اور ہندوؤں کا اور عامۃ المسلمین کے حملوں کو بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے حملوں کی طرح اعداء کے حملے سمجھتے ہیں مگر عیسائی اور آریہ ان حملوں کی وجہ سے خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات مقدس پر کھلے لفظوں اعتراض اور حملے نہ کر سکتے تھے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں کر کے اپنی اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے

کس قدر نعو اور فضول ہے مرزا صاحب کی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تقریباً ۸۲ ہیں ان تمام کتابوں اور رسالوں میں مرزا صاحب نے بلا ریل و اور مناسبت جو کچھ لکھا وہ اپنی مجددیت مہدویت مسیحیت اور رسالت و نبوت کے ثبوت میں مختلف رنگ اور گونا گوں پیٹرن سے بدلے رفتہ رفتہ اسلام اور اسلامی روایات اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر ہاتھ صاف کرتے گئے مرزا صاحب کے دحل اور کذب کو ظاہر کرنے کے لیے علماء نے اپنا فریضہ ادا کیا تو گالی گلوچ پر اتر آئے اگر کسی نے اس بدخلقی پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ حضور علیہ السلام نے مخالفوں کو گالی دی تھیں۔ علماء نے ختم نبوت وغیرہ استدلال بالحدیث پیش کیا تو احادیث کو یہ کہہ کر کہ روی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ جھوٹے اور جعلی معجزات اور نشانوں کا پلندہ تیار کیا۔

واقعات نے اس کو غلط ثابت کیا تو کہہ دیا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض الہامات کو صحیح نہیں سمجھا۔

محمدی بیگم اور عبد اللہ آقہم وغیرہ کی پیشگوئیاں جو بالکل صاف غلط ثابت ہوئیں ان کی توجیحات و تاویلات میں سر توڑ کوشش کی علماء اور اکابر امت کے سبب و شتم۔

میں پورا زور صرف کر دیا اور ان کے اوراق سیاہ کرتے گئے اور ساتھ ہی اصول اور روایات اسلام کا انکار اور اپنی مدح سرائی اور اسلاف کا تخریب کرتے گئے۔ مرزا صاحب کے مصنفات۔ مثلاً سراج منیر نزول المسیح

تربیاق القلوب تحفہ گوڑویہ اعجاز احمدی وغیرہ کو ملاحظہ کیا جاوے۔ اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت اسلامی عقائد اور روایات کے ثبوت میں ایک دلیل ایک برہان بھی نہیں ملے گا۔ کہیں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ممت پر کچھ بیان ہوگا۔ جس میں دلائل اور براہین کا رنگ نہیں بلکہ اس اولوالعزم کی شان میں استنزاہ و تمسخر کا پہلو قوی ہوگا۔ اللہ اکبر۔

کس قدر عدل و انصاف سے عاری ہو مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی کتابوں کو بھی اسلام کی صداقت پر تصنیفات کہتا ہے اگر ان کو اسلامی روایات کی تردید اور دشنام نہ تمسخر سے تعبیر کیا جائے تو زیبا ہے۔ اگر ان مصنفات میں کہیں کہیں حضور علیہ السلام کے متعلق کوئی مدح کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور اخلاق عالیہ اور تعلیم میں اور اس کے فلسفہ و حکمت پر بیان نہیں۔ بلکہ اس میں اپنی صفائی منوانے کے لیے فدائیت اور علامی کا دعویٰ کر کے حضور علیہ السلام کی عینیت و ہمسری تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور بس۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے مصنفات میں مذہب اسلام اور بانٹی اسلام سے جو دشمنی کی گئی ہے اور عیسائیوں اور آریوں کو کھلے نکتوں میں حملے کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ پادری ایس پال مدیر نور افشاں کی معذرت نامہ مرزا صاحب اور اس کے دیباچہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے الذریۃ البغایا کی دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر عیسے علیہ السلام کو باپ ملتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو ذریۃ بغایا کہا گیا۔ اور مسلمانوں پر جن کا اعتقاد حضور علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ۔

ع - بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

یہ الزام غلط عائد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے حقیقی اور روحانی باپ ہیں انہیں چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دنیا اور حضور کو چھوڑ کر ان کو اپنا باپ تسلیم کرنا ہے۔ تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے پس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریۃ بغایا قرار دیا جانا بالکل درست ہے۔

یہ مختار مدعا علیہ کی خیانت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر ایک واجب الاحترام الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسے علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت عیسے علیہ السلام کو باپ بناتے ہیں ان ہندالہ بہتان عظیم مگر بایں ہمہ مختار مدعا علیہ نے بغایا کا معنی بدکار عورت تو تسلیم کر لیا ہے لیکن محض فریب اور خداع کے مسلمانوں کو ذریۃ بغایا کہنے کی جواز کی وجہ حضور علیہ السلام کا چھوڑنا اور عیسے علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا بتلایا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے ان لوگوں کو ذریۃ بغایا کہا جو مرزا کے دعویٰ

کو نہ مانیں اور اس کی مہمل مصنفات کو بہ نظر محبت دیکھے اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے تِلْكَ كِتَابٌ يَنْظُرُ إِلَيْهَا
 كُلُّ مُسْلِمٍ بَعِيْنِ الْمَحَبَّةِ وَالْمُودَةِ وَ يَنْتَفِعُ مِنْ مَعَارِفِهَا وَيَقْبَلُهَا وَيَصْدُقُ دَهْوَتِي إِلَّا ذُرِّيَّةَ الْبَغَايَا
 الَّذِينَ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَقْبَلُون - جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے
 یہ کتابیں ہیں ان میں ہر ایک مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نظر کرے گا اور ان کے معارف سے نفع اٹھائے گا
 مگر وہ زانیہ عورتوں کی اولاد جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے مہر مار دی ہے سو وہ قبول نہیں
 کریں گے -

آئینہ کمالات کی اصل عبارت اور اس کے لفظی ترجمہ سے واضح ہے مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو
 ذریتہ البغایا یعنی زانیہ عورتوں کی اولاد کہا ہے جو مرزا صاحب کے دعویٰ یعنی مہدی ہونا مسیح ہونا نبی و رسول ہونا عین محمد
 علیہ السلام ہونا نہیں مانتے -

مسلمان اپنی دینی اور دنیاوی فلاح کی مدار حضور علیہ السلام کی غلامی سمجھتے ہیں مگر مرزائی حضور علیہ السلام کی
 غلامی پر اکتفا نہ کر کے مدار ایمان اور مدار نجات مرزا صاحب کی غلامی سمجھتے ہیں - اس لیے مختار مدعا علیہ کے استدلال
 پر استعارہ مرزا صاحب کی امت کو ذریتہ البغایا کہنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے - مگر مسلمان اس حقیقت الامری سے
 بخوبی واقف ہیں کہ جب سے مذہب اور تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور باہمی مشابہت اور اختلافات کا سلسلہ
 شروع ہوا ہے - کسی تہذیب اور شائستہ انسان نے اپنے مخالف کو اپنے بات منوانے کے لیے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو میری بات
 نہ مانے گا اور میرے دعوے کو تسلیم نہ کرے گا وہ حرام زادہ ہے ہاں چھوٹے نادان بچے کھیلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا
 کہہ دیتے ہیں حضرت انبیاء علیہم السلام کی قابل اقتداء سیرت ان سفیہانہ حرکات سے مقدس ہوا کرتی ہے - یہ مرزا
 صاحب کے انلاق کا نمونہ ہے بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمہری اور عنیت کا دعویٰ ہے -

۵ - چہ نسبت خاک را با عالم پاک -

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب ان کتابوں کے متعلق (جن میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی فضیلت
 کا ذکر ہے) فرماتے ہیں کہ ”ہر ایک مسلمان ان کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے“ یہ بالکل جھوٹ ہے اصل عبارت اوپر لکھی جا چکی
 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھے گا مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں جن کے دلوں
 پر مہر لگی ہوئی ہے مختار مدعا علیہ نے ایام الصلح کے ٹائٹل پیج کی یہ عبارت - ” ہماری اس کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں
 وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کھتے
 ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور نہ ان
 کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں ایسے لوگوں کو بلا شبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہمارے

وہ ذاتیات پر بدگوئی سے حملہ کرتے یا بھاسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں جو منہ پر بدزبانی اور کینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

اور لجنۃ النور کے ترجمہ کی یہ عبارت ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی جنگ سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں پر اعتراض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریوں میں سے بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے بے وقوفوں میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی اور برائی ظاہر کرنے میں لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو روکتا ہے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

اور اسی طرح الہدی صفحہ ۶۸ کی عبارت ویس کلامنا هذا فی اختیار ہم بل فی اشراہم۔ یعنی ”ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے“ نقل کر کے یہ دہو کا دینا چاہا ہے کہ الذریعۃ البغایا سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے حق میں بدزبانی اور برائی ظاہر کرتے تھے اور اس کی تائید میں ایام الصلح اور لجنۃ النور اور الہدی کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حاشا وکلا۔۔۔۔۔ ان عبارتوں کو اصل الزام کے دفع کرنے میں ادنیٰ تناسب بھی نہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کہتے ہیں ہر ایک مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور میرے دعوئے کی تصدیق کرے گا مگر سداً زادے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔

مرزا صاحب کی دشنام دہی کی علت مرزا کے دعویٰ کو نہ ماننا ہے اور اس کی تصدیق نہ کرنا ہے اب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں پس وہ مسلمان (خواہ عالم ہو یا جاہل ہو یا عربی یا بھجی) جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کے اس بیان کے مطابق الذریعۃ البغایا میں سے ہے۔

ازواج مطہرات کی توہین

ہمارا اعتراض یہ تھا کہ امہات المؤمنین کا لقب صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ازواج کو امہات المؤمنین نہیں کہا جاتا مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب کی بیوی کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (جو لقب خصوصی ازواج مطہرات ہے) کہہ کر ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ ایک بھی سند شرعی پیش نہ کر سکا نہ کتاب سے نہ حدیث سے

نہ کتب عقائد سے نہ تصریحات فقہانہ سے محض اپنے قیاس سے ایک اختراعی نتیجہ پیش کیا ہے کہ جب کہ ہر ایک نبی امت کے لیے باپ ہیں تو اس کی بیوی ضرور اس امت کی ماں ہوگی حالانکہ یہ قیاس نہیں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں وہ کیونکر مومنین کی ماںیں ہو سکتی ہیں چونکہ حضور علیہ السلام کی ازواج کی تطہیر نص قرآنی سے ثابت تھی اس لیے بنص قطعی قرآن حکیم ان کو امہات المومنین کہا گیا۔ جو اس خصوصیت کو عام کر کے ام المومنین کا لقب کسی دوسرے شخص کی بیوی کے لیے استعمال کرنا یقیناً ازواج مطہرات کی توہین ہے۔ نیز صرف سوال یہ تھا کہ کسی نبیؐ حتیٰ کہ حضرت آدم کی زوجہ مطہرہ ام نبی آدم کو بھی ام المومنین کا لقب عطا ہوا اس کا کوئی بھی نقل ضعیف سے ضعیف پیش کر کے جواب نہ دیا۔ لہذا توہین بہر حال قائم رہی۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؑ کی توہین

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کا واقعہ کشفی بیان کر کے حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی اور مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے خوابوں کو الزاماً پیش کیا ہے اور اس سے مرزا صاحب کے کشف کو خواب کا واقعہ قرار دینا کافی سمجھتا ہے۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے یہ دونوں بزرگ نہ نبی ہیں اور نہ مدعی نبوت اور مرزا صاحب مدعی نبوت اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں اور وساوس شیطانی سے پاک جیسا کہ خود مرزا صاحب حماتہ البشری صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں ولا یخفی علیک ان دویا الانبیاء اور ازالہ ادہام صفحہ ۵۷۲ میں ہے نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے اور اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے چنانچہ روح المعانی پارہ ۱۶ صفحہ ۳۳ میں ہے ان رویاء الانبیاء والہاماتہم وحی۔ نیز گواہان مدعا علیہ نے جرح میں بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں اور نبی کی وحی الہی ہیں اور وحی دخل شیطانی سے پاک ہوتی ہے اور مرزا صاحب کا حضرت فاطمۃ الزہراءؑ علیہا السلام کی ران مبارک پر سر رکھنا مشاہدہ عینی سے بھی کہیں زیادہ قوی الثبوت ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خوابیں ایسے واقعات سے پاک ہوتی ہیں۔

بیت اللہ کی توہین

مرزا صاحب نے سرزمین قادیاں کو امن حرم قرار دیا ہے۔
 زمین قادیاں اب محترم ہے۔ مجموعہ خلق سے ارٹل حرم ہے۔
 نیز مرزا صاحب کے بیت الفکر کو من دخلہ کا ف آمنتا۔ ماننا جس پر ہماری طرف سے بغضنا

ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیاں کو ارض حرم قرار دے کر بیت اللہ کی توہین کی ہے اور مختار مدعا علیہ جواب جرح میں کہہ چکا ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے۔

(۱) گواہ مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ گواہ مدعا علیہ نے یہ تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ مرزا صاحب کا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ورنہ جرح مارچ ۱۸۳۳ء کو اپنا عقیدہ ہونا تسلیم کر چکا ہے عدالت خود فرمائے یہ اس کا انکار بھی قابل تعجب ہے ایک طرف مرزا صاحب کو نبی ماننا ہے جس کا ہر قول و فعل حجت ہوتا ہے دوسری طرف مرزا صاحب کے سرچ حکم کہ ”قادیاں کی زمین ارض حرم ہے“ پر عقیدہ ہونے سے انکار کیا ہے مرزا صاحب کی نبوت بھی ایک عجیب چیز ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیاں کی زمین ارض حرم ہے مگر ان کی امت کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے زمین قادیاں کو نجوم خلق کی وجہ سے ارض حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کا دیدہ و دانستہ یہ ایک مغالطہ ہے یا علوم عربیہ کی ناواقفی ہے کیونکہ علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ تشبیہ میں عموماً حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کے شعر میں کوئی حرف تشبیہ نہیں۔

(۳) یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر حج کے لیے ارض حرم نجوم کرتے ہیں یہاں بھی نجوم کرنا دین ہی کے لیے ہے کیونکہ اعلاء دین کے لئے تجویزیں سوچی جاتی ہیں اسلام کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔

الجواب

بالکل غلط ہے قادیاں میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحریف اسلامی روایت کی تکذیب عقائد اسلامی کی تبطل سکھائی جاتی ہے پھر سب سے زیادہ نقصان رساں پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے عیسائی اور آریہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ مشن قادیاں کے کاموں سے بہت خوش ہیں اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے شکر گزار ہیں عیسائیوں کیلئے انکار ذریتہ البغایا کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں اب آریہ کی اخیلا آریہ دھرم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ”اسلامی عقائد کو متزلزل کرنے میں احمدیت نے آریہ مملکت کو ایسی امداد دی ہے جو کام آریہ سماج صدیوں میں انجام دینے کے قابل ہوتا وہ احمدی جماعت کی جدوجہد نے برسوں میں

کر دکھایا۔ بہر حال آریہ سماج کو مرزا صاحب اور ان کے مقلد اور مرید مرزاؤں کا مشکور ہونا چاہیے۔ رآریہ ویر ۱۲ مارچ ۱۸۳۳ء
صفحہ ۱۲ اکامل ۱۔

یہ ہے سرزمین قادیاں کے کارنامے جس کو مختار مدعا علیہ اعلائے دین کے تجاویز اور فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے بیان کرنے کا مرکز بتلار ہا ہے قادیاں وہ زمین ہے جہاں کے مدعی نبوت نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی عینیت
کا دعویٰ کیا حضور علیہ السلام کے ظہور کو ہال اور اپنے ظہور کو چودہویں کا چاند بتلایا ہے حضور علیہ السلام کی جہنمادی
غلطیاں گنوائیں مگر اپنی غلطیوں کی کوئی لسٹ نہیں مرزا صاحب پر اعتراض کو حضور علیہ السلام کی ذات مقدس
پر چسپاں کیا۔ قادیاں کی زمین سے یہ آواز نہیں اٹھی۔

سے محمد پھر آئے ہیں ہم میں اور پہلے سے ہیں بڑھ کر عزتوں میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(یہ اور کسی چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دینے سے مشبہ کی توہین نہیں ہوا کرتی بلکہ مشبہ بہ سے اس کی فضیلت اور برتری
ثابت ہوتی ہے۔

الجواب

اولاً مرزا صاحب کے شعر میں تشبیہ نہیں کیونکہ تشبیہ کے لئے حرف تشبیہ کا ہونا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے ثانیاً
قادیاں میں جو عجم خلق ہوتا ہے وہ اعلائے دین اور ذکر فضائل رسول مدنی نہیں ہوتا بلکہ بنیاد کے اکھیر نے اور رسول قدنی
کی برتری کے لیے ہوتا ہے۔

ثالثاً بغرض مجال اگر مختار مدعا علیہ کے زعم کے مطابق بھی مان لیا جائے تو کیا کسی وصف کے پائے جانے سے
حقائق شرعیہ اور مصطلحات دینیہ کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے انبیاء کو سچی خوابیں آتی ہیں پس جس شخص کو سچی خوابیں آئیں
کیا مختار مدعا علیہ اس کو بھی رسول اور نبی کہے گا۔ جس کتاب میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ التحیۃ والسلام کا ذکر
ہو۔ مختار مدعا علیہ اس کو قرآن حکیم کہے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ سچی خواب دیکھنے والے شخص کو نبی کہنے اور اس
کتاب کو قرآن کہنے میں انبیاء اور قرآن کی فضیلت و برتری ثابت ہے غالباً ہرگز نہیں کہے گا۔ یہ تو تمام جھوٹے
مدعیان نبوت کا سبقتہ رہا ہے کہ مصطلحات اسلامی کو ہمیشہ اپنے لیے ثابت کرتے رہتے ہیں۔

(۵) لیکن بزرگان اسلام نے ایک شعر میں دل کو کعبہ بلکہ ہزار کعبہ سے بہتر بنایا ہے مشہور شعر۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است الخ

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ایک شعر نقل کیا جس کو بزرگان دین و اسلام کا شعر بتایا ہے یہ کس قدر بدیہی مغالطہ ہے

کہ یہ شعر بہر حال کسی ایک شاعر کا ہو گا نہ محمود بزرگان اسلام نے مل کر یہ شعر بنایا ہو گا محض دہوکہ دینے اور اس شعر کو بلند پایا ظاہر کرنے کی خاطر بزرگان اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

یہ شعر اس قدر بے اصل ہے کہ جب مختار مدعا علیہ نے اس شعر کو پیش کیا تو میرے سخت اصرار اور مطالبہ کے باوجود یہ نہ بتلا سکا کہ یہ کس شخص کا شعر ہے اور کس کتاب میں ہے پس ایک ایسے قول سے کہ نہ جس کے قائل کا پتہ ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ ہے استدلال کرنا کتنا ہی لغو ہے احکام و مسائل اصول و دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ زید و بکر کے اقوال سے۔

(۲) بعض نے فرمایا کہ حقیقی کعبہ تو دل ہی ہے چنانچہ علم الکتاب میں لکھا ہے الخ۔

الجواب

یہ صرف ان کی کتب سے ناواقفی ہے ان کی اصطلاح میں ہر مہبط تکیات کعبہ کہلاتا ہے۔ یا کوہ طور مگر اسے مقام حج من دخلہ کان آمناً مصداق نہیں بناتے بخلاف مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کے کہ سالانہ جلسہ ہی کی حاضری حقیقی حج بتاتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ پس یہ لوازم بنتے ہیں کہ وہاں مجازی معنی شاعرانہ تخیل کی بنا پر مراد نہیں بلکہ حقیقی مقابلہ ہے۔

مزید براں اور تمام حرمین کے مقامات مقدسہ کے بھی نمونہ و نام بنا رکھے ہیں۔

(۳) نیز جب کہ اس کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی توہین حرم کعبہ لازم آتی ہے۔

الجواب

عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شانہ ہمہری دکھلاتے ہوئے کس طریقہ سے کہہ دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قادیان کو حرم بتانے سے توہین کعبہ لازم آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی کعبہ کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا مرزا صاحب کا قادیان کو حرم قرار دینا ایسا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو حرم قرار دینا۔ اگر حضور علیہ السلام کا فعل توہین ہے تو یہ بھی توہین ہو سکتا ہے ورنہ نہیں مختار مدعا علیہ کے اس جواب سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیان کا حرم ہونا بطور تشبیہ نہیں بلکہ علی سبیل الحقیقت ہے۔ مختار مدعا علیہ نے جو پہلے توہین کی تشبیہ کی تھی وہ غلط ہے کیونکہ مدینہ منورہ کا حرم ہونا حقیقت ہے نہ تشبیہ۔ جیسا کہ بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو غیر وٹوکے ماہین حرم قرار دیتا ہوں الخ الحدیث۔

نیز یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی تشریح ماننا ہے کیونکہ کسی شہر یا زمین کو حرم قرار دینا ایک

حکم شرعی ہے اور جس کی قرارداد سے کوئی نیا حکم شرعی ثابت ہو جائے اس کو ابد نبی صاحب شریعت ماننا پڑے گا
ملاحظہ ہو اربعین سے صفحہ ۷ اور ۸۔

شریعت اسلامیہ میں ارض حرم صرف مکہ اور مدینہ منورہ تھے اب مرزا صاحب نے قادیان کی زمین کو بھی ارض
حرم قرار دیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول اور شارع ہیں آپ علیہ
السلام کے تنصیص و تعین سے احکام ثابت ہوتے ہیں آپ کا قول و فعل اصول دین میں سے ایک اصل ہے جس سے
احکام شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے آپ کا شان ما یطق عن الہوی ہے۔

(۴) کیا مختار مدعیہ مولوی عبدالمالک صاحب پشتر مشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی
صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر و مرتد قرار دے گا جنہوں نے جامع مسجد بہاولپور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی
مثال اور کعبہ قرار دیا ہے الخ۔

الجواب

مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کے والد ماجد مولوی عبدالمالک صاحب کے اشعار میں نہ کوئی کفر و ارتداد کا
کلمہ ہے اور نہ مختار مدعیہ کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہیں ہاں مختار مدعیہ اپنے مذہب اور اصول کو اور اپنے رسول قدسی
اور اپنے واجب الاطاعتہ خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کی تفسیر و تفسیرات کے مطابق مولوی صاحب ممدوح کو دیگر
کوڑیا مسلمانوں کی طرح کافر سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نہ نبی مانتے ہیں اور نہ اس کی بیعت
میں داخل ہیں اور مرزا محمود صاحب ائینہ صداقت صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں ہر وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت
میں داخل نہیں ہوا خواہ اس نے مسیح کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ
میرے عقائد ہیں پھر صفحہ ۸۶ پر پکا کافر بتاتے ہیں۔

باقی رہا کہ اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ کہنا کوئی توہین نہیں کیونکہ جس طرح کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو بیت اللہ
کہا جاتا ہے ایسا ہی تمام مساجد کو بیت اللہ اور خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس میں بیت اللہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی
بخلاف زمین قادیان کے وہ زمین حرم نہیں ہو سکتی۔

حضرت شیخ الہند مرحوم کے اشعار کا جواب تو البجاء حسام الحرمین وغیرہ کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ اور معلوم
ہو جائے گا کہ معنی یہ مخالفت ہی مخالفت ہے۔

(۵) مرزا صاحب کے الہام من دخلہ کان آمنات سے جو مسجد مبارک کے متعلق ہے حرم بیت اللہ کی خصوصیات
میں کوئی نہیں الخ۔

الجواب

مرزا صاحب کا قادیاں کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمننا کا الہام ایجاد کرنا صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیاں کو مکہ معظمہ اور مسجد مبارک کو خانہ کعبہ قرار دیتے ہوئے نئی دنیا اور نیا آسمان نئی زمین نیا موسیٰ نیا علیؑ اور نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا کے اصول پر نیا کعبہ اور نئی حرم بنا رہے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب سوہ خاتمہ سے امن کی تشریح کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قادیاں زیر نگین حکومت انگریزی تھیں اس کے سامنے مرزا صاحب کو اپنے الہامات کی قدر و قیمت بخوبی معلوم تھی کہ حکومت انگریزی کسی ایسے مجرم کو جو مسجد مبارک میں جا کر پناہ لے مؤاخذہ سے ماموں نہیں چھوڑے گی۔ پھر کیوں مرزا صاحب اپنے الہام کی ایسی تشریح کرتے جو قانون انگریزی کے مزاحم ہو۔ ہاں مرزا صاحب کو ایسا اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر اس الہام میں ہر طرح کی امن کا روح بھی ٹھونک دیتے۔

الغرض قادیاں کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمننا کا الہام ہونا یہ سب کچھ مکہ معظمہ اور مسجد الحرام سے استثناء حاصل کرنے کا سنگ بنیاد ہے جس سے یقیناً ارض حرم اور بیت اللہ کی توہین ہوتی ہے۔

حج کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں چند وجوہ بیان کی ہیں جن کے حوالجات پیش کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی ضرورت نہیں ان سب وجوہ کا محیط جواب یہ ہے کہ حج مصطلحات شرعیہ میں سے ہے ایک لفظ ہے جس کے معنی بشرائط مخصوصہ ایام مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو امکانہ مخصوصہ میں ادا کرنا ہے۔ مصطلحات شرعیہ اپنے اپنے معنوں میں حقیقت ہو کرتے ہیں۔ پس سالانہ جلسہ قادیاں کو حج کہنا گویا ایک مصطلح شرعی لفظ کو اس کے معنی میں استعمال کرنا ہے جس میں مصطلح معنی کی توہین ہے۔ خصوصاً جب کہ قادیاں کی زمین ارض حرم قرار دی گئی ہو اور مسجد مبارک کو مسجد الحرام کی طرح من دخلہ کان آمننا کا مسداق ٹھہرایا گیا ہو اور سالانہ جلسہ کو حج بلکہ تقیتی حج کہنا ہو تو حج کی توہین میں کیا کسر باقی رہی۔

کسی کا نام محمد یا احمد یا اسمعیل رکھنا اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں کیونکہ اعلام میں وضع جدید ہوتی ہے جیسا کہ علوم عربیہ میں مفسر ہے۔

(مقبرہ بہشتی)

مختار مدعا علیہ نے مقبرہ بہشتی کی ایجاد کے جواز میں حسب ذیل مغالطے دیے ہیں اول یہ کہ مرزا صاحب نے وحی الہی پڑھا کہ اس جگہ وہی دفن ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہوگا دوم حضرت مجدد صاحب کا قول کہ جو شخص میرے روضہ کی ایک مشت خاک اپنی قبر میں ڈالے اس کے نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔

(مقامات امام ربانی)

سوم مجدد صاحب کے ایک گورستان میں جانے کی وجہ سے عذاب موقوف ہو گیا۔

(مقامات امام ربانی)

الجواب

مغالطہ اول مختار مدعا علیہ کا موجب تعجب ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو اس گورستان میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ گویا اس گورستان میں داخل ہونا بہشتی بننے کا کفیل ہے اور مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلاف منشا یہ بیان کر رہا ہے۔ جو بہشتی ہوگا اس گورستان میں دفن ہوگا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے مقبرہ بہشتی کا داخلہ ہمہ پستی کے اصول پر رکھا ہے کہ اس گورستان میں وہی دفن کیا جائے۔ جو اپنی جائیداد کا پہلے حصہ سلسلہ کی ملکیت میں منتقل کر دے۔ اور پھر ضابطہ اس کے اور بھی شرائط ہیں مگر لہذا اولاد مستثنیٰ ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب خود اور ان کا خاندان اس ٹکٹ داخلہ کی فیس سے مستثنیٰ ہے آج قادیان کے کاروبار کا اکثر دار مدار اسی قبرستان کی آمدنی پر چل رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روضہ اور منبر کے درمیانی حصہ کو بہشت فرمایا تھا۔ مرزا صاحب نے تمام گورستان کو بہشت قرار دے کر مقبرہ نبوی کی سخت توہین کی اس کے احترام خصوصی کے مقابل اس سے کئی حصہ بڑا اور ٹکڑا زمین لے کر اس کے ہمسر بنایا۔

مغالطہ دوم یہ کہ مقامات امام ربانی کا حوالہ اس انداز میں نقل کیا گیا کہ مقامات امام ربانی مجدد صاحب کی تصنیف ہے حالانکہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔ جو ارباب علم کے نزدیک معتبر نہیں اور خوش اعتقادی کا مجموعہ ہے۔ دوسرے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں میں بڑا کچھ زیادہ فرق ہے۔ مغالطہ سوم کو اصل جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تخفیف اور نفع عذاب کا ذکر ہے کسی قبرستان کے بہشتی ہونے کا کوئی ذکر نہیں نیز یہ حوالہ بھی مقامات امام ربانی کا ہے۔ جس کا حال ادھر بیان ہو چکا ہے۔

بہر حال اس توہین کا بھی کوئی معقول جواب نہ ہو سکا صرف تاویلات پر اکتفا کی گئی۔ مفصل اثبات توہین کے لیے

ملاحظہ ہو بحث ابتدائی مختار مدعیہ۔

کیا تکفیر وجہ ارتداد و نسیخ نکاح ہو سکتی ہے

تعجب ہے کہ بلا وجہ اس میں اس قدر طول طویل بحث شروع کر دی جب کہ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو احد الکفرین کا کافر ہونا مسلم ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۱۱ مارچ ۱۳۳۳ء ”جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ مگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کفر عود کرتا ہے“

”نیز گواہ ص ۲۱ مارچ ۱۳۳۳ء جس میں تکفیر سے عود کفر کا حدیث کی تائید سے اقرار کیا ہے“

نیز ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب۔

اور یہ تو متفقہ مسئلہ ہے بخاری و مسلم میں مصرح حدیث میں موجود ہے کہ من قال لاخیه یا کافر الحدیث وغیرہ کہ دوسرے کو کافر کہنے والا اگر وہ کافر نہیں تو یہ ضرور کافر ہو جاتا ہے اب ایک صورت تھی کہ اس کا جواب دیا جاتا کہ مرزا صاحب نے یا خلیفہ صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ ایسا کوئی معقول توجیہ کرتے مگر بلا وجہ طویل بحث چھیڑی لہذا مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کی مندرجہ ذیل عبارات کے بعد اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ تمام مسلمان روئے زمین اولیاء علماء صلحاء سلاطین اسلام سب بیک قلم نیکے نزدیک کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہیں یکے کافر شیطان اور جہنمی ہیں۔

کفر کا فتویٰ

پھر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اس نے مجھ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

”کفر دو قسم پر ہے..... تا بس۔ اہل یسے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے کہ مرزا صاحب کے منکر اسی قسم کے کافر ہیں۔ جس قسم کے کافر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر ہیں۔ کیونکہ محولہ بالا دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(مرزا صاحب کا منکر شیطان ہے)

”اپنے بے شمار نشانات ظاہر و بیان کر کے لکھتے ہیں لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔“

(پشیمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

ملاحظہ فرمائیں کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب کے نشانات یا ان کے مجدد و مسیح وغیرہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہیں مانتے وہ سب شیطان ہیں۔

(مرزا صاحب کی بیعت میں نہ داخل ہونیوالا جہنمی ہے)

(۱) ’ مجھے خدا کا الہام ہوا ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں نہ شامل ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا جہنمی ہے۔‘

(۲) اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں تمیز نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مہر اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۳)

اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ کے جہنمی قرار دے دیا۔

(خلیفہ محمود صاحب کا تمام مسلمانوں کے کافر و اشرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے،

”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور اشرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(جو بھی مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور بیعت میں نہیں وہ پکا کافر ہے)

”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۱۶)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ تمام روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان اولیاء صوفیاء علماء و سلاطین اسلام و نوابان سب بلا تامل

بکے کافر رہے۔ اور گ مدعا علیہ مٹانے ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء میں کہہ دیا کہ چاہے وہ کروڑوں کیا شکھوں ہوں۔ اب اس کے بعد جس قدر بھی تاویلات مختار مدعا علیہ نے کی ہیں وہ سب اصولاً بالکل غیر منطقی اور طبعی مزاج ہو گئیں۔ مرزا صاحب اور خلیفہ دوم صاحب کی تصریحات نے ان کا خاتمہ کر دیا پس تمام دنیا کو کافر کہہ کر خود بتسلیم مرزا صاحب و گواہان مدعا علیہ کافر اور مرتد ہوئے جس کے بعد فسح نکاح تو مسلم مسئلہ ہے۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ

- (۱) اگر تکفیر وجہ ازتداد اور فسح نکاح ہو سکتی ہے تو تمام فرقہ ہائے اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کر کے مرتد ہو جائیں گے۔ الخ۔
- (۲) منہاج السنہ ج ۲ صفحہ ۶۱ پر ہے کہ خواجہ حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی نے تکفیر کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہو۔
- (۳) گواہ مدعیہ نے ۲۱ اگست کو تسلیم کیا کہ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی کو کافر کہا ان کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔
- (۴) گواہ مدعیہ نے اس کا اقرار ہے کہ ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں کہتے نہ کافر سمجھتے ہیں۔
- (۵) اول تو بحث نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں اور تصحیح بھی کر لیں تو محض تکفیر وجہ کفر و ازتداد نہیں بنا سکتی۔
- (۶) ائینہ صداقت کی تاویلات مختلف عبارات سے۔
- (۷) میرا دشمن جہنمی ہے اس پر حوالہ منصب امامت صفحہ ۶۳ و ۶۴۔
- (۸) مختار مدعیہ کا اس کو اس پر محمول کرنا کہ یہ وہ ہیں جو لوگ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں اور ان کا ایمان و اسلام ظاہر اور کفر بوشیہ اور دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر سے کرتے ہیں شریعت سے دست بردار نہیں درست نہیں عبارت منصب امامت صفحہ ۹۴۔
- (۹) پس جب ان لوگوں سے بتیں حضرت مولانا شبیدہ معاملات جائز ہیں تو احمدی مردوں سے جو مسلمان ہوں گے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دست بردار نہیں اور اپنے دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر بجا لاکر کہتے ہیں ان سے نکاح وغیرہ حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ الخ۔

(۱) جو فرقہ اسلام کے ایک دوسروں کو کافر کہتے ہیں اس کی بنا کوئی اصول کا اختلاف نہیں بلکہ محض غلط فہمی ہے

غلط ہو۔“

” لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن بلکہ اکثر واقع ہے۔“

” احمد رضا خاں صاحب کے اقوال کو کفر نہیں کہتے ممکن ہے ان کا فتویٰ اس بنا پر ہو کہ دیوبند والوں نے کسی ضروریات دین کا انکار کیا جیسے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر ایک کافر من ہے کہ ضروریات دین کے منکر کو کافر کہے گو وہ تحقیق فی الواقع صحیح نہیں۔“

” تکفیر دیوبند والوں کی غلط فہمی اور مسئلہ اصول پر ہے۔ جسے وہ بھی کفر کہتے ہیں اور برادرت ظاہر کرتے ہیں“ اسی طرح حدیث من ترک الصلوٰۃ کے ظاہری مہنوم سے کسی کو کافر کہنے کا حکم پس یہ س و س و س دونوں کا جواب ہو گیا۔ (سوالات مکہ)

(۵) تکفیر مسلمین بھی منجملہ وجوہ کفر کی ایک وجہ کفر ہے جیسا کہ اوپر تمہید میں مسلمات سے پیش کر چکا ہوں بلکہ اسے منجملہ وجوہ پنجگانہ کفریہ کے وجہ پنجم قرار دیا ہے۔ اب تو مختار مدعا علیہ کو ہی مسلم ہونا چاہیے۔

(۶) آئینہ صداقت کی عبارت میں تاویلات ناممکن ہیں عدالت میری پیش کردہ عبارات اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائے کہیں بھی کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہ صرف مغالطہ ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۷) اوپر بھی اس سے قبل یہ منصب امامت صفحہ ۶۳ و ۶۴ کا حوالہ حل ہو چکا ہے۔ وہاں کہیں بھی امام وقت کے نہ ماننے پر تکفیر اور کافر خارج از اسلام پکا کافر شیطن جہنمی نہیں قرار دیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ نیز مولانا شبیدہ کا حوالہ بھی جو ڈیشل اصولی پر غیر مسلم ہے۔

(۹) مولانا شبیدہ نے جن لوگوں سے تعلقات جائز رکھے ہیں ان کا کفر پوشیدہ اور اسلام ظاہر تھا اور یہاں کفر اظہر من الشمس ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہاں اعلان ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں ہمیں بندوں کی طرح سمجھ کر لڑکی نہ دیں ہمارے پیچھے کی نماز بنا زہ حرام سمجھیں پھر تمام ضروریات دین کا لھلا ہوا انکار اور کوئی کفریہ نہیں جسے نہ کرتے ہوں پھر یہ ان پر کیونکر تیاں کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تو انہیں منافقین کی طرح قرار دیا ہے۔ اصل بحث میں منصب امامت کی یہ تمام عبارات معہ اظہار خیانت پیش کر چکا ہوں اعادہ نہیں کرتا۔

کیا غیر احمدی یعنی مسلمان اہل کتاب نہیں

یہاں اہل کتاب کا لفظ لغوی معنی کی حیثیت سے زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے۔ کہ باوجود اس امت میں نہ ہونے یا کافر ہونے کے نکاح کن اہل کتاب سے جائز ہے۔ اور قرآن پاک نے لفظ اہل کتاب کن لوگوں کے واسطے

(کیا مدعیہ مشکہ ہے)

اس کا تعلق حیاتِ مسیح سے تھا اور اس کے خارج کرنے پر عدالتی نوٹ موجود ہے لہذا اس پر کچھ عرصہ نہیں کرتا۔

(علاوہ اختلاف عقائد کے بھی نکاح فسخ ہونا چاہیے)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسلم کش احکام مرزا صاحب اور ان کے تابعین کے پیش کئے گئے تھے۔

(۱)

تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں

(۱) ”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۲۵)

(۲) ”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ کافر ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

(۳) ”مگنہور میں ایک آدمی سے ہم ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے

پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے

ہوں اس سے شیخ یعقوب علی صاحب بائیں کر رہے تھے میں نے ان لوگوں کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقع میں

ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔“

(انوارِ خلافت صفحہ ۹۲)

(۲)

دینی معاملات میں کوئی بھی اتحاد نہیں

دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں

(انوارِ خلافت صفحہ ۹۲)

ہو سکتے اور سمجھ دار آدمی اس کو خوب سمجھتے ہیں۔

(۳)

(آپس میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی)

”احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے“ (منہج العلوی صفحہ ۲۷۷)
 جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۳۳۳ء۔ ”احمدی اور غیر احمدی میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی“
 جرح گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ ۱۳۳۳ء۔

(۴)

(کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں)

”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں“
 (انوار خلافت صفحہ ۹۰)

”غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں جائز نہیں جائز نہیں“
 (انوار خلافت صفحہ ۸۹)

(۵)

(غیر احمدی کے بچہ کا بھی جنازہ مت پڑھو)

”پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہو اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے“
 (انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۶)

(مسلمانوں سے رشتہ و ناظمہ جائز نہیں)

”غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں تا اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کو تباہ کر لیتے ہیں“
 (برکات صفحہ ۷۲)

”حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے“
(برکات خلافت صفحہ ۷۳)

(۷)

(غیر احمدی مسلمان ہندو اور عیسائی کی طرح کافر ہیں اس لیے انہیں لڑکی نہ دو)
”جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسے دین ہے جو کہ ہندو عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو“
(ملکہ اللہ صفحہ ۴۶)

جس طرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء

(۸)

(مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا)

”اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لیے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے“

(عرفان الہی صفحہ ۹۴ و ۹۵)

(۹)

(مخالفین کو سولی پر لٹکانا)

”خدا تعالیٰ نے آپ کا نام عیسیٰ رکھا ہے تاکہ پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ مدثر زاعلام احمد صاحب، اس زمانہ کے یہودی لوگوں کو سولی پر لٹکائیں“

(تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

(۱۰)

ساری دنیا کو جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو دشمن سمجھیں گے

ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی

نہیں ہو جائے اور ہمارا دشمن ہماری بھلائی کو صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں :-
(خطبہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء)

(۱۱)

(ظاہری محبت کا اظہار صرف مسلمانوں کو شکار کرنے کے واسطے ہے)

”شکاری (احمدی) کو کبھی غافل نہ ہونا چاہیے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہیے کہ شکاری (مسلمان) بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کر دے۔“

(خطبہ جمعہ خلیفہ دوم جرح ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء)

(۱۲)

(تمام مسلمانوں کی جان و مال و ایمان سے عزیز ترین ہستی کی توہین)

”ربا نکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(ڈاکٹری خلیفہ قادیان الفضل ۷ جولائی ۱۹۳۳ء)

ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو پر پہلو کھڑا کیا :-

(کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۳)

(۱۳)

مزا صاحب اور صلی اللہ علیہ وسلم میں (عیادۃ باللہ) ذرا برابر فرق نہیں

من فوق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفت و ما دانی - (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق سمجھتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا -

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

(مرزا صاحب کے خلیفہ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی دشمنی)

”مرزا صاحب“ بلحاظ ذہنی استعداد اور ارتقاء حضور علیہ السلام سے فضیلت رکھتے ہیں۔
(قادیانی ریویو جون ۱۹۳۳ء)

دیگر حوالجات بسلسلہ بیڈنگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذر چکے۔

مسلمان لڑکیاں ان کے نزدیک کتیبوں سے بدتر ہیں

ہماری دشمن جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیبوں سے بدتر ہیں۔

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

حوالجات مذکورہ بالا کی تصدیق و توثیق

”میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے احوال سند ہیں اور اس کے سوا میرے نزدیک کوئی اور شئی سند نہیں۔ گواہ مدعا علیہ نے مرزا محمود صاحب اور ان کی نصایف پر اپنا ایمان ہونا بتایا ہے۔ اب ان مذکورہ بالا اصولی و فروعی اسلام و کفر کے اختلاف اور رسول کی دشمنی کے ہوتے ہوئے وہ لڑکی اُس کے گھر کیونکر بس سکتی ہے نماز اس کے ساتھ جائز نہیں و درجائے تو جنازہ بھی نہ پڑھا جائے اُس جنتی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واسطے مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں انتہائی خلوص کے بعد بھی اُسے دشمن سمجھنا ان کا اولین فریضہ ہے سولی دینا ان کا کار منصبی وہ غریب ان کے گھر کتیبوں سے بدتر رہے گی وہ دشمن ہے جب تک پوسے طور پر احمدی نہ ہو جائے۔ نیز اور اختلافات مذکورہ ان حالات میں دنیا کی کوئی بھی عدالت اس قسم کا نکاح باقی نہیں رکھ سکتی بلکہ فوراً اُس کا فسخ کرنا ضروری ہوگا۔“

مزید برآں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیاں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر صرف اس لیے نہیں دیتے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور طبع ہوتی ہیں ان کے عقائد سے فطرتاً متاثر ہو کر دین برباد کر لیں گی پھر مسلمانوں کی لڑکیاں کیوں طلب کرتے ہیں وہ غریب بھی یہی عذر مساویانہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ کافر و مرتد اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صحابہ و ائمہ و اولیاء امم کے دشمن ہیں پس ہماری لڑکیاں بھی ویسی ہو ہی جائیں گی اس لحاظ سے ہی فسخ نکاح لازم ہے۔

خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعیہ نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابل داد ہے احمدیوں کے گھر سولی گھڑی ہوتی ہیں جہاں کوئی مسلمان عورت پہنچی انہوں نے سولی لٹکائی۔
- (۲) خلیفہ ثانی نے جس دشمنی کا ذکر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے الحج
- (۳) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ ایک مسلمان بنص قرآن ایک یہودی عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ یہود مسلمانوں اور اسلام سے اشد الناس عداوت رکھتے ہیں پھر احمدی مرد سے نکاح کیوں درست نہیں۔
- (۴) چونکہ اولاد پھر حال احمدی ہوگی پس اس کی نماز جنازہ کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔
- (۵) اگر اس قسم کے امور جو از شادی میں مانع ہوئے ہیں تو یہودی و نصرانی سے بھی رشتہ جائز ہونا چاہیے۔
- (۶) جب کہ یہودی اور نصرانی سے جائز ہے تو احمدی کی اسلامی فرقوں کی لڑکی سے کیوں جائز نہ ہوگی۔
- (۷) مرزا صاحب نے عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کو لکھا ہے۔

(دکشتی نوح صفحہ ۱۷۷)

”الجواب“

- (۱) اس طرز خطاب کو عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے باقی یہ امر تو واقعی شہادت سے متعلق رکھتا ہے کیا سڑی حاجی محمد حسین صاحب بنالوی شہید کی شہادت اس کے واسطے کافی نہیں کیا وہ سینکڑوں اس قسم کے واقعات جو زمیندار اور مبالغہ کے فائل پر تمام دنیا میں تشتت ازبام ہو چکے ہیں اور ایک کی بھی تردید نہ کر سکے اس تاویل کو باطل قرار نہیں دیتے عدالت اجازت نمونے کی درجہ تفصیلاً تمام حوالے خلیفہ محمود صاحب کے اس حکم پر عمل درآمد کے پیش کر سکتا ہوں۔
- (۲) ہرگز مولوی لوگوں والی دشمنی کا وہاں ذکر نہیں وہاں تو صاف صاف لفظ ہیں کہ ”ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے“ ملاحظہ فرمائیں انتہائی ہمدردی رکھنے والے کو بھی دشمن فرما رہے ہیں جب تک پورے طور سے احمدی نہ ہو جائے اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں شاید یہ عبارت دیکھے بغیر مختار مدعا علیہ نمونہ تاویل گھڑی ہو در نہ یہاں تو تمام تاویلات کا انہوں نے خود ہی سدباب کر دیا ہے۔
- (۳) دشمنان اسلام یہودیوں کی لڑکی لینا مسلم ہے مگر اپنی لڑکی انہیں دینا تو حرام قطعی ہے پس اگر مرزا صاحب کے بقعین اپنی لڑکی مسلمانوں کو دینا چاہیں تو یہ مذہب تاویل شاید ایک حد تک مفید ہو یہاں تو دشمنان اسلام اور

کافر مرتد ہو کر مسلمان کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے مسلم لڑکی کسی مرتد۔ کافر کی کسی اس ناب یہودی و نصرانی کے نکاح میں بھی بالاتفاق نہیں جاسکتی قطعاً حرام ہے۔

(۳) اولاد کا احمدی ہونا ہی نکاح کے نسخ کو چاہتا ہے کہ مسلمہ کے بطن کا بچہ کافر ہوگا یہ وجہ بھی یہ ہے۔ نسخ نکاح کی ایک گڑھی ہے نیز مدیگر کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح تو بہر حال بتسلیم مختار مدعا علیہ تجہیز تکفیر نہیں ہو سکتی پس کس طرح اس کے گھر بس سکتی ہے جہاں اس کے جنازہ سے بھی کفار والا معاملہ کیا جائے گا اور بد نماز جنازہ کا ذوق اور مرتدوں کی طرح وہ گڑھے میں ڈال دی جائے گی۔

(۵) یہودی و نصرانی سے رشتہ صرف اسی قدر جائز ہے کہ ہم مسلمان ان کی لڑکی لے سکتے ہیں بانی مسلمہ لڑکی اس کے نکاح میں دینا حرام قطعی ہے اور یہاں سوال مسلم لڑکی کا کافر کے نکاح میں باقی رکھنے کہے نیز ابتداء سے کافر ہونے کا اور حکم سے اور مرتد ہونے کا اور ایک مسلمہ کا شوہر اگر یہودی اور نصرانی نکاح کے بعد ہو جائے وہ نکاح بھی بالاجماع نسخ ہوگا بلکہ ایک مسلمہ منکوحہ لڑکی خدا نخواستہ مرتد ہو کر عیسائی و یہودی ہو جائے اس کا بھی نکاح فوراً نسخ ہو جائے گا گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ کو بھی جرح میں مسلم ہے اور دنیا میں روزمرہ اس قسم کے کیس فیصل ہوتے رہتے ہیں کتنے نظائر تو صرف لاجرئل الہ آباد میں موجود ہیں۔ جس کے شوہر نے زائد تنگ کیا وہ یہودی نصرانی ہو کر مرتد ہو گئی اور نکاح کے نسخ کا فیصلہ رہا۔

(۶) نہ یہودی و نصرانی سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے نہ مرزا صاحب کے کسی امتی سے وہ بھی نسخ ہو جائے گا اور یہ بھی۔ بلکہ چونکہ مرزا صاحب کے امتی مرتد ہیں لہذا ان کی لڑکی بھی مسلمانوں کو لینا جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مرتد سے رشتہ مناکحت کسی صورت پر قائم نہیں ہو سکتا نہ پہلے کا نہ بعد از مداد باقی رہ سکتا ہے بلکہ عنداٹ بلاقتنا تانی نسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ بیانات گواہان مدعیہ میں بصراحت مدلل معتبر حوالوں سے کہہ چکا۔

(۷) کشتی نوح میں اس کی تصریح نہیں کہ مرزا صاحب مسلمان لڑکیوں کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنا چاہیے جن سے دشمنی یہاں تک ہے کہ وہ کیتوں سے بدتر ہیں وہاں تو اپنی جماعت کا ذکر اور اپنی جماعت کو وصیت ہے اور اپنی جماعت کی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے یہ مسلمہ لڑکی تو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکی کافر و دشمن اور موت کے گھاٹ اتارنے کے لائق ہے جس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھ سکتے۔ جس سے کسی قسم کا دینی سلوک روا نہیں رکھتے نہ رکھ سکتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(انوار خلافت صفحہ ۶۳)

نیز یہ لڑکی جب کہ اس شوہر کے نبی کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج و جال وغیرہ سمجھتی ہے اور اس کا اعلان

بلکہ عرضی دعویٰ کی تصریح موجود ہے تو اس روکی کے ساتھ بھی کوئی باغیرت مرزا صاحب کا امتی کس قسم کا سلوک کر سکتا ہے ایک امتی کے نبی کو یوں سمجھا جائے اور وہ اس سے مراعات کرے کبھی عقل باور نہیں کر سکتی پس کوئی اگر وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی صرف یہ وجہ ہی تفریق و فسخ نکاح کی شرعاً اخلاقاً و قانوناً ثابت تھی اور نکاح ضرور فسخ ہونا چاہیے تھا۔

بہر حال نکاح فسخ ہونا چاہیے

گذشتہ ہیڈنگ کے ساتھ ہی میں نے ہیڈنگ پیش کیا تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ مدعیہ اور اس کا فریق مرزا صاحب اور ان کی امت کو کافر و اشرہ اسلام سے خارج خیال کرتا ہے اور ادھر مدعا علیہ مرزا صاحب اور ان کے امتی تمام مسلمانوں کو بشمول مدعیہ اور اس کے فریق کو کافر خارج از اسلام بتاتے ہیں اس صورت میں اگر مدعیہ اپنے دعویٰ تکفیر و ارتداد میں سچی ہو تو فسخ نکاح ہونا چاہیے اور اگر مدعا علیہ سچا ہے تو بھی فسخ نکاح ہوگا کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنا کے بعد یہ خود کافر و مرتد ہوگئی جو موجب فسخ نکاح بالاتفاق ہے یوں ہی اگر مدعا علیہ اپنے ادعا میں بھوٹا ہے تو وہ اس طرح مسلمہ کی تکفیر کر کے مرتد ہو گیا پھر بھی فسخ نکاح لازم ہے کیونکہ ارتداد کا موجب فسخ نکاح ہونا مسلم ہے اسی پر دونوں کے بھوٹے اور دونوں کے سچے ہونے کا حکم خیال فرمائیں۔ بہر حال مدعیہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو یا مدعا علیہ بول ہی مدعا علیہ جھوٹا ہو یا مدعیہ یا ہر سچے ہوں یا دونوں بھوٹے بہر حال فسخ نکاح اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔

یہ دلیل نہایت واضح اور مقدمات مسلمہ پر مبنی تھی اس کا جواب کجا مختار مدعا علیہ نے مذکورہ تک نہ کیا اور گویا کہ اسے تسلیم کر لیا۔

احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

میں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب کے متبعین ایک طرف مسلمانوں کو کافر اہل کتاب بتاتے ہیں اور دوسری طرف اپنی روکیوں کا نکاح اگر ان کا شوہر غیر احمدی ہو جائے تو بھی جائز و باقی مانتے ہیں۔ یہ اولاً صحیح نہیں (کیونکہ مسلمانوں سے ان کی روکی کا نکاح اسی طرح ناجائز ہے جیسے ہندو کافر سے ملاحظہ ہو۔ (ملکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

نیز خود مدعا علیہ نے اپنی ہمشیرہ کا دوسرا نکاح اس کے شوہر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بلا طلاق اپنی جماعت کے ایک ممبر سے کر دیا جو مشہور ہے نیز اس کا ضمنی تذکرہ جرح گواہان مدعا علیہ متعلقہ نتیجہ جدید میں اچکا ہے اور اگر یہ

صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو باوجود احمدی ہونے کے لڑکی دینے یا بعد احمدی ہو جانے کے سنبھلیں
اہل کتاب سمجھ کر لڑکی کا نکاح فسخ نہیں کرتے ہیں تو شریعہ محمدیہ میں ایک نئی شریعت جدیدہ کا اضافہ لازم آیا کہ
ان کے گمان پر مسلمہ لڑکی کتابی کے نکاح میں وہی گئی یا مرتد کے نکاح میں بعد امتداد باقی رکھی گئی جو خلاف شریعت ہے۔
حکم اور بالاتفاق کفر ہے۔

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا اور مندرجہ ذیل تاویلات کہیں۔

خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ نے بالکل نہیں کہا کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی سے نکاح جائز ہے بلکہ ناجائز بنایا ہے گواہ مدعا علیہ نمبر ایک مارنچ۔
- (۲) ہمارے نزدیک نکاح جائز نہیں اگر کوئی کفر سے تو فسخ نہ ہوگا۔
- (۳) جب کوئی سلامی شریعت ہو تو شریعت کے مطابق فسخ ہوگا اور جہاں کوئی شریعت اسلامیہ قائم نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور اس کی رو سے فسخ نہ ہوگا۔
- (۴) اسلامی ریاست ہو تو اس کا قانون جاری ہوگا۔
- (۵) ایک اپنی طرف سے فرضی مثال خلاف فقہ حنفیہ حنفیوں کی طرف منسوب کر کے پیش کی۔
- (۶) گواہان مدعیہ کے نزدیک تو ان مسلمان فرقوں کا نکاح جہنمیں وہ اپنے زعم میں کافرو مرتد خیال کرتے ہیں باطل اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہوگی۔
- (۷) (الکواکب الیمانی ٹائٹل پیج صفحہ ۷ وازالت العاۃ صفحہ ۵ وفتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲)
- (۸) پس گواہان مدعیہ اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک رافضی، اور دیوبندیوں کے نزدیک رضا خانی اور رضا خانیوں کے نزدیک دیوبندی، مقلدوں کے نزدیک غیر مقلد و بالعکس نکاح باطل اور زنا محض ہے۔ اور آج کل مسلمان فرقوں کا گزارہ ان کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے۔ اور ان کی اولادیں بھی حرام کی اولادیں ہیں۔
- (۹) پھر ریاستی قانون پر یوں نکتہ چینی کی ہے کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اسے اختیار ہے لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون نام کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً و قانوناً و عقلاً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز میں ہم اس کے پابند ہیں بہت میں اختلاف ہے۔

الجواب

(۱) اولاً یہ صحیح نہیں اس کے متعارض بھی اقوال جرح میں موجود ہیں جیسا کہ متعارض گواہان کے سلسلہ میں عرض کیا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جب ان کی روکی ہمارے نکاح میں چونکہ ہم ہندوؤں کی طرح ہیں نہیں آسکتی تو ہماری روکی ان کے نکاح میں جب کہ وہ مرتد اور تمام کافروں سے بدتر ہیں کیونکہ وہ سکے گی۔ اس میں مغالطہ کوئی نہیں یہ میرے اعتراض کی پہلی شق ہے۔

(۲) باوجود نکاح ناجائز و باطل ہونے کے فسخ نہ ہونا یہی تو شریعتِ جدیدہ کا ادعا ہے جس کا خود اعتراف ہے۔ شریعت کا تو حکم یہ ہے کہ جو نکاح ناجائز و حرام باطل ہے وہ فسخ ہے بلکہ وہ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ اسے باقی رکھتے ہیں۔ لہذا شریعت میں نئے حکم کا اضافہ ہوا جو بالاتفاق کفر ہے اور یہ ایک متفقہ وجہ کفر باقرار گواہ و مختار مدعا علیہ ثابت ہو گئی۔

(۳) یہ کہنا کہ جہاں اسلامی شریعت ہو وہاں اس کے مطابق اور جہاں نہ ہو وہاں راجح الوقت قانون کے مطابق یہ بھی شریعت میں اضافہ ہے دینی معاملات اور شرعی احکام کسی دنیوی قانون سے ترمیم نہیں ہو سکتے۔ نکاح کے بھی اسلامی پرنسپل لاء ہیں برٹش گورنمنٹ نے بھی شمار کیا ہے۔ اور وراثت، طلاق و نکاح و وقف وغیرہ برٹش قانون سے مستثنیٰ اور شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی کی رو سے برٹش حدود میں ہونے کا معاہدہ و اعلان ہے۔ اور محمد بن لائیں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

پس نکاح کے معاملہ میں کسی اور قانون کے تحت فیصلہ چاہتا یقیناً دین میں اضافہ اور دھن لم یحکم بما انزل اللہ ناد پلٹک ہم الکافرون کا مصداق اور کفر ہے۔

(۴) اسلامی ریاست کا اگر قانون مسلم ہے۔ تو اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں مرزا صاحب کے متبعین کا ارتداد بلکہ ہم اور ان کے فسخ نکاح کے فیصلہ ہو چکے ہیں۔ لہذا یہاں بھی حکم ارتداد اور فسخ نکاح ہونا چاہیے اور ملاحظہ ہو فیصلہ امیر امان اللہ خان و ریاست پٹیالہ وغیرہ۔

(۵) ان طبع زاد فرمنی، مثالوں سے کام نہیں چلتا۔ فقہ حنفی کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں جس کے حوالے بیان گواہان مدعیہ اور جرح گواہان مدعا علیہ میں متعدد پیش ہو چکے ہیں۔

(۶) گواہان مدعیہ نے کسی مسلمان فرقہ یا شخص کو سوائے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدین کے کافر نہیں بتایا۔ نہ ان کے کفر کا کوئی فتویٰ دیا اس کے متعلق گواہ مدعیہ مل و مل و مل کا اقرار جرح میں صاف صاف موجود ہے۔ نیز اپنے کافر کرنے والوں کی تکفیر بھی غلط فہمی پر مبنی کر کے انہیں بھی مسلمان اور معذور بتایا ہے۔ ملاحظہ

ہو جرح برگواہ مدعیہ نمبر اور ۲ -

ایسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا مغالطہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

اس سلسلہ میں کوکب یمانی اور قنادی رشیدیہ حصہ دوم کے غیر مسلم اور بالکل جدید وہ تین حوالے بھی پیش کر کے مغالطہ کی سعی کی ہے مگر عدالت ان رسائل کو خود ملاحظہ فرما سکتی ہے کہ محض مغالطہ کے سوا وہاں کچھ نہیں۔

کوکب یمانی حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ العالی کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت مولانا شہید کے کفر میں شک کہے وہ بھی کافر اور اس کا نکاح فسح اور اولاد غیر ثابت النسب اس سے تو بڑی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ آپ ہی اپنی کتاب تمہید ایمان اور کوکب الشہابیہ میں انہیں مسلمان مانتے ہیں۔ پھر اس مغالطہ سے آپ کے مسلمات کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ اور آپ کے متبعین کا اور ان کے نکاح و اولاد کا کیا حکم ہوگا۔ انہوں نے دوسرے رسالہ میں اس کی صفائی پیش کر دی اور بناء غلط فہمی رفع ہو گئی کبھی کسی عالم دیوبند نے کسی عالم بریلوی کو کافر نہیں کہا نہ ان کے کفر کا فتویٰ دیا مگر کوکب یمانی ان کے کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ ان کے مسلمات پر ان سے استفسار ہے۔ ملاحظہ ہوں کوٹیشن مندرجہ ذیل۔

دو خان صاحب ہی کے فتوے سے ثابت کیا گیا ہے..... بتا لازم آتا ہے۔ (ٹائٹل پیج)

”اور خوبی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں خان صاحب ہی کے فتوے کا حاصل ہے۔ (ٹائٹل پیج کوکب یمانی)“

خان صاحب کے ایسے فتوے کے بعد: صفحہ ۳۔

”خان صاحب اور ان کے معتقدین پر تو ان کے قول کے موافق“ صفحہ ۵۔

”مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی قول کے موافق“ صفحہ ۴۔

”اب اپنے ہی فرمان کے مطابق کافر ہوئے“ صفحہ ۱۰۔

”تو اپنے ہی فتوے کے مطابق کافر ہو گئے“ صفحہ ۱۳۔

”ہم نے تکفیر نہیں کی اور نہ ہمارا کام تکفیر اہل قبلہ ہے“ صفحہ ۲۲۔

جو اوپر بیان ہوا ان امور کو تو فرمائیں کہ لازم آتے ہیں یا نہیں..... اگر لازم نہیں تو خان صاحب بیان

فرمائیں ہم اقرار کر لیں گے کہ خان صاحب سچے“ صفحہ ۲۲۔

چنانچہ جب خان صاحب نے صفائی پیش کر دی غلط فہمی ختم ہو گئی جس کا اقرار جرح میں موجود ہے کہ ہم کافر

نہیں کہتے بلکہ صرف غلط فہمی طرفین سے تھی۔

اب تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی بہتان باندھے اور مغالطہ دے تو اس کا کیا علاج۔

مولف مذکورہ کے دوسرے رسائل سے بھی اس کے متعلق اطمینان کیا جاسکتا ہے کہیں بھی ملا دبریلی کی تکفیر کا

فتویٰ نہ ملے گا۔ باوجودیکہ سینکڑوں اختلافی رسائل لکھے۔

فتاویٰ رشیدیہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ جن کے نزدیک افضی کا فر ہے یا ضرورت دین یا قرآن کا منکر یا کبیر صحابہ کربہ اللہ سے اُس کے نزدیک سنی کا نکاح اُس سے ناجائز ہوگا۔ وہاں کوئی فتویٰ اپنا نہیں دے رہے۔ فتوایں کے متعلق دوسرے اُن کے خود تصنیف کردہ رسائل اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں جہاں پوری تفصیل موجود ہے غرض اس سے بھی مدعا ثابت نہ ہوا۔

ازالۃ العاریں تو ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ صفحہ ۱۰ پر درج ہے اُس سے کیا استدلال ہو سکتا ہے وہ تو ہمارا موید ہے۔

یہ کہنا محض غلط بیانی ہے کہ مقلدین کے نزدیک اور غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین کا نکاح باطل اور زنا محض ہے ایک بھی تمام دنیا میں اس کے متعلق فتویٰ نہیں۔ وہاں تو صرف تقلید یا رفع یدین یا آئین باجہر وغیرہ کا اختلاف ہے کفر و اسلام فسخ نکاح کا اختلاف ہی نہیں۔ نہ اُس کا کوئی فتویٰ نہ مقدمہ۔

اُس کے بعد اس اوجھے طرز خطاب کو عدالت خود ملاحظہ فرمائیے ”اور آج کل کے مسلمانوں کا گزارہ اُن کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے“

اُس کی تکفیر اور اُس کی غلط فہمی اور کسی کے کافر نہ ہونے کی مکمل تشریح ہیڈنگ ”کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے“ کے تحت میں کر چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں نمبر (۱) کا بھی جواب آگیا۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اُس کے اختیار میں ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً قانوناً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے۔ محض لغو ہے۔

ریاستی قانون سے نہ ہم واقف نہ ہمیں تبصرہ کا حق۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے اُس پر تنقید کرے ہمیں تو صرف یہ گزارش کرنا ہے۔ کہ مذاب یہاں فتووں پر دار و مدار نہ کسی مولوی کی شریعت پر اب تو قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے شریعت مجاہدہ علی ما جہما الصلوٰۃ والسلام پیش کی گئی ہے۔ اور اسلامی عدالت شریعتہ مجاہدہ کی پابند ہے۔ خصوصاً نکاح و طلاق وغیرہ میں سوائے شریعتہ مجاہدہ اور فقہ حنفی کے ریاست میں بھی کسی اور قانون پر مسلمانوں کے معاملہ میں عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ برٹش حدود میں بھی یہ مسلم ہے اس غلط پروپیگنڈا کی تردید میں گزارش ہے کہ:-

جب مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تصریحات ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور ان کی بیعتیں داخل نہیں خواہ ان کا نام بھی نہ سنا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کی ہو کافر و اشرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر شیطان اور جہنمی اور حرامی اور سحر ہے۔

تو اگر اس جماعت کو مسلمان مان لیا جائے اور ان کے اسلام کا کسی اسلامی ریاست میں فیصلہ کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم صوفیاء اور علماء و سجادہ نشین و محدثین و سلاطین و نوابان و حکام سب کے سب کافر خارج از اسلام تہمتی وغیرہ ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ جو کسی طرح مناسب نہیں۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کے اقرار کی توجیہ محض فضول ہے۔ کیونکہ جب گواہ نمبر ۲ نے ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو یہ تسلیم کر لیا کہ ”جہاں قرآن و حدیث میں مسئلہ مصرح نہ ہو وہاں فقہ حنفی پر عمل کریں گے“ اور اسی تاریخ یہ بھی تسلیم کر چکا کہ ”مسئلہ فسخ نکاح قرآن و حدیث کا مصرح نہیں“ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ مرتد کے فسخ نکاح کا ہے تو اب اس تسلیم کے بعد تاویل اور اس سے گریز ناممکن ہے۔ اور اس پر ہمیں مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

اصولی اختلاف

اس اصولی اختلاف کا حوالہ نہج المصلیٰ صفحہ ۲۷۷ سے اور اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلاف ہونے کی تصریح گواہ مدعا علیہ ۲ کی جرح ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء سے پیش کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل تاویلات کہ۔

- (۱) مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان ہوں۔ اور کوئی عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں۔
- (۲) اصولی اختلاف سے خلیفہ اول کی یہ مراد نہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔
- (۳) گواہ مدعا علیہ نے کہا تھا کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

الجواب

- (۱) یہ دعویٰ مدعا علیہ جب صحیح ہوتا ہے کہ اس کا ایمان مرزا صاحب اور اس کے خلفاء پر نہیں ہوتا۔ مگر ان پر ایمان لانے اور اس پر قائم رہنے کی حالت میں وہ اس کا پابند ہے اور یہ زبانی اقرار محض مغالطہ اور الفاظ بے معنی ہیں جیسا کہ مفصل شہادت و بحث میں گزر چکا۔
- (۲) ہم کب کہتے ہیں کہ اس کی مراد نماز و روزہ کا اختلاف ہے۔ بلکہ اصل اصول دین توحید و رسالت و اسلام کفر کا اختلاف ہم بھی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا ایمان نہ لانا کفر۔ ہمارے نزدیک نہ ماننا ایمان اور مرزا صاحب کا ماننا خالص کفر ہے۔ نہ معلوم یہ غلطی نہیں مختار مدعا علیہ کو کہاں سے لگی۔
- (۳) یہ تو گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے الفاظ پیش کیے اور میں نے حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء سے دیا ہے اور اس کے بجز الفاظ بھی اوپر پیش ہو چکے ہیں۔ پس یہ تمام تاویلات لاطائل اور ناقابل التفات ہیں۔

کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ کو اس میں بھی شامل ہے۔ اور تاویل کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں اصولی و فروعی اختلاف ہے۔ مدعا علیہ اپنے زعم میں مسلمان اور مدعیہ اس کے نزدیک بچے کا فرد خارج از اسلام ہیں۔ نہ نماز اس کی جائز نہ مناکحت بخلاف مدعیہ کے کہ اس کا مذہب اسی طرح مدعا علیہ کو بکا فرد مترد قرار دیتا ہے۔ نیز مدعیہ کے نزدیک مدار نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک مرزا صاحب کی تعلیم۔ مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا کفر مدعا علیہ کے نزدیک اسلام۔ اگرچہ زبان سے دونوں مدعی اسلام اور مقرر پابندی قرآن و حدیث میں۔ مگر مدعیہ کے نزدیک وہی قرآن قابل عمل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک قرآن آسمان پر اٹھ گیا تھا۔ مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح کسی اور کی وحی والہام سے مدعیہ کے نزدیک رو نہیں ہو سکتی۔ مگر مدعا علیہ کے نزدیک جو احادیث (اگرچہ صحیح ہوں)۔

مرزا صاحب کے وحی والہام کے خلاف ہیں وہ ردی کی طرح پھینک دی جائیں گی۔ مدعا علیہ کے نزدیک قرآن پاک کا وہی مطلب صحیح اور قابل عمل و حجت ہے۔ جو مرزا صاحب کے اسلام و مذہب کے مطابق ہو۔ یعنی جو مرزا صاحب اور اس کے دونوں خلفاء بیان کریں۔ اور بس ملاحظہ ہو جو گواہ مدعا علیہ ص ۲۳ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۹ مارچ ۱۳۳۳ء نیز گواہ ص مدعا علیہ کا جواب کہ مرزا صاحب کی وحی سب صحیح ہے۔ مگر احادیث کل صحیح نہیں۔ مگر مدعیہ کا اسلام و مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہی مطلب قابل ایمان و عمل ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ جو صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین اویانے امت علمائے ربانیین و بزرگان دین سمجھے اور کسی کا سمجھنا قابل اعتقاد و عمل نہیں۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کی تمام تاویلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ۔

(۱) گواہ مدعا علیہ ص کا جرن میں یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ صرف حدیث کے قرآن سے مطابقت کے سوال کا جواب تھا۔

(۲) بہر حال خلفاء کا فیصلہ ہمارے لیے درست اور قابل تسلیم ہے۔ آخر ہر شخص اپنے مقتدا اور امام کے فیصلہ کا پابند ہوگا۔

(۳) علامہ محمد قاسم صاحب بانی دیوبند کا بھی یہی مذہب ہے۔ جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا۔

الجواب

یہ محض تاویلات ناقابل التفات ہیں کسی جواب ہی کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مختصر جواب ترتیب وار عرض کرتا ہوں۔

(۱) میں نے اس سلسلہ میں برج گواہ مدعا علیہ ۲۱/۲۳/۲۷-۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء کے جوابی فقرات پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ گواہ مل کے قول کو لے کر شرح کر رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی خاص دلیل قرار نہیں دیا گیا۔ نیز جو جواب بطور مناظرہ لکھنے کے لکھایا جا رہا ہے۔ وہ سوال تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا عام مفہوم معتبر اور مراد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں جب کہ حدیث وہ معتبر ہوئی جو قرآن کے مفہوم کے موافق ہو۔ اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہے جو مرزا صاحب یا ان کے خلفاء بیان کریں تو مطلب تو پھر وہی ہو گیا۔ کہ حدیث وہی معتبر ہوگی جو مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے بیان کے موافق ہو۔ اور قرآن میں اللہ کی بھی مراد وہی ہے۔ جو ان ہر سہ صحابہ کے بیانات میں ہے۔ بہر حال تمام دین کا دار و مدار یہی صحابہ ثلاثہ ٹمبھے اور بس۔

(۲) بہر حال مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلفاء ہی کا فیصلہ درست مانتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے امام ہیں۔ پس مدعی کو بھی حق ہے کہ بہر حال فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلفاء راشدین، صحابہ و ائمہ ہدیٰ و امام ابوحنیفہ کا فیصلہ درست مانے۔ کیونکہ وہ اس کے امام اور مقتدا ہیں۔ اس طور پر بھی دونوں کے مذہب کا فرق بکلی واضح رہا اور اتحاد کا دعویٰ باطل۔

(۳) حضرت مولانا فوتوی نے عیاداً باللہ کسی کتاب میں بھی اشارہ "وکنایتہ" وہ مذہب نہیں لکھا۔ جو گواہان مدعا علیہ بیان کرتے ہیں۔ نہ ان کے نزدیک صحیح احادیث کسی امتی کی وحی یا الہام کے خلاف ہونے سے ردی کی طرح پھینک دینے کے لائق ہیں۔ وہ صرف حدیث پر روایت و درایت مستقیمہ کا ذکر فرما رہے ہیں اور شیعوں کے مقابل اہل سنت کا یہ اصول پیش کر رہے ہیں۔ کہ حدیث قرآن کے خلاف اہل سنت نہیں مانتے نہ یہ کہ کسی کی وحی کے مخالف احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پھینکنے کو فرما رہے ہیں۔ مفصل توہین احادیث کے سلسلے میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ محض حضرت مولانا پر بہتان اور مختار مدعا علیہ کا صریح مغالطہ ہے۔

مرتد کے معنوں میں تاویل

اس کے بعد کچھ مرتد کے معنوں میں ترمیم کر کے مدعا علیہ کا اقرار اسلام کو پیش کر کے اسے ارتداد سے بچانا چاہتے ہیں مگر واضح ہے کہ ضروریات دین سے انکار اور مدعی نبوت بعداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دعاوی والہامات کی تصدیق کے بعد ہزار زبان سے اقرار ہو بہر حال شرع محمدی میں وہ مرتد اور کافر ہی ہوگا۔ جیسا کہ اوپر اصل بحث اور جوابی سلسلہ پر بیانات گواہان مدعیہ میں مفصل حوالے گزر چکے ہیں۔ اور یہ مقدمہ مسل واپس ہونے کے بعد از روئے شرع شریف فیصل ہو رہا ہے۔ وہ قانونی نظام جس میں مسلمان ہونے کے واسطے صرف زبان سے مسلمان کہنا کافی تھا گو تمام

اسلامی شعائر کا منکر اور کافروں سے بدتر کافر ہو۔ وہ قانون غیر متعلق کا مقدمہ کے اس دور میں کوئی علاقہ نہیں نہ مل کے واپس ہونے کے بعد پہلی کوئی کارروائی سوائے عرض دعوائے و جواب دعوائے و تنقیح کے حجت ہے۔

مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

ان میڈنگ کے تحت لایینی تاویلات سے اس نظیر کو مختار مدعا علیہ رٹانا چاہتا ہے۔ جو میں نے مدعا علیہ کے ہی جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ سے پیش کی تھی۔ اور اسی قسم کی تاویل گواہان مدعا علیہ نے جرح میں اس کے پیش ہونے کے بعد کی تھی۔ باوجودیکہ ان تاویلات کا جواب اصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مگر پھر بھی وہی ایک دوسرے رنگ میں پیش کر دیں۔ لہذا اب دوسرے جوابی رنگ میں جواب بھی عرض ہے۔

مقدمات مسلمہ :-

- (۱) مدعا علیہ نے جو پہلے احمدی نہ تھا۔ اور بعد نکاح اس نے احمدیت اختیار کی۔
- (۲) غیر احمدی سے احمدی یا احمدی سے غیر احمدی ہونا دوسرا مذہب اختیار کرنا یا مذہب بدلنا کہا جاتا ہے۔
- (۳) ان دونوں مقدمات مسلم ہونے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نظیر مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت سے پیش کی تھی۔

”جب عورت مرد کو ظالم پاوے یا وہ اس کو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ نا موافقت ہو یا وہ مرد دراصل نامرد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عورت کو اس کے گھر میں آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتوں میں عورت یا اس کے کسی ولی کو چاہیے کہ حاکم وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کر دے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بلانا ضروری ہوگا کہ کیوں نہ اس کی عورت کو اس سے علیحدہ کیا جائے۔“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

جس کے بعد نتیجہ ظاہر ہے کوئی بھی تاویل ممکن نہیں جب کہ مدعا علیہ نے احمدیہ اختیار کر کے باقرار و تسلیم اپنے گواہ کے مذہب بدلایا اور مذہب بدلنے پر مرزا صاحب بھی اس کی منکر نہ کو حاکم مجاز کے پاس درخواست فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور حاکم مجاز کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہے نکاح فسخ کر دے۔

- لہذا مقدمہ مرزا صاحب کے مسلک پر بھی سخن مدعیہ ہونا چاہیے اور نکاح فسخ خلاصہ تاویلات ہذا۔
- (۱) مدعا علیہ نے ان مضمون میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ یہ معنی تو منصف احمد پور شریقیہ کے نتیجہ غلط اخذ کرنے سے پیدا ہو گئے اس کی ۹ فروری سٹڈ کی درخواست ملاحظہ ہو۔
- (۲) مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں اور دین دونوں کے معنی میں آتا ہے چندانکہ۔
- (۳) مدعا علیہ چونکہ اسلام پر قائم ہے اس لیے مقدمہ خارج ہونا چاہیے۔
- (۴) گواہ نے مذہب بدلنا دین بدلنے کے معنی میں نہیں لیا بلکہ مذہب کے معنی روش اور طریقہ کے میں اس نے طریقہ بدلنے کے معنی میں لیا ہے۔
- (۵) مرزا صاحب کی فرض مذہب بدلنے سے چشمہ معرفت میں وہ تبدیلی ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عیسوی موسوی وغیرہ اختیار کرے کیونکہ وہ کتاب ہی غیر مذہب کے مقابلہ پر ہے۔

الجواب

عدالت خود میری اصل بحث سے ان تاویلات کا مقابلہ فرمائے ایک بھی وہاں سے ربط نہیں رکھتی کہ ان سے اصل بحث کے مضمون پر کوئی زیادہ زد پڑتی ہے تاہم جواب الجواب کے رنگ میں مختصراً ترتیب وار عرض کرتا ہوں تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

- (۱) مدعا علیہ کے کسی خاص معنی یا لفظ تبدیل مذہب پر اس کی بناء نہیں قرار دی گئی وہ تو تائید نہیں بلکہ صرف اس کا احمدی ہونے کا اقرار ہمارے مدعا کا مثبت اور اس پر وہ جواب دہی سے اپنی آخری شہادت تک قائم رہا لہذا ہمیں منصف احمد پور شریقیہ کے نتیجہ کی صحت و سقم اور اس کی ۹ فروری سٹڈ کی درخواست سے کوئی سروکار نہیں مقدمہ اولیٰ تو صرف یہ ہے کہ پہلے غیر احمدی تھا اور بعد نکاح احمدیت اختیار کر لیا۔
- (۲) مذہب کا لفظ جن معانی میں آتا ہو اس سے غرض نہیں یہاں اس نے جو مذہب ترک کیا ہے وہ اس کے نزدیک دین و اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس پر رہنا اسلام سے خروج اور کفر تھا اور اب احمدی ہونا دین اسلام ہے لہذا یہاں اس کے لفظ نظر سے صرف مسلک بدلنا نہیں بلکہ دین بدلنا ہے۔
- نیز اسلامی فرقوں کی تبدیلی میں جہاں لفظ مذہب استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی وہاں اس میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فرعی ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے بلاکراہت نماز پڑھتے اور ایک دوسرے کو نہ صرف مسلمان بلکہ حق پر جانتے ہیں اور وہاں لفظ مذہب ان مذکورہ بالا قرآن کی وجہ سے مجازاً بمعنی مسلک بولا گیا ہے بخلاف احمدیت اور غیر احمدی مسلمانوں کے کہ یہاں اسلام و کفر کا فرق ہے اصولی و فرعی دونوں قسم کے اختلافات مسلم نہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز نہ سلسلہ مناکحت جیسا کہ تفصیلاً حوالوں سے اوپر لکھ چکا پس یہاں اگر لفظ مسلک بھی بولا جاتا تو مجازاً مذہب دین بدلنے کے معنی میں لیا جاتا ہے جبکہ مدعا علیہ نے یہاں لفظ مذہب

بدلنے کا لفظ موجود ہے۔

(۳) یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہ مدعا علیہ اسلام پر قائم ہے۔ لہذا مقدمہ خارج ہونا چاہیے اس کے اسلام و کفر و ارتداد کا مسئلہ زیر بحث ہے یہی نتیجہ ہے اس پر شہادت و بحث ہے لہذا اس کا یہاں تذکرہ ہی فضول ہے شہادت سے تو اس کا کفر ہی ثابت ہے مرزا صاحب کی اتباع کے بعد اس کے ارتداد و کفر میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جیسا کہ مدلل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور وہ تمام حوالے مرزا صاحب اور دیگر کتب کے جرح میں بھی پیش ہو چکے اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) گواہ نے ہرگز روش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں نہیں لیا ورنہ وہ اپنے معتقدات کی بنا پر لے سکتا ہے کیونکہ غیر احمدی ہونا اس کے نزدیک صریح کفر اور خروج از دائرہ اسلام بلکہ پکا کفر ہے اور اس پر وہ اپنا ایمان زور و لفظوں میں جرح آئینہ صداقت کے سلسلہ میں ۳۲۷ میں بتا چکا ہے پھر طریقہ بدلنے کے معنی میں کیونکر ہو سکتا ہے طریقہ اور روش بدناموں ہوتا ہے جہاں دونوں اصولاً متحد ہوں اسلام و کفر کا فرق نہ ہو بعض جزئیات فروع میں اختلاف ہو جیسے حنفی شافعی حنبلی و نقشبندی کہ سب ایک دوسرے کے نزدیک مسلمان اور حق پر ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز شادی بیاہ کا تعلق قائم وغیرہ وغیرہ۔

پس مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ گواہ کی مراد سے بالکل خلاف ہے یہاں مذہب بدلنا یوں ہی ہے جیسا کہ یہودی۔ نصرانی یا ہندو ہونا یا اس سے پھرتا۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی ہندوؤں کی طرح اس نے خود بحوالہ ملائکتہ اللہ صفحہ ۶۴ تسلیم کیا ہے۔ لہذا ایمان مذہب بدلنا بمعنی دین بدلنے کے ہے نہ کہ روش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں واقعات اور گواہ ۳ کا عقیدہ اس کی زبردست تردید کرنے کو کافی ہیں۔

(۵) جو غرض مرزا صاحب کی چشمہ معرفت میں مذہب بدلنے کی مختار مدعا علیہ بیان کرتا ہے اولاً اس کی طبع زاد ہے وہاں کوئی بھی کسی قسم کا سیاق و سباق میں قرینہ نہیں اور یہ کہنا کہ وہ غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے بدیہت غلط اور قرینہ نہیں کیونکہ اس میں غیر مذاہب سے کچھ کم مسلمانوں کی تردید نہیں۔ اور اگر بطرف محال ہم انہی کے قول کو تسلیم کر لیں کہ وہ تبدیلی مراد ہے۔ کہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین عیسائی یہودی وغیرہ اختیار کرے تو بھی ہمارا مدعا اسی طرح ثابت ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمان ان حضرات اور ان کے خلفاء کے نزدیک یہودی نصرانی اور ہندوؤں کی طرح کافر ہیں ملاحظہ ہو ملائکتہ اللہ صفحہ ۶۴ اور اس کی تائید مرزا صاحب کے کلام سے لی گئی ہے۔ پس غیر احمدیوں اور احمدیوں میں ویسا ہی اختلاف رہا جیسا کہ اسلام اور یہودیت و نصرانیت و ہندویت میں لہذا پھر حال تبدیلی مذہب کا لفظ واقعہ زیر بحث سے متعلق اور اس کو پورے طور پر حاوی رہا لہذا اس کی رو سے مسلمہ طور پر مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق نکاح ضرور فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ہونا چاہیے۔

فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے میری ایک زبردست وجہ فسخ نکاح کو جو نہایت بدیہی اور واضح تھی مخدوش کرنا چاہا ہے میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مقدمہ مدعیہ کے خلاف دو وجہوں سے ہوا۔ پہلا ممالک غیر کا فتوے نہیں پیش ہو سکا ۲ دوسرے قانونی بعض نظائر موجود تھے مگر اب جب کہ ممالک اسلامیہ کا ایک زبردست فتویٰ علماء حرمین مکہ و مدینہ کا دوسری بحام الحرمین، مختار مدعا علیہ نے خود علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس کے کہ شروع میں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے متبعین کے مقصدات لیے ہیں اور اسی لین میں انہیں عقائد میں چونکہ علماء دیوبند کا تذکرہ تھا لہذا ان پر بھی کفر لگایا گیا ہے وہ غلط فہمی رفع ہو گئی اور اس کی تردید ہو گئی تو وہ فتویٰ واپس لے لیا۔ جس کے لیے نایبہ الماملول علامہ بوزنجی مدنی کا پیش کیا تھا۔ بہر حال وہ فتویٰ مرزا صاحب کے حق میں اب تک باقی ہے۔ اور خود مدعا علیہ کے شاید کا پیش کیا ہوا۔ اور نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ حجاز و حرمین کا مسلم علماء و مشائخ کا دوسرا فتویٰ علماء شام کا جو گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے پیش کیا اور فیصلہ دربار میں یہ موجود ہے کہ کفر و اسلام کا معاملہ علماء اسلام ہی کر سکتے ہیں۔ پس علماء حرمین و ممالک اسلامیہ کے فیصلہ و فتوے کے بعد مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ارتداد بلا شبہ ثابت ہے نیز علماء اسلام میں کوئی ایک مسلم عالم یا کوئی ایک اسلامی فرقہ بھی اس کے خلاف نہیں۔ دوسرے نظائر پیش کردہ کو فیصلہ دربار معلیٰ نے غیر متعلق قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو فیصلہ دربار معلیٰ پس اب یقیناً نکاح فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ و گری ہونا چاہیے۔

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) وہ شام کے علماء کا فتویٰ نہیں بلکہ میرے ایک ٹرکیٹ کا جواب ہے جو رشید قاسم نے لکھا ہے۔ اور وہ ایک تاجر ہے اس کی قابلیت اور دماغی حالت معلوم کرنے کے واسطے یہی کافی ہے۔
- (۲) گواہ مدعیہ ۳ سے جب جرح میں دریافت کیا تو رشید قاسم سے لاعلمی ظاہر کی۔

الجواب

(۱) یہ عجیب بات ہے کہ وہ فتویٰ نہیں ہے کیونکہ رشید قاسم ایک تاجر آدمی میں اور تاجر عالم نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء سنی سید الانبیاء علی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت کی تاجر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ خلافت و ولایت کے نہ علم و کمال و افعال کے باقی چونکہ انہوں نے ممالک اسلامیہ اور خصوصاً شام میں مرزا صاحب کے خلاف ایک بے حداری پیدا کر رکھی ہے۔ اور ان کے مشن کو ان سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ یہ ان کی دماغی و علمی حالت پر جو بھی تبصرہ کرے بجا ہے۔ بہر حال وہ ایک عالم کا فتویٰ ہے اور دوسرے علماء اس کے مؤید ہیں وہ مفصل فتویٰ اور اس

ماہنامہ "جہاد" نے بخیر اور اخبار زمیندار لاہور میں متعدد مرتبہ علماء شام کے فتویٰ کے میدانگ سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے نیچے دیگر علماء کے بھی دستخط ہیں۔ یہ تمام تاویلات محض بے کار ہیں۔

(۳) گواہ مدعیہ نے اپنی ذاتی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ باقی ان کے علم و فضل کا کوئی انکار اور اس سے لاعلمی نہیں اور نہ کسی کی علمی شہرت معلوم کریں۔ اس سے بلا واسطہ ملاقات کی شرط ہے۔ ملاحظہ ہو اصل الفاظ جرح گواہ مدعیہ سے ۲۹ اگست ۲۰۰۳ء اور اگر بالفرض مختار مدعا علیہ کے یہ شبہات ہم صحیح تسلیم کر لیں گویں، یہیں جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں تو بھی ہمارا اصلی استدلال بحالہ موجود ہے۔ کیونکہ اولاً تو میں نے انہیں کاپیٹیشن کردہ فتویٰ علماء مکہ و مدینہ حسام الحرمین کو بنا۔ اسدلال بنایا ہے۔ اس کا کوئی جواب بھی نہ دے سکے بہر حال ایک فتویٰ نہ صرف علماء مالک اسلامیہ بلکہ خیر البلاد حجاز کے مسلم علماء و مشائخ گواہ مدعا علیہ کاپیٹیشن کردہ موجود اور لا جواب و مسلم ہے۔ پس فتوئے مالک اسلامیہ کا ثابت ہے۔ اور نظام قانونی بروئے فیصلہ دربار معلیٰ غیر متعلق ہیں۔ پس مقدمہ کج مدعیہ یقیناً ڈگری ہونا چاہیے۔

نوٹ :

اس کے بعد حسام الحرمین اور علماء دیوبند و بریلی کا طولانی قسط ہے۔ جسے میں اخیر بحث میں جب کہ اپنے گواہوں پر سے اعتراضات دفع کروں گا۔ اس وقت نوں گا۔ اور وہیں سے یہ دراصل متعلق بھی ہے۔

(گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب)

اس سلسلہ میں جو میں نے مکمل لسٹ پیش کی تھی۔ اس کے بعض نمبروں کی کچھ تاویلیں مختار مدعا علیہ نے کرنی یا ہی ہیں۔ اور اکثر تو بالکل لا جواب اور گواہوں کے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کو کافی ودانی ہیں۔ میں تاویلات کا خلاصہ لے کر نمبر وار جواب مگر نہایت ہی مختصر عرض کرتا ہوں ہاں پہلے اپنے اصل اعتراضات اور تنقید کا خلاصہ بھی مختصر الفاظ میں پیش کروں تاکہ بعد کو متعدد مرتبہ اسے نہ لانا پڑے۔

خلاصہ تنقید -

یہ اصل فریقین کو مسلم ہے۔ کہ کسی کا مذہب دربیانت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھ کر حکم لکھا جائے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ اس عنوان علماء کفر کا فتویٰ لہذا کوئی کسی سلسلہ کا تمام لٹریچر دیکھے بغیر اس کے اسلام کے متعلق اخیر فیصلہ نہیں مے سکتا۔ کیوں کہ اس کے اسلام کا پتہ تو جب چل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام معتقدات کا علم ہوا وہ معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی بھی عقیدہ کفریہ اسلام کے خلاف نہیں۔ بخلاف کفر کا حکم لگانے کے واسطے اگر قطعی طور پر ایک کسی کا صریح و صاف کفریہ معلوم ہو جائے۔ تو کفر کا حکم ان معلوم کفریات پر لگا سکتے ہیں۔

گو دیگر کفریات یا اس کے تمام معتقدات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو مجموعہ اعتقادات کے بعد ثابت ہوگا۔ اور کفر کے واسطے ایک صریح وجہ بھی کافی گو اور کسی چیز کا علم نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص صراحتہ نماز کی نفلت کا انکار یا قرآن کا انکار یا بت کو سجدہ کرے۔ تو ہم صرف اسی پر حکم کفر لگا سکتے ہیں۔ گو دوسرے حالات کا ہیں علم بھی نہ ہو۔ اسی اصول پر مرزا محمود صاحب نے تمام چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج صرف مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مسلمانوں کے تمام معتقدات کا ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ مل جو سلسلہ احمدیت یا مذہب مرزائیت اور اس کے بانی و تبعین کا اسلام ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوا ہے۔ اس کا حکم مارچ ۱۹۳۳ء بحوالہ صریح اقرار ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے سب لٹریچر نظر سے نہیں گزے۔ جو اس وقت تک شائع ہونے اب اس معاملہ میں اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ہونا بالکل واضح تھا۔ مگر اس میں بھی غیر متعلق تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) گواہ مدعیہ کی جرح کی عبارت محرف کر کے پیش کی اور عدالت کو مغالطہ دیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکے ہیں۔ وہ سب میری نظر سے نہیں گزے۔
- (۲) اس سے دیگر مصنفین کی تصانیف مراد ہیں۔ جن کا دیکھنا ضروری نہیں۔ نہ کتب مرزا صاحب۔
- (۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے واسطے اس کی تمام تصانیف کا دیکھنا ضروری نہیں قطعاً باطل ہے۔ بلکہ مبہم و ذوالوجہ عبارات دوسری عبارات سے حل ہوں گی۔ نیز اس کے سیاق و سباق و دیگر تصانیف سے۔
- (۴) مختار مدعا علیہ کا اصول گواہ مدعیہ مل کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو برج ۲۰ اگست ۱۹۳۳ء ایک مصنف کا باب تک ماقبل وما بعد معلوم نہ ہو۔ اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے۔
- (۵) اور واضح ہے کہ فتویٰ دینے کے بارہ میں گواہ مدعیہ مل کا قول بہ نسبت مختار مدعا علیہ کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ مل بقول اس کے دارالعلوم دیوبند کا مفتی ہے۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں۔
- (۶) پھر گواہ مدعیہ مل کو بھی اس کی جرح سے ایک فقرہ سے مجروح کرنے کی سعی کی۔

الجواب

- (۱) میں نے کوئی بھی عبارت محرف نہیں کی عدالت کو خود ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ میں نے وہاں بھی اصل عبارت پیش کی تھی۔

حوالہ یہ محض مفالطہ ہے۔

(۲) یہ تاویل کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے مرزا صاحب کے سوائے دوسرے مصنفین کے مراد ہیں محض غلط اور اب بحث ناقابل التفات ہے۔ گواہ اپنے الفاظ کا پابند ہے۔ نیز کسی سلسلہ یا مذہب کے لٹریچر میں اس کے باقی سلسلہ کا لٹریچر سے مقدم آنا ہے لہذا یہ تخصیص علاوہ بے ربط ہونے کے تحقیق کے ہی خلاف ہے۔ پھر سلسلہ احمدیہ میں جس طرح مرزا صاحب کی تصانیف قابل اہمان لائٹ کے ہیں یوں ہی ان کے خلفاء کی پس مرزا صاحب کے سوا مطلقاً دیگر تصانیف کا اخراج بھی نافع نہیں۔ اور گواہ آئینہ صداقت مرزا محمود صاحب کے مطالعہ سے صراحتاً "الکار کر چکا ہے بہر حال"۔ تاویل میں فضول ہیں۔ اور سلسلہ کی کل کتب یقیناً اس نے نہیں پرکھیں۔ جیسا کہ جرح میں جا بجا آیا ہے۔ اور اس قدر لاعلمی کے ساتھ اس سلسلہ کی صفائی کے گواہ ہرگز قابل نہیں ہو سکتے۔

(۳) میں نے اس مسئلہ کو مدلل اٹلہ سے بیان کیا ہے۔ کسی حاشیہ آرائی کا وہ محتاج نہیں۔ مصرع کفر ہونے کے لیے کل عقیدے یا کل کتب کے مطالعہ کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً دعویٰ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً آخر نبی ہونا وغیرہ ایسا مصرع ہے کہ کسی کتاب میں اس کے بعد اس کے خلاف نہیں وغیرہ ذلک۔ باقی مبہم عبارات کے حل کے لیے ضرور اس عبارت یا مخصوص ایسی مسئلہ کے متعلق اس شخص کی دیگر تصانیف دیکھنی ہوں گی تمام کی تمام دیگر مسائل کے متعلق اس کی تصانیف دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور یہی مطلب صرف گواہ مدعیہ کا ہے۔ اصل بحث و جرح سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ تاویل محض بیکار ہے۔

خیر فتویٰ کے متعلق مولانا محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ کا کوئی معتبر اور جاننے کے لائق تسمیم کر لیا۔ اور انہیں ہندوستان کی مرکزی درس گاہ کامفتی بھی اس سے توہماتے گواہ کی توہین ہے ہر حال ان کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق مذہبی نقطہ نگاہ سے مختار مدعا علیہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ معتبر اور قابل ماننے کے ہوگا۔ باقی رہا مختار مدعیہ کا معاملہ وہ تو نہ گواہ ہے نہ شاہد نہ اس پر جرح کہیں پر کوئی اثر ڈالے اس کے متعلق یہ کہنا کہ۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں، یہ بھی اس کی عزت افزائی ہے درنہ مرزا صاحب تو ہم لوگوں کو بد ذات فرقہ اور جنگلی سوز اور نہ معلوم کیا کیل کہتے ہیں یہیں تو مختار مدعا علیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ آدمی تو مان یا معمولی آدمی ہی ہے۔ یہیں کب برابر ہونے کا دعویٰ ہے۔ مرزا صاحب تو ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو فرماتے ہیں کہ ایک معمولی آدمی تھا۔ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہ ہونا معمولی آدمی ہونے کو کافی نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ کے ہی کسی یونیورسٹی کے سنڈیا فٹہ تھے نہ خلیفہ اول و دوم البتہ یہ اس کی غلط بیانی یا تاواقفی ہے۔ کہ مختار مدعیہ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ اسے معلوم

ہونا چاہیے کہ جس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے۔ وہ منشی فاضل و مولوی عالم و مولوی فاضل الہ آباد یونیورسٹی دکننڈا یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی یمنوں جگہ ہے۔ اگر مدت ضرورت محسوس فرمائے تو تمام ساری ٹیکٹ بھی پیش کئے جاسکتے ہیں میری عرض صرف مختار مدعا علیہ کے اوچھے پن کا اختیار کرنا ہے۔ ورنہ وکیل پر تنقید کا کوئی اثر ہوکل یا کیس پر نہیں پڑتا ہاں اب یہ اصول تنقید مختار مدعا علیہ کے متعلق نہ بحیثیت مختار بلکہ گواہ سلسلہ تنقید گواہان مدعا علیہ ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

کل کتب مرزا صاحب کی بالاستیعاب نہ دیکھنا اور چیز ہے۔ اور عبارت کا سیاق و سباق نہ دیکھنا اور چیز اس مغالطہ سے گواہ مجروح نہیں ہو سکتا۔ دوسرے گواہ مدعیہ کا بحیثیت مفتی اسلام پیش ہوا ہے اور وہ شرعی مسائل کا دراصل شاہد ہے اگر وہ یہ عبارات بھی نہ دیکھتا جب بھی اُس کی ان تنازعہ مسائل ختم نبوت وحی نبوت دعویٰ نبوت توہین انبیاء تکفیر امت انکار شجرہٴ اہلساد وغیرہ میں معتبر اور بقول مختار مدعا علیہ قابل ماننے کے تھے مرزا صاحب کی عبارت کے واسطے تو گواہ الف و ب و س و پیش ہوئے ہیں جنہوں نے غالباً مرزا صاحب کے متبعین سے بہت زائد ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔

(۲) (دربار معلیٰ کی توہین)

یہ عدالت نے غیر متعلق قرار دے کر خازن کر دیا ہے لہذا اس پر کچھ بحث کی ضرورت نہیں البتہ اُس کے تحت دو امر اور پیش کئے ہیں ایک تو اپنی سرسج غلط بیانی کی تزیہ کرنے کی سعی کی ہے دوسرے دو غیر مجروح شاہدوں پر فرضی یا ظلی دہروزی جرح قائم کی ہے میں اس کے الفاظ کا خلاصہ نے کہ جواب عرض کروں گا۔

(خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ کہنا کہ فتویٰ کفر کی بنیاد صرف ملہ کے قوال پر رکھی گئی ہے۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست ہے۔

(۲) شیخ الجامعہ صاحب نے جو اہل پیش کئے تھے جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے ان کا جواب ہو گیا تو گواہ علماء کے اقوال ہی رہ گئے۔

(۳) گواہان مدعا علیہ نے مدعا علیہ کے یمان اور اُس کا عقیدہ قرآن مجید اور حدیث اور سلف کے موافق ثابت کر دیا ہے۔ لہذا مختار مدعا علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض باطل ہے۔

(۴) گواہ نمبر الف و ب کے بیاناتوں میں وہی امور تھے جو دوسرے شاہدوں نے بیان کئے ہیں دوسروں کی جرح گویا ان پر ہے لہذا وہ بھی مجروح باطل ناقابل التفات ہو گئیں۔

الجواب

(۱) یقیناً یہ کہنا ہے کہ اس جدید دور میں تکفیر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے۔ عدالت کے سامنے ایسی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کے بعد اس گواہ کی گواہی قبول ہی نہیں ہو سکتی۔ عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی بھی فتویٰ پیش نہیں کیا گیا۔ تذکرہ علماء شام کے فتویٰ کا صرف دو لفظوں میں ذکر ہے باقی تمام مسائل آیات قرآنی احادیث نبویہ آثار صحابہ و تابعین و ائمہ فیصلہ متکلمین و اسلاف سے جو صحت بلا کسی تاویل کے ثابت کئے گئے جس میں ہر اقسام سے تقریباً (۵۰) دلائل تولا ہوا ہے ہیں جس کے جواب کا ہمیں عمومی و خصوصی کسی طور پر تذکرہ تک نہ آیا پھر کیا یہ مذکورہ بالا قول کہ صرف بنا علماء کا فتویٰ ہے محض دروغ اور غلط بیانی نہیں۔

(۲) یہ کہنا کہ شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا جواب دے دیا بس گویا کہ صرف فتاویٰ رہ گئے یہ کیسی بے ربط تاویل ہے اس بنا پر تو یہ کہنا چاہیے کہ کوئی بھی دلیل نہیں رہی کیونکہ یہاں پر فتویٰ کا پتہ ہی نہیں۔

نیز حضرت شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا کوئی بھی جواب بن نہ سکا جیسا کہ اوپر مفصل پیش کر چکا۔ علاوہ بریں سوائے ایک آدھ باتوں کے شیخ الجامعہ صاحب نے جو تمام گواہوں سے علیحدہ آیات و احادیث بن کر تھیں ان کا جواب کجا جوابی بحث میں تذکرہ یا اصولاً بھی تردید نہ آئی لہذا ان کا بیان تو بہر حال لا جواب ہے۔ نہ وہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ یہ مختار مدعا علیہ کا صریح جھوٹا سبب ہو سکتا ہے۔

(۳) عدالت خود واقف ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا عقیدہ کہاں تک قرآن و حدیث و اسلاف کے مطابق ثابت کر سکے مدعا علیہ کیا صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کا ایمان تو حید و رسالت اور ضروریات دین پر ثابت نہ ہو سکا۔ بس اصل اعتراض بحالہ موجود ہے۔

(۴) شاید مختار مدعا علیہ کو معلوم نہیں کہ بعض گواہوں کے مجروح کرنے سے دوسرے جرح سے سالم گواہ قانوناً مجروح نہیں ہوا کرتے نہ اس قسم کی تاویلات کو کوئی جوڈیشل حیثیت حاصل ہے۔ لہذا وہ دونوں شہادتیں بالکل جرح سے سالم ہیں اور اس طور پر کہ باوجود وقت دیئے جانے کے مدعا علیہ نے جرح سے انکار کر دیا۔

مزید براں ان شہادتوں پر دیوبندی ہونے کا بھی اعتراض نہیں۔ پس جوڈیشل حیثیت سے وہ گواہان بہت ہی قابل وقعت ہیں۔ خصوصاً نمبر الف کا پوزیشن بھی ہائی پوزیشن ہے۔

(۳) گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۰۰ (معلومات پر بحث)

اس سلسلہ میں منجملہ اور اعتراضات کے صرف میرے ایک اعتراض کی تاویل کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے۔

(پیش کردہ کتب سے مختار مدعا علیہ کی واقفیت)

- | | | |
|------------------|--|------|
| گواہ مدعا علیہ ۱ | فتوحات بکیہ کل نہیں دیکھی۔ | (۱) |
| یکم مارچ ۳۳ء | شرح فقہ اکبر کا علم نہیں کس کی ہے۔ | (۲) |
| ۷ مارچ ۳۳ء | بحر الرائق کا اصول تکفیر معلوم نہیں۔ | (۳) |
| ۸ مارچ ۳۳ء | اشارات زیدی تمام کا مطالعہ نہیں کیا۔ | (۴) |
| ۹ مارچ ۳۳ء | منصب امامت پر لورا نہیں پڑھا | (۵) |
| ۱۲ مارچ ۳۳ء | بسوط دیکھا ہی نہیں۔ | (۶) |
| ۱۳ مارچ ۳۳ء | ہدیہ مجددیہ کا مصنف نامعلوم۔ | (۷) |
| ۱۴ مارچ ۳۳ء | جامع الشواہد کا مصنف نامعلوم۔ | (۸) |
| ۱۵ مارچ ۳۳ء | بھونچال بر لشکر و جال کا مصنف نامعلوم۔ | (۹) |
| ۱۶ مارچ ۳۳ء | تحدیر الناس کل مطالعہ نہیں کی بلکہ اکثر۔ | (۱۰) |
| ۱۷ مارچ ۳۳ء | گواہ ۱ | |

اس سے گواہ کی لاعلمی اور قایلیت نیز جو توالے جس مسئلہ کے متعلق پیش کئے ان کی حقیقتہ آشکارا تھی اور کسی تاویل کی حاجت بھی نہ تھی مگر پھر بھی تاویل پیش کیں کہ ان سے گواہ ۱ مدعا علیہ کی شہادت پر میرا ثمن پڑتا۔

(خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ)

- (۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ ۷ مارچ کو گواہ نے یہ بھی کہا کہ بحر الرائق میں یہ ہے کہ اکثر کے متعلق میں اتنے نہیں دیتا اور کسی کے کلام کا الخ
- (۲) فتوحات بکیہ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ جس غرض کے واسطے گواہ مدعا علیہ ۱ نے اس کا مطالعہ کیا تھا اس کے لیے کل پڑھنا ضروری نہ تھا۔
- (۳) دوسری کتب کے متعلق یہ ہے کہ ان کی جو عبارت پیش کی گئی اس کے اندر اس کے خلاف کوئی عبارت نہیں جس سے اس کے مفہوم میں فرق آئے لہذا بالاستیعاب پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔

- (۴) ہدیہ مجددیہ کے مصنف کا نام اُس وقت یاد نہ تھا کتاب پر لکھا ہوا ہے یہ بتایا تھا۔
- (۵) جامع الشواہد اور مہمو نچال بلہ لشکرِ دجال کے مصنفین کے متعلق ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکے گا کہ قلدہ تھے یا غیر مقلد گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۲ لفظ ۱۲ مارنچ کو کہے تھے نہ مختار مدعیہ کے پیش کردہ۔
- (۶) گواہ مدعیہ ۱۱ جو مفتی دارالعلوم دیوبند ہے اُسے بھی مندرجہ ذیل امور معلوم نہیں۔
- (الف) مجھے نہیں معلوم کہ دیوبندیوں نے سوائے قادیانیوں کے کسی کو کافر کہا ہو۔
- (ب) مسیلمہ نہ نبوت مستقلہ کا مدعی تھا نہ اُسے کوئی شریعت اسلام کے مقابل قائم کی تھی نہ میرے علم میں قرآن کے مقابل کوئی آیات قائم کیں۔

- (ج) امام شافعی احمد بخاری نسائی سید عبدالقادر جیلانی ابن عربی پر کفر کے فتوے کا مجھے علم نہیں۔
- (د) مسلم کے شارحین کو میں نہیں جانتا مجھے نہیں معلوم محمد حسین صاحب بٹالوی نے کس سن میں فتویٰ دیا اور کس نے خاتم کے معنی خاتم النبیین میں مہر کے لیے اور خاتم الادیان مرزا صاحب نے کہا ہے یا نہیں۔

الجواب

اجمالاً صرف اس قدر گزارش ہے کہ عدالت خود ان تاویلات کو ملاحظہ فرمائے کہ کیا کتب پیش کروم سے ناواقفی کا الزام دفع ہو گیا۔ بلکہ اور اقرار ہو گیا ہاں اس کی حکمتیں مصالح بیان کیں کہ اس وجہ سے نہیں دیکھا مگر جواب تو نہ ہو سکا لاطعی تو بحال رہی مفصل جواب ترتیب وار۔

(۱) بحر الرائق کا اصول تکفیر تو نہ معلوم ہو سکا گواہ اور امیر تباے اس کے متعلق تو یہی اقرار ہے کہ ”بحر الرائق کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں کہ اس کا کوئی اصول ہے یا نہ“ جس کتاب سے فتاویٰ کفر نقل کئے اس کے اصول تک کا پتہ نہیں ایسے شخص کے نقل کا کیا اعتبار۔ اور پھر جو نتیجہ مرتب کیا وہ بوجہ اصول سے ناواقفی کے محض غلط خلاف واقعہ جیسا کہ علماء و فتویٰ تکفیر کے تحت بحث میں پیش کر چکا۔

(۲) اتنی ضخیم کتاب جب پڑھ نہیں سکتے تھے تو اس کے حوالہ اور غلط مطلب متکلم کی مراد کے خلاف پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز اس لیے کل کے مطالعہ کی ضرورت تھی کہ ان کی عادت ہے اپنی اصطلاحات مختلف ابواب میں معمولی سے تعلق سے بیان کر جاتے ہیں پس جب تک کل پر عبور نہ ہو ان کی عبارت کا مطلب بھی ان کی اصطلاح اور مسلک کے مطابق معلوم نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں کیریت دیواقت سے اوپر حوالے پیش کر چکا ہوں، بہر حال کسی وجہ سے لاطعی و ناواقفی کا اعتراف بحال ہی رہا۔

(۳) جب بالاستیعاب کتاب ہی نہیں دیکھی تو کیا پتہ کہ اس میں کوئی عبارت اس کے متعلق یا اس کے خلاف ہے یا نہیں علاوہ اس علت کے مہمل ہونے کے ناواقفی کا اقرار ہے۔

(۴) کتاب پر لکھا ہوا یہ مصنف اور اس کے مسلک کی لاطعی تو بہر حال اس کتاب سے ناواقفی کا

ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ کتاب پر لکھا ہوگا دیکھ لیا جائے کس خیال کے آدمی ہیں اس سے زائد ناواقفنی کیا ہوگی پھر اس وقت کہا تھا کہ بحث میں پیش کریں گے اس میں بھی باوجود مطالبہ کے نہ پیش کر سکے نیز مختار مدعیہ نے منطقی مفہوم یا الفاظ پیش نہیں کئے عدالت خود مسل سے معائنہ فرمائے جہاں کہیں مفہوم جرح کا ایسا ہے وہاں بھی خلاف نہیں۔

(۶) گواہ مدعیہ مٹ پر فرضی اعتراض کرنے سے گواہ مدعا علیہ مٹ کی جرح کی تو صفائی نہیں ہو سکتی۔ نیز گواہ مدعا علیہ کی اپنی پیش کردہ کتب سے ناواقفنی ثابت ہے جنہیں وہ خود شہادت میں استدلالی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ بخلاف گواہ مدعیہ مٹ کے کہ اس کی لاعلمی غیر متعلق امور نہیں ہے جن کے جواب کا بھی وہ جوڈیشل اصول اور ایکٹ شہادت کی رو سے مکلف نہ تھا۔

تفصیلاً گواہ مدعیہ نمبر ۱ کی صفائی

(الف) یہ بالکل صحیح ہے کہ علمائے دیوبند نے سولے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کسی کو کافر کہا ہی نہیں پس ایک غیر ثابت شدہ چیز کا علم کیونکر ہو سکتا ہے نیز اس کے علم کی مقدمہ اور شہادت کے سلسلہ میں ضرورت ہی کیا تھی ایک غیر متعلق سوال تھا۔

(ب) گواہ نے اپنے علم اور اپنی تحقیق کا جواب بالکل صحیح تحقیق کے تحقیقات کے مطابق جواب دیا ہے اور گواہ اپنی ہی علم کی شہادت دیتا ہے نہ کہ سنی سنائی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔

(ج) ان بزرگوں پر کسی مسلم بزرگ نے فتویٰ کفر نہیں دیا۔ غیر ذمہ دانا فتاویٰ کفریہ کی مکمل لسٹ کا حفظ کب ضروری تھا۔

پھر یہ سوال بھی غیر متعلق تھا جس کا جواب اصولاً ان پر ضروری نہ تھا اور نہ اس کے واسطے پیش ہوئے تھے نہ ان بزرگوں کا کفر و اسلام زیر بحث تھا اور جرح میں اس کی کافی تفصیل بھی دی ہے اور مستقل اس کے متعلق ایک اصول بھی بتلا دیا ہے جس کے بعد تفصیل جزئیات کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے

(د)

مسلم کے متعدد شارحین ہیں۔ اور سب غیر حنفی ہیں۔ پس حنفی مفتی کو ان سے کیا تعلق۔ نیز انہوں نے شرح مسلم سے کوئی حوالہ ہی نہیں دیا حتیٰ کہ کتب پیش کردہ سے لاعلمی یا ناواقفنی ثابت ہو اور عالم جمیع ممالک و مایکون سوائے اللہ عالم الغیب والشہادت کے کوئی بھی نہیں پھر یہ اعتراض کیا ہے فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ سے تو پورے واقف ہیں۔ ان کے قابل اعتبار اور ماننے کے لائق ہونے کا تو مختار مدعا علیہ کو بھی

اعتراف ہے۔

(۵) محمد حسین بنالوی کافقوی نے انہوں نے پیش کیا نہ ال کے مضمون بتانے کے مکلف نہ ان کے منصب و حیثیت پر اس سے کوئی زد و ساری دنیا کے توگما شدہ نہیں۔

خاتم کے معنی اس آیت میں مہر کے اسلاف نے جن پر اعتماد کیا جاسکے نہیں کیے ہر کس و ناکس کی تحقیقات کا تو کوئی مکلف نہیں مرزا صاحب کے تمام لٹریچر کے حفظ کا ان سے کیا تعلق تھا جب کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ابا وجود مبلغ جماعت ہونے کے تمام لٹریچر سے آج تک ناواقف ہے اگر وہ یہ پیش کرتے اور حوالہ نہ بتا سکتے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے کیا تو ضرور ان پر زد آتی بہر حال یہ صرف مغالطہ نما و دہی محمد اللہ بالکل صاف ہو گیا۔

(گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے جوابات میں تعارض کا رد)

(۱)

خلاصہ قول مختار مدعیہ

اجماع کے متعلق کہ پہلے یہ کہا کہ بلا استثناء تمام امت اجماع کرے اور پھر اکابر اور بزرگ کا اجماع قرار دیا جواب یہ ہے کہ گواہ کے اصل الفاظ وہ نہیں بلکہ یہ ہیں لہذا تعارض نہیں۔

الجواب

میں اس کے جواب میں جرح سے ہر دو عبارات نقل کر کے فیصلہ عدالت کی امتیازی رائے پر چھوڑنا ہوں کسی مضمون مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثناء کے اجماع کرنے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

(جرح گواہ مدعا علیہ ص ۹ مارچ ۳۳)

پھر اس سے خلاف اس تاریخ میں یہ بھی کہا۔

۱ ہمارے نزدیک اجماع امت وہ ہے کہ تمام امت کے بزرگ اور مسلمہ اکابر اس کو مانتے چلے آتے ہوں۔ جرح گواہ مدعا علیہ ص ۹ مارچ ۳۳۔ اول قول میں تمام کی تمام امت بلا استثناء اجماع کے لیے بتائی ہے اور دوسرے میں صرف امت کے مسلمہ بزرگ و اکابر تعارض ظاہر ہے۔

(۲)

اصل اعتراض ۹ مارچ ۳۳ رد الجواب جرح کہا۔ اشارات فریدی ج ۲ خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی اکن الدین

سے سبقاً سبقاً نہیں سنی۔

پھر ۱۲ مارچ سوالات مکرر کے جواب میں کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی

اور تصحیح کی ہے۔

حالانکہ راج ۳۳۳ کو جواب جرح یہ تسلیم کر چکا ہے کہ۔

اشارات فریدی میں خواجہ صاحب کے اپنے اقوال میں جو ان کے بعد مرتب کئے گئے اور بعد وفات ہی شائع ہونے۔

اب تعارض دفع ہی نہیں ہو سکتا پہلے دونوں اقوال میں یہ توجیہ کی تھی کہ میں نے خود ہی سوالات مکرر میں اصلاح تصحیح کر دی تھی۔ مگر مختار مدعیہ کی غرض دوسرے اور تیسرے کا تعارض ہے جو بدستور قائم ہے دفع نہ ہو سکا۔

(۳)

چندہ امانہ کرنوالا بیعت سے خارج ہے اور پھر بھی اسے احمدی مسلمان بتایا گیا نظام جماعت سے خارج حالانکہ آئینہ سداقت صفحہ ۳۵ سے تسلیم کر چکا۔ جو بیعت نہیں کتا وہ کافر داسرہ اسلام سے خارج اس میں جو نظام جماعت اور احمدیت کافر قائم کرنا چاہا وہ باطل ہے کیونکہ بیعت سے خارج ہونے کی مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں وہاں نظام جماعت وغیرہ کا کوئی برتنہ نہیں یہ صرف اپنی تصنیف و ایجاد ہے

(۴)

یسع موعود نبی میں اور نبی مشرکانہ عقیدہ پر کبھی نہیں رہ سکتا، ۲ مارچ ۳۳۳ مگر پھر بھی مرزا صاحب باوجودیکہ برہن میں یسع کہا جا چکا تھا تیرہ سال تک برابر مسند حیات یسع کے مشرکانہ بلکہ شرک عظیم کے عقیدہ پر باقرار خود قائم رہے اب اس کے جواب میں یہ کہنا کہ یسع تو تھے اور جی بھی آتی تھی۔ اور یسع موعود نبی بھی ہوتا ہے مگر اس وقت نہ کھلی تھی اس تاویل سے تعارض نہ اٹھا بدستور قائم رہا۔

(۵)

بخاری شریف میں احادیث مخالف قرآن وغیرہ معتبر ہونے کا امکان (جرح) حالانکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصیح البخاری بتصریح مرزا صاحب گواہ کو مسلم اس میں بھی قطعی وظنی وغیرہ کی تاویل و تفریق کی ہے اور سبیل ارشاد اور الحق لدھیانہ کا حوالہ دیا ہے۔

مگر صرف تاویل ہی تاویل ہے تعارض الفاظ کا قائم ہے۔

(۶)

گواہ نمبر ۱ ”اگر کوئی حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں ہم راج اور مرزا صاحب کا قول ہے۔“
 رد اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل ناویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ الخ
 ”اور اگر یہ کہو کہ جو احکام نازل ہوں گے“ الخ۔
 (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۲۳۸)

اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کرا لے
(ازالہ صفحہ ۲۲۹ "۱" ماسج)

اس کی تاویل عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقل مان کر بھی درست نہیں کیونکہ ان کا امتی بہو کر اترنا بھی ختم نبوت کے منافی
ایام الصلح صفحہ ۱۴۴ پر بتایا ہے اور اسی ازالہ کے صفحہ پر اس مضمون کی تصریح ہے کہ جبرئیل بھی اگر کہیں کہ پہلی شریعت پر
عمل کرو گو شریعت اور وحی جدیدہ نہ ہو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس کے بعد وحی وغیرہ کی طویل طویل تاویل سب بیکار
ہو جاتی ہے اور کبریت احمر یا گواہ نے جن اولیاء پر جس فرشتہ کو بتایا ہے اس کے فرشتہ وحی نہ ہونے کی تصریح کر
دی ہے بلکہ وہ فرشتہ الہام ہے۔ اور دونوں کا فرق بسلسلہ وحی یواقیت اور فتوحات سے پیش کر چکا نیز علم الکتاب
کے متعلق بھی اوپر مفصل بحث اور ان کی اصطلاح انہیں کی کتاب سے واضح پیش کر چکا اس سے۔

(۷)

کا بھی جواب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وحی قطعی اور الہام ظنی ہے ایک جیسا مطلقاً نہیں ہو سکتا اور تعارض
دفع نہ ہو سکا۔

(۸)

چونکہ نعمت اللہ شاہ ولی اللہ پر مرزا صاحب کی طرح کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا لہذا وہ نبی
نہ ہونے

یہ نبوت و ہستی ہونے کے منافی ہے۔

امور غیبیہ کو شرط بنا کے ناقابل التفات تاویل کی ہے اصل تعارض اس سے دفع نہیں ہو سکتا۔

(۹)

اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر ۱، مدعا علیہ "کہ جن کو کتاب ملی ستی کہ مسلمان بھی (۷) ماسج اور گواہ مٹنے کہا"
جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب ملی چکی الخ ۲۰ ماسج ۳۳۲ اس کی تاویل میں گواہ مٹ کے سوالات مکرر سے یہ نقل کیا
کہ "مسلمان اہل کتاب ہیں۔"

اس سے بجائے دفع تعارض کے اور زائد ہو گیا یعنی گواہ مٹ کے قول علاوہ گواہ مٹ سے خلاف ہونے کے اپنے
قول کے بھی معارض ہے۔ لہذا دونوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہ رہا۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ مٹ عبد اللہ ابن مسعود بڑے جلیل القدر صحابی ہیں مرزا صاحب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں "عبد اللہ
ابن مسعود ایک معمولی آدمی تھا تطبیق یہ نکالی کہ گواہ کا قول باعتبار صحابی ہونے کے ہے اور مرزا صاحب کا قول مقابلہ

ہیں رسول و نبی کے۔ مگر یہ تاویل قابل التفات نہیں اس سے اقراری تعارض اٹھ نہیں سکتا۔
مولانا ناتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں معمولی آدمی کا تنقیحی کلمہ نہیں کہا بلکہ صرف آدمی بتایا ہے بمعنی 'بشر وہ یعنی خدا
نہیں۔ بہر حال تمام متعارضات بدستور ہیں۔

گواہ مدعا علیہ نمبر (۱) کے علم کے متعلق اعتراضات کا جواب

(۱)

قرآن میں ملائکہ کی تعریف سے گواہ کی لاعلمی حالانکہ وہاں موجود ہے۔ اس کی تاویل یہ کی کہ اصل الفاظ گواہ کے اور
میں اور پھر بل عباد مکرموں پر طویل بحث کی اب چونکہ قرآن و حدیث سے ملائکہ کی تعریف گزر چکی عدالت خودیہ تعارض
اُسی روشنی میں ملاحظہ فرمائے۔ یہ کہنا کہ قرآن میں ان کے کام مذکور ہیں۔ نہ تعریف غلط ہے۔ بلکہ تعریف موجود ہے۔ جیسا
کہ مفصل زیات اوپر پیش ہو چکیں۔

(۲)

گواہ اہل سنت و الجماعتہ وہ ہے جو اپنے کو اہل سنت کہے۔ یہ غلط ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اہل سنت
الجماعتہ وہ ہیں جو سنت رسول اور طریقہ متفقہ صحابہ پر جو زمانہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر قائم ہوں۔
تاویل یہ کہ گواہ سے سوال اہل سنت و الجماعتہ کا تھا اور غنیۃ الطالبین میں صرف سنت و جماعت کی تعریف ہے
نہ اہل سنت و الجماعتہ اس سے اور بھی علمیت پر روشنی پڑ گئی اُسی پیش کردہ حوالے میں شروع ہی میں ہے۔
علی المسلم انکس ان یتبع باہل السنۃ و الجماعتہ اور پھر انا لفظ تفسیر سے اہل سنت و الجماعتہ کی تعریف علیحدہ
علیحدہ دونوں لفظ کی شرح سے کی ہے۔ اس تاویل سے غنیۃ الطالبین سے لاعلمی اور اُس میں خیانت ثابت ہوئی۔

(۳)

قول گواہ مدعا علیہ "جو بھی کسی حدیث کو واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کرے اُس کا قول مسلم ہے" یا
مختار مدیہہ اگر بھی اصول ہے۔ تو دین تو بازیچہ طفلان ہو جائے گا۔ اس کی تاویل میں خلاف واقعہ تعلیقات
اور ہدایتہ الشیعہ کا قرآن کے حدیث پر راجح ہونے کا ایک حوالہ پیش کیا۔
مگر اعتراضی یہ نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے۔ کہ اگر ہر کس و ناکس کی توفیق و تطبیق ہے قرآن و حدیث معتبر ہو جائے تو دین
ایک کھیل ہو جائے گا وہ بدستور موجود ہے۔

(۴)

گواہ نے صحیح احادیث کو جو دعی غیر متعلق ہیں۔ بتایا ہے۔ کہ قرآن کے معارض ہو سکتی ہیں۔ مگر مزاحم صاحب

کی تمام وحیاں قرآن کے مطابق ماننا ہے۔ اور اس کے مقابل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کی طرح پھینکتے ہیں۔

اس کی تاویل میں وہی حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ کی آڑ لی ہے۔ جس کی پوری شرح آگے ابن شاکر اللہ آئے گی۔

(۵)

گواہ نے وان من اصحابہ الاخلا فیہم۔ سند زیور کے عموم سے کرکشن کو نبی مانا ہے۔ پس اسی عمومی اصول سے قرآن کے مطابق ما اتاکہ الرسول فخذ وہ کے لحاظ سے کوئی بھی حدیث قرآن کے معارض نہ ہوگی بلکہ اس آیت کے عموم کے تحت سراسر وہ قرآن ہی کا حکم ہوگا۔

اس کی تاویل میں نبوت کرکشن کی غیر متعلق بحث شروع کر دی۔ اور معیار صحت احادیث کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حالانکہ بات صاف ہے۔ کہ محدثین کے معیار پر جو صحیح حدیث ہو اسے ہم اپنی عقل ناقص سے قرآن کے خلاف نہیں بتا سکتے۔ نیز بظاہر خلاف معلوم ہو پھر بھی بعد تسلیم صحت اس آیت کی رو سے موافق ہو جائے گی۔

(اس سلسلہ کے لاجواب مورخین کا کوئی تذکرہ نہ کیا)

(۱) تمام جرح میں باوجود سوالات مختار مدعیہ اور سوال عدالت کے کلرو اسلام کے معنی بتا نہ سکے۔ اور اصطلاحاً صاف نہ ہوئے۔

(۲) بخاری جیسی صحیح کتاب میں بھی قیود کا امانہ (۲۲ مارچ حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتب مطلقاً مسلم ہیں۔ (۱۱۔ مارچ ۳۳)۔

(۳) ابن عربی کی فتوحات و فصوص الحکم کے قول کی تطبیق۔

گواہ مدعا علیہ ۲ پر تبصرہ کا جواب

(۱)

گواہ ۲۔ ”جو قرآن پر متنا ہے وہ قرآن حدیث میں تطابق کر سکتا ہے۔“ ۲۲ مارچ ۳۳ء

”اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔“

”میرے نزدیک مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے حجت ہیں کسی دوسرے

کی نہیں الخ - ۲۲ مارچ ۲۰۲۳ء

اس کی جوابی تاویل میں یہ کہا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض الفاظ محرف بتانے مگر مختار مدعا علیہ کو غالباً غلط فہمی ہوگی - اس پر تعارض کا اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلا

”مگر سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے فیصلہ کے قرآن کے معنی اور حدیث و اقوال ائمہ اور تمام کتب اسلامیہ کبھی بھی حجت نہیں۔ یعنی گواہ صرف مرزا صاحب کا نامزد ہے یہ اعتراض بحالہ قائم رہا نہ تعارض و متناقض کا اعتراض تھا اور نہ تطبیق کی توجیہ نافع ہو سکتی ہے۔“

(۲)

گواہ ۲ مدعا علیہ نے اپنے اصل بیان میں عنوان ۱ سے کچھ قبل جو ضروریات دین کی تعریف کی ہے کیونکہ ضروریات دین بتایہ معنی ضروریات دین میں سے ہیں - اس پر اعتراض یہ تھا کہ یہ معنی علاوہ خود تراشیدہ ہونے کے اسلاف اور شریعت کی اصطلاح ”ضرورت دین“ سے گواہ کی ناواقفی کا بین ثبوت میں جس کے بعد وہ عالم دین کی حیثیت سے نکل جا رہے اور اس کی علمی و مذہبی شہادت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ! اصل بحث)

اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ جس طرح ۲۳ مارچ سے نقل کر دیا کہ اُسے ضروریات دین کی تعریف کی ہے۔

ضروریات دین تا حاصل ہے۔ (۲۲ مارچ ۲۰۲۳ء)

اور پھر یہ کہا کہ اگر یہ غلط تھی تو پہلے لازم تھا کہ غلط ثابت کرتے۔

ہمیں اس کے جواب کی بھی حاجت نہیں بیانات گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۱ سے میں ضروریات دین کی تعریف ائمہ دین کے حوالوں سے منقول ہے عدالت اس تعریف سے خود مقابلہ فرمائے کہ تمام ائمہ کی تصریح کے خلاف اور علم سے کس قدر بعید یہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ کی تعریف ضروریات دین ہے۔ اور اس روزمرہ کے مسئلہ سے جب ناواقف ہے تو اس کا ان پیش کردہ مسائل میں کیا حال ہوگا۔ غالباً اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے اپنی بحث کو صرف گواہ مدعا علیہ ۱ کے بیان پر یعنی کیا اور بیان گواہ ۱ کو تقریباً بالکل نظر انداز کر دیا حالانکہ اس میں بہت سی جدید اور عجیب و غریب اور گواہ مدعا علیہ ۱ سے اکثر متعارض امور ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ ۱ ثبوت کے لغوی معنی خبر دینا یعنی خدا کی طرف سے غیب کی اطلاع پا کر خبر دینا۔ (۲۱ مارچ)

نیز اس کے ساتھ اس سے اگلا سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ نبیہ تعریف لغوی ہے اور نبیہ اصطلاحی پس معلوم ہوا کہ گواہ مس لغوی اصطلاحی نبوت سے بھی ناواقف ہے حالانکہ اکثر و بیشتر اُس کی شہادت نبوت ہی کے متعلق ہے۔
اس کی تاویل میں منجھد سے یہ حوالہ نقل کر دیا کہ:-

”النبوءة و النبوة الاخبار عن الغیب او المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما يتعلق به تعالى و النبي المحبوب عن الغیب او المستقبل بالهام من الله“
حالانکہ یہ تاویل محض باطل ہے اول یہ کتاب چسکا کہ جرح میں اقرار موجود ہے عیسائیوں کی تالیف ہے اور انہوں نے دین عیسوی کے پروپیگنڈے کے واسطے اسلامی اصطلاحات میں بہت کچھ لغت کی اڑے کر تحریف کی ہے جس پر علمائے مصر نے ایک تبصرہ بھی شائع کیا ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ یہ علماء میں متعارف و مقبول ہے مسلم کسی بھی لغت میں یہ نہیں اور نہ گواہ یا مختار مدعا علیہ پیش کر سکے۔
نیز اس غلط تعریف سے بھی گواہ مدعا علیہ مس کے الفاظ کا اثبات نہ ہو جسے عدالت خود ہی ملاحظہ فرما سکتی ہے بہر حال اعتراض بدستور قائم رہا۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ مس علاوہ کتب مذکورہ جن سے گواہ مس ناواقف تھا اور بھی متعدد کتب ضروریہ پڑھ کر مثلاً شرح شفا بھی اُس نے نہیں پڑھی۔ اور اکثر کے مصنفین کے نام و مسلک سے واقف نہیں۔ پھر اُن کے کلام کا اس ناواقفی سے کوئی ٹکڑا کا ٹکڑا استدلال کرنا قابل التفات نہیں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ صرف یہی جواب اور اسی بیسکار تاویل پر حوالہ دے دیا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ مس نے خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ القاب و آداب پیش کئے۔ مگر بحواب جرح کہا مسلم نہیں پھر سوالات مکرر میں بتایا کہ خواجہ صاحب احمدی ہونے کے بعد سلسلہ کے دوسرے احمدیوں کی طرح ہوں گے۔

اس میں علاوہ تعارف من کے خواجہ صاحب کی نسبت بھی اُن کے ابتدائی الفاظ کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے دراصل ان کی نگاہ میں معمولی دوسرے احمدیوں کی طرح ہیں وہ بھی جب کہ احمدی ہو جائیں۔ ورنہ بقول مرزا محمود صاحب جب تک کوئی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو اور نبی اور رسول انہیں نہ ماننا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کئے کافر و دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر ہے۔

اور مرزا صاحب نے تو حضرت خواجہ رح کو اپنی کتاب اٹھم میں اپنے مکفرین کی فہرست میں شام

یا ہے۔

اس کا جواب یہ بیایا کہ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں ”واجب اللطاعت
 ہونے کے لحاظ سے خواجہ صاحب مسلم بزرگ نہیں ہیں ویسے مسلم بزرگ ہیں۔ جیسے سلسلہ احمدیہ کے اور سابقین
 احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں“ باوجودیکہ اس میں بھی قطع و بریدگی ہے عدالت خود مسل سے بلا حلف فرمائے پھر بھی
 اعتراض تو وہی قائم رہا کہ واجب اللطاعت مسلم بزرگ نہیں۔ بلکہ دیگر احمدیوں کی طرح ہیں۔ بہر حال
 اعتراض رفع نہ ہوا۔

(۶)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۱۱ مارچ کو نجواب جرح کہا کہ ”احمدیت سے ارتداد ظاہر کرنے والا اسلام سے مرتد نہیں۔
 پھر سوالات مکہ کے جواب میں اس کے خلاف کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی
 ہے قطعاً کوئی فرق نہیں۔“

یہ کھلا ہوا تعارض ہے جس کے بعد اس کی شہادت کی وقعت نہیں رہتی۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ
 نہیں دیا کہ چونکہ اصل الفاظ جرح پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور کسی جواب کی ضرورت نہیں محض مختار مدعیہ نے الفاظ
 کی تحریف سے مغالطہ دیا ہے عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ جہاں کہیں خلاصہ یا نتیجہ لیا گیا ہے وہاں کوئی بھی اس کا
 اصل مفہوم نہیں بدلا اور اکثر تو یعنی الفاظ ہی لئے گئے ہیں کہیں کہیں صرف طوالت سے بچنے کے واسطے نامہ الفاظ حذف
 کر کے ضروری اور مختص لیے گئے ہیں بہر حال اس تعارض کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۹)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۲۰ مارچ میں ہندوستان میں احمدی کا لفظ صرف مرزا صاحب کے متبعین کے
 واسطے مستعمل بتایا پھر سوالات مکہ میں مولانا رشید احمد صاحب کافر قہ بھی احمدی قرار دیا۔ جو کھلا ہوا تعارض
 ہے۔

جواب میں اصل الفاظ نقل کئے اور دوسرا قول صرف فوائد فریدی کے متعلق قرار دیا مگر جواب نہ ہو سکا بہر حال
 ہندوستان میں دوسرا فرقہ بھی احمدی ثابت ہو گیا جو اول قول سے متعارض ہے۔ نیز خلاف واقع ہے چساکہ خواجہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سلسلہ میں القول الصیح کے حوالہ سے پیش کر چکا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے مریدوں رشیدی
 کہلاتے ہیں نہ احمدی۔ بہر حال اعتراض تعارض بحال ہے۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ سے ۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء کو کہا کہ خواجہ صاحبؒ کی وفات کے قبل تریاق القلوب اور بیسیوں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور پھر مکرر بیان میں اس کے خلاف کہا کہ تریاق القلوب حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

اصل الفاظ جواب کے واسطے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگوں کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق چھپ تو چکی تھی مگر شائع نہیں ہوئی تھی۔

مگر عدالت خود الفاظ جواب جرح کے ملاحظہ فرماتے تعارض واضح ہے اور یہ تاویل بعد کی تصنیف ہے ورنہ وہاں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مختار ان مدعیہ کی صریح غلط بیانیوں

اس سلسلہ میں تقریباً (۱۰) نمبر قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں۔ اولاً یہاں اس سے کوئی زاہد تعلق نہیں کیونکہ مختار مقدمہ پر تنقید کا اثر اصل کیس پر نہیں پڑتا۔ البتہ گواہان مقدمہ پر تنقید ضرور قابل لحاظ ہوتی ہے۔ تاہم میں مختصراً اس کی حقیقت قریب پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ اعتراضات

- (۱) بحر الرائق کے اصول مکفیہ: معلوم ہوتے کا غلط الزام۔
- (۲) چندہ نہ دینے والے کے بیعت سے خارج ہونے اور احمدی ہونے کا تعارض۔
- (۳) لو کے متعلق گواہان پر الزام کہ لو جس جگہ داخل ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی عبارت میں لفظ اکثر کا ہے۔
- (۴) مختار مدعیہ نے ۱۰ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ تردید کے لیے ہیں نہ تائید کے۔ یہ غلط ہے چنانکہ تفاسیر کے عنوان کے تحت آگے بیان کیا جائے گا۔
- (۵) دس اکتوبر میں گواہ مدعا علیہ کے متعلق کہا کہ اس نے نو مارچ کو تسلیم کیا کہ خواجہ صاحب کے رجحان سے نبوت کا ذکر نہیں آیا محدثین کا ذکر آیا یہ غلط ہے گواہ کے یہ الفاظ ہیں حضرت مرزا صاحب الخ۔

(۶) یہ بھی مختار مدعیہ نے غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب میلہ سے بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا کوئی کلمہ نہ تھا اور مرزا صاحب کا "لا الہ الا اللہ الحمد للہ جری اللہ کلمہ ہے"۔

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی نیا کلمہ نہ تھا پھر زوالہ ادہام اور انوار اسلام و چشمہ معرفت کے حوالے پیش کئے ہیں۔

(۷) دس اکتوبر میں مختار مدعیہ نے یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیے ہیں وہ ۱۹۰۱ء کے قبل کے ہیں۔ حالانکہ مواہب الرحمن ۱۹۰۳ء اور کشتی نوح ۱۹۰۲ء کی ہے۔

(۸) مختار مدعیہ نے ائمہ و اکابر پر تکفیر کے فتاویٰ کا ذکر کر کے دس اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ نے سات مارچ کو تسلیم کیا کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی۔ وہ ان وجوہات سے برادرت کا اظہار کرتے رہے۔ حالانکہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ "باوجودیکہ الخ....."

جن کا مطلب یہ ہے کہ بعض سے برادرت ظاہر کی اور کوئی صحیح تسلیم کرتے رہے۔ الخ۔ یہ اس نے غلط بیانی کی۔

(۹) مختار مدعیہ نے دس اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ مدعا علیہ ۱ کے نزدیک مرید کا قول مطلقاً ہیر کے حق میں معتبر نہیں۔ اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا۔

(۱۰) ۱۰ اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا گیا۔ حالانکہ یہ گواہ مدعیہ ۱ کی جرح اور منہاج السنۃ صفحہ ۲۲۷ اور تسلیم حوالہ گواہ مدعیہ ۲ کے خلاف ہے۔ اور پتھر بھر الرائق کا حوالہ بھی اسی سلسلہ میں نقل کیا۔

(۱۱) مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کو یہ غلط کہا کہ "ادویاء اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا الخ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نے اثبات الالہام والبیعۃ اور فتوح الغیب اور مناقات امام ربانی کے جی حوالے پیش کئے تھے۔ یہ سریخ غلط بیانی ہوئی۔

الجواب

اولاً یہ تمام مباحث اور جواب الجواب میں گزر چکے جن کے بعد یہ شبہات ہی نہیں پیدا ہوتے پھر بھی مغالطہ دفع کرنے کے واسطے نہایت مختصر جواب عرض ہے۔

(۱۲) اس کا جواب اس سے قبل کے بیڈنگ گواہ مدعا علیہ ۱ پر تنقید کے جواب کے تحت میں مفصل گزر چکا اب کسی جواب کی حاجت نہیں اور جو مغالطہ مختار مدعا علیہ یہاں دیتا چاہتا ہے۔ وہی وہاں بھی دیا ہے۔ بس وہی

جواب کافی ہے۔“

(۲) اس کا بھی تقاضا اس سے قبل کے ہیڈنگ میں ثابت کر چکا لہذا غلط بیانی نہیں۔ بلکہ مختار مدعا علیہ کا صرف مقالہ ہے۔

(۳) لفظ کو کے معنی گواہ مدعا علیہ ۲ سے نقل کئے گئے تھے اور ۱ کے اکثری نقل ہوئے تھے۔ غلط فہمی سے اسے غلط بیانی سمجھ لیا۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔

(۴) یہ غلط بیانی نہیں بلکہ اس کا ثبوت تفسیر فزان ج ۳ صفحہ ۲۳۵ ہی سے پیش کیا تھا۔ اور اسی عبارت کے متعلق جسے اس نے بیان مطبوعہ میں دی تھی۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی یہ صریح غلط بیانی ہے۔ کہ یہ آگے تفسیر کے عنوان کے بحث میں آئے گا۔ یہ اصل شہادت میں بھی مسل پر نہیں بلکہ مطبوعہ کاپی پر یہ مثالیں ہیں۔

(۵) یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے۔ عدالت خود اصل مسل سے الفاظ جرح ملاحظہ فرمائے وہاں یہ شعر بھی درج ہے۔ جو خواجہ صاحب کو مرزا صاحب نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا۔

مع ہر نبوت را برد شد اختتام۔

نیز جب کہ ۱۹۰۱ء میں یہ پردہ نبوت سے اٹھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۱۹۰۱ء سے قبل ہوئی ملاحظہ ہو جرح گ ۲۔ ۳ راجح ۳۳۷ء اور دراصل تو نبوت کا دعویٰ صراحتاً انہیں پہنچ ہی سکتا ہے۔

(۶) عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔ ظہیر الدین اردینی سے یہ نقل پیش کی ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کا نیا کلمہ لالہ اللہ احمدی جری اللہ پڑھنے اور قادیان کی طرف منہ کر کے تیار پڑھے ہیں اور اسے مرزا صاحب کی صریح عبارات اور الہامات سے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے۔ اصل رسائل جرح میں پیش ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک مستقل پارٹی ہے پس یہ اصل مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی اور مقالہ ہے۔

نیز از الہام اور انوار اسلام سے اس کے خلاف پیش کرنا خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کا کلام متعارضات سے پڑھے۔

(۷) یہ صریح مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے مہینہ صحت کے یہ الفاظ ہیں۔

”یہ تمام بڑھ پڑھ کے ادعا اسلام اس وقت تک تھا جب ادعا نبوت کھل کے نہ تھا اور نبوت کے مسئلے یہ خیال تھا جو ایام الصلح صوفیہ اور آسمانی فیصلہ و سراج منیر صفحہ ۳ و ۴ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ صرف جو کتابیں کشتی نوح و مواہب الرحمن دعویٰ کی وضاحت کے بعد کی ہیں۔ پھر ہر دو کا یہ جواب دیا ہے کہ۔“

(۸) یہ صرف الفاظ ہیں معانی متعارف مراد نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

(۲) نیز یہ خود بھی ان کا کفر ثابت کرتی ہیں۔

(۳) اس کے بعد انتقال سے قبل بھی کفریہ دعویٰ موجود ہے۔ البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء - نیز حقیقتہ الوحی ۱۹۰۸ء لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء براہین پنجہ ۱۹۰۵ء میں کافی کفریہ عقیدہ موجود ہیں ملاحظہ ہو بحث ابتدائی کا شروع حصہ۔ بس جب کہ میں نے خود ہی یہ کتب مستثنیٰ کر دیں تو یہ مختار مدعا علیہ کی صرف غلط بیانی ہوئی۔ جس کا مختار مدعا علیہ کسی طرح ذمہ دار نہیں۔

(۸) مطلب کی تاویل سے جواب نہیں ہو سکتا عدالت خود مسل سے اصل عبارات ملاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے خلاصہ پیش کیا تھا عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ وہ اصل الفاظ کے مفہوم کے سر مو خلاف نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(۱۰) اس کا مفصل جواب جس سے یہ شبہات خود زائل ہو جاتے ہیں۔

”کیا ضرورت دین کا منکر کا فر ہے“ کے تحت میں گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۱) اس کا بھی جواب گزر چکا اثبات والبیعة اور مقامات امام ربانی غیر مسلم میں۔ نیز ہمارے مخالف نہیں فتوح الغیب میں یہ کہیں نہیں صرف حضرت شیخ باہر بہتان ہے۔ صرف علم الکتاب سے مغالطہ دیا تھا۔ اس کا مکمل جواب دیا جا چکا اصل بحث میں بھی اور جواب الجواب میں بھی اعادہ کی ضرورت نہیں دجی کے ہیڈنگ کے تحت عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا قول بالکل صحیح ہے کوئی بھی غلط بیان نہیں صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔ یا غلط نہیں ہے۔

(الزام خیانت کا رد)

خیانت ثابت کرنے کے واسطے مختار مدعا علیہ نے صرف تین حوالے تخذیر الناس - حج الکرامہ - اور بحر الرائق پیش کیے ہیں۔

الجواب

یہ محض مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے علاوہ خیانات کی اس مفصل یادداشت کے جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیں۔ مختار مدعا علیہ نے تفسیر اتقان سے لفظ قال و کے ابتداء سے۔ اور ”و فیہ لفظ“ اہتہا سے قطع کر کے اور ابن خلدون کی طرف سے غلط طور پر تفسیر المتقدمین مملوۃ باہت و السین کی نسبت غلط بیان کر کے جو وہاں نہیں نیز فوائد مجموعہ حوالہ کی شرمناک خیانت نیز اس کے جواب کا میں نے یہاں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔

(سحر الراقی کا حوالہ)

گواہ مدعا علیہ نے سحر الراقی ج ۵ صفحہ ۱۳۰ اور صفحہ ۱۳۶ سے تو عبارتیں تکفیر کے سلسلہ کی نقل کیں۔ مگر درمیان میں جہاں اس کا اصول تھا اور حقیقت مزہب سے منکشف ہوتا تھا۔ صفحہ ۱۳۴ حذف کر دیا۔ اس شرمناک خیانت کا جواب باوجود طول طویل تاویلات کے نہ ہو سکا اور جواب جو پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کی بناء پر اس کا تکذیب علماء کے سلسلہ میں بیان کرنا درست نہیں۔ زیادہ تفصیل تو اصل بحث میں گذر چکی ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے بھی جرح میں صاف کر دیا تھا۔ کسی کلمہ کا کفر یہ ہونا اور بات ہے۔ اور اس پر حکم کفر کا لگانا اور امر بے غرضی کہ یہ خیانت بھی اصل مسلک مسنف کا پوشیدہ دیکھنے کے واسطے کی گئی۔ جو کسی طرح روانہ تھی اور اس کے بعد شاہد شاہد عادل نہیں رہ سکتا۔ اس سلسلہ میں محتار مدعیہ پر جس باراضگی و خفگی کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳)

(تفسیروں کے متعلق)

- اس سلسلہ میں گواہان مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل خیانتیں پیش کی گئی تھیں۔
- (۱) علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رباعی لکھی ہے۔ پھر کو پیش باقاعدہ دے کر لکھا کہ: "تساویر المتقدمین مملوءة بالفتی، السمین آگے تھا و ہذہ فی الحکایات اسے بھی کاٹ دیا۔ حالانکہ یہ پیش کردہ الفاظ بلکہ یہ مفہوم اس نسخہ میں نہیں۔ بحث پر متقدم نسخہ پیش کئے ہیں۔
 - (۲) اتفاق کا حوالہ دوسرے کا قول روایت تردید کے لیے نقل کر کے تردید پیش کی ہے اور گواہ مدعا علیہ نے اول سے لفظ "قال" اور آخر سے "فیہ" حذف کر کے شرمناک خیانت کی ہے۔ پہلے کا یہ جواب دیا۔
- گواہ نمبر ۱ نے صرف مفہوم نقل کیا تھا کہ الفاظ پھر رشیدیہ سے یہ نقل کی تعریف پیش کی ہے مگر یہ سب بیکار ہیں۔ تاویلات میں باقاعدہ علامت اصل قول کے نقل کی ہے کہ مفہوم نقل نہیں کیا کرتے۔ نیز یہ مفہوم بھی غلط ہے کیونکہ اس میں تو ہے کہ رطب و یا بس سے پڑیں اور دباں ہے کہ ان پر مشتمل ہیں اور وہ بھی قصص میں: احکام وغیرہ میں جسے قطع و برید کیا ہے۔ بہر حال اس جواب سے خیانت کا جواب کیا ہوا بلکہ پہلے اگر نقلی صرف خیانت تھی تو اب نقلی و معنوی دونوں خیانتیں ہیں جس کے بعد کسی طرح گواہ قابل شہادت نہیں کیوں کہ عدالت کے

رو برو غلط بیان ثابت ہونے سے اس کی تمام شہادت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ گواہ ٹیڑھے اعتراف نہیں بلکہ اس پر دوسرا ہے جو اپنی جگہ پر ضماً گزر چکا۔ یہ کہنا کہ تفاسیر میں خلاف عصمت انبیاء بہت سی باتیں گواہ مدعا علیہ نے پیش کی تھیں۔ اور مختار مدعیہ نے صرف ایک مثال اس میں لے کر سب پر ایک حکم لگایا۔ صریح غلط بیانی ہے۔ مسل سے عدالت ملاحظہ فرمائے۔ ایک بھی مثال نہیں سب کٹ چکی ہیں۔ ہاں مطبوعہ کاپی پر ضرور ہیں اور سب سے پہلے خیانت کی ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں۔ عدالت جب بھی حکم فرمائے ان امثلہ کی خیانتیں تمام پیش کی جاسکتی ہیں سب نے تردیداً وہ اقوال نقل کر کے روایتاً و درایتاً باطل کیا ہے۔

ابن جریر میں بھی اس کی تردید موجود ہے۔ چونکہ عدالت نے اپنے نوٹ سے اصل بیان میں اس سوال کو روک دیا ہے۔ اس لیے نہیں پیش کرتا۔

یہ کہنا کہ وفیہ نظر، اس کے بعد ولے قول ابن جریر متعلق ہیں۔ محض غلط ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ نیز ابتدا سے قال و کا قطع کرنا تسلیم کر لیا جو شرم تا کہ خیانت ہے۔ جس کے بعد شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد قوائد مجموعہ کا حوالہ تو نقل کیا۔ مگر مختار مدعیہ کی پیش کردہ اس خیانت کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کے آگے یہ عبارت ہے۔

وقال الخطابی و هذا محمول علی کتب مخصوصۃ الخی کاٹا گیا ہے۔ گویا یہ خیانت بھی مستم ہے بہر حال شہادت ناقابل قبول ہی رہی۔

آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام:

۱) گواہ مدعا علیہ نے آیت فلما حیاؤتمہم رسولہم بالبینات فوجوا بما عندہم من العلم وحقا بہم ما کانوا بہم یستہزنون (المومن ۹۰ع) کا ترجمہ یہ کیا۔ اور جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے۔ تو یہ لوگ اپنی یاقوت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔ وہ ان پر اٹ پڑے اور ترجمہ میں باوجود معمولی ترجمہ کے بہر حال گذشتہ کا ایک واقعہ امم سابقہ کا مانا۔ پھر اس سے نتیجہ ایک ضابطہ بنا کر موجود علماء پر منطبق کرنے کے واسطے مفہوم میں یہ تحریف کی۔ ”پس ظاہر ہے۔ کہ علماء ہمیشہ خدا کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے رہے۔ اور ان کا علم ان کے لیے حجاب اکبر بن گیا۔ اس کے بعد جو بھی منہ میں آیا علماء کو کہا۔ اور تفصیلی امثلہ تکفیر پیش کیں وغیرہ وغیرہ۔ پس اس آیت کے مطلب میں خیانت کی اور تکفیر علماء کی وجہ سے مرزا صاحب کو خدا کا فرستادہ اور ان علماء

کو جنہوں نے ان کے کفر و ارتداد پر بندگانِ خدا کو مطلع کیا تھا۔ انہیں اس آیت کا مصداق بنایا۔ حالانکہ یہ آیت اہم سابقہ مثل یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔

اس کا جواب صرف یہ دیا کہ علماء پر کچھ اور فقرے کس دیئے اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ہونے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ آیت کا سیاق و سباق اور صیغہ ماضی بتاتا ہے کہ یہ اہم سابقہ کے متعلق ہے۔ پھر بھی اسے اپنی رائے سے غلط معنی بنانے، تحریف معنوی ہے جو جائز نہیں۔

اور بد ذات فرقہ مولویان کے تحت جس قسم کی موجودہ زمانہ کے علماء و صلحاء کے واسطے فقرات اور سخت کلامی دشنام طرازی اختیار کی تھی۔ یہاں اس سے زائد کی ہے۔ ہمارا اصولی جواب نہایت نرم لہجہ میں پیش ہو چکا عدالت سے خود ہی ملاحظہ فرمائے ہم مکرر نقل بھی نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں آیت صراط الذین انعمت علیہم کا بھی ترجمہ تھا۔ کہ میں ان لوگوں سے بنا جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبی بنانے کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب تحریف کلام الہی ہے اس کا جوابی میں کوئی ذکرہ تک نہیں کیا۔ یوں ہی اکثر آیات و احادیث و اقوال سلف میں خود تراشیدہ ترجموں سے مغالطے دیے ہیں۔

(۱۴)

مندرجہ ذیل کتب فسر یقین کو غیر مسلم ہیں

- | | |
|---------------------------|--------------------|
| (۱) حج الکرامۃ - | (۲) اقرب الساعۃ |
| (۳) فتح البیان - | (۴) جامع الشواہد - |
| (۵) بھونچال بر شکر دجال - | (۶) انوار احمدیہ - |
| (۷) حیات جاوید - | (۸) ہدیہ مجددیہ - |
| (۹) تفسیر صافی - | (۱۰) البیس |

اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کی ہیں۔ کیونکہ مقدمہ مرزا صاحب کے متبعین اور اہل سنت احناف میں ہے اور یہ کتب غیر مقلدین۔ پیغمبری۔ یارافنیوں کی ہیں۔ پس نہ حنفیوں کی مسلم ہوئیں نہ مرزا صاحب کے متبعین پر بلا وجہ ان کے حوالے دیئے۔ نیز مرزا صاحب کے متبعین تو ظاہری ادعاء کے مطابق قرآن کے اور جو حدیث ان کے زعم میں ان کے اور مرزا صاحب کی دجی کے مطابق ہوں۔ نیز مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتب کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ جب کہ جرح میں بار بار آپکا ہے۔ پس یہ کتابیں صرف اسی لیے کار آمد ہو سکتی تھیں۔ کہ وہ فریق مدعیہ پر حجت ہوتیں۔ اور اسکے مسلم نہیں۔ نہ اس کے فرقہ کی ہیں۔ پس فسر یقین کو غیر

مسلم رہیں۔

اس پر بلاوجہ غلط بیانی کا الزام دے کر مختار مدعا علیہ نے بیکار تاویلیں کیں جو قابل اتفات بھی نہیں۔ نیز یہ کہا کہ شہاب و روح المعانی کے متعلق بھی یہی کہا۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی ہے بلکہ شہاب کے متعلق یہ کہا ہے۔ کہ ”ہمارے نزدیک وہ حاشیہ معتبر نہیں۔ نیز ایک مفسر کی رائے علم حدیث میں ماہرین فہم کے مقابلہ پر بالاتفاق معتبر نہ ہوگی۔“

روح المعانی کے متعلق ہرگز غیر مسلم یا غیر مسلمہ فریقین کا لفظ نہیں کہا گیا۔ ہاں فتح البیان کے متعلق کہا گیا۔ شاید مختار مدعا علیہ کو مغالطہ ہوا ہو۔

گواہ مدعیہ نے شہاب کے اس پمضادی پر کے حاشیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ جو حاشیہ غیر معتبر ہے۔ بلکہ ان کی کتاب نسیم اریاض کا حوالہ دیا ہے۔ اُسے غیر معتبر نہیں کہا گیا۔ ایک مصنف کی تمام تصانیف ایک جیسی معتبر ہونا ضروری نہیں امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری جیسی پایہ کی ہے اس طرح ان کی دوسری تصانیف تاریخ بخاری ادب المفرد حمز و قرأت خلف الامام وغیرہ نہیں۔ بلکہ اکثر حجت ہی نہیں۔ مختار مدعیہ نے حج الکرامۃ و اقرباب الساعۃ و فتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ یہ پیش کی تھی کہ ان کا مصنف غیر مقلد ہے جن سے کافی اختلاف مسئلہ تقلید وغیرہ میں یہاں تک کہ تقلید کو شرک تک کہتے ہیں لہذا مدعیہ اور اس کے فریق مقلد و مخالف کی کتب کیونکر حجت ہوں گی۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب وہ اس فریق کو مشرک کہتے ہیں تو پھر فریق مدعیہ کو انہیں کافر بتانا چاہیے حالانکہ گواہ مدعیہ نے انہیں مسلمان مانا ہے اور حج الکرامۃ کی بعض عبارات کی تصدیق کی ہے کہ اس میں ہیں۔

نیز یہی حوالہ الساعۃ میں بھی ہے اور ملا علی قاری کا بھی۔ نیز مولانا گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں ان کے حوالے دیئے ہیں۔ پھر مختار مدعیہ کو کیا حق ہے کہ انہیں تعصب اور غیر مقلدیت کی وجہ سے غیر مسلم بتائے۔

(الجواب)

باوجودیکہ یہ بات بار بار صاف ہو چکی مگر مکرر لارہے ہیں یقیناً ہمارا فریق سوائے مرزا صاحب اور ان کی امت کو جو قطعاً کافر ہیں کسی اور کو کافر نہیں کہتا بلکہ ان کے فتاویٰ غلط فہمی پر مبنی بتاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور یہی گواہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱،

نہ آیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ جرح میں جو کتب گواہان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوئیں اور ان میں عبارت مسوٰرہ بتانی وہ سب ان کی مسلم ہو گئیں۔

نیز الساعۃ کتب مسلم ہے اور ملا علی قاری کا قول تو اسی حج الکرامۃ سے نقل ہے جس کا وثوق کے ساتھ اعتماد نہیں۔ نواب صاحب بھی نقل حوالوں میں پختہ کار نہ تھے ملاحظہ ہو تذکرۃ الراشد مولانا عبدالرحیم۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حوالے ان غیر مقلدین پر حجت قائم کرنے کو نقل کئے گئے ہیں جو انہیں مانتے ہیں یہ کہیں نہیں کہ یہ ہیں مسلم ہیں مفصل اپنی جگہ پر گزرتا چکا بہر حال یہ کتب ہیں تو مسلم نہیں اور نہ فریق ثانی تسلیم کر رہا ہے بس فریقین کے غیر مسلم ہونے میں شبہ کیا جوسکتا ہے۔ یہ کہنا کہ جامع الشواہد، بھونچال برکنگر و جال حیات جاوید وغیرہ کے مسلم و غیر مسلم ہونے کا سوال بھی نہیں اس سے تو اسی کی تکفیر دکھانا ہے۔ مگر جب تک متعدد مسلم کتب سے نہ دکھائیں ان غیر ذمہ دار غیر مسلم رسائل کا اعتبار کیا بہر حال جب کہ یہ ہمیں ورا نہیں دونوں کو مسلم نہیں تو ان کا لانا ہی بیجا طوالت کے سوا کوئی سود مند نہیں۔

ہدیہ مجددیہ و انوار احمدیہ جن کے مصنف کا نام تمام جرح میں نہ بتا سکے نہ اصل کتاب پیش کر سکے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کے غیر مسلم ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اس سے زائد کیا وجہ ہوگی کہ مدعیہ یا اس کے فریق کے کسی مسلم بزرگ کی نہیں ایک غیر معروف شخص حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی ہے جن کے حالات کا بھی پتہ نہیں ہر کس و ناکس کے رسائل و تالیفات حجت و مسلم نہیں ہو سکتیں۔

(مسلم اور مسلمان کا فرق)

مختار مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ کے مسلمان ماننے سے ان کا مسلم ہونا کیسے تسلیم ہوگا۔ مسلمان اور مسلم ہونے میں فرق ہے۔ کتنے مسلمان ہیں مگر مسلم نہیں ملاحظہ ہو محمد علی صاحب ایم اے خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کی جماعت مدعا علیہ اور اس کے فریق کے نزدیک مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں یوں ہی حنفیہ کے نزدیک غیر مقلدین و علماء بریلوی وغیرہ مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں۔

اس کے متعلق یہ کہنا کہ بحث صرف اسلام و کفر کی تھی اس لیے مسلمان ہونے کا سوال کیا گیا ورنہ جن کے متعلق دریافت کیا گیا وہ مسلم امام ہیں محض غلط اور سراسر مخالطہ ہے۔ کبھی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد یا دوسرے ان جیسے مدعیہ یا اس کے فریق کے امام نہیں ہو سکتے ورنہ مختار مدعا علیہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ اور ظہیر الدین اردپی اس کے مسلم امام ہیں۔

یہ نظریہ اتنا واضح تھا کہ کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلاوجہ تاویلات دی۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے

ان ناویڈیات کے بعد بھی تقریباً اس سلسلہ کے آٹھ دس نمبر لاجواب رہے۔

گواہ مدعا علیہ کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں)

ہر دو گواہ مدعا علیہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی صفائی پیش کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں۔ حالانکہ دونوں اس کے تنخواہ دار ملازم اور ایسی صفائی پیش کرنے اور ملک میں اسی پروپیگنڈہ کرنے کے نوکریں۔ پس ایکٹ شہادت کے بموجب نوکر کی شہادت آقا کے حق میں مؤثر و قابل التفات نہیں۔ (ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۱ مارچ ۳۳ء) یہ تنقید لاجواب اور بالکل ضابطہ کے مطابق لہذا ان کی شہادت معتبر نہ ہونی چاہیے۔ نیز ہمارے بعض گواہوں کو دیوبندی خیال کے بتا کر کافر بنانا اور علمائے اسلام جن کی شہادت کا حکم تھا۔ اس کے زمرہ سے خارج کرنا چاہیے۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ ص ۲۰ مارچ ۳۳ء کی جرح میں کسی ایک کو بھی دیوبندی خیال کا ثابت نہ کر سکا۔

نیز گواہ مدعیہ ص ۲۱ الف ص ۲۱ کا تو دیوبندیوں کے علماء سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اور اول الذکر دو شہادتیں جرح سے بھی صاف ہیں۔ لہذا یقیناً قابل لحاظ و قابل قبول ہیں۔

اور اوپر گزرتے ہوئے چکا نیز اپنی جگہ پر آئے گا کہ بعض علماء دیوبند کے متعلق غلط فہمی سے بعض اشخاص نے انفرادی فتوے دیئے۔ اور اکثر نے بعد اطلاع حقیقتہ حال واپس لے لیے جیسا کہ غایتہ المامول وغیرہ سے پیش کر چکا ہوں۔

اور تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی کا ان پر فتویٰ کفر ہے لہذا وہ علمائے اسلام نہ رہے۔ پس جب کہ کسی ایک دو کے انفرادی فتوے سے بھی علماء اسلام سے نکل سکتا ہے۔ تو گواہان مدعا علیہ تمام دنیا کے اسلامی فرقوں شیعہ۔ مقلد غیر مقلد حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ عرب و عجم کے متفقہ کفر کے فتوے کے بعد علماء اسلام کیونکر رہ سکتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان نے یہ بحث بیجا یہاں شروع کی۔

گواہان مدعیہ کی حیثیت کسی طرح مجروح نہیں۔ مگر گواہان مدعا علیہ اور خصوصاً گواہ مدعا علیہ ص ۲ کی شہادت تو اس قدر مجروح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے محسوس کیا اور اپنی بحث میں اکثر گواہ ص ۲ کے حوالہ پر اکتفاء کی۔ نیز اس پر جرح کے ایک جواب غیر متعلق دیکر باقی تنقید کو گویا کہ لاجواب مان لیا۔ پس مدعا علیہ کی طرف اصولاً صرف ایک ہی گواہ رہ گیا۔ اس کا بیان بھی سخت متعارض حوالے غلط۔ قطع و برید۔ ترجموں میں شرمناک خیانتیں جس کے بعد شہادت کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی۔ عدالت خدا۔ اصل بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

بسم اللہ

بشارت احمد

مختار مدعی نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق متعین کرنے کو غیابہ غلطی ہونے تک تسلیم کیا ہے اور اس مصداق کے تعین کو انکار آیت کے استناد کا مضحکہ اڑایا ہے حالانکہ مختار مدعیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احمد سے مراد سید الاولین والآخرین سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام و الصلوٰۃ کا خود قرآن کا مدلول ہے چونکہ قرآن کو بیان فرمایا گیا ہے وہ خود اپنی آپ تفسیر ہے اور اس لیے اس کو تفصیلاً مکمل شیئ سے بھی کہا گیا ہے قرآن شریف میں سورہ اعراف میں فرمایا ہے الذین یقبون الوسون النبی الا تمی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کی پیشگوئی انجیل میں کی گئی ہے وہ امی ہے اب اس صودت میں وہ ذات البرکات والحنات سید الکائنات علیہم وافضل الصلوٰۃ اکمل التحیات ہی اس کا مصداق بن سکتی ہیں کیونکہ وہی ایک شے ہے جو باوجود امی ہونے کے ایک ٹھوکرے سے کروڑوں فلسفی پیدا کر سکتے ہیں بناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیان امی بالکل نہیں تھے بالکل گل علی کے شاگرد تھے مولوی عالم خوب اہمدی کر سکتے تھے بلکہ بقول مرزائی صاحبان سلطان القلم تھے ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الاریاں ان کی تصانیف کی ہو سکتی ہیں ایسا شخص امی نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ عین علیہ السلام نے ایک ہی شخص کی پیشگوئی کی ہے لہذا ان کی پیشگوئی سے اگر حضور مراد نہ ہوں گے تو قرآن کی تکذیب ہو گئی اب ظاہر ہے کہ جو شخص اسمہ احمد کا مصداق کسی غیر کو بنائے گا وہ قرآن کا منکر ہوگا اور سورہ اعراف کا عین مخالف۔

مختار مدعا علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مرزا محمود احمد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مرزا صاحب بہر حال دیہر لحاظ مراد ہیں بلکہ امارہ مرزا صاحب ظلًا و تبعاً حضور ہیں۔ بخلاصہ اولاً تو یہ امر خلاف واقع ہے یہاں بشارت احمد سے عبارت نقل کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بہر حال اور بہر لحاظ مرزا ہے ثانیاً یہ غیر ممکن ہے آیت میں اسمہ احمد واقع ہے احمد کو علم اور جزئی حقیقی کہا جاتا ہے اور علم کا موضوع واحد بعینہ ہونا کا فیہ نزول کے نزدیک بھی مسلم ہے پس اگر اس سے مراد مرزا صاحب کو لیا جائے تو حضور مراد نہیں ہوئے اور اگر مراد حضور ہیں جیسے کہ قرآن شریف کا صحاف مدلول ہے تو مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ احمد علم اور جزئی حقیقی ہے کلی نہیں۔

ثالثاً بلکہ مرزا صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں غلام احمد ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ اگر لفظ احمد سورہ صاف میں مرزا غلام احمد صاحب کو مراد لیا جائے جیسا کہ خلیفہ

ثانی نے کہا ہے تو اس سے اظہار آیت کا استدلال قابل مضحکہ ہے غایت الامر فریق مخالف اس کو غلطی قرار دے سکتا ہے نیز خلیفہ ثانی نے یہ بالکل نہیں کہا کہ بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرزا غلام احمد صاحب مراد ہیں بلکہ بالاسالہ تو مرزا صاحب مراد ہیں اور وصف کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

در اصل مختار مدعا علیہ نے مختار مدعیہ کا مطلب نہیں سمجھا مختار مدعیہ کی یہ غرض نہیں کہ کسی مہم چیز کی تعیین اس کے انکار کو مستلزم ہے بلکہ ان کی غرض یہ ہے اس آیت میں بلحاظ سیاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قال اللہ تعالیٰ :-

فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا سحر مبين ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى الى الاسلام والله لا يهدي القوم الظالمين يديون ليطفوا نور الله بانوارهم والله متم نوراً ولو كره الكافرون هو الذي ارسل رسوله الاية ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیہ السلام کی بشارت کے بعد جب ان کے پاس احمد بمشربہ تشریف لائے اور بیانات اور دلائل واضح کے ساتھ تشریف لائے تو جن لوگوں کو اس بشارت کا علم حضرت علیہ السلام سے ہو چکا تھا احمد بمشربہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ جادو ہے ظاہر اور اللہ تعالیٰ پر بہتان اور افتراء بانڈھا کہ یہ بشارت متعلق ہے وہ کوئی ہے اور کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی وساطت سے جس ذات مقدس کے لیے بشارت دی تھی اس کو کسی دوسرے کے حق میں بنائے حالانکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا گیا ہے اور اسلام ایک محقق اور سچا راہ ہے جس کا مدعی بشارت کا صحیح مصداق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ ظالمین کو جو وضع شیئی غیر مملک کے مرکب ہوئے ہیں اور بشارت کے اصلی مصداق کو ترک کر کے کسی غیر کو مصداق ترشحے کبھی ہدایت نہیں دے گا اس واسطے کہ وہ کوئی بھولے ہوئے نہیں بلکہ وہ تو از روٹے ہیٹ دھری خواہش کرتے ہیں کہ اس بشارت کا مصداق دوسرا قرار دے کر اس اللہ تعالیٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یعنی یہ تفسیر مصداق بشارت محض قول ہونے پر منحصر ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جو فاران سے ظاہر ہوا ہے پورا کامل کر کے چھوڑ گیا اور اس بشارت کے تصدیق کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کہ بخاری دوسرے صفحہ دلی روایت سے ثابت ہے کہ حضور پر نور کے زمانہ میں ہی رومہ کے بڑے اسقف نے علی الاعلان کہہ دیا کہ جس کی بشارت دی گئی وہ آگیا اور وہی پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ لوگ جو کافروں میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت کا مصداق بنانے میں کراہت محسوس کریں گے اور کھینچا تانی کر کے دوسروں کو مصداق بناتے پھریں گے

وہی (جس نے عیسیٰؑ پر بشارت محمدیہ نازل فرمائی ہے) تو ہے جس نے (اس بشارت کے مطابق) نیا رسول بھیجا آہ الغرض اس آیت کا سیاق و سباق دلالت صریح سے ثابت کر رہا ہے کہ اس بشارت کا مصداق آگیا ہے۔ اور اس کا مصداق کوئی دوسرا تجویز کرنا افتراء ہے اور سخت ظلم ہے اور جو لوگ دوسرا مصداق بشارت تلاش کرتے ہیں وہ کافر ہیں اور ہٹ دھرمی الیا کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس بشارت کا مصداق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیا ہے وہ ذات، ذات الحسنة و البرکات آقائے کائنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اب جو شخص کسی دوسرے کو مصداق قرار دیتا ہے وہ اس آیت کا منکر ہے کیونکہ حسب تعین خداوندی اب کوئی دوسرا مراد تو ہو نہیں سکتا اور جو کسی آیت کے ایسے معنی کا انکار کرے۔ جس کا سیاق ہو تو اس کو بجز منکر آیت کے اور کیا کہا جائے گا گو منہ سے آیت کا ماننا تسلیم کرتا ہو۔

قرآن شریف کو بالاستیعاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ نے ایک ہی نبی کی بشارت دی ہے۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہوں نے متعدد انبیاء کی بشارتیں دی ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ص ۳۔

اور قرآن شریف میں سورت اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یتبعون الرسول النبى الامى آیت اس سے پایا جاتا ہے کہ انجیل میں جس نبی کی بشارت ہے وہ امی ہے اور رسول اور نبی بھی ہے اور تمام مخلوق میں فقط ایک ہستی ہے جو امی بھی ہے اور رسول بھی اور نبی مگر مرزا صاحب بالکل امی نہیں تھے وہ انبالہ کے ایک شیعہ عالم کے شاگرد تھے جس سے شرع جاتی تک کتابیں پڑھی تھیں اور مولوی عالم پنجاب یونیورسٹی کا امتحان بھی دیا جس میں نفل ہو گئے اہلحدیث بھی کی تھی اور بقول مرید صاحبان سلطان القلم تھے اور بقول ذات شریف ایک ایک موضوع پر بیچاس بیچاس الہدایاں تصانیف چھوڑ کر مرے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس بشارت کو مرزا صاحب پر منطبق کرنا قرآن شریف کا انکار ہے جو اسے مبشر بہ نبی امی قرار دیتا ہے۔ اور اگر احادیث کو بھی دیکھا جائے تو عربان بن ساریہ سے بخاری و مسلم میں ایسی آیات ملجائیں گی۔ جن سے حضور کا ارشاد ذیل ملتا ہے

ساخبرکہ بادل امری دعوة ابراہیم و بشارة عیسیٰ ابن مریم الحدیث پس معلوم ہوا کہ بشارت اسمہ احمد کا مصداق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور خود مبشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضور پر نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کوئی اس کا مصداق کسی دوسرے کو تجویز کرے چاہے اس کا نام احمد ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے وہ قرآن شریف اور حضرت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معنی اور مصداق مخالف ہے پس اس نے انکار آیت کیا۔ اور یہی مختار مدعیہ کا مطلب ہے۔

ربا امر ثانی کہ خلیفہ ثانی کے نزدیک بہر حال اور بہر لحاظ مرزا صاحب مراد نہیں یہ بھی غلط ہے میں جناب خلیفہ ثانی کی کتاب القول الفصل کے صفحہ ۲۷ د ۲۸ ر ۲۹ کی طرف توجہ عدالت مبذول کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد رکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیشگوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مشیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی مضمون کے رد سے ایک ہی ہے اس کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع الجلال والجمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

(ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۶۷۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں اور عیسیٰ نے کوزر ع اخرج شطہ الآبیہ الذین داخلین ہنہو الی قولہ -

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۴، ۱۲۳)

اس سے عینہ ثانی اور مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہو سکتے اور بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرزا صاحب مراد ہیں۔

اور دو شخص اس سے مراد ہو بھی نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احمد علم ہے اور علم کی وضع ایک معین شخص کے لیے ہوتی ہے اور یہ نگو اور کلی نہیں۔ پس اگر اس سے دو شخص مراد لیے جائیں تو اسم کی وضع کا خلاف ہوگا۔ نیز آنکہ مرزا غلام احمد صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں ان کا نام تو ان کے والد صاحب نے غلام احمد رکھا ہے اگر قرآن شریف میں اسمہ غلام احمد ہوتا تو پھر کوئی وجہ تھی۔ اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے اور مرزا محمود کا یہ ادعا کہ خدا نے آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا۔ سب شاعرانہ باتیں ہیں۔ ان کو استدلال نہیں کہا جاتا احمد کے نام پر بیعت لینا تو اس وقت شروع کیا جب کہ آپ نے اپنے آپ کو بشارت کا مصداق فرض کیا اور یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کی۔ اس واسطے آیت میں اس کی بشارت دی گئی ہے جو احمد کے نام سے ابتداء مسمی ہوگا اس واسطے کہ اسمہ احمد جملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

اور اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی صادق آتا ہے۔ کہ حضور کا نام آمنہ صدیقہ نے احمد رکھا اور عبدالمطلب نے محمد رکھا اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا نام احمد رکھا اگر یہ مراد ہے۔ کہ اس پیشگوئی میں میرا یہ نام ہے تو مصداق علی المظرب ہے۔ اس پیشگوئی میں وہ شخص مراد ہے جس کا نام کسی دوسری دلیل سے ثابت کیا جائے۔ اور اگر اس بشارت کا مصداق ثابت کرنے کے لیے بشارت کو پیش کیا جائے تو یہ توقف الہی علی نفسہ ہوگا اور اگر کہیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے یہ محض فرض ہی فرض ہے۔ اصلیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا خدا تعالیٰ کی قدرت

دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بیخ نکل ہی گیا۔ کہتے ہیں اپنے نام۔

یعنی مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اور اس کا ایک حصہ اور بزم احمد کا لفظ ہے۔ جو اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ہے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ بلکہ یہ ایک جنم ہے پس سارا نام غلام احمد ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کتاب البرہ میں لکھتے ہیں۔ میرا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔
الغرض مرزا صاحب اور اس کے خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس بشارت میں مراد مرزا صاحب ہیں حضور پر نور علیہ السلام نہیں۔

باقی انوار خلافت کے طویل طویل حوالے بلفظ نقل کر کے بلاوجہ مسئلہ کو طول دیا اور زعم خود اپنے اس کفر پر اولہ پیش کیے حالانکہ گفتگو اس قدر تھی کہ اس آیت بشرّاً بر رسول کا حقیقی مسداق اور احمد کے نام کا حقیقی مسمیٰ مرزا صاحب ہیں یا رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شروع میں مرزا محمود صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے حقیقی مصداق صرف مرزا صاحب ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد بھی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ مرزا صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو انوار خلافت صفحہ ۱۸۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صفحہ کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی بتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے اور جب کہ ہم نے قرآن کی نص قطعی اور صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہیں اور احمد، بخاری شریف وغیرہ میں آپ ہی کے اسماء میں شمار ہے پھر اس قول کے خلاف نصوص قرآنیہ و تفسیرات سنت نبویہ موجود ہیں پس اب اس کے کفر و ارتداد ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

(قرآن و حدیث اور وحی مسیح موعود)

اس سلسلہ میں میں نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ کا حوالہ پیش کیا تھا مختار مدعا علیہ نے اس کی ایک غلط اور ناقابل توجیہ یہ کی ہے کہ یہ کلام ان احادیث کی بابت ہے جو مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ہیں

ان کی دو قسمیں ہمارے جو قرآن کے مطابق ہیں ان کو تائید و دعوتے میں قبول کرتے ہیں اور جن کے متعلق ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے متعلق کہا ہے وہ وہی احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں

الجواب

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکل غلط اور خلاف تصریح مرزا صاحب ہے کیونکہ شرع محمدیہ کے احکام و مسائل کے اصول میں سے اصل اول قرآن اور اصل دوم حدیث ہے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں ”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرنے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حدیث کو اصول و بنیاد میں سے خارج سمجھ کر حدیث کی توہین کی نیز حدیث سے اپنی وحی کو مقدم سمجھ کر قرآن کے بعد اپنی وحی کو اصول دین میں اصل ثانی قرار دیا۔ جس میں حدیث کی سخت توہین ہوئی کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی وحی کا رتبہ رہا نہ حدیث کا اور نیز اس میں تشریح کا دعویٰ بھی پایا گیا کیونکہ اصول دین میں مرزا صاحب کی وحی کا اضافہ ہو گیا جو اصل جدید ہے اصول شرعیہ میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں پھر مرزا صاحب حدیث کا درجہ اصول و بنیاد دین سے گرا کر اس کو محض تائید کا درجہ دیتے ہیں جس میں حدیث کی توہین ہے اسی پر اکتفا نہیں بلکہ تائید کا رتبہ بھی اس وقت حاصل ہے کہ جب حدیث میں دو شرطیں پائی جائیں اول یہ کہ قرآن کے مطابق ہو دوم یہ کہ مرزا صاحب کی وحی کے بھی معارض نہ ہو اگر حدیث مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہو تو اگرچہ قرآن کے موافق بھی ہو تو بھی تائید کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں حدیث کی سخت توہین ہے پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دوسری حدیثوں کو ہم دعویٰ کی طرح پھینک دیتے ہیں ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو اوپر بیان کردہ دو شرطوں پر نہ ہوں یعنی باقرآن کے موافق نہ ہوں یا موافق نہ ہوں مگر مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہوں ان تمام حدیثوں کو مرزا صاحب ردی کی طرح پھینکتے ہیں عدالت غور فرمائے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین ہے کہ صحت حدیث کا ایک یہ بھی اصل ہوا کہ مرزا صاحب کی وحی کے معارض نہ ہو ورنہ پھینکنے کے قابل ہیں اس سے زیادہ حدیث کی توہین کیا ہو سکتی ہے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دینے کے لیے دوسری حدیثوں سے وہ احادیث مراد لیتا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی عبارت میں دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو قسم اول کے مقابل ہیں اور قسم اول کی وہ حدیثیں ہیں جو نہ قرآن کے مخالف ہوں اور نہ مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہوں۔ پس وہ احادیث جو صرف قرآن کے مخالف ہوں یا وہ احادیث قرآن کے موافق مگر مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہیں وہ سب قسم دوسری حدیثوں میں داخل ہیں میں اپنے تشبیہی جواب کی صحت کے لیے مرزا صاحب کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں عدالت خود غور فرما لے گی کہ کس طرح حرف بحرف ہمارا دعویٰ مرزا صاحب سے ثابت ہے۔

” اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارضین نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ ر ۳۱)

پھر مختار مدعا علیہ ایک مقالہ اور دیتا ہے کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کا ایسا اعتقاد ہو اور ایمان ہو جس کی کلام زیر بحث ہے یعنی مرزا صاحب کا اعتقاد ایسا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر مرزا صاحب اپنی وحی کو بالکل قرآن کے موافق سمجھتے تو تائیدی حدیثوں کے ایسے دو شرطیں نہ نکاتے کہ قرآن کے موافق ہو اور میری وحی کے معارضین نہ ہو۔ اس قید کا فائدہ صرف یہ ہے کہ صرف قرآن کی موافقت کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ضرور ہے کہ میری وحی کے معارضین نہ ہو یہ فائدہ اس وقت مرتب ہو سکتا ہے جب کہ موافقت قرآن کے بعد بھی مرزا صاحب کی وحی معارضین نہ ہونے کا احتمال باقی ہو اور یہ احتمال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جس وقت موافقت اور تعارض کا اجتماع ممکن ہو۔

میں نے تو بین حدیث کے سلسلہ میں اعجاز احمدی صفحہ ۷۵ کی عبارت پیش کی جس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے متعلق ہے جو قرآن کے مخالف ہیں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ جواب نہ صرف غلط ہے بلکہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ منشاء تو بین یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے علم کو احادیث نبویہ پر بدیں علت وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں کہ ہم نے براہ راست خداوند حکیم سے حاصل کیا اور تمہاری حدیث مردوں سے مروی ہیں جو بہر حال ہمارے علم کی برابری نہیں کر سکتیں۔

اب مختار مدعا علیہ کے مقالہ پر غور فرمائے کہ قرآن کی موافقت اور مخالفت کو دخل دے رہا ہے۔ مرزا صاحب احادیث کی تحقیر اس بنا پر کر رہے ہیں کہ وہ مردوں سے مروی ہیں پس جس قدر سلسلہ احادیث موجود ہیں خواہ قرآن کے موافق ہو یا مخالف سب کا سب مرزا صاحب کے معیار امتیاز پر مرزا صاحب کے علم کے سامنے بے حقیقت ہیں کیونکہ یہ سب ان لوگوں سے مرویات ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیا مختار مدعا علیہ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں فوت شدہ لوگوں سے مروی نہیں یا وہ مرزا صاحب کے الہامات وحی سے زیادہ صحیح اور بلند مرتبہ ہیں بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب احادیث کو اپنے الہام و وحی کے مقابلہ میں بے اعتبار اور کم پایہ ثابت کر رہے ہیں خواہ قرآن کے موافق ہوں یا مخالف۔ جو احادیث نبویہ کی نہایت درجہ کی تو بین و تحقیر ہے پھر مختار مدعا علیہ نے اپنے جواب کی تائیدی میں مرزا صاحب کی عبارت پیش کی ہے جسے

گمراہ کرنے والے۔ کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے اور بجز قرآن کے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت ہمارے مدعا کی زبردست دلیل ہے کیونکہ مرزا صاحب اس عبارت میں اصل دین صرف قرآن کو بتلا ہے ہیں۔ اور بجز قرآن کے سب چیز سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ احادیث نبویہ اصول دین میں ایک اصل محکم ہے جس سے انکار الحاد و زندقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ما اتاکم اللہ رسول فخذوا بما نزلنا کم عنہ فانتم لو اٰمنا بقرآن مرزا صاحب احادیث کو بے اصل اور بے اعتبار ثابت کرنے کے لیے بر ملا کہتے ہیں کہ بجز قرآن ہمارے ہاتھ کیا ہے یہ سراسر احادیث نبویہ کی توہین ہے بلکہ لمحذ انہ انکار ہے اعا ذنا اللہ تعالیٰ من ذلک مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ پس اے مخالفو! نقلوں کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہتیری نقلیں اور حدیثیں دہو کہ باز نہ بنائی ہیں :-

سو مختار مدعا علیہ کی عبارت بھی ہمارے مدعا کی زبردست تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے علم و بیان کے نقول کے قبو سے روکتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین حدیثیں موضوع ہیں۔ ہمارا تعلق حکم سے ہے جو بالکل صاف ہے کہ نقول پر خوش نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے صحیح موضوع ضعیف و قوی تمام احادیث کو شامل ہے بعض احادیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نقول و احادیث قابل اعتبار نہیں۔ بہر حال مرزا صاحب نے یہ عام حکم کر کے احادیث کی سخت توہین کی ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے پس خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد کس حدیث کو مان لیں۔ بحمد اللہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ یہ عبارت نہایت صراحت سے توہین احادیث پر دال ہے کیونکہ سر سے سے ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کے مقابلہ حضور علیہ السلام کی احادیث کو کم درجہ ثابت کر کے احادیث نبویہ کی توہین کی ہے اب تک مختار مدعا علیہ ادھر ادھر کی توجیہات کرتا رہا کہ ان احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں نہ احادیث صحیح مگر مرزا صاحب کی اس عبارت نے مختار مدعا علیہ کی تمام توجیہات کا خاتمہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنی وحی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو کس شان و عظمت و جلال سے بے حقیقت بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ بالا۔ غالباً مختار مدعا علیہ کو یہ ضرور احساس ہوا کہ یہ عبارت مختار مدعا علیہ کے الزام کی زبردست دلیل ہے مگر وہ یہ آیت پیش کر کے مغالطہ دینا چاہتا ہے نبیای حدیث بعدہ یومنون مگر اس کا جواب اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ حدیث سے مراد احادیث نہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی و کبیر وغیرہ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایسا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ قول غیر معتبر ہے ثانیاً نہ اس کو شہادت میں پیش کیا گیا نہ جرح میں آیا ہے ثالثاً یہ حدیث صحیح علیکم بسنتی الخ کے خلاف ہے۔

رابعاً یہ حضرت بایزید پر افتراء ہے جیسا کہ اقتضای میں لکھا ہے شیخ الاسلام ابو اسماعیل ہرودی گفتمہ بویزیدہ در وہما بستہ۔

خامساً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت بایزید پر بسا اوقات حالت سکر طاری ہوتی تھی اور حالت سکر میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں اور سکر کے زائل ہونے کے بعد استغفار فرماتے تھے۔ چنانچہ امام شرنانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں سئل ابو غیبی الجوز جانی رض عن اللفاظ الصتی تحکی عن ابی بیزید فقال دحمة اللہ ابو بیزید لہ حالہ و نعلہ بہا قلم علی حد غلبتہ اد حال سکر۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی متعدد کتب سے چند جدید حوالجات نقل کر کے بطور نتیجہ کے یہ بتلایا ہے کہ جن احادیث کو رد کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اعجاز احمدی کہا ہے وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین بنالوی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جن کا نظمی ہونا سب کو مسلم ہے مختار مدعا علیہ نے اس قول میں نہ صرف احادیث کے رد کرنے کی توہین کے الزام کو تسلیم کر لیا بلکہ اس غرض و غایت کو بھی بتلا دیا کہ مرزا صاحب کو ردی کی طرح احادیث نبویہ کو پھینکنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی تھی یعنی مولانا محمد حسین صاحب بنالوی علیہ الرحمۃ نے مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کے بطلان پر احادیث کو پیش کیا چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت ان احادیث کی رو سے باطل ثابت ہوتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ایسی احادیث کو ردی کی طرح پھینکنے کا حکم دیا۔ گویا مرزا صاحب کا یہ حکم صرف توہین ہی نہیں بلکہ خود غرضی اور اپنے دعویٰ کی خاطر سے ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مولانا محمد حسین صاحب نے کن احادیث کو پیش کیا یہ وہ احادیث ہیں جو سماج سہ میں مردی ہیں اور جیسے کہ علامہ شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں۔

پھر مختار مدعا علیہ نے تحفہ گوڑویہ کی چند احادیث کے معنایں بیان کئے ہیں جن میں دابتہ الارض وغیرہ کی بھی حدیثیں ہیں تا معلوم کہ مختار مدعا علیہ دجال وغیرہ کی حدیثوں کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے غالباً وہ ان احادیث کو پیش کر کے ان کے الفاظ ظاہری معانی پر استعجاب اور بیدار عقل ہونا دکھلانا چاہتا ہے۔ مگر جو جماعت مرزا صاحب کے مریم ہونے پھر حاملہ ہونے پھر منع حمل کے لیے جزع کی طرف جانے اور پھر مریم سے بیٹے پر ایمان رکھتی ہوں احادیث پر کیوں استعجاب ہوتا ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں احادیث کی عظمت اور علوم مرتبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ مسئلہ میں یہی اختیار کیا جس کی مذمت ہے اس کی مدح بھی موجود ہے جس کو صاف الفاظ میں بھی کہنا پڑتا ہے۔

حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ

اعجاز احمدی میں مرزا صاحب نے ان احادیث کو ردی میں پھینکنے کا حکم دیا مرزا صاحب پر تو بین احادیث کا الزام قائم کیا۔ تو مختار ان مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے حکم کی وجہ اصول کتب کی بیان کردہ ایک حدیث کو پیش کیا جمع میں دریافت کیا گیا تو اس حدیث کو کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے سند دریافت کی گئی کوئی نہ بتلا سکے مجموعہ فوائد سے شوکانی کا یہ قول اس حدیث کے متعلق پیش کیا گیا وضعنا الزنادقة تو کوئی اس پر جواب نہ بنایا شوکانی نے اس حدیث کو موضوع زنادقة کہا یعنی اس پر مندرجہ ذیل جرح پیش کی گئیں۔

(۱) یہ احادیث کی کتب میں مروی نہیں۔

(۲) حدیث بلا سند ہے جو غیر معتبر اس پر عبد اللہ بن مبارک کا قول صحیح مسلم سے پیش کیا گیا۔

(۳) شوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو زنادقة نے وضع کیا ہے۔

(۴) شوکانی نے فوائد میں کہا ہے یہ حدیث قولہ تعالیٰ ما اتاکم الرسول سے رد ہے۔

مختار ان مدعا علیہ سے کسی کا جواب نہ ہو سکا۔ اب بحث میں بجائے اس کے کہ ہمارے جرح کا جواب دیتے ایک بے فائدہ بحث شروع کر دی ہے اور ایسے اقوال پیش کئے گئے جو مسل پر نہیں آئے تاہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں

اس بحث کا ایک جواب اجمالی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کا مفہوم خود اپنی تردید کرتا ہے کیونکہ پہلے ہم ان احادیث کو کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں اگر کتاب اللہ کے موافق پڑیں گی تو لیں گے ورنہ ان کو رد کر دیں گے۔ پس ان احادیث کو جب کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں تو مخالف ہوتی ہیں کیونکہ کتاب اللہ کا ارشاد ہے ما اتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی جو کچھ حضور علیہ السلام فرمادیں اس کو مان لو اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔ کلمہ ما عام ہے جو ہر ایک امر کو شامل ہے پس قرآن شریف کی یہ آیت ان احادیث کو رد کرتی ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں تصریح کی ہے پس ان احادیث کا رد ان ہی سے ہو گیا۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح اصول دین میں اصل کافی ہے جس طرح قرآن سے احکام ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح احادیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ قرآن موجب علم و عمل ہے ویسا ہی احادیث - ابو داؤد میں حضرت مقدم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے یعنی (حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھڑ پھیر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو! تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو حدیث میں اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔ سن رکھو تمہارے لیے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے ورنہ اور نہ مسلمانوں کی امان دینا۔ میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پروا ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں وہ نہ دیں تو اسے پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار خود بخود ان کے مال سے لے لے“

طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا اس حدیث میں بڑی زبرد ملامت ہے جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی ہے اس شخص کے لیے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پروا ہو جائے اور اس کا عمل ترک کر دے۔ اس حدیث کو دائمی نے بھی نقل کیا۔ اور اس نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال و ابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے

مرزا صاحب نے حق و باطل کو ملایا ہے اور مرزا صاحب تبلیغ رسالت صحت میں دجال کی علامت قرار دیتے ہوئے بجز اس کے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اگر احادیث کا انکار قرآن کا انکار تھا تو پھر کس نے مرزا صاحب کو مجبور کیا کہ احادیث کو مردوں کی مرویات کہہ کر استخفاف کرتے اور کیوں نہ صاف الفاظ میں کہتے کہ قرآن کے سوا ہمارے ہاتھ کیا ہے۔

پھر مختار معالی نے بے شمار ایسے حوالجات پیش کر کے بحث کو طول دیا ہے جن کا مسل میں ذکر تک نہیں جن میں اکثر کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب ان احادیث کو چھوڑتے ہیں جو مرزا صاحب کی وحی کے خلاف ہیں اور بعض حوالجات میں ترک احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہیں اور احادیث مسیح کو حکم قرار دیا گیا ہے پس مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس کو لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں وغیرہ ان حوالجات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی مزمومہ وحی کے مقابلہ میں احادیث نبویہ کا رد کرنا یہ احادیث نبویہ کی توہین ہے۔

مختار معالی نے اشراق الالبصار کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں نہایت سخت نینانت کی ہے کیونکہ اول سے لفظ مع اور آخر سے وہو من اوضح الموضوعات کو کاٹ کر مغالطہ دیا حالانکہ اشراق میں تصریح ہے کہ مدخلیں جو حدیث

باسناد تحقیقی ہے وہ سخت ترین موضوعات میں سے ہے پھر مختار مدعا علیہ نے چند احادیث نقل کر دی ہیں جن کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے میں جواب دینے کی ضرورت نہیں پھر مختار مدعا علیہ نے محض اپنے خیال و دہم سے یہ جواب دینا چاہا ہے کہ حدیث زنادقہ وضع کردہ نہیں ہو سکتی۔ الخ

مختار مدعا علیہ دیدہ و دانسہ مفاظ دیتا ہے کیونکہ ہم نے اصول حدیث کے قواعد پر کبار محدثین کے اقوال سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیا ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے اقوال سے اس کی صحت پیش کرتا اس کو یقین تھا کہ ائمہ محدثین اس حدیث کو زنادقہ یعنی بیدینوں کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں اب مختار مدعا علیہ محض اپنی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ کی موضوع نہیں ہو سکتی جو قطعاً ناقابل التفات ہے۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ کا تباہی ہی غلط ہے کیونکہ جب کبھی اسلام میں فتنہ اٹھا تو صحیحات مصطفویہ اور ارشادات نبویہ سے پچنے کے لیے اسی حدیث کو اڑ بنایا معتزلہ کی دار و مدار یہی حدیث ہے فرقہ نیچر پیہ کے خیالات اور آزادی کا سنگم یہی حدیث ہے عبد اللہ پھر لومی اسی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اسی حدیث کے سہارے اپنی مسیحیت اور نبوت کا سکہ راج کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زنادقہ اور ملحدوں کا یہ اصول ہو چکا ہے کہ احادیث اور آثار صحابہ کو بے حقیقت ثابت کرنے میں اس حدیث سے یوں فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک معنی از خود کئے جاتے ہیں اور اس کو قرآن کا متعین معنی فرض کئے جاتے ہیں۔ مگر پھر احادیث میں ان آیات کی جو تفسیر طرق صحیح سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار اس لیے کر لیا جاتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لیے قابل قبول نہیں اس حدیث سے نہ صرف حدیث صحیحہ کے انکار کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ قرآن کے معانی سب منتشر کئے جاتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ نے اس حدیث کے بے سند ہونے کا ایک نہایت لغو جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ بن کتب میں یہ حدیث انی کیا ان کے مضافوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے یا فی الواقع اسے رسول کریم کی حدیث سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث نقل کی ہے۔

الجواب

یہ جواب مختار مدعا علیہ کی نادانیت اور کتب حدیث میں عدم بصیرت پر دال ہے۔ کیونکہ احادیث موضوعہ کے موضوع ہونے کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ نقل کرنے والے اس کو موضوع سمجھیں اور وہ موضوع نہ سمجھیں تو صحیح ہو جائے۔ موضوع کی تعریف اور اس کے احکام کتب اصول حدیث میں مذکور ہیں جس کی بنا پر علماء محدثین اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ سے اگر کچھ ہو سکتا تھا۔ تو اس کی توثیق و تصحیح کرنا۔ ان لوگوں کے اقوال کے برخلاف اکابر محدثین کے نقول پیش کرنا۔ جو اس کو زنادقہ کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں۔ نقول صحیح کا جواب نقول سے ہوتا نہ محض

خیالات اور ادہام سے۔

اصول شاشی میں سے جو حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ اولاً تو وہ خود ہی بے سند ہے۔ کتب احادیث کا حوالہ نہیں۔ ثانیاً عرض علی الکتاب کا سوال وہاں پیدا ہو سکتا ہے جہاں روایت منافق سے ہو۔
 عمدۃ المحواشی حاشیہ اصول الشاشی سے جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ اس حدیث کی تصحیح نہیں سرتا۔ کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کی روایت میں جو صحت کا اہتمام کیا ہے وہ دیگر مصنوعات میں نہیں کیا یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں یہ مختار مدعا علیہ کا مخالف ہے۔ یا نا فہمی سے بخاری سے صحیح بخاری مراد لی ہے علامہ تفتازانی نے تلخیص میں اس حدیث کے متعلق بہت کلام کی ہے وقد طعن فیہ تلویح صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ مولانا محمد العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ صاحب سفر السعاده نے فرمایا کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زند بقول نے وضع کیا یعنی از خود بنایا۔ اور نیز یہ اس قول خداوندی کے مخالف الخ
 علامہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے

مزی نے اس حدیث کی جس دوسری حدیث سے تائید ظاہر کی ہے۔ اولاً تو موضوعات کی کسی دوسری حدیث کی تائید صحیح نہیں ہو جائیں۔ ثانیاً جس حدیث کو تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حال پہلی حدیث سے اچھا نہیں۔

اس لیے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن حکیم کے معانی کی تعین اور وجوہات و اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے کیونکہ حدیث بمنزلہ خادم کے ہے خدمت کرنا خادم کا کام ہے نہ کہ مخدوم کا۔
 چنانچہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شہرانی مسیح البین میں لکھتے ہیں کہ امت مجریہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن مجید کی وجہ مختلف کی فیصلہ کرنے والی ہے۔ ما اجتمعت الامم علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ سنن حارمی صفحہ ۷۷۔

پھر مختار مدعا علیہ نے میری جرح جو اس حدیث کی سند کے متعلق تھی اس کا جواب اس طریق پر دیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند کوئی چیز نہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کی تصریحات کا کوئی اعتبار نہیں کسی جرح سے کوئی مجروح نہیں ہوا نہ کسی توثیق و تعدیل سے کسی کو قوت حاصل ہوتی ہے جس سے مختار مدعا علیہ کا مطلب صاف ہے کہ امت نے جس چیز کو آج تک صحیح و صحیح حدیث سمجھا وہ لغو ہے گویا جرح و تعدیل کا سرے سے اعتبار نہیں جو شخص جس حدیث کو اپنے مطابق پائے قبول کرے اور جس کو خلاف پائے انکار کرے اس اصول پر مراتب حدیث

اور اس کی تیز بھی ناممکن ہو جائے۔

(قیامت کے متعلق)

مختار مدعیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت دو آیتیں - قل انما علمہا عند ربی الخ اور ان اللہ عندہ علم الساعۃ اور ایک مسلم اور بخاری کی متفق علیہ حدیث فی خمس لا یعلمہن الا اللہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ احادیث اور تفاسیر میں استاثرہ اللہ کا لفظ آیا ہے کہ اس کا علم صرف خدا نے اپنے واسطے تہنہ بلا شرکت غیر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب لیکچر سبیل کوٹ کے صفحہ ۸ پر اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں - ”کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ جس سے نصوص قطعیہ کا انکار اور قرآن سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو مغالطہ دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا اس سے مقصد جو مختار مدعیہ سے رہا ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد مختار مدعا علیہ نے اپنے لفظوں میں یہ بتایا کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی وجہ سے بھی کسی کو علم نہیں بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا بھی یہی مقصد ہے حالانکہ عدالت صفحہ ۸ کی بالکل صاف اور صریح ہے اور اس سے یہ مقصد جو مختار مدعا علیہ سے رہا ہے بالکل نہیں نکلتا۔ مرزا صاحب صاف فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔ یہاں قیامت کے علم کے متعلق سوال ہے نہ علامات قیامت۔ قیامت سے علامات قیامت مراد لینا غلط ہے۔

ہاں البتہ صفحہ ۹ پر ایک فقرہ اس قسم کا موجود ہے جس میں علامات قیامت ہیں مگر وہ فقرہ اس کی شرح ہرگز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صفحہ ۱۰ پر پھر لکھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گواہ ہزار سال باقی ہے لیکن اس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہوگی۔ خط کشیدہ حملہ گواہ ہزار سال باقی ہے قابل غور ہے کس صفائی کے ساتھ قیامت کی تعبیر ہو رہی ہے اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۹ کا تو حوالہ دیا مگر صفحہ ۱۰ کو چھوڑ دیا جس سے اس کے جواب کی اصل حقیقت کا پردہ فاش ہوتا تھا۔ لہذا مختار مدعیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب قیامت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ اس کا علم کسی کو نہیں صفحہ ۱۰ کی اس عبارت سے کہ اب قیامت سے ہزار سال باقی ہے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ الزام کہ یہ عقیدہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے بحال باقی رہا۔

علاوہ ازیں اگر تھوڑی دیر کے لیے قول مختار مدعا علیہ کو تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کو مفید نہیں کیونکہ اول تو نصوص قطعیہ قرآن اور حدیث سے جن علامات کا پتہ چلتا تھا مثلاً خروج دجال یا جوج و ماجوج و نزول یسعی بن مریم وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے مرزا صاحب منکر ہیں اور دجال اور ماجوج و ماجوج سے کبھی تو پادری اور کبھی قوم نصاریٰ اور

(۳) برہمن افکار سے مقابلہ اچھا نہیں۔

(حقیقۃ الومی صفحہ ۹۷)

(۳) ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲ کرشن کے متعلق حقیقۃ الومی صفحہ ۱۵۵ و ۱۸۵ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲ کے حوالے پس اس سے نامہ اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

(مرزا صاحب کے اقوال میں تعارض نہیں)

قول مختار مدعا علیہ کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ سے کام لیا ہے اور مرزا صاحب کے کلام ازالہ ادہام کہ میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے اور تحفہ گوڑیوہ کے دعویٰ مسیح موعود میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ازالہ ادہام میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ اور اس پر چار حوالے پیش کر کے کہا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال کی بنا پر مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ نہ وہی مسیح ابن مریم۔ گویا مختار مدعا علیہ کے خیال میں مسیح موعود ہونے کی نفی مرزا صاحب نے ان علماء کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کی ہے جو مرزا صاحب کو اصلی یسے بن مریم صاحب انجیل ہونے کا مدعی سمجھتے تھے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل غلط اور مجھوت محض ہے جو اس نے خلاف واقعہ مسلمانوں کا اپنی طرف سے ایک خیال گمراہ کر مرزا صاحب کے تعارض کو رفع کرنے کے ابتجاد کی ہے۔ کیا اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ علماء مرزا صاحب کو اس امر کا مدعی سمجھتے تھے کہ آپ بعینہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو انیس سو سال پہلے نبی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے یہ تو بداجہتہ باطل اور افتراء ہے۔ کسی نے بھی مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ علماء کا یہی خیال تھا کہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ بوجہ مشابہت کیا ہے اور اصلی یسے علیہ السلام کو آپ فوت شدہ سمجھ کر اپنے آپ کو وہی مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ جس کے زوال کی خبر نصوص اسلامیہ میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب خود کئی جگہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ ادہام صفحہ ۶ پر ہے "کہ مشابہت کے لیے جو مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات طلب کئے جاتے ہیں" اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ علماء نے آپ کو اصلی یسے بن مریم کا مدعی نہیں سمجھا بلکہ بوجہ مشابہت مسیح موعود ہونے کا مدعی سمجھا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے یہاں پر اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کر دیا اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جس طرح کہ براہین میں دعویٰ تھا کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔

(۱) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ازالہ میں بھی مسیح موجود ہونے کا دعویٰ موجود ہے۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یک نہ شد و دوس نہ شد۔ اثبات تعارض کے لیے صحفہ گوڑویہ تک جانے کی ضرورت بھی نہ رہی اور اسی کتاب میں تعارض ثابت ہو گیا۔ ہاں البتہ صحفہ گوڑویہ کے زمانہ تک مرزا صاحب کبھی اگے کبھی پیچھے قدم رکھنے کے حدود سے گذر چکے تھے۔

(۲) قول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے امتی ہیں جس معنی سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان کو امتی قرار دینا کفر لکھا ہے۔
(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب ناکافی ہے جو مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعارض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس سے انکار نہیں کیا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دیا ہے۔ جس سے تسلیم مفہوم ہوئی۔ اب رفع تعارض تو تب ہوتا کہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینے کے یہ معنی ہیں اور ان کو امتی قرار دینا تو کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ازالہ اوہام میں بھی ان کے امتی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے یہ اور تعارض کو بختہ کرنا ہے نہ یہ کہ رفع تعارض۔

(۳) قل مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ کا یہ تعارض کہ آنے والا ابن مریم نہیں ہوگا جیسا کہ ازالہ میں ہے اور آنے والا مسیح نبی ہوگا جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے حقیقت الوحی میں آنے والے کا نشان ہوتا ہے ایسا ہی ازالہ اوہام میں ہے پھر ازالہ اوہام کے دعوے کے پیش کیے ہیں ایک ص ۲۸۵ کا دوسرا صفحہ ۲۲۲ کا۔

(الجواب)

مختار مدعیہ نے کوئی مغالطہ نہیں دیا بلکہ مختار مدعا علیہ خود مغالطہ دے کر تعارض کو رفع کرنا چاہتا ہے جو ہو نہیں سکتا کیونکہ پہلے حوالہ میں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا اس میں اگر لفظ نبی اللہ موجود ہے مگر مرزا صاحب نے خود اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اس سے نبوت تامہ کا ملہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے بالفاظ دیگر محدثیت ہے نہ نبوت۔ لیکن حقیقت الوحی میں نبوت مراد ہے نہ محدثیت تو تعارض رفع نہ ہوا بلکہ بحال رہا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنے حوالے کا پورا مطلب نہ بیان کر کے دھوکہ دیا ہے۔

اسی طرح حوالہ صفحہ ۲۲۲ میں بھی صاف تصریح کی گئی ہے کہ نبی اللہ سے مراد امتی ہے جو حقیقت کا درجہ رکھتا ہو نہ نبی اللہ حقیقت جیسا کہ حقیقت الوحی میں مراد ہے اس حوالہ میں بھی مختار مدعا علیہ نے دھوکہ دیا ہے اور تعارض

ویسے کا ویسا موجود ہے کیونکہ مرزا صاحب کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ محدثیت نبوت سے نیچے اور لوگوں سے اوپر ایک برزخ کا مقام ہے صفحہ ۲۳۶ ازالہ اوہام، محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حماۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں ہے ولو لم یکن سد باب النبوة لکان نبیاً بالفعل یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو محدث بھی نبی ہو جاتا۔

پس دعویٰ محدثیت سے جو ازالہ میں ہے دعویٰ نبوت جو حقیقۃ الوحی میں ہے لازم نہیں آتا چنانچہ مرزا صاحب اسی ازالہ کے صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں ”سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟“

اما الجواب۔

دعویٰ نبوت نہیں بلکہ دعویٰ محدثیت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الی) تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔ غرض مختار مدعا علیہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تعارض بدستور ہے۔

(۴) مختار مدعیہ کی طرف سے اعتراض تھا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ نہیں اور بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔

اس تعارض کا جواب مختار مدعا علیہ نے یہ دیا ہے۔ کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں دعویٰ ہے۔ کہ نبی ہیں وہاں نبوت غیر تشریحی مراد ہے۔ اور جہاں نبوت کی نفی ہے۔ وہاں نبوت مستقل کی نفی ہے، پس کوئی تعارض نہ رہا اور جس قسم کی نبوت کا دعویٰ بدر میں کیا گیا ہے۔ اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کا ازالہ میں تصریح فرمادی ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے اور مرزا صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ میں جو کہا ہے سب جھوٹ ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھی بیخ کا شائبہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب ہمیشہ نبوت کا انکار کرتے رہے۔ البتہ محدثیت کا دعویٰ کرتے رہے۔ جس کو وہ کبھی جبری نبوت مجازی نبوت اور کبھی شعبہ نبوت اور کبھی ناقص نبوت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہے۔ اور نبوت حقیقی کا بلا تخصیص تشریحی غیر تشریحی اور مستقل غیر مستقل کے انکار کرتے رہے۔ اس قسم کے حوالے اس مقدمہ میں پیش ہو چکے ابھی جو حوالے ازالہ اوہام وغیرہ کے گزر چکے ہیں ان میں سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کہ محدثیت اور چیز ہے۔ اور نبوت اور چیز ہے محدثیت کا مفہوم محدود ہے۔ جو نبوت سے نیچے بطور برزخ کے ہے، مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ محدث اس امت میں کئی ہوئے مغلہ ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہم جن کی محدثیت کی نص اچکی ہے۔ اور یہ بھی تصریح کر دی کہ ختم نبوت کے بعد کوئی محدث نبی نہیں ہو سکتا اگر باب نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت عمر بھی نبی ہوتے اور محدث کا نبی نہ ہو سکتا بھی باب نبوت کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے۔ ملاحظہ ہو حماۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

وانی والله آمن بالله ورسوله (الی) من ممکن القوۃ الی خیر الفعل اور اس سے پہلے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ مقام تحدیث مقام نبوت سے مشابہ ہوتا ہے (بس کامیں نے دعویٰ کیا ہے) تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ خالص جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ بھی نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ انہوں نے محض میری تکفیر اور سب لعن ملعن کرانے کے لیے یہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وانی کتبت فی بعض کتبی (الی) ویفرقوا بین المؤمنین -

یہی مضمون صفحہ ۷۹ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ میں دعویٰ نبوت کروں اور اسلام سے بالکل نکل جاؤں اور کافروں میں مل جاؤں۔ اور صفحہ ۷۳ میں ہے کہ اسے بھائی خیال بھی نہ کر کہ میں نے کوئی ایسا کلمہ کہا ہے، جس میں سے دعویٰ نبوت کی بوجہ آتی ہو۔ فلا تظن یا اخی (الی) دانتہ دعاً النبوة۔

غرض مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر انکار نبوت کے حوالے نقل کئے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتی ہے۔

جس میں کوئی تفریق اس بات کی موجود نہیں کہ میں مستقل نبوت یا تشریحی نبوت سے

انکار کرتا ہوں اور غیر مستقل اور غیر تشریحی کا مدعی ہوں پس صرف اسی نبوت کا دعویٰ تھا جو محدثیت کے مرادف ہے۔ جس میں دوسرے محدث حضرت عمر وغیرہ بھی مرزا صاحب کے شریک ہیں۔ ایسی پھر پھر کرتے کرتے جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مرید ہر بات کو سہارنے اور پہنے لگ گئے ہیں تو صحت محدثیت سے اوپر نبوت حقیقی کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کے بند دروازے کو توڑ کر اندھ جاگھٹے ایسے صاف اور صریح بے شمار دفعہ انکار کے بعد مرزا صاحب اور مخالف صاحب کا یہ کہہ دینا کہ ہم نے کبھی نبوت حقیقی غیر تشریحی سے انکار نہیں کیا وہ جھوٹ ہے جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنی عبث ہے اور مختار مدعیہ کا الزام منافض بدستور قائم اور بحال ہے۔

قول مختار مدعیہ مختار مدعیہ کا یہ کوئی نیا اعتراض نہیں کہ مرزا صاحب نے لوگوں کی برداشت کو دیکھ کر اپنے دعووں میں ترقی کی ہے۔ پہلے انبیاء پر بھی یہی اعتراض کیا گیا ہے۔ (الجواب) یہ بالکل غلط ہے پہلے انبیاء پر اس طرح کا اعتراض نہ کسی نے کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی نبی تدریجاً نبی نہیں بنا۔ جیسا مرزا صاحب کہ پہلے جزوی نبی بنے محدث بنے ایک پہلو سے نبی دوسرے سے امتی مجازی نبی پھر کلی نبی ہوئے۔ پہلے آدھے نبی تھے پھر سارے نبی بن گئے۔ مجازی سے حقیقی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ عین محمدؐ اور حقیقی طور پر خاتم النبیین ہو گئے اور پہلے بن باتوں کو کفر جانتے تھے۔ انہیں باتوں کا دعویٰ کر کے ان کو ایمان کہنے لگے۔ قول مختار مدعیہ اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملتے ہیں اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور پہلو پر غور کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں ڈرتے بھی ہیں کہ سبدا یہ ان کے نفس کا ہی دھوکا ہو

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ قول بالکل غلط ہے اور سراسر افتراء اور کفر عظیم ہے اور یہ اصول جو اس نے وضع کیا ہے تمام کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کو اپنے

دعویٰ نبوت اور خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جس سے ان کو نبی بنانے کی اطلاع دی جاتی ہے یقین نہیں ہوتا کہ یہ سچ مچ خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ یہ نفس کا دہوکہ ہے نہ وحی رہی گویا ان کو اتنی شناخت کی قوت نہیں ہوتی کہ وحی الہی اور دہوکہ نفس میں تمیز کر سکیں اگر بقول مختار مدعا علیہ یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ہر ایک وحی الہی پر جو ان کو ہوگی یہی احتمال قائم ہوگا جس سے وحی الہی کا شک اور ظنی ہونا ثابت ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی وحی بھی بوجہ ظنی ہونے کے واجب الیقین والایمان نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ان انظن لایغنی عن الحق شید یعنی ظن مفید یقین نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی ذات پر مختار مدعا علیہ کا اعتراض اٹھانے کے لیے تمام انبیاء پر ہاتھ صاف کر دیا اور کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیا اور کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کلاس اصول سے تمام انبیاء کی نبوت کا ہی ابطال ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء اور مخالف اور مکذب قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وما ینطق عن الہوی ان ہوا لادھی بوحی اور فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون نیز فرماتا ہے فانہ یسلط من بین ید یہ ومن خلفہ ثم صدأ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم جن کا صاف مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اور وہ ملائکہ کی حراست میں پہنچائی جاتی ہے اور انبیاء پر ایمان ہوتا ہے نہ شک و شبہ اور بقول مختار مدعا علیہ اگر ان کو منصب نبوت پر ہی یقین نہیں ہوتا بلکہ نفس کے دہوکہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو پھر حکم

خشتِ اقل چوں نہد معمار کج

تا اثریا میسرود دیوار کج

سارا نبوت کا کارخانہ ہی بے اعتبار ہو گیا۔

مختار مدعا علیہ نے کوئی حوالہ کسی نبی کا اس بارہ میں پیش نہیں کیا کہ دیکھو اس کو اپنے نبی ہونے میں مرزا صاحب کی طرح پندرہ بیس سال تک تردد رہا نہ صرف تردد بلکہ اس کا انکار کرتا رہا جو ہاں صرف ایک منال پیش کی ہے یعنی صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جواب آگے آئے گا اللہ شاکر اللہ تعالیٰ۔ لیکن ہم اس سے پہلے مرزا صاحب کے چند حوالے اس مضمون پر پیش کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نبوت انبیاء باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کو نبوت ملتی ہے اور وہ وحی الہی کا مورد ہوتا ہے تو اس کو مطلقاً کوئی

تردد اور شک نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے اور جس کو نفس یا شیطان کے دہوکے کا دل میں خیال و تردد ہو وہ درحقیقت شیطانی وحی ہوتی ہے نہ وحی الہی۔

مرزا صاحب نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں اگر ایک کلام انسان سے یعنی اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔

اسی حوالہ کے اندر ہے کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے وہ خود یقین دلائیے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اسی حوالہ میں ہے اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

اس کے ساتھ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹ نزول المسیح مرزا صاحب فرماتے ہیں ”مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں (الی) کیا غالس لور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے اور صفحہ ۱۱۵ پر ہے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر جہانی الہام کی نشانی کیا ہے (الی) کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔“

خلاصہ: مطلب ان حوالجات کا یہ ہے کہ وحی الہی کے ساتھ ایک ایسی قوت اور نور اور لذت اور تاثیر وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے کہ مورد وحی کو اس کے منجانب اللہ ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک یا شبہ نفسانی یا شیطانی دوسرے اس کے دل میں باقی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایسے شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

ان حوالجات کے بعد مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ اصول کا وہ نتیجہ جو ہم نے بیان کیا ہے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی حمایت میں اگر تمام انبیاء کی نبوت کا ابطال اور قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہیں ہو سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

چنانچہ تدریجی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ہمیں ملتی ہے سب سے پہلے جب آپ پر فارغ ہوا میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو خوب بھیجا اور تین بار پڑھنے کے لیے کہا اور افتراء باسم ربك الذی خلق کی وحی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ خیر بقرضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھالے کے لیے ارشاد فرمایا اور جب کچھ تسلی ہوئی تو فرمایا و نغد خشیت علی نفسی

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳)

یعنی میں ڈرامیرے نفس کا دہوکہ نہ ہو یا اپنی جان کا خوف ہو الہی۔

الجواب۔ اس قول میں مختار مدعا علیہ نے مفہوم صحیحہ ذیل باتیں کہی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ تدریجاً کیا ہے۔
 (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیفہ ہبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ غار حراء میں اگر کتب دعوہ بھیجی اور قرآن کریم کی پہلی پانچ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں تو حضور گھر تشریف فرما ہوئے اور کاپتے کاپتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے کپڑاڑھا دو۔

(۳) پھر کچھ تسلی ہونے پر فرمایا کہ مجھے جو کچھ پیش آیا یعنی ہبرئیل کا آنا اور قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا یہ میرے نفس کا دھوکہ ہی نہ ہو مجھے یہ اندیشہ اور ڈر ہے۔

(۴) اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو وقتہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جس نے آپ کو کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا اور وہ آیتیں وحی الہی تھیں۔

(۵) لیکن پھر بھی آپ کو پورا یقین نہ آیا اور فرست الوحی کے زمانہ میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گرانے کا بار بار ارادہ کیا لیکن ہر بار ہبرئیل اگر تسلی دیتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے پچھے رسول ہو۔

(۶) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو بیان کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے اور یہ کہ اصول قرار دیا ہے کہ انبیاء کو ابتداء اپنے دعویٰ کی شناخت میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں اور جب تک بارش کی طرح ان پر متواتر وحی نہ ہو اپنے دعویٰ نبوت کی صحت کا ان کو یقین نہیں ہوتا۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے تدریجی دعوے کے لیے جو اصول وضع کیا تھا جس سے تمام انبیاء کی نبوتوں کا ابطال ایک لازمی امر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کی مثال مختار مدعا علیہ کو کہیں نہ ملی اور آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبی اس کو ایسا نہ ملا جس سے وہ اپنے اس کفریہ اصول کا ثبوت دیتا تو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس نے بڑے تکلف اور افتراء کے ساتھ اس لعنتی عقیدہ کی مثال قرار دیا گویا دنیا میں بقول اس کے یا مرزا صاحب تدریجاً نبی بنے ہیں یا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی جس حدیث کی دستاویز سے اس نے یہ افتراء کیا ہے اور اس کے فقرہ ولقد خفیت علی نفسي میں تحریف کر کے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابطال کی دلیل قائم کی ہے یہ درحقیقت اس کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ یہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جس کو اس نے مرزا صاحب کا متبع اور وکیل ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی القوٰۃ

یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے اُسے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ
ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔

اس میں بھی وہی بات ہے جو مختار مدعا علیہ نے کہی ہے مختار صاحب نے نفس کا دہوکہ کہا تھا مرزا صاحب نے
شیطانی مکر کہا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پتے بھیجے ہونے کا یقین تھا نہ قرآن
کے وحی الہی ہونے پر ایمان اور نہ جبرئیل کے فرشتہ اور ناموس الہی کا اعتبار بلکہ نعوذ باللہ آپ کو یہ سب کچھ نفس
اور شیطان کا دہوکہ اور مکر معلوم ہوتا اور مرزا صاحب کے ان اصول اور معیار شناخت وحی کے لحاظ سے جو نزول
المسیح کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہیں وہ درحقیقت سب کچھ شیطان کا مکر اور نفس کا دہوکہ تھا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ہیں اور قرآن کریم الہام شیطانی ہے۔ (اعاذنا اللہ من هذا)
مختار مدعا علیہ نے جو دلقد خشیت علی نفسی کے معنی میں مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے جو تحریف
کی ہے وہ محض خود غرضی پر مبنی ہے ورنہ حدیث کے الفاظ میں نہ شیطانی مکر کا ذکر نہ نفسانی دہوکہ کا بیان حاشا وکلا
یہ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہو۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ورقہ بن نوفل سے آپ کو یہ پتہ چلا کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا نہ شیطانی مکر یہ بھی
سراسر افتراء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب ہے تعجب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی
ہدایت کے لیے قیامت تک کے لیے منتخب فرمایا اور جبرئیل کو بھیج کر قرآن اس پر اتارا جائے اس کو تو پتہ پچھلے کہ میں
رسول ہوں اور یہ جبرئیل ہے اور قرآن ہے اور ایک نصرانی کو پتہ چلے جائے اور اس کے کہنے سے حقیقت حال کا
آپ کو علم ہو مختار مدعا علیہ کے اس افتراء اور خواہش نفسانی کا بھی حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔

لیکن غصب تو یہ ہے کہ بقول مختار مدعا علیہ ورقہ بن نوفل کے بیان سے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد
بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فترت الوحی کے ایک ایسے عرصہ میں پھر اسی شک اور تردد میں مبتلا ہو گئے یہاں تک
کہ جب جبرئیل نے بار بار آکر کہا یا محمد انک رسول اللہ صفا کہ اے محمد آپ بیخ بیخ اللہ کے رسول ہیں تو آپ
کو یقین آیا۔

ان افتراءات کے بعد مختار مدعا علیہ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی نبوت کی صحت کا یقین
اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بارش کی طرح ان پر وحی نہ ہو۔

اب ہم حدیث کا بقدر ضرورت اصل مطلب بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا قطعاً
اور یقیناً علم ہو گیا تھا نہ شیطانی مکر کا اندیشہ تھا نہ نفسانی دہوکہ کا اندیشہ، کیونکہ اسباب میں مرزا صاحب نے جو فرمایا
ہے کہ وحی الہی بڑی قوت اور زور اور تاثیر اور لذت اور چمکتے ہوئے بہرے سے اس طرح نازل ہوتی ہے کہ مورد وحی
کو یقین اور اطمینان سے بھر دیتی ہے اور وہ شک کو کفر سمجھتا ہے یہ بالکل درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر جبرئیل کے ذریعہ

سے اس پر اپنا نورانی کلام نازل فرماتا ہے اس کے دل میں ایک ضروری علم اس بات کا پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے اس کو قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اول المؤمنین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمن الرسول ما انزل الیہ من الوہی انزلنا من قبلنا لیس فیہ شک ہو جو رب کی طرف سے اس پر نازل کی گئی اگر بعض کلام الہی کی نسبت مدت تک اور اپنی نبوت میں ہی شک ہو جو منافی اور منہ ایمان ہے تو خدا تعالیٰ کی قرآن کریم میں یہ نازل کر دے کہ آیت جھوٹ اور خلاف واقعہ ہوگی اور یہ امر قطعاً محال ہے نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وانا اول المسلمین یعنی میں سب سے پہلا مسلمان ہوں مگر یہاں تو بقول مختار مدعا علیہ و مرزا صاحب اول المؤمنین و رقبہ بن نوفل ہوا اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول الکافرین۔

پس ان اصول محکمہ قرآنیہ اور مصدقہ مرزا صاحب کے بعد حدیث ”وَلَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي“ کے معنی بغیر کسی تکلف اور تاویل کے یہ ہیں کہ مجھے ”اپنی جان کا خوف ہوا ہے“ باقی رہا یہ امر کہ کیا خوف تھا اور کس وجہ سے تھا اس بات کی حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے لیکن قرآنِ حالی اور مقال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خوف دو وجہ سے تھا پہلی وجہ تو جسمانی تھی جو بھڑیل کے پر رعب و جلال شکل میں نمودار ہونے اور تین دفعہ بھینچنے اور اتہتانی کلفت جسمانی کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاڑ لگ گیا اور گھر تشریف لا کر کپڑے اوڑھانے کا حکم دیا تھا دوسری وجہ نبوت کی ذمہ داریوں کا احساس اور قوم کے انکار اور ایذا رسانیوں کا نقشہ جو نبوت کے ساتھ ہی خیال مبارک میں آ گیا تھا اور اس پر منعت بشریت کا خیال دامنگیر تھا۔ غرض ان دونوں امور سے اس کا قلبی مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا باعث ہے نہ شیطانی مکر اور نفسانی دہوکہ کا اندیشہ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی کہ معاذ اللہ آپ کو کوئی رسوائی نہ ہوگی آپ میں یہ جو وصف حمیدہ اور مکارم اخلاق ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اظہار خوشی کے لیے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں کہ چونکہ وہ ایک پاک نفس انسان تھا تو اس نے آنحضرت سے کیفیت سن کر بطور تصدیق کہا کہ یہ سب سچ ہے اور یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یہ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کا قریبی رشتہ دار تھا اور نصرانی تھا مختار مدعا علیہ نے جو کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حقیقت کا علم ورقہ سے ہوا قطعاً غلط اور لغو ہے بلکہ اس واقعہ کے بیان کے لیے جانا اس کے اشد اقرب رشتہ دار ہی کی وجہ سے تھا تاکہ وہ بھی اس نعمت خداوندی کی بشارت میں شریک ہو جیسا کہ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ کسی نعمت کے حصول پر قریبیوں اور خیر خواہوں کو اطلاع دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی شریک خوشی ہوں ورقہ بن نوفل کا قول خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا اس وقت یقین تھا چنانچہ اس نے کہا۔

یا لیتنی اکون حبیباً اذ یختر جنتک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلموا و محرمی
ہم قال نعم لمد یأت رجل قط بمثل ما جنت بہ الا عودی الخ

یعنی ورقہ بن نوفل نے کہا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے نکال دے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے گمراہ سے بھی نکال دیں گے تو اس نے کہا کہ جو کوئی تیری طرح (نبوت) لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی ہو اگر مجھے وہ دن مل گیا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ اور اس مکالمہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہو رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خیال دل میں لے کر گئے تھے وہ یقیناً نبوت تھا جس پر اس نے کہا کہ جو شخص تیری مانند لے کر آیا اس کے ساتھ عداوت ہوا ہی کرتی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معاذ اللہ کوئی نفسانی یا شیطانی دوسرہ ہوتا تو اس مکالمہ میں اس کا ضرور کوئی ذکر ہوتا لیکن یہاں جو ذکر ہوا اس میں سے سراسر اس خیال مدعا علیہ کے خلاف یقین اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اندیشہ ہوا اس کی صحیح تعبیر جو ہم نے کی وہ سراسر شان نبوت کے مطابق ہے اور اس قسم کا خوف اور اندیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہونا ایک طبعی امر ہے جس سے شان نبوت میں کوئی قدر لازم نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن کریم میں وارد ہوا جب کہ ان پر پہلے پہل تجلی رب العالمین ہو کر ان کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو بھی اندیشہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا اور عصا کو دفعۃً سانپ بنا ہوا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلما راہا تہتز کا نہا جان دلی صد بردا و لہ یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الامنین پس یہ طبعی خوف تھا جو دفعۃً اہل پہلی بار ایک غیر مالوف واقعہ سے پیش آیا اور موسیٰ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور مدت ڈر تو امن والوں سے ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر حیرتوں کے بھینچنے سے جو انتہائی بھائی مشقت اٹھائی جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش نہ آئی تھی اور اس وجہ سے دل قد خشیت علی نفسی فرمایا ہو تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے برخلاف بدگمانی اور شیطانی فکر اور نفسانی دھوکہ پر محمول کرنا بالکل شرارت ہے دوسری وجہ خشیت علی نفسی کی جو وجہ ہم نے بیان کی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اسی جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے معجزہ عصا اور دید بیضاء کے عطا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دو نشانوں کے ساتھ فرعون اور فرعونوں کی طرف جاؤ تو باوجود معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام عزم کرتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کا ایک آدمی مار دیا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بطور تسلی فرمایا کہ ہرگز نہیں تم اور تمہارے تابعین غالب ہوں گے پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود معجزات کے فرعون کی ایذا تسل و غیرہ کا اندیشہ ظاہر کیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی ایذا سائیلوں کے اندیشہ سے دل قد خشیت علی نفسی فرمایا ہے تو اس کو کیوں کسی غلط عمل پر عمل کیا جائے بلکہ آپ کا خشیت علی نفسی فرمانا اس امر کی یقین دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا کامل یقین ہو گیا تھا اور ان باتوں کو جو آپ کو اس منصب کی ادائیگی میں قوم کے نہ ملنے اور ایذا رسانی کی قسم سے پیش آنے والی تھیں مد نظر رکھ کر دل قد خشیت علی نفسی فرمایا جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور بنی القافلہ میں آپ نے تسلی دی وہ بھی اسی امر کا صاف قرینہ ہے جو ہم نے

بیان کیا باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فترت الوجدی یعنی زمانہ القواء میں پہاڑ پر جلنا اور بے چینی وغیرہ جو معمر کی روایت میں ہے بخاری نے اس کو باسناد بیان نہیں کیا بلکہ حسب تصریح شراح حدیث حافظ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ یہ بلاغات زہری میں سے ہے اور موصول نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کو ذکر کیا گیا ہے جو بغیر تصریح آپ کے قابل تسلیم نہیں اور آپ کی تصریح ندارد مہذا جتنا واقعہ یعنی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نہ آنے سے بے چینی اور کرب تھا اور اشتیاق بے حد زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ انہی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ پھر وہی لذت نزول وحی حاصل ہو پس یہ تو ایک بین دلیل اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی خطرہ مگر شیطانی اور دہوکہ نفسانی کا نہ تھا جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا خیال فاسد ہے اگر اس قسم کا خطرہ آپ کے قلب مقدس میں ہوتا تو آپ اس خطرہ کے مقام میں ہار بار کیوں جاتے خطرہ کے مقام سے تو انسان بھاگتا ہے نہ کہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ کا وہ اصول جو اس نے بڑے تکلف اور تحریف کو کے مسز صاحب کی تقلید میں ایجاد کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کا ہدیہی طور پر ابطال ہوتا ہے اور درحقیقت اس حدیث میں جس کو اس نے اپنی دستاویز بنایا ہے یہ خبیث مضمون نہیں ہے لیکن یہ کہتا ہوں بضرمن محال اگر اس میں یہ مضمون بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب کے اصول کے مطابق یہ لازم تھا کہ اس حدیث کو ردی کی ٹوکری میں مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب پھینک دیتے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب بھی ایسی صاف جیسا کہ آفتاب نیمروز اور جب کہ مرزا صاحب اپنے الہام کے مخالف جو حدیث ہو اس کو ردی میں ڈال دیتے ہیں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور صداقت کے برخلاف حدیث کو کیوں ردی میں پھینکا بلکہ اس کو ایک اصل اصول قرار دیا اور نہایت تکلف اور انتہائی تکلف سے اپنی مطلب برآری کی تاکہ مرزا صاحب کی ذات سے وہ اٹل اعتراض دور ہو سکے جو مختار مدعا علیہ نے کیا لیکن اس خیال است و محال است و جہنوں وہ اعتراض ہرگز دفع نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے پندرہ بیس سال مامور من اللہ ہو کر دعویٰ نبوت کا انکار کیا ہو بلکہ اس دعویٰ کو کفر قرار دیا ہو اور بیس برس کے بعد اسی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیا ہو۔ وان فی ذلک لعبرة لاولی الالباب۔

قول مختار مدعا علیہ دیکھنا چلیے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے پھر اس آہستہ آہستہ تبلیغ کی آگے کچھ تفصیل کی ہے۔

(الجواب)

یہ بالکل بحث سے غیر متعلق ہے کیونکہ بحث مرزا صاحب کے خاص تدریجی دعویٰ میں جس کی کیفیت اوپر مذکور ہوئی ہے تدریجی تبلیغ میں بحث نہیں ہے۔ لیکن تدریجاً تبلیغ سے تدریجی دعویٰ کا نتیجہ اخذ کرنا جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعویٰ لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا اس کی خوش فہمی ہے یا مریخ مغالطہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے مرزا صاحب کی طرح یہ فرمایا تھا کہ بیس سال رسالت کا دعویٰ نہ کرو اور محدثیت کا دعویٰ کرو اور دعویٰ نبوت کو کفر کہو اور بیس سال کے بعد جو دعویٰ نبوت کرو اور جو زمانے اس کو کافر قرار دو یا پہلے اُدھے نبی بنو پھر تمام نبی بن جاؤ۔

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد بعض حدیثیں پیش کی ہیں کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر برائی نہ دو پھر فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے اور آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ مجھے حضرت یونس سے افضل نہ کہو پھر تمام ادلین و آخرین کا سردار ہونے کا دعویٰ کیا۔
جواباً گزارش ہے کہ یہ چیزیں مختار مدعا علیہ کے تدریجی دعویٰ مرزا صاحب کو ثابت نہیں کرتیں اور نہ آپ نے کوئی رسالہ دعویٰ کیا جس کو پہلے کفر قرار دیا ہو۔

یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کا حکم محض بطور تواضع کے تھا اور اس تعلیم کے لیے کہ مجھے بھی کہیں بعد میں یعنی علیہ السلام کی طرح غلو سے شان عبودیت اور نبوت سے بڑھایا نہ جائے اور تاکہ یونس علیہ السلام کا اس مواخذہ الہی کی وجہ سے جو مچھلی کے پیٹ میں جانے کی شکل میں ہوا ان کی تحقیر کا خیال غلط فہمی سے کسی کے دل میں نہ آنے پائے اس لیے فرمایا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ہم دونوں یکساں ہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ یونس علیہ السلام سے شان میں کم ہونے کے مدعی تھے بعد میں زیادہ کے مدعی بنے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کر کے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو یعنی اس خاص واقعہ مذکورہ میں ان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اور دوسری حدیث میں اپنی فضیلت کلی کا بیان ہے اور یہ امر مسلم فریقین کے مفضل کو فاضل پر فضیلت جزئی ہو سکتی ہے پس کوئی نیا دعویٰ نہیں۔

خاتم النبیین آپ ابتداء نبوت سے تھے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے البتہ اس کے قرآن میں نزول کا وقت مسئلہ متنبیٰ کے ابطال کے موقع پر علم الہی میں تھا۔ کیا آپ نے کبھی خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے خاتم النبیین ہونے کو کفر قرار دیا تھا تاکہ مرزا صاحب کے استدراجات پر اس سے دلیل پکڑی جاوے غرض مختار مدعا علیہ کی یہ سب غیر متعلق اصعبے ربط باتیں ہیں جن کو استدلال کے مقام میں پیش کرنا کم فہمی ہے مختار مدعیہ کا اعتراض

ان سے دفع نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دعاوی مختلف اور متناقضہ کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-
 ہر ابنِ احمدیہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا اور چونکہ آپ پر وفات مسیح کا مسئلہ منکشف نہ ہوا
 تھا اس لیے آپ نے لکھ دیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔
 اور چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ سمجھے جلتے تھے جو نبی شریعت لائے یا بعینِ احکام شریعت سابقہ کو منسوخ
 کرے اور آپ پر نبی و رسول کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے اپنے آپ کو محدث کہتے تھے۔
 لیکن جب آپ پر وفات مسیح کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور معنی نبوت بھی بتلائے گئے جو آپ پر
 صادق آتے تھے تو آپ نے کہہ دیا کہ حضرت یحییٰ فوت ہو گئے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی اور رسول
 ہوں۔

الجواب بارہ برس تک تو آپ پر قرآن اور الہام سے اور احادیث و اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا کہ حضرت
 یحییٰ زندہ ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں اور مثیل مسیح آپ جیسا کہ ہم در عقیدہ حیات مسیح شرکِ عظیم ہے "کی بحث کے
 جواب میں ثابت کر آئے ہیں جب دیکھا کہ مرید یہاں تک معتقد ہو چکے ہیں کہ بات مان جائیں گے تو کہہ دیا کہ مجھے
 الہام ہو گیا ہے کہ مسیح ابن مریم رسول فوت ہو چکا ہے اور ہم مثیل مسیح نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں غرض پہلے عقیدہ
 کا نقیض عقیدہ شائع کیا۔

اور بقول مختار مدعا علیہ جب کہ در حقیقت مسیح فوت ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول مرزا
 صاحب کو مسلمانوں کے غلط اور مشرک اور عقیدہ سے کیوں نہ روکا کیا اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو بارہ برس تک مشرک بنا رکھنا
 کوئی پر لطف مشغلہ تھا اور محکم لاییناں عہدہ الفظالمین یعنی ظالم مشرک کو نبوت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ
 کو یہ منظور تھا کہ مرزا صاحب کے ابطال نبوت پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس کو نبوت دیوے خلع کے فعل میں یہ
 تناقض کیونکر جائز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان سے اقوال اور افعال متناقضہ سے ارفع اور بلند ہے لہذا ثابت
 ہوا کہ مختار مدعا علیہ کی توجیہ باطل اور مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہے۔

اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اور قیاس کھا کھا کر کہے کہ میں عیسیٰ
 نبی ہوں جزئی نبی ہوں صرف محدث ہوں اور یہ بھی کہے کہ محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا
 ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے پندرہ بیس سال کا عرصہ دراز وہ یہی کہتا رہے لیکن
 اتنے سال گزرے کے بعد وہ یہ کہہ دے کہ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نبی کس کو کہتے ہیں اس لیے میں نبوت کے
 دعویٰ سے انکار کرتا رہا ہوں ورنہ میں تو بیس سال سے نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے نبی بنا رکھا تھا

میں محدث نہیں تھا اور نہ دروازہ نبوت بند تھا بلکہ وہ صاف چوڑا کھلا تھا عقل اور شرع ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو نبی بنا سے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ نبوت کیا چیز ہے خدا نے تو اس کو نبی بنا یا ہے لیکن وہ کبتاً کہ میں دعویٰ نبوت کروں تو کافر ہوتا ہوں بلکہ میں تو محدث ہوں اور نہ عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نبی بنا کر اس کو نبوت کا مفہوم بھی بیس سال تک نہ سمجھائے لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل لغو اور باطل ہے اور مختار مدعیہ کا اعتراض بالکل درست ہے کہ مرزا صاحب مریدوں کی بروا شت کے مطابق آگے آگے قدم بڑھائے چلے گئے مرزا صاحب بقول خود پہلے اپنی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوئے اور چونکہ کافر نبی نہیں ہو سکتا۔

بحکمہ لایزال عہدی الظالمین اس لیے دوبارہ دعویٰ نبوت کر کے ڈبل کافر ہوئے اور تمام امت کبیر اللہ براہ کی تکفیر کے مثلث کافر ہوئے۔

گواہان مدعیہ کی شہادتیں

اس ہیڈنگ سے تحت (۱) نمبر نقل کر کے مدعیہ کی گواہوں کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی لا حاصل سعی کی ہے جن کا خلاصہ کل چار امور ہیں۔

- (۱) مولویوں کی شہادت معتبر نہیں۔
 - (۲) بعض بزعم خود تعارضات و کذب بیانی
 - (۳) ان علماء پر خود فتویٰ کفر ہے لہذا علماء اسلام ہوں۔
 - (۴) ان کے خلاف خزاجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت موجود ہے مگر میں مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ قانونی نمبروں پر اسی ترتیب سے بحث کرتا ہوں تاکہ عدالت عالیہ کو مختار مدعا علیہ کا مفادہ تفصیلاً معلوم ہو جائے۔ گواہان مدعیہ کی عدم قبول شہادت کے وجوہات۔
- وجہ اول۔ خلاصہ۔

(۱) گواہان مدعیہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت سے اظہار بغض و عناد کرتے رہے اور ان پر حکم کفر وار تہاد نکایا حالانکہ یہ عدالت کا حق تھا نہ ان کا۔

(۲) ہدیہ مجددیہ سے بسوط میں ہے کہ امام مالکؒ یہ مذہب ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔

(۳) مخالف علماء کی شہادت فاضل بیچ مدراس ہائی کورٹ احمدیوں کے خلاف مقدمہ مندرجہ عنوان ذیل میں

قبول نہیں کی اور پھر انڈین کیسز سے وہ حوالہ اور کچھ عبارت نقل کی۔

(الجواب)

(۱) اگر امور متنازعہ جس کے واسطے شاہد پیش ہوئے تھے اُس کے سوا کوئی اور ذمہ عناد ذاتی عداوت پہلے کی مقدمہ بازی کوئی اور دوسری رنجش نکل آئی تو ضرور اس سے ان شاہدوں اور ان کی شہادت پر زد آتی مگر یہ کہ یہ شاہد صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا کفر و ارتداد قرآن و حدیث و اقوال سلف سے ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں پس انکا ان دلائل کو مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر منطبق کر کے کفر و ارتداد کا نتیجہ نکالنا نہ عدالت کے اختیارات میں مداخلت ہے نہ ان کا کسی سے بغض عناد کا اظہار ہے جو ان کی شہادت کو خراب کر سکے۔

بخلاف مرزا صاحب کی جماعت کے کہ اُن کا شیوہ - ہی حسد و عناد ہے اس کے واسطے تو مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو اشتہار ملحقہ شہادت القرآن صفحہ ۲۲ و ۲۳ اور سے اپنی جماعت کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

انجی مکرم تا ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیت اور شخصیت اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور اللہی محبت باہمی پیدا نہیں کی میں (مرزا صاحب) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بردار ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر کلمہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گایاں تک نوبت پہنچتی ہے اور دونوں میں کینے پیدا کرتے ہیں اور کھانسی پینے کی قسموں پر نفسانی بخشش ہوتی ہیں۔

(اشتہار ملحقہ شہادت القرآن صفحہ ۲)

بلکہ بعض میں ایسی بے تمیزی ہے کہ اگر ایک بحالی سنت اس کی چارپائی پر بیٹھتا ہے تو وہ شخص اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا چارپائی کو الٹا دیتا ہے اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گایاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو میں اس جمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تو دل کباب ہوتا اور چلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں دندوں میں رہوں تو انسان آدم سے اچھا ہے۔

(اشتہار ملحقہ شہادت القرآن صفحہ ۳)

پس گواہان مدعیہ کا تو بغض و عناد ثابت نہ ہوا مگر گواہان مدعا علیہ کا بے اعتبار ہونا ضرور ثابت ہے۔

نیز ان کی شہادت جماعت احمدیہ یا اُس کے کسی ممبر کے حق میں اس لیے قبول نہیں کہ ان کے یہ گواہ ایک ممبر ہیں اور غیر احمدیوں کے خلاف اس لیے اُسے وقعت نہیں کہ ان کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو دشمن سمجھیں جب تک کوئی

احمدی نہ ہو جائے گو کتنا ہی ہمدرد ہو۔ ملاحظہ ہو خطبہ۔

(خلیفہ محمد صاحب بحوالہ سابق)

لہذا ان گواہوں کی شہادت محض ناقابل التفات ہے۔
باقی ہدیہ مجددیہ کا حوالہ۔

(۱) اولاً ہدیہ مجددیہ کوئی مسلم کتاب ہی نہیں نہ ترجم میں مطالبہ پر پیش کر کے نہ مصنف کا نام بتا سکے نہ اب تک اس کے مسلک سے واقفیت۔

(۲) دوسرے اس میں جو بسوط کا حوالہ ہے اسے گواہ مدعا علیہ نے دیکھا ہے نہ واقفیت ہے نہ یہ پتہ کس میں یہ عبارت ہے بھی یا نہیں۔

(۳) دوسری کتب فقہ میں امام مالک سے اس کے خلاف روایات موجود ہیں اور علماء کتبہ شہادتوں کو غیر اہل علم پر راجح مانتے ہیں۔

(۴) یہ عقلاً بھی غیر معقول ہے کہ بلا استثناء تمام علماء کی شہادت نامقبول ہو پھر تو شہادت کے لیے جہالت کی بھی ایک شرط رکھا دینی ہوگی اور صرف جہالت کی شہادت قبول ہو کر سے گی۔

(۵) یہ حکم صریح قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں علماء کے مدارج، علماء کا تذکرہ اور انہیں کو صرف خدا کا خوف نشیہ کھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یوفع اللہ الذین آمنوا منکم۔۔۔ تا۔۔۔ والذین ادتوا العلم درجات۔

(قرآن حکیم)۔۔۔ نذی یخشی اللہ من عبادہ العلماء (قرآن حکیم)

(۴) احادیث کے بھی خلاف ہے فضیل نعائم علی العابد کفضل علی ادن کبد۔ عالم کی عابد پر فضیلت ہے جو میری تم میں ادنیٰ پر

(۵) اگر امام مالک کے زمانے کے علماء مراد ہوں تو یہ بھی غلط ہے زمانہ تابعین اور بنص حدیث خیر القرون ہے اس زمانہ کے علماء کو مصابیح البدی مستقل ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

(۶) اور اگر نسیم بھی کر لیا جائے تو بھی نہ فریق مدعیہ مالکی نہ عدالت نہ مدعا علیہ پس یہ حجت کس پر ہوگا اور اگر صرف مسلمان امام کسی جماعت کا ہونا حجت کے لیے کافی ہے تو محمد علی صاحب ایم اسے باوجود احمدی ہونے کے فریق مدعا علیہ کو کیوں مسلم نہیں۔

غرض یہ حوالہ کوئی بھی مدعیہ کے گواہوں کی شہادت کو ناقابل اعتبار نہیں ثابت کر سکتا مفصل اصل بحث و جرح گواہان مدعا علیہ میں موجود ہے۔

یہ مدعا اس ہاں کورٹ کی نظیر مقدمہ زیر سماعت سے بوجہ ذیل غیر متعلق ہے۔

(۱) یہ عدالت فوجداری کی ہے اور عدالت فوجداری کا فیصلہ عدالت دیوانی میں بطور حجت کے صرف برہنہ یا سزا پائی ثابت کرنے کے لیے پڑھا جاسکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں پڑھا جاسکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلائل و جہ اور شہادت اس فوجداری کے مقدمہ میں ہوئی ہیں وہ دیوانی کے مقدمہ میں غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

(۲) جو فیصلہ عدالت فوجداری میں ہوتا ہے وہ مابین سرکار قیصر ہند اور ملزم کے ہوتا ہے۔ اور عدالت دیوانی میں سرکار قریبی نہیں ہوتی اس لیے عدالت فوجداری کا فیصلہ درمیان ایک ہی فریق کے ہونا پائیا نہیں جاتا نہ حجت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(۳) جو تحقیقات عدالت فوجداری کے سامنے ہوتی ہیں اور جو طریقہ ان کے ثابت کرنے اور ان پر حکم کرنے کا ضابطہ فوجداری میں ہے وہ عدالت دیوانی کے سامنے نہیں ہوتا ہے عدالت دیوانی کے سامنے تحقیقات بھی دوسری قسم کی ہوتی ہیں۔ اور طریقہ تصفیہ تحقیقات بھی ضابطہ دیوانی کے مطابق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر گزارش ہے ایک شخص نے عدالت فوجداری میں دوسرے شخص پر چوری کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ نارج ہو گیا۔ اب اگر وہ دوسرا شخص عدالت دیوانی میں پہلے شخص پر چوری کی نائش کر کے کچھ دسول کرنا چاہے تو اس کو عدالت دیوانی میں پوری شہادت اس بات کی پیش کرنا پڑے گی کہ جو دعویٰ اس کے خلاف پہلے شخص نے کیا تھا وہ جھوٹا تھا فیصلہ سے صرف اس کی برہنہ ثابت ہوگی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ کہ پہلے شخص کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

ملاحظہ ہو قانون شہادت امیر علی طبعہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ لہذا یہ نظیر بالکل غیر متعلق اور گواہان مدعیہ پر کسی طرح اثر انداز نہیں۔

وجہ دوم۔

گواہان مدعیہ کے بیانات اصول مسائل میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔
خلاصہ۔

تناقض نمبر (۱)

گواہ مدعیہ ۳ لے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں اس کے سوا جو دہی بت وہ دہی نبوت نہیں ہے لفظ دہی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۳۱ اگست بحواب جرح کہا دہی نبوت نہیں آئے گی نہ کسی نے پر نہ پرانے پر۔

الجواب

یہ تناقض کوئی نہیں۔ صرف مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی سے پیدا ہو گیا اس نے غالباً، اس کے سوا کے لفظ سے جملہ کو علیحدہ مانا اور لفظ سوا سے عیسیٰ کی وحی کے سوا سبھا حالانکہ وہاں اس سے قبل وحی کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ صرف پیٹے کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ لفظ اس کے سوا کے معنی بغیر اس کے نہیں اور اس سے وہ وحی ہے جس کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ صرف اطلاق لفظ وحی اس پر بتایا ہے وہی عیسیٰ والی وحی ہے۔ کل پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کو ہم پیٹے نبی مانتے ہیں سوا اس کے یعنی بغیر اس کے کہ جو ان پر وحی ہو وہ وحی نبوت ہو (بلکہ لفظ وحی کا صرف) اس پر اطلاق ہوگا۔ لہذا گواہ نمبر ۳ کا مطلب اور اس کی عبارت بالکل صاف ہے کہ پیٹے نبی تو ہیں مگر ان کی وحی نبوت نہیں اور بعض احادیث میں جو اس کی نسبت لفظ وحی ہے وہ صرف لفظ وحی کا مجازاً اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ دراصل بمعنی الہام ہے جیسا کہ وحی کے بیان اور نیز اسی جرح میں مصرح ہے اور یہی گواہ ۱۱ بھی کہہ رہا ہے کہ وحی نبوت کسی پر نہ آئے گی نہ کسی سنے پر نہ پرانے پر۔ دونوں نکتہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کا مطلقاً انسداد فرما رہے ہیں۔ پس تعارض کب ہے نہ آپس میں تعارض ہے نہ بیانات سے یہ مختار مدعا علیہ نے لفظ اس کے سوا کے غلط معنی لے کر تعارض کا مغالطہ دے دیا ہے ورنہ یہاں تعارض کا شبہ تک نہیں۔

تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ ۱۱ نے ۲۱ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ وہ مسیح پر اگر کوئی جبرئیل کے نزول کا قائل ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا اور پھر حج الکرامہ کی عبارت کی تردید نہیں کرنا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۱۱ نے ۲۱ اگست کو کہا کہ جبرئیل وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ان پر جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں گے۔

الجواب

اس میں بھی تناقض کا کوئی احتمال تک نہیں جو عقیدہ گواہ ۱۱ نے بیان کیا یعنی یہی گواہ ۱۱ کا ہی عقیدہ ہے جیسا کہ اس کے بیانات و جرح سے مصرح ہے۔ البتہ مختار مدعا علیہ نے اس کی جرح کا جو ٹکڑا نقل کیا ہے اس سے وہ مغالطہ دے کر اسے گواہ کا عقیدہ قرار دیتا ہے حالانکہ اس میں وہ عقیدہ نہیں بتا رہے بلکہ یہ مسند بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی پیٹے پر نزول جبرئیل کا قائل ہو تو صرف اس وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا (یہ نہیں کہ میں نزول جبرئیل کا قائل ہوں) کیونکہ لفظ وحی کو مجازاً صحیح حدیثوں میں ایسے لہذا اس مغالطہ سے وہ معذور ہے اور اس اشتباہ کی وجہ سے

۵۰ صدوریات دین کے ان قطعی شعبوں سے نہ رہا جن کا منکر کافر ہو جائے۔ جب تک دوسرے قرائن متعین مراد کے نہ ہوں۔

اس کمزری اور مثبت مدعا نہ ہونے کا احساس مختار مدعا علیہ کو بہن ہوا کہ اس سے تو عقیدہ ثابت نہ ہوگا بلکہ یہ تو دوسرے کے متعلق فتویٰ بتا رہے ہیں۔ لہذا مکمل مغالطہ کے لیے فوراً یہ انا فہ کیا کہ
ج انکرامہ کی عبارت ظاہر است... تا نئے کفر کی تردید نہیں کرتا الخ

دیاں تو تردید و تسلیم کا سوال ہی نہیں۔ صرف اس کتاب میں ہونے کا سوال ہے اور اسی کا اقرار نہ اس کی تسلیم کا سوال تھا نہ تردید کا نہ۔ ال جو لکھا خاکہ کہ نواب صاحب پہلے سے معلوم ہے کہ ہمارے مسلم نہیں پھر ہم پر ان کا قول میں حجت ہو سکتا ہے۔ الت نز اصل جرح سے مقابلہ فرمانے، ہاں تسلیم و تردید کا کون سا سوال نہیں اور نہ کوار نے اسے تسلیم کیا نہ اسے انا نسبتاً قرار دیا بلکہ اس کے خلاف جرح اور اس کے بیان میں تصریح ہے۔ پس ہر دو گواہوں کا عقیدہ ایک ہی ہوا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول یہ لیا۔ ہوگا۔ اب ان کا نہ ماننے والا کافر ہوگا یا نبیہ اور بحث ہے جیسا کہ بیان و فی میں کر چکا۔

تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ سے نے بیان میں لکھوایا ہے کہ کتب لغت میں سے کون سا ایسا نہیں مٹا کہ جس سے قطعاً و یقیناً یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں پس لغت وقوامہ کی رد سے اس کے معنی آخر النبیین ہی کے ہوتے ہیں۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ سے نے ۲۹ اگست بحواب جرح تسلیم کیا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ
"خاتم و بفتح التا ہر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔"

(الجواب نمبر ۳)

عدالت خود ملاحظہ فرماوے کہ اس تعارض ثابت کرنے میں مختار مدعا علیہ نے کس قدر شرمناک مغالطہ دیا ہے اور صریح غلط بیانی کی ہے۔ گواہ مدعیہ سے تو پورے لفظ خاتم النبیین کے معنی لغت سے صراحتاً صرف آخر النبیین بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ سے صرف لفظ خاتم مفرد کے معنی مہر کے بھی بتاتا ہے اس میں تعارض کب ہے ہاں دونوں لفظ خاتم مفرد کے معنی بتاتے یا دونوں اسی لفظ خاتم النبیین کے معنی مختلف بتاتے تو تناقض بھی ہو سکتا تھا۔ یہاں پہلے قول کا موضوع اور ہے اور دوسرے قول کا اور ایک مضاف اور مخصوص لفظ کے معنی بتاتا ہے۔

دوسرا مفرد کے اس اختلاف موضوع کے بعد تناقض کہاں رہا۔ تناقض کے واسطے آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں وحدت موضوع بھی ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط وان وحدت موضوع و محسوس و مکان

وحدت شرط و اعنافت بسز و کل توت و فعل است در آخر زمان

یہاں نہ وحدت موضوع نہ وحدت محمول نہ وحدت شرط پھر تناقض کیا۔

ملاوہ اس کے مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ مس کے الفاظ بھی غلط نقل کئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ

لغت میں قائم ہے مہر و آخر دونوں معنوں میں ہے :

اس کے الفاظ بدل کر غلط بیانی کی ورنہ کوئی شبہ ہی نہیں تھا۔

تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ الف و ب کا بیان ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ نبوت نہیں کیونکہ وحی لازم نبوت ہے اس کے خلاف گواہ مدعیہ م نے بحجوب جرح ۲۴ اگست تسلیم کیا کہ۔

در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا جاسکتا :

گواہ مدعیہ م نے ۲۹ اگست کو یہ بھی تسلیم کیا کہ۔

”مسح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں“

پھر گواہ مدعیہ م نے بحوالہ فتوحات اور مسد م نے کہا کہ۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہو سکتی ہے“

اور گواہ م نے کہا کہ

”مسح علیہ السلام پر غیر تبیینی و گد ہوگی“

(الجواب)

گواہ الف و ب و گواہ م کے قولوں میں کوئی تناقض نہیں۔ محض مفاصلہ ہے کیونکہ فریق اول یعنی الف و ب نے جس وحی کی نفی کی ہے وہ وحی ہے جو لازم نبوت یعنی وحی نبوت نہ مطلق وحی۔ اور گواہ م صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہ ہونا بتاتا ہے نہ وحی نبوت کا اگر دونوں مطلق وحی کے نہ ہونے یا دونوں وحی نبوت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف کرتے تو ضرور تناقض ہوتا۔ یہاں تو اول وحی نبوت کی نفی کرتا ہے اور دوم یعنی گواہ م مطلق وحی کا اثبات پس کسی طرح بھی تناقض و تعارض کا شائبہ نہیں۔ محض

مغالطہ ہے۔

یوں ہی گواہ مدعیہ ۳ سے ۲۹ اگست کا جو فقرہ نقل کیا ہے کہ مسیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا الہ۔ یہ محض غلط ہے یہ وہی فقرہ ہے جس کا حل تناقض نمبر (۱) میں پیش کر چکا۔ عدالت مختار مدعا علیہ کی اس خیانت کو خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک فقرہ تناقض نمبر (۱) میں دوسرے الفاظ میں نقل کیا اور پھر اس میں دوسرے الفاظ میں اور بات صرف اس قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے سوا اس کے کہ ان پر وحی نبوت ہوگی گواہ مطلق لفظ وحی مجازاً ہو جیسا کہ مکمل تشریح تناقض نمبر (۱) میں کر چکا ہوں اب اس کا کوئی بھی تعارض گواہ مدعیہ نمبر ۱۲ سے نہیں رہا۔ کیونکہ وہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت نہیں بتلاستے بلکہ مطلق وحی کا ہو سکتا کہتے ہیں۔ یوں ہی گواہ ۳ غیر تبلیغی وحی بتاتا ہے جو معنی الہام ہے نہ کہ وحی نبوت جو تبلیغی و حقیقی ہوتی ہے۔ پس گواہوں کے بیانات و جرح اور ایک دوسرے میں ایک ذرہ برابر تعارض نہیں اور اسے واضح نہیں کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو بھی عدالت ملاحظہ کے وقت مختار مدعا علیہ کا مغالطہ سمجھ سکتی ہے۔

تناقض نمبر (۵)

گواہ نمبر ۳ نے ۲۴ اگست کو بخواب جرح کہا کہ۔

”میں نے رسول الہی بنی اسرائیل تھے اور میں نے پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے نہ اب اور جب آئیں گے تو وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔“

اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۳۱ اگست کو بخواب جرح کہا کہ۔

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا یا“

(الجواب نمبر ۵)

گواہ مدعیہ ۳ بھی انہیں رسول بنی اسرائیل مانتے ہیں اور سب بھی۔ مسلوب النبوة و رسالت کوئی بھی نہیں مانتا۔ یہ کہنا یقیناً کفر ہے ہاں منصب نبوت پر کسی کے نزدیک نہیں۔ پس وہ رسول یعنی اس کے ہیں کہ رسالت سلب نہیں ہوئی اور امتی باعتبار اس موجودہ زمانہ کے بھی جو انہیں پہلے کا رسول نہ مانے یعنی مسلوب النبوة کہتے وہ یقیناً کافر ہوگا۔ مسلمان نہیں جیسا کہ گواہ ۳ نے کہا ادب اس امت میں جو انہیں منصب نبوت پر مانے وہ ختم نبوت کے خلاف کہہ رہا ہے اس کے بھی اسلام کا اعتبار نہیں اور نبوت و منصب نبوت یا رسالت و منصب رسالت کا مفصل بیان اسی گواہ مدعیہ ۳ نے بوضاحت اپنی شہادت میں خارجی امثلہ و دلائل واضح سے دیا ہے اس کے بعد تناقض

خیال کرنا کھلا ہوا مغالطہ ہے ہرگز کسی قسم کے تعارض کا شائبہ تک نہیں نیز جرح کے نقل الفاظ میں بھی خیانت کی ہے۔
 خصوصاً گواہ مدعیہ س کے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

”جب عیسیٰ بن مریم آئیں گے تو جو ان کو تسلیم نہ کرے گا وہ
 مسلمان نہیں اب بھی اگر اس کو کوئی نہیں ماننا ہم اسے مسلم
 نہیں مانتے۔“

یہاں ان کے رسول اور غیر رسول ہونے کا کوئی ذکر نہیں اپنی طرف سے اضافہ کر کے مغالطہ دے دیا ہے۔ اور
 جہاں رسول ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ -

”رسول ہوں گے ان پر وحی نہ ہوگی“

یہاں ان کے منکر کے کفر و اسلام کا ذکر نہیں بہر حال پیش کردہ الفاظ جرح کے الفاظ نہیں اپنی طرف سے
 حاشیہ لگا کر مغالطہ دیا اور تعارض و تناقض ثابت کرنے کی لا حاصل سعی کی۔ سالانہ کسی طرح گواہان مدعیہ کی شہادتوں
 میں تناقض ثابت نہیں ہو سکتا اور باوجود اس قدر شرمناک خیانتوں کے مختار مدعیہ کوئی ایک بھی تناقض نہ
 ثابت کر سکا۔

تناقض نمبر (۶)

گواہ مدعیہ س نے ۲۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ -

آیت ماکان لبشر میں جو طرق بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں -

اس کے خلاف گواہ مدعیہ س نے ۲۹ اگست کو بحواب جرح تسلیم کیا کہ -

”ام موسیٰ و مریم پر جو وحی مونی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے :-

اور گواہ س کے نزدیک ”وحی جو وحی نبوت نہ ہو وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم

اور ام موسیٰ کو ہوئی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں۔“

اور یہی وحی گواہ مدعیہ س کے نزدیک آیت ماکان لبشر کے طرق میں داخل ہے - جو گواہ مدعیہ س کے قول

کے بالکل خلاف ہے۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ س نے مخصوص اسی آیت کے مذکورہ طرق جو اس میں خصوصیت سے مراد ہیں مراد لیں اور

ظاہر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس میں وحی نبوت مراد ہے پس وحی نبوت کے ہر طرق

مذکورہ بند میں۔ اگر دینی معنی الہام ہوگا تو انہی طرق سے بظاہر کیوں نہ ہو سدود نہیں۔ اس کے واسطے ایسی جہت کے نزدیک
کو ہمیشہ ملاحظہ ہوں۔

نیز ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی شریعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔

(۳) وحی شریعی کسی قسم کی نہیں ہو سکتی کوئی الہام کا نام وحی رکھنے تو درست ہے یہ نہیں ہے۔

(۳) وحی بواسطہ فرشتہ وحی جو وحی کا فرشتہ لائے نہیں ہو سکتی۔ نہ فرشتہ الہام والی،

پس گواہ مدعیہ نے یہ طرق مذکورہ بہ پیرایہ وحی نبوت امت محمدیہ پر بند بتایا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۳۲

نے ام دینی وغیرہ پر جو وحی بنائی وہ بمعنی الہام بہ پیرایہ وحی الہام ان طرق سے باقی بتائی نہ وحی نبوت بہ پیرایہ وحی

نبوت پس کوئی بھی تعارض نہ ہوا۔ وحی نبوت طرق مذکورہ ثلاثہ سے بالاتفاق بند اور وحی الہام ہر طور
سے جاری۔

گواہ مدعیہ نے کاہرگز کوئی تعارض و تناقض گواہ مدعیہ نے کے ساتھ نہیں یہ اس کے غلط الفاظ نقل کر دیے ہیں

اصل جرح کے اس کے الفاظ یہ ہیں بحجوب سوال اوحینا الی ام موسیٰ وغیرہ کہ۔

یہ وحی وہی ہے جسے الہام کہا جاتا ہے جسے ہی اللہ تعالیٰ

نے نخل کے لیے کہا ہے یہ الہام انسان کے ساتھ مخصوص نہیں

غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سورۃ نخل کی اس

آیت سے معلوم ہوتا ہے وادلحی ربک الی النخل الخ

اب عدالت خود فرمائی کہ گواہ مدعیہ نے وحی نبوت بہ پیرایہ وحی نبوت بطرق ثلاثہ مذکورہ بند بتاتا ہے اور

گواہ مدعیہ نے وحی بمعنی الہام جو نخل کو بھی ہو سکتی ہے باقی مانتا ہے تناقض کدھر سے ہو۔

بہر حال یہ تمام مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی یا غلط فہمی یا محض مغالطہ تھا اور نہ بیانات گواہان مدعیہ بالکل

تناقض سے پاک و صاف ہیں کہ قسم سے محذوش و مجروح نہیں۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے بخلاف اس کے کہ مختار

مدعا علیہ نے جو تناقض کا التزام گواہان مدعا علیہ پر کیا تھا وابد۔۔۔ نور قائم ہے اور اکثر کا تو جواب میں تذکرہ ٹک نہیں

تاویل کیا کر سکتے۔

گواہ مدعیہ کا خود اپنے بیان سے تعارض

اس سلسلہ میں صرف گواہ نے عدالت سے کاتوالہ پیش کی ہے

گواہ مدعیہ نے ۲۱ اگست کو بحجوب جرح کہا کہ۔

حدیث من ترک الصلوٰۃ میں امت یہ معنی سمجھتی ہے کہ

کہ کفر کا سا فعل کیا یعنی عمدًا نماز کا نادرک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔ اس کے بعد پھر یہ اقرار کیا کہ۔
بعض ائمہ برحق نے عمدًا نماز کے نادرک کو کافر قرار سے کرانے نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔

(الجواب)

اولاً یہ الفاظ جرح نہیں بلکہ قطع و برید و روایت بامعنی ہے۔ وہاں علیحدہ علیحدہ مندرجہ ذیل فقرات ہیں۔

حدیث من ترک الصلوٰۃ میں مراد کفر جیسا فعل کیا۔
”لیکن ائمہ نے کافر بھی کہا ہے“

کافر کہنے والے بھی امام برحق و مسلمان ہیں ان کے نزدیک
فسخ نکاح بھی ہوگا۔

عدالت خود اصل الفاظ مسل سے ملاحظہ فرمائے۔

اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں بلکہ خود مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ بھی تسلیم کر کے تقاضا نہیں۔
کیونکہ اگر پہلے قول میں تمام امت یا اجماع کا لفظ ہوتا تو کسی ایک امام برحق کا اختلاف اس کے منافی تھا اور
تناقض ہو جاتا وہاں تو صرف امت کا لفظ ہے اور بعض امام کی رائے آگے ہے یہاں تناقض کا شبہ تک نہیں
محض مخالفت ہے۔

گواہ مدعیہ نمبر ۲

گواہ مدعیہ متنازعہ بیان میں ۲۵ اگست کو کہا کہ۔

”مسح نسخ روزِ غیرہ یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینیوں میں

وہی حقیقت نہیں رکھتے“

اور پھر ۲۹ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ۔

کو فوائدِ خالصین کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ

مسح ہو گئے تھے۔

(الجواب)

ان دونوں قولوں میں تناقض ثابت کرنا صرف مختار مدعا علیہ کا حصہ ہے ورنہ دنیا کا کوئی بھی عقلمند آدمی ان دونوں قولوں میں تناقض نہیں سمجھ سکتا اول قول میں ان پانچ چیزوں کی اصطلاح کو دینی اصطلاح اور آسمانی ادیان میں ہونے سے انکار کیا ہے اور دوسرے میں کوئی نواقفہ خاصہ کی تفسیر یہ بتانی ہے کہ واقعی ایسے پہرہ وغیرہ بدل گئے تھے آیت میں تو مسخ کا لفظ بھی نہیں کہ مغالطہ ہی رفع ہو اور کہا جائے کہ آسمانی کتاب میں یہ اصطلاحی لفظ آگیا صرف مخصوص الفاظ کی مخصوص اصطلاح سے آسمانی کتب و ادیان میں ہونے سے انکار ہے یہ معنی نہیں کہ اللہ نے دنیا میں کسی کو مسخ ہی نہیں کیا یہاں کسی قسم کے تناقض کا شائبہ تک نہیں۔ اور نہ کوئی احتمال مغالطہ تھا خواہ مخواہ مغالطہ دیا گیا۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ گواہ کے بعینہ الفاظ نقل نہیں کئے گئے مفہوم لیا گیا ورنہ مطلب بالکل صاف ہے۔

اب اس جواب الجواب سے بجمالیہ ابھی طرح واضح ہو گیا کہ نہ گواہان مدعیہ کا تعارض ایک دوسرے گواہ سے ہے اور نہ ایک گواہ کہیں اپنے قول سے منکر یا ہے بخلاف گواہان مدعا علیہ کے کہ ان کے بیانات میں تو اب تک لاجواب متعدد وہ دو قسم کے تناقضات موجود ہیں جن کی کوئی تاویل نہ ہو سکی جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے عدالت خود مسل ملاحظہ فرمائے پس گواہان مدعا علیہ کی شہادت یقیناً ناقابل قبول ہے۔

وجہ سوم :-

مرزا صاحب کی تمام کتب کا سوائے ان عبارات کے جن پر انہوں نے اعتراض کیا ہے مطالعہ نہیں کیا..... تا..... لیکن گواہان مدعیہ جن کا ذکر اچکلے سے معترف ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کا کما حقہ مطالعہ نہیں کیا الخ۔

(الجواب)

محض غلط ہے ان الفاظ میں تو کسی کا جواب نہیں نہ تمام گواہوں نے مرزا صاحب کی کتب کے کافی مطالعہ سے انکار کیا بلکہ گواہ نے تو اس قدر مطالعہ بنایا ہے کہ شاید مرزا صاحب کے متبعین سے زیادہ ہی ثابت ہو۔

صرف گواہ نے ضروریہ مفہوم ادا کیا ہے مگر وہ یقیناً مفتی اسلام مسائل شرعیہ کے شاہد ہیں ان کو تمام کتب مرزا صاحب کا مطالعہ لازمی بھی نہیں۔

مرزا صاحب کے اقوال و عقائد کے شاہد دوسرے ہیں انہوں نے خوب مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ محض مغالطہ دینے کے واسطے تمام گواہوں کی طرف غلط فرما بنا کے منسوب کر دیا۔ بہر حال اس وجہ سے بھی گواہان

مدعیہ کی شہادت مجروح نہیں۔

اصل الفاظ جمع گواہ مدعیہ ٹ وٹ سے ملاحظہ ہوں۔ کہ ان کی کتب کے مطالعہ کو بتایا ہے جس کا شمار بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حسام الحرمین وغیرہ

وجہ چہارم۔

دربار معلیٰ کے فیصلہ کی رد سے علمائے اسلام کی آراء حاصل کرنی چاہئیں اور یہ گواہ دیوبندی ہیں ان پر حسام الحرمین اور علماء ہند کے کفر کے فتوے ہیں۔

(الجواب)

یہ محض بھوٹ اور غلط ہے گواہ نکت و نکت و نکت کا تو کوئی بعید سا تعلق بھی علماء دیوبند سے نہیں اور نہ گواہان مدعا علیہ کسی ایک کو ان کے علاوہ بھی دیوبندی خیال کا ثابت کر سکے صرف گواہ مدعا علیہ کو مفتی دیوبند ہونے کی وجہ سے دیوبندی خیال کا بنایا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ٹ۔ اب میں اس فتویٰ حسام الحرمین اور اشتہارین سو علماء کے فتویٰ کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔

(۱) اشتہار منسلک مسل عنوان ”وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہل سنت والجماعت کا فتویٰ جس کے معلن محمد ابراہیم بھاگل پوری ہیں۔

(الجواب)

(۱) اولاً جو پیشل اسول پر یہ غیر صدقہ ہے۔

(۲) یہ دوران مقدمہ میں جعلی تیار کرایا گیا اسی واسطے اس پر کوئی تاریخ طبع نہیں۔

(۳) مطبع کی بماسے پاس شہادتیں ہیں۔ عدالت کی طلبی پر پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دوران مقدمہ کا ہے۔

(۴) اس میں اکثر فرضی غیر متعارف نام ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے انتقال کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں بعض وہ اب بن کی عمر بھی گئے سال سے زائد نہیں۔ طالب علم بتدی ہیں۔

(۵) علماء اہل سنت میں عبد الباقی بہادر پوری دریم بخش رضوی بہادر پوری بھی ہیں جس سے عدالت اس کی حقیقت کا اندازہ فرمائے۔

(۶) اس میں غلام احمد اختر احمدی کے دستخط بعض غلام احمد فریدی کے ساتھ ہیں جس طرح وہ دستخط کیا کرتے ہیں۔

(۷) عبد الحلیم شاہ جہا پوری ہے جو بدہلنی میں سزایافتہ ہے۔

(۸) خود شائع کنندہ سے بھی گواہ واقف نہ تھا جب مختار مدعیہ نے اس کی سہ ایابی کا حوالہ پیش کیا تو کہا کہ

شاید وہی ہو۔

(۹) اس کے حوالہ تقویۃ الایمان وغیر اصل کتاب سے جرح میں نہ ثابت کر سکے بلکہ اس میں اس کے خلاف نکلا۔

بحث میں اصل کتاب سے دکھانے کو کہا تھا مگر اس کا نام تک نہ لیا۔

(۱۰) غرض عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً۔

باقی رہی حسام الحرمین اس کے متعلق بحث میں مکمل جواب دے چکا ہوں اب صرف اس قدر گزارش

ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کہ یہ فتویٰ بعد اطلاق حقیقتہ حال علماء حرمین نے علماء دیوبند پر سے واپس لے لیا

صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر باقی ہے۔ دو کتابیں پیش کی گئی تھیں ایک المہبتیہ دوسری علامہ بزرگ

بہ نئی کی غایتہ المامول پہلی میں تو ناقابل القیات تاویلات کیں اور ثانی کو بلا تاویل قبول کر لیا جواب میں نام تک

بیاپس یہ فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں یہ تصریح غایتہ المامول علامہ بزرگ کے جس کے آخر میں انہیں علماء

کے دستخط سے واپس ہونا ثابت ہے حسام الحرمین میں اولاً مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ایک عبارت

پیش کی گئی جو اس طور پر ان کی کتاب تحذیر الناس میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز اس کا پہلا فقرہ ص ۲۸ کا دوسرا

صفحہ ۳ کا تیسرا صفحہ ۴ اکابے ربط قطع و برید کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا جس کے خلاف اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر

تصریح موجود ہے بحث ختم نبوت میں اس پر بحث گذر چکی تفصیل کے واسطے شہاب ثاقب السحاب المدبر

ملاحظہ ہو۔

دوسرا اتہام خدا کے جھوٹے ماننے کا مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر فرضی ہے کہ ان کا کہیں کوئی فتویٰ یا اس کا فوٹو

دیکھا حالانکہ آپ کی مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۱۱۸ پر اس کی زبردست تردید موجود ہے اور

تلخ الوتین کے صفحہ ۹ پر اس فتویٰ کے بے اصل بہتان ہونے کی ان کے اپنے خط سے تصریح موجود ہے۔

تیسرا حوالہ براہین قاطعہ کا جو تھا حفظ الایمان کا ہے جن کا بہتان اور مغالطہ (علم میں مقابلہ) کے عنوان کے

تحت پیش کر چکا ہوں۔ مولانا شیخ البند رحمہ اللہ کے شعر میں لفظ ثانی بمعنی تالیع اور دویم کے معنی میں ہے

جیسا کہ حضرت مسان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر صدیق اکبرؓ کی

شان میں پڑھا کہ۔

سے وثانی اثنین فی القاد المینف دقد : طان العدد یہ اذا الجبلا

دکان حب رسول اللہ دقد علموا : بمن البریت۔ لم یعد ل بہ دجلا

جس کی آنحضرت علیہ السلام نے تائید فرمائی۔ کہ صدقت یا حسان ہو کھانا قلت۔
(در فتوح ج ۳ صفحہ ۲۴۱)

پس یہاں مغالطہ صرف لفظ ثانی معنی مثل کے استعمال میں تھا وہ دفع ہو گیا کہ معنی تابع اور دویم کے مستعمل
مراہے۔

یوں ہی دوسرے اشعار بھی بے غبار ہیں تنگی وقت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ کیس سے زیادہ متعلق
نہیں فتاویٰ رشیدیہ کے میلاد وغیرہ کی نسبت حوالجات چونکہ غیر متعلق ہیں لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں صرف
یہ گزارش ہے کہ وہ سب قطع و برید کر کے مستحکم کی اس کتاب کی قسم نکات کے خلاف نقل کئے گئے ہیں تفصیل کے لیے
ملاحظہ ہو سیف یمانی الحمد للہ کہ اس بہتان کا بھی بے بنیاد ہونا ثابت ہو گیا

(گو ابان مدعیہ کے صریح کذب)

پہنجم
پھر آؤ، گو ابان مدعا علیہ نیز اس کے منقار نے متعدد نلط بیابیاں کی تھیں اس سے فرضی اس پر پردہ ڈالنے
کے واسطے فرضی کذب کے بہتان صریح کذب کا نام دے کر (۱۵) نقل کئے جن میں سے ایک نمبر (۱۵) عدالت نے
کاٹ دیا اب صفحہ (۱۴) نمبر رہے جن کا منب مختصر جواب پیش ہے گو وہ زیادہ جواب کے لائق ہی نہ تھے مگر بہتال
مغالطہ کا انکشاف ضروری ہے۔

(پہلا کذب)

گو اد مدعیہ الف نے کہا کہ مرزا صاحب نے خدا مومن کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق بنا کر
اور حوالہ آئینہ کمالات کا دیا حالانکہ وہیں سے کہ یہ خواب ہے اور اس کی یہ تعبیر ہے یہ صریح کذب۔

(الجواب)

یہ صرف بہتان اور غلط بیانی ہے۔ اوپر لا الہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت اس کا
ثبوت مفصل گزریچکا۔ اس میں نہ صرف خدا ہی کا ذکر ہے بلکہ تیسرے نبی بھی بتے کہ میں نے یقین کامل
کریا کہ یقیناً ہو بہو خدا ہوں۔ باقی یہ کہ ان خواب قرار دینے سے یہ بھی مغالطہ ہے اولاً تو مرزا صاحب کا خواب
بھی وہی ہے۔ چنانکہ مسلمات سے گزریچکا۔

نیز مرزا صاحب نے خود اس کا ترجمہ کتاب البرہہ میں یہ کیا کہ ”میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا ہے کہ

اس میں ایک حرف بھی جھوٹ نہیں کشف و تعبیر وغیرہ کی تاویلات و مغالطہ سب نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ جو الجواب کے ابتدائی اوراق میں گزر چکے عدالت خود دہیں سے ملاحظہ فرمائے تمام تاویلات کا مرزا صاحب کی تصریحات سے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

(دوئم کذب)

گواہ مدعیہ الف نے مرزا صاحب کی طرف بحوالہ البشری ج ۲ صفحہ ۵۱ منسوب کیا ہے کہ خدا نے ان سے کہا کہ ”جس طرح میں قدیم و ازیلی ہوں اس طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو ہی ازلی ہے“ یہ عبارت البشری میں نہیں

(الجواب)

یہ بھی محض بہتان ہے اس کا مفصل جواب ”داصلی و اصوم و اسهر و انام“ کے تحت گزر چکا۔ اور یہ بھی بتلا چکا کہ گواہ الف نے وہاں کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے الفاظ میں کیا ہے البشری کا ترجمہ نقل نہیں کیا اور نہ وہ ترجمہ اردو مرزا صاحب کے متبعین کو مسلم ہے۔ خود مختار مدعا علیہ بابو منظور الہی کو جو محکمہ تارک کے کلرک ہیں عربی سے ناواقف بتایا ہے۔ پس وہاں عربی الفاظ موجود ہیں گواہ مدعیہ الف کے مطلب خیز ترجمہ کر دیا اس میں کذب کا شاہدہ بھی نہیں۔ مفصل بحث اوپر گزر چکی وہیں سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسرے کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ تو فیح مرام مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ مرزا صاحب ”ملکہ سیاروں کی روح کو مانتے ہیں“

(الجواب)

اب جب کہ بسلسلہ عنوان ملائکہ اس کے تمام حوالے پیش ہو چکے اور ثابوت ہو چکا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ملائکہ نفوس فلیکہ و ارواح کو اکب ہی کا نام ہے پس اب اس کی تصدیق کے واسطے کسی اور شئی کی ضرورت نہیں اور غالباً اب تو مختار مدعا علیہ کی بھی غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہو۔

(چوتھا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توفیق المہام یہ ظاہر کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک ”دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے“ الخ۔

(الجواب)

یہ بھی غلط بیانی ہے اس کی توضیح بھی بسلسلہ عنوان ملائکہ گذر چکی ایک اور عبارت مرزا صاحب کی توضیح مرام ص ۳۱ سے پیش ہے۔

”اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل اور تزئین کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں تا آسمانی کواکب کا دن رات پراثر پڑتا ہے“ غرض اس میں کذب کوئی نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ مختار مدعا علیہ اس میں کچھ تاویل کرے مگر تمام تاویلات کا مفصل جواب ہیڈنگ ملنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

(پانچواں کذب)

گواہ مدعیہ ص ۱۱ بجواب جرح ۲۱ اگست کو یہ جھوٹ بولا کہ ”مسئلہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں اس لیے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی“ الخ۔

(الجواب)

اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں وہ تو تابع یا شریک نبی بنا چاہتا تھا۔ یہی قرآن پڑھتا تھا یہی نماز یہی اذان تھی یہی روزہ و حج اسی شریعت پر عمل کا اداء معمولی ترمیمات اس سے زائد نہ تھیں جو مرزا صاحب نے کیں بہر حال یہ صرف مغالطہ ہے کوئی بھی کذب نہیں باقی گواہ ص ۱۱ اور حج الکرامہ سے اس کے خلاف دکھانا اس کا جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں متقدمین نے اختلاف کیا ہے اور دونوں طرف اکابر میں اور اصول ہے جب اسلام میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے تو اسلام سے چاہیں عمل درآمد بنائیں۔ پس گواہ ص ۱۱ نے اپنی تحقیق اپنے علم کے مطابق اور اس نے اپنی تحقیق پیش کر دی نہ اس میں کوئی جھوٹ ہے نہ تعارض۔

✽

(پچھٹا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست کو بجواب جرح کہا کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے احمد رضا خان کو بھی کافر نہیں کہتے اس کے کلام میں تاویل کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔

(الجواب)

جھوٹ جب ہوتا کہ اس کی یا اس کے کسی مسلم بزرگ کی تحریروں و تقریر اس کے خلاف پیش کرتے حالانکہ نہ پیش کر سکے۔ کو کب یہ مافی جو اس مرحلہ پر پیش کی تھی اس کی غلط بیانی عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ان سے ان کی مسلمات پر استفسار ہے نہ ان پر فتویٰ کفر اس سے قبل مفصل گذر چکا دیں سے ملاحظہ ہو۔ نیز حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی فینس آبادی کے شہاب ثانی کے صفحہ ۱۲۷ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی ہے جو اب ضرر دیا اور ان کی خیانتیں واضح کی ہیں۔

(سائواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست بجواب جرح کہا کہ حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر یہ کہا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سافل کیا ہے۔

(الجواب)

اس کا مفصل جواب متعارضات کے سلسلہ میں اس سے قبل گذر چکا اب اعادہ کی ضرورت نہیں بہر حال یہ بھی قول سر تا پا سداقت ہے کذب کا شائبہ تک نہیں بلکہ اسے کذب بتانا ہی ایک کھلی ہوسنی کذب بیانی ہے۔

(سامحواں کذب)

گواہ مدعیہ ۲ نے بجواب جرح ۲۳ اگست کو کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں دجی کو جمع نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا لیکن ان کی جو دجی جس جس کتاب میں درج ہے وہ دجی شریعت جدیدہ ہے۔

(الجواب)

اس میں جھوٹ کیا ہے جب کہ اپنی تمام دجی کو قرآن پاک کی طرح سمجھتے ہیں جیسا کہ اوپر حوالوں سے گذر چکا تو آپ

شریعت جدیدہ ہونے میں کیا ٹھک ہے۔
 نیز اربعین کا حوالہ متعلقہ نبوت تشریحی کو بھی کہہ سہوہ شریعت کے کہتے ہیں، "الہم بھی اس سے ملا لیا جائے
 تسدات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔"

(نواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۶ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔
 "مرزا صاحب نے ازالہ ادہام کے بعد قرآن کو آخر الکتاب نہیں مانا"
 (الجواب)

اس میں جھوٹ ہی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت دوجی نبوت ہوئے اور اپنی دوجی قرآن کی طرح ماننے لگے
 پھر قرآن آخری دوجی اور آخری کتاب کیونکر رہا۔

(دسواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ۔
 "مکتوبات ج ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کشفی ہے بالنامی"
 (الجواب)

یہ بالکل صحیح ہے مختار مدعا علیہ کی اس سے خود ناواقفی ہے۔ اوپر حوالہ پیش کر چکا ہوں کہ یہی مکتوب جس
 جگہ ختم کیا ہے وہی فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے بطور علم لدنی سکھایا گیا ہے۔ جو صراحتاً ہے اس امر کی کہ یہ کشفی ہے۔ نیز
 کشفی کے اور بھی ثبوت اوپر جہاں یہ حوالہ آیا ہے پیش کر چکا ہوں صرف اپنی ناواقفی سے دوسری تحقیق غلط اور کذب
 بتانا نامناسب امر ہے۔ نیز مختار مدعا علیہ نے حوالہ آخر سے کاٹ کر نقل کیا تاکہ اصل حقیقت پوشیدہ ہے یہ
 بھی ایک جہانت ہے۔

(گیارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۸ اگست بحواب جرح مسلم الثبوت ج ۲ صفحہ ۱۹۵ پھر اس کا مفہوم اس سے نقل کیا اور
 تبصرہ یہ کیا کہ یہ مفہوم غلط ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی سمجھ میں نہ آئے یہ دوسری بات ہے باقی مفہوم بالکل صحیح مراد متکلم کے موافق دوسری تصحیح کے مطابق ہے۔

(بارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۱ نے ۲۸ اگست کو بجواب عبارت فقہ اکبر صفحہ ۷۴۱ کی عبارت ہے الخ یہ مفہوم صحیح نہیں۔

(الجواب)

یہ مفہوم بالکل صحیح ہے اور اگر مغالطہ دینا مقصود نہیں تو مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی ہے یہ دوسری بات کہ اُس کے نزدیک کفر و اسلام کا کوئی اور معیار ہو۔ پھر خود جو مفہوم پیش کیا ہے اُس سے اُس کی واقفیت کا بھی پتہ چلتا ہے کسی ایک ٹکڑے کو لے کر مطلب بیان کرنا اور بات ہے اور مصنف کے مسلک کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ادا کرنا اور ہے۔

(تیسرا ہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۱ نے ۳۱ اگست کو بجواب حدیث علماء ہم الخ۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ ۳۱ نے جو مفہوم حدیث لکھا ہے وہ دیگر احادیث صحیح کی روشنی میں ہے اور وہی صحیح و درست ہے مگر مختار مدعا علیہ اپنے تصنیف کردہ مطلب کو صحیح بتاتا ہے۔ اُسے اختیار ہے مگر اُسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے اسلاف کے مطابق وہی ہے۔ مفصل طوالت طلب ہے لہذا ترک کرتا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(چودھواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۱ نے ۳۱ اگست بجواب جرح کہا کہ مکتوب جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں جو لکھا ہے اسکا شائبہ ہے الخ۔

(الجواب)

اس کا جواب ۳۱ میں دے چکا اس مکتوب کے آخر میں اس کی تشریح ہے کہ یہ اُن کی خصوصی علم لادنی اور

کشفی سے ہے۔ آخر مکتوب کے لفظ حذف کر کے مختار مدعا علیہ نے اوپر حوالہ پیش کیا ہے جب کہ عرض کر چکا۔

عرض یہ کہ ایک بھی جھوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اور
محمد اسد گواہان مدعیہ کی شہادتیں بالکل بے لوث رہیں

وجہ ہفتم،

قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے وہی استدلال انہیں مصنوعی الفاظ کے ساتھ نمائشی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محاذ ذکر کرتے ہوئے جس طرح شہادت میں اشارات فریدی کے بعض حوالے پیش کئے تھے یہاں بھی وہی پیش کئے۔

حالانکہ جرح میں جب کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دیانت کیا گیا تو یہ جواب دیا کہ میرے واجب اطاعت مسلم بزرگ نہیں اور احمدی (مرزائی) ہونے کے بعد دیگر احمدیوں (مرزائیوں) کی طرح ہوں گے یعنی خدا نخواستہ جب کہ ان کے متبعین اپنی مرزا صاحب کی امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو کر لمبائیں تو دوسرے احمدیوں کی طرح ہو سکیں گے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی بیعت میں باوجود دعوت پہنچنے کے شامل نہ ہوئے۔ پس مرزا صاحب کا فتویٰ ان کے متعلق ان کے اس اصول سے معاذ اللہ یہ رہا۔ کہ بہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت خواجہ ہرمرزا محو صاحب کی نگاہ میں

گل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اب باقرار گواہان مدعا علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔

(باوجود بزم فریق مدعا علیہ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بھی مرزا محمود صاحب کے نزدیک عیاذاً باللہ کافر ہیں) ”جو آپ کو رسول نہیں مانتا خواہ زبان سے کتنی ہی مدعا سزا ہی کرتا ہو وہ بھی پکا کافر ہے“

(ایضاً صداقت صفحہ ۸۶)

پس صرف اپنی مطلب براری اور حکام ریاست کو فریق مدعیہ کی طرف سے بدظن کرنے کے واسطے یہ شہادت انہوں نے اس انداز میں پیش کی حالانکہ ان کے متعلق ان کے اصولی وہی خیالات بلکہ اس سے بڑھ کر ہیں جو اوپر نقل ہوئے بخلاف فریق مدعیہ کے وہ ان کو درحقیقت قطب وقت - شیخ طریقت اپنا مقتدا و پیشوا اور مسلم بزرگ تسلیم کرتے اور انہیں کی تصریح کے مطابق فرقہ احمدیہ کو فرقہ ناریہ یقین کرتا ہے اور دنیا میں ان کا تبع اور اکبرت میں ان کے ساتھ اپنے حشر کا تمغی ہے۔

مختار مدعیہ نے اس شہادت کے متعلق گواہان مدعا علیہ کے مسلمہ اقرار و اصول اور متعلق کی روشنی میں جو اس پر بحث کی تھی اس کی مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ صاحب کے تعادل پر بیجا طعن کیا کہ آپ نے فیصلہ کے وقت کوئی تحقیق نہ کی تھی۔

(۲) آپ نے کافر کہنے والوں کو غلطی پر بتایا جو بلا اعلیٰ حدجہ کی تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ خط میں صرف مرزا غلام احمد لکھا نہ کہ مسیح موعود مہدی مسعودیا کرنی اور ایسا لفظ نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کو اعزاز الاحباب لکھا۔

(۴) دیگر خطوط میں مجموعی محاسن وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

(۵) مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ واقف علی مقام

تعظیمت قبل الرؤیة وما جرت کلمة علی لسانی الخ معترف بصلاح الخ

موقن بانک من عباد اللہ الصالحین و تبت الفضل الخ

”مرزا صاحب مرد نیک و صالح است“ نیک مرد کہ اہل سنت و الجماعت است الخ

”و تمام کلام او مملو الخ“ مرزا صاحب میں مہدی و عیسیٰ ابن مریم کے اوصاف پائے جاتے ہیں الخ

(۶) مندرجہ ذیل امور دل میں کہ مرزا صاحب کے متعلق بعد تحقیق فتویٰ دیا۔

- (۱) الفاظ مذکورہ بالا۔
- (۲) خلیفہ اول کی ملاقات اور مرزا صاحب کے متعلق گفتگو۔
- (۳) مرزا صاحب سے خط و کتابت جاری رہی جس میں اہل کا ذکر ہے۔
- (۴) لیکچر جلسہ اعظم کا پرچہ۔
- (۵) مخالف علماء کا جانا اور ان کے وجوہات کفریہ کو کفر نہ سمجھنا اور علماء کو نعلی پر بتانا علی دت الخ
صفحہ ۷۸ صفحہ ۷۹ ر ۷۰۔
- (۶) عبارت مرزا غلام احمد قادیانی الخ صفحہ ۱۷۹۔
- (۷) نور فراست سے بھی اذیاد صادق کو پہچانتے ہیں۔

- (۸) انجام آتمم جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی اور اس میں دعاوی و چیلنج مباہلہ تھا وہ بھی آپ کو پہنچی۔
- (۹) کچھ قابل اعتراضات الہامات کا بھی اس میں جواب تھا۔
- (۱۰) سید کے متعلق فرماتے ہیں:-
- (۱۱) کا نزد کفر است صفحہ ۱۰۹ ج ۳ اشادات فریدی۔
- (۱۲) ہفتاد فرقہ کہ مردود اندواہل نار۔ (فوائد فریدی صفحہ ۳۰)
- (۱۳) چوڑھے چار کو عباد اللہ الصالحین فرمانے کا کوئی بھی ثبوت پیش نہ کیا۔
- (۱۴) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ عباد اللہ الصالحین بھی ایک شہادت ہے پھر خواجہ صاحب کی طرف کسی اور نے اس کی نسبت کیوں نہ شہادت دی۔

(الجواب)

- (۱) یہ غلط اور محض جھوٹ ہے بلکہ جس قدر ان کے سامنے تحقیق حکیم نور الدین صاحب یا مرزا صاحب کی کتاب انجام آتمم جس قدر بھی سنی اس سے ہوئی ان پر حکم نہ دیا دیگر کفریات خصوصاً دعویٰ نبوت اور ختم نبوت کا انکار اور حقیقتہ طور کے ناقابل برداشت کفریات اس وقت نہ تھے اور نہ انہیں پہنچے۔
- یہی کب ثابت ہے کہ یہ خط من و عن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کا نہیں بلکہ غلام احمد اختر احمدی کا اس میں اضافہ ہے اور جعل سازی درت حضرت صاحب؟ ہرگز اپنے قلم مبارک کی تصنیف یعنی نسخہ مبارکہ فوائد فریدی میں احمدی فرقہ کو فرقہ مردودہ اور ناری و جہنمی قرار نہ دیتے۔

(۲) اُن دلائل کی رو سے جو وہ پیش کرتے تھے ضرور خاطی بتایا ہوگا اس وقت ان کے تمام کفریات قطعہ سامنے نہ تھے صرف انجام آتھم کی توہین جیسے تھی اس پر مرزا صاحب کا اپنے بچاؤ کا ایک مصنوعی نوٹ بھی ہے۔

پھر غلام احمد اختر نے نیز حکیم نور الدین صاحب نے ان کفریوں کے خلاف واقع شہادت دی حکم ظاہر پر دیا جاتا ہے نہ کسی کے باطن پر علمائے اسلام نے بھی جب تک صرف وہی امر تھا کفر میں احتیاط اور مستفقہ فتویٰ نہ دیا مگر بعد میں کفر بے نقاب ہونے کے خصوصاً ۱۹۰۱ء سے متفقہ تمام علماء و مشائخ نے تکفیر کی اگر حضرت قبلہ قدس سرہ العوینا اس عالم ظاہر میں رونق افروز ہوتے تو وہ بھی مرزا صاحب کو کافر بتا کر ناموس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کافی سے زائد حصہ لیتے۔

(۳) اب اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اُس کے اجزاء سب مفصل آرہے ہیں۔

(۴) پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس اسلام کی درحقیقت مرزا صاحب نے جس قدر توہین عظیم کی ہے اور تمام صحابہؓ اور اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کو جو منہ میں آیا کہا ہے حضرت قبلہ قدس سرہ کو پہنچتی تو مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر سب سے پہلے حضور قبلہ کے دستخط ہوتے اور اُن کے تمام تبعین کو اسی وقت نہ صرف ریاست بلکہ تمام اُن کے حلقہ اثر سے ہٹا دیا جاتا۔ انہیں تو حکیم نور الدین صاحب نے خلاف واقع بیان اور مرزا صاحب نے اپنے قول سے ہر نبوت را برود خداختام سے معالطہ دیا ہے اور اگرچہ صاحب نسبت حضرات پر ایسے امور غیبیہ ہی منکشف ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہر وقت لازمی اور اختیار نہیں۔

گئے ہر طارم اعلیٰ نشینم
تکے بر پشت پائے خود نہ بینم
مے شود پرودہ چشم کام گاہے
دیدہ ام ہر دو صاحبان را بگاہے
منزل عشق بے دُور دراز است مے
مے شود جاوہر صدرالہ بگاہے گاہے

نیز مقربان بارگاہ اسرار الہیہ اور امور غیبیہ کو عوام پر واضح کر کے پرودہ فاش نہیں کرتے حکم ظاہری پر لگاتے ہیں تاکہ ناموس شرع پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس فرقہ احمدیہ کو مردود و ناری بتانا اور مرزا صاحب کو کشف و الہام کا خاطی ماننا اسی زمرہ سے ہے۔

(۵) مرزا صاحب پسند کرتے یا نہ مگر مسیح موعود و مہدی مسعود مان کر صرف الی مرزا صاحب غلام احمد بلا کسی القاب و آداب کے لکھنا کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ معمولی معمولی انسانوں کو تو اعلیٰ اعلیٰ القاب لکھے جائیں مگر مسیح دوران و مہدی زمان کو کچھ نہیں صرف مرزا غلام احمد معلوم ہوا کہ ان دعاوی کی تصدیق کا الزام محض

بہتان ہے۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان تک یہ پہنچی ہی نہیں کیونکہ بالاستیعاب کسی کتاب کا سُننا یا دیکھنا ثابت ہی نہیں۔ اور خود اپنی فرائد فریدی میں حضرت قبلہ قدس سرہ نور اللہ مرقدہ علیہ السلام کی حیات و نزول اور علیہ السلام اور مہدی کو وہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں اور مہدی کو آنحضرت کے محمد کے نام کے ہمنام اُن کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ آمنہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کے معتقدات مفصلاً اپنے عقائد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جس کے بعد ظاہر ہے۔ اگر یہ دعاوی اسے پہنچتے تو ہرگز مسیح موعود نہیں تسلیم کرتے بلکہ تکذیب و تکفیر میں سب سے پیش پیش ہوتے۔

۴ اولاً یہ تمام الفاظ غلام احمد اختر احمدی یا اُن کے دوست ملا رکن الدین صاحب کے بڑھائے ہوئے ہیں جن سے حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کا دامن قدس پاک ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش رحمہ اللہ علیہ جب ان الفاظ پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا اس سے ملا رکن الدین نے اپنی عاقبت خراب کر دی وہ قلمی تحریرات اب تک اُن کے خلفاء کے پاس پھینچ کر وہ روایات ان کے متوسلین میں مشہور ہیں ہم تحریرات پیش کرنا چاہتے تھے۔ عدالت نے حسب منابطہ اجازت نہ دی آج عدالت اجازت دے ہم پیش کر سکتے ہیں۔

نیز ان میں کوئی بھی لفظ اُن کی نبوت وغیرہ کی تصدیق کے نہیں۔ معلوم ہوا کہ دراصل تمام حقیقت حال کی آپ کو اطلاع نہ دی گئی۔ ملا رکن الدین صاحب اور غلام احمد اختر نے مل کر یہ سازشیں کیں۔

(۸) ہرگز نہیں یہ امور تحقیق مکمل پر دلالت نہیں کرتے الفاظ مذکورہ کے متعلق اور پھر عرض کر چکا ہوں مفضل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو۔ حکیم صاحب کی ملاقات ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اصل واقعہ پیش نہیں ہوا بلکہ حُسن عقیدت اور صفائی کا حکیم صاحب نے اظہار فرمایا۔ حضرت صاحب نور اللہ مرقدہ نے باور کر لیا اولیاء اللہ کے ایسے ہی وسیع اخلاق ہوتے ہیں۔ وہ دنیا داروں کی طرح امور میں کیرید نہیں کرتے اور نہ اُس کے مکلف ہیں حضور قبلہ تو دنیا سے کنارہ کشی مراقب ذات صفات تھے۔ انہیں ان امور سے شغف تھا اور مہلت ہی کب تھی۔ صوفیائے کرام کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ حتیٰ کہ اپنے دشمن کو۔ ریاست کے باشندے بھی واقف ہیں۔ کمان کے معاملات اُن لوگوں کے ساتھ کیلئے جہنوں نے انہیں گالیاں دیں۔ اور برا کہا۔ خط و کتابت اور تقریر جلسہ اعظم میں کوئی بھی کفریہ دعویٰ والہام نہیں خط و کتابت میں تو اسلامی عقیدہ۔

۵ ہر نبوت ماہر و شہداء افتام سے مغالطہ دیا ہے۔ اُس کے بعد پھر ہر نبوت کے عموم کو باطل قرار دے کر خود نبی اور انبیاء سابقین سے افضل اور سید الانبیاء کے ہمسرہ بلکہ کچھ بڑھ کر بن گئے ہیں۔

یوں ہی اُس تقریر کے بعد اپنی کتب میں کوئی بھی کفریہ نہ چھوڑا۔ جو نہ لکھا ہو۔ خصوصاً ۱۹۰۱ء سے بعد۔

مخالف علماء کے وجوہ کفر انجام آتمم کے نوٹ اور غلام احمد اختر اور حکیم نور الدین صاحب مقالہ آمیز صفائی کے بعد یقیناً قابل اعتماد نہ سمجھے ہوں گے۔ حضور قبلہ نور اللہ قدوس سبحنا اس وقت حق بجانب ہے۔ اس وقت دیگر علماء کا بھی متفقہ فتویٰ نہ تھا اور نہ صرف اسی کتاب پر فتویٰ کفریہ ہے اصل معاملہ تو ۱۹۰۱ء کے بعد جب نبوت سے پردہ اٹھا اور کھل کے تمام اپنی گول مول دعاوی و الہامات کفریہ کاشحہ کی اور دین کی بنیادوں پر زبردست ضرب کاری لگائی اور بنیاد کرام حق کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اہل بیت و اولیاء اقطاب و ابدال کی توہین، اکیں اس وقت متفقہ عرب و عجم علماء و مشائخ غرض کہ تمام فرق اسلام نے کافر بنایا اور آج روئے زمین پر کوئی بھی فرقہ انہیں مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ اسلام کا سب سے زیادہ دشمن انہیں کو شمار کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے دیگر امور کا بھی اس میں جواب آچکا۔

(۹) انجام آتمم پہنچی ہو مگر اول سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کا ثبوت نہیں نہ گل کے سننے کا نیز اس میں تمام دعاوی بھی نہیں ۱۹۰۱ء کے جب کہ تمام دعاوی کفریہ بے نقاب ہوئے اس وقت جیسی کوئی کتاب نہ پہنچی اور نہ تھی۔ اور علماء اسلام کا متفقہ کفر دعویٰ نبوت کے پورے اظہار کے بعد اور کثرت کے قطعی الثبوت ہو جانے پر ہوا ہے۔

(۱۰) جب ہی تو مخالط ہوا اور کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا لہذا اس کے بعض الہامات حضور قبلہ قدس سرہ العزیز جیسے صاحب بصیرت کے فتوے کفر کے واسطے کافی ہوئے۔ اس میں پردہ ڈالنے کو کچھ غلط تاویلات مخالط آمیز بھی تھیں۔

(۱۱) مسیّد کہ جس طرح کافر کفر بتایا جو جب دعویٰ نبوت کے اگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت پہنچتا تو انہیں بھی اسی طرح کافر کفر بتاتے۔

ہفتاد فرقہ جنہیں مردود ناری بتایا ان میں مدعا علیہ کافر فرقہ احمدیہ بھی تھی ہے۔ اہل گواہت کا جواب جرح کا اقرار ہے۔ کہ ہندوستان میں فرقہ احمدیہ صرف مرزا صاحب ہی کافر فرقہ ہے نہ کوئی اور۔

(۱۲) چوتھے چمار کے عباد اللہ العالمین ہونے کا ثبوت بحمد اللہ ہمارے پاس قطعی اور تحریری موجود ہے۔ اور ہم پیش کر رہے تھے۔ عدالت نے حسب ضابطہ گذر جانے کی وجہ سے اجازت نہ دی تھی آج اگر بے ضابطہ اجازت ہو جائے تو ہم آج پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۳) یقیناً عباد اللہ العالمین اگر حضور قبلہ فرماتے تو سولے ان سادھی حضرات اور خصوصاً غلام احمد اختر احمدی کے کوئی ایک تو خلفاء و مریدین و متوسلین میں تو شاید ہوتا مگر ایک بھی نہیں بلکہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ تو اس کی وجہ سے ملا صاحب کو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی۔

نیز اگر حضور قبلہ انہیں مسیح و مہدی سمجھتے تو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب اور بالخصوص حضرت کے متوسلین اس سے ناوائف رہتے یا وہ حضرت کی مخالفت کرتے بلکہ سب کے سب اور سب سے پہلے خلفاء داخل سلسلہ ہوتے مگر محمد اللہ آج تک سوائے غلام احمد اختر کے جو پہلے سے احمدی تھا ایک بھی احمدی نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب سازشی کارروائی تھی حضور قبلہ کا دامن اقدس اس سے بالکل پاک ہے۔ فلہذا الحمد۔

(بعض اعتراضات کے جواب کا جواب الجواب)

(۱) صرف انجام آتمم یا اس کے ضمیمہ میں خطوط کا شائع ہونا اور اس کی تائید صرف اسی سازش کارروائی غلام احمد اختر پر منحصر ہونا ان خطوط کے مشکوک ہونے پر کافی تھا۔ پھر کسی خلیفہ کی تائید نہ حاصل ہونا بلکہ اپنی مجلسوں میں زبردست تردید حتیٰ کہ اسے ملا صاحب کی بریادی عاقبت کا سبب بتانا ایسے واضح امور تھے کہ جس کا جواب ہی ناممکن تھا۔

مختار مدعا علیہ سے کوئی معقول تاویل بھی نہ ہی سکی صرف یہ کہہ کر ٹالا کہ اس سے کیا اگر کسی دوسرے نے نہ شائع کیا اور کسی نے تردید توہ کی اولاً مرزا صاحب کی کتابیں کون مسلمان بلا ضرورت دیکھتے ہیں پھر اشارات میں ان خطوط سے کسے دل چسپی ہوگی نیز میں تو عرض کر چکا کہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ بھی بعد اطلاع اس سے اظہار بیزارگی فرماتے رہے۔ اور اُسے ملا صاحب کا افتراء اور سوا عاقبت کا سبب فرماتے رہے۔ آج بھی محمد اللہ چاچڑاں شریف کی گدی آباد ہے، اور اس کے زریب سجادہ سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

یہ کہنا کہ شائع کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ صوفیائے کرام کو اشاعت و اشتہارات و طباعت کی فرصت نہیں ہوتی وہ ہمہ وقت ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں پھر زبانی سے اشاعت اتنی ہو چکی تھی کہ اشتہارات کی ضرورت ہی نہ تھی ایسی کا تو اثر ہے کہ ایک بھی خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا غلام مرزا صاحب کے ذمہ میں نہ شامل ہوا بلکہ سب کے سب تمام مسلمانوں کی طرح انہیں مرتد و کافر سمجھے رہے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو یہ رسالہ و خطوط پہنچے آپ نے تردید نہ کی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اور موثق ثبوت سوا اس مشتبہ اشارات فریدی کے نہیں جس پر اعتماد ہو سکے۔ اگر تائید کرتے تو کوئی ایک تو شاید اور موید ہوتا۔

(۲) مرزا صاحب کے کشف کو جب غلطی پر محمول فرماتے ہیں تو یہ کہنا کہ انہوں نے تصدیق کی محض مخالفت ہے اور یہ کہنا کہ لوگوں کے بھلنے کو کہا کہ زیادہ سے زیادہ خطا کشف میں مان لو اس سے نامد مضحکہ خیز ہے اور کیا یہ پھر کشف کی غلطی کے مطالب کی تو بیخ مکتوب وغیرہ سے سب پر کار ہے مسیح موعود اور مہدی مانتے اور

پھر ان کے کشف جو منزلہ وحی کے تھا غلط اور خطا والا بتاتے ناممکن نہ تھا یہ سب بیکار تاویلیں ناقابل التفات ہیں۔

(۳) اس کا جواب کہ مرزا صاحب کے آدمیوں نے سازشی طور پر خلاف واقعہ صفائی پیش کر کے حضور قبلہ قدس سرہ العزیز کو مطمئن کر دیا کچھ نہ ہو سکا بلکہ غلط پروپیگنڈے کے طور پر تاویلیں کیں کہ اس سے تو یہ قول بہر حال تسلیم ہی کر لیا۔ حالانکہ یہ جواب بر تقدیر تسلیم و بطور فرض محال تھا ورنہ اس کا ثبوت ہی نہیں جیسا مختصر اوپر اور مفصل اصل بحث میں عرض کر چکا۔

یہ کہنا اس سے زائد ناقابل التفات ہے کہ اس میں حضور قبلہ رحمہ اللہ عیسیٰ پر حملہ ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی چاہتا تھا لکھتا تھا اور صادق و کاذب میں فرق نہ کرتے تھے یہ محض مہمل جواب ہے بلکہ مختار مدعیہ کے قول کا ما حاصل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے روبرو مرزا صاحب کے متعلقین ان کے خلیفہ اول یا ان کے معتقدین کی شہادتیں ان کی صفائی میں تھیں اور اس وقت اس کے خلاف کوئی مدلل آپ کے روبرو شہادت نہ گذری۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے بناء تکفیر انجام آتمم کی عبارت کو قرار دیا تھا وہاں تو صیغی مرزا صاحب کا نوٹ موجود ہے اور یسوع کی توہین کی تاویل کی ہے پس وہ تنہا بلا کسی دوسری خارجی شہادت کے تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں کافی و قابل اطمینان نہ تھا پس فتویٰ کفر سے احتراز کیا مگر انہیں بھی عباد اللہ الصالحین میں سے فرما دیا جو مرزا صاحب کے مکلف تھے اس سے خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا صوفیانہ مسلک بھی واضح ہو گیا ورنہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کو کافر بتانے والے کو عباد اللہ الصالحین کہنے کے کیا معنی عجیب بات مسیح موعود بھی عباد اللہ الصالحین سے اور ان کو کافر ماننے والے بھی عباد اللہ الصالحین میں۔ یقیناً خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ الرحمۃ کا دامن قدس اس سے پاک ہے کبھی بھی وہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتے تھے۔

(۴) اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکتا کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسلمان ہی مانا مگر قبل دعویٰ نبوت و اظہار نبوت کے یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے جب کہ ان کو بھی یہی لکھا تھا کہ۔
مع ہر نبوت را برداشت اختتام۔ ورنہ ان پر بھی وہ ہی فتویٰ ہوتا جو مسیلم مدعی نبوت پر بوجہ دعویٰ نبوت کے ارشاد فرمایا کہ۔

”کافر اکفر است“ ملاحظہ ہو ارشادات فریدی ص ۱۹۱ لہذا مرزا صاحب اور تمام مدعیان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب کا فتویٰ ان میں کافر اکفر ہونا موجود ہے۔
فاعتبروا یا اذنی الالبصار

اب یہ توجیہ کہ اس قسم کا دعویٰ اور اُس قسم کا یا الہامات میں ہوا الذی اُدسئل رسولہ الخ بھی تھا نیز لا غلبین انادرسلی الخ یا اور اسی قسم کے یہ سب بوجہ نبوت نہ ہونے کے مستور تھے اور دوسرے معانی پر محمول یا عظام و غلطی پر جیسا کہ اسی اشارات میں کشوف و البام میں غاطی قرار دیا ہے یہ سب تاویلات ہی فضول ہیں جب نبوت پر پردہ پڑا تھا اور بالکل مسلمانوں کی طرح ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے اور ہر قسم کے امتی و غیر امتی نئے یا پرانے نبی کا آنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے منافی اور کفر بتاتے تھے جیسا کہ ختم نبوت کی بحث میں مفصل گزرا۔

(۵) مولوی رکن الدین صاحب سے غلام احمد اختر احمدی کا تعلق اور انہی کا مسودہ خطوط لکھنا تو مسلم ہے اب یہ تاویل احتمالات کسی طور پر نافع نہیں۔ ثبوت بہر حال مشتبہ ہو گیا۔

(۶) اس کا بھی کوئی جواب نہ ہو سکا بلکہ تسلیم کر لیا کہ سوائے غلام احمد صاحب اختر کے اور کسی مرید۔ جسے کہ خود ملا رکن الدین بھی مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ یہ کہہ دیا۔ کہ یہود نے کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اپنے انبیاء کی خبر کے مانا۔ گویا یہ سب حضرات جو حضرت قبلہ رحمہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ جنہوں نے مرزا صاحب کی بیعت نہ کی یا تصدیق نہ کی عیاذاً باللہ یہود کی طرح ہوئے۔

(۷) خواجہ محمد بخش صاحب کا برادر دینی کہنا یقیناً ان کی تمام تحریرات اور ہر قول و فعل کی تائید و توثیق نہیں کرتا۔ بخلاف علامہ احمد اختر کو خود کہنا۔ ملا رکن الدین صاحب کا تعلق ضرور ثابت کرتا ہے۔ تعلق ہونا اور چیز ہے غلام احمد اختر کو خود کہنا و توثیق اور نشے۔

(۸) خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہ میں نے اسے از اول تا آخر کہا حقہ مطالعہ کیا ہے نہ عمراً تقریظیات میں یہ ہوتا ہے معمول نظر ڈال کر مولف کے اعتماد پر تصدیق و تقریظ لکھ دی جاتی ہے۔ باقی مریدوں کا طبع کے واسطے اصرار تو حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کی وجہ سے تھا نہ مرزا صاحب تصدیق کی سازش کا ردوائی کے لیے۔

اس سے توثیق کیا ہوئی مرزا صاحب کا قول اشارات حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف ہے اور گواہان ہدایا علیہ کے قول وہ ملا رکن الدین صاحب کی ہے اس تناقض پر کوئی معقول توجیہ نہ پیش کر سکے صرف تاویلات ناقابل التفات کہیں

پھر گواہ کا کبھی یہ کہنا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سنی اور پھر سوالات مکرر میں اُس کی اصلاح کہ نہیں خود خواجہ صاحب نے سنی دونوں غلط ہیں کیونکہ گواہ نے بحواب جرح ۹ مارچ ۱۹۳۳ء تسلیم کیا ہے کہ اشاعت مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے۔ اور طباعت و اشاعت بھی۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ملا رکن الدین صاحب یا غلام اختر صاحب احمدی کے اقوال تو قابل قبول بلاتامل و تشک و شبہ ہیں۔ مگر خود حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف اشارت فریدی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً سب سے آخری نبی ہونا لکھا ہے اور تمام عقاید مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف اہل سنت والجماعت کے موافق لکھے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۲۹ و ۳۰ پر فرقہ احمدیہ کو مردود و دناری فرقہ بتایا ہے۔ اس میں بے کار اور بے ربط تاویلات و شبہات نکلے جلتے ہیں اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ جو اپنے مطلب کے موافق ہو وہ تو قبول و رد نہ ہو۔ اور ناقابل قبول۔ جس سے مرزا صاحب کی تصدیق ہو وہ صحیح خواجہ سازشی اور فریضی ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہایت مستند و معتبر بھی اگر مرزا صاحب کی تصدیق نہ ہو۔ تو غلط بلکہ احادیث صحیح تک ردی کی طرح پھینکنے کے لائق۔

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کے فرقہ کا نام فوائد فریدیہ کی تصنیف تک فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ محض مغالطہ ہے۔ اولاً اس کی تائید تریاق القلوب کے سنہ طباعت سے بھی کافی نہیں۔ کیونکہ زائد سے زائد بفرمان تسلیم اس سے یہ ثابت ہو گا کہ گورنمنٹ میں اس نام کو مردم شماری کے لیے رجسٹرڈ کرانے کی درخواست بعد کو کی ہے مگر یہ نہیں کہ یہ نام ایجاد ہی اس سنہ سے ہوا بلکہ پہلے اور ہمیشہ سے ہندوستان میں نام صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے باقرار گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ مخصوص ہے۔

نیز برائین احمدیہ جو سب سے پہلی کتاب ہے اس کی نسبت بھی اس کا قرینہ موند ہے کہ جماعت کا نام بھی ابتداء سے ہی احمدیہ تھا۔ بہر حال گواہ کے اقرار کے بعد اب یہ تمام احتمالات بے معنی ہیں۔ اور یقیناً حضرت قبلہ مدظلہ تعالیٰ نے اس فرقہ یعنی فرقہ احمدیہ کو فرقہ مردود و دناریہ قرار دیا ہے اور باقرار گواہ ہندوستان میں کوئی اس نام کا فرقہ ہی نہ تھا۔ مولانا رشید احمد صاحب کے متبعین رشیدیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ جیسا القول الصحیح سے بحث میں پیش کر چکا۔

بہر حال یہ تمام تاویلیں محض بے سود ہیں۔

خلاصہ جواب الجواب متعلقہ شہادت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاً یہ شہادت شہادتی اصول پر تحقق اور ثابت نہیں بلکہ اغلب یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحب کی نہیں یقیناً غلام احمد اختر احمدی کی سازش ہے۔ جیسا کہ مفصل اسل بحث میں پیش کر چکا ہوں نیز مرزا صاحب کا ان کو مکفرین کی نمرست میں شمار کرنا اس امر کو کافی ہے۔ کہ خواجہ صاحب انہیں کافر سمجھتے تھے۔ دوسرے اس پر کسی خیفہ یا مرید نے اعتقاد نہ کیا نہ مرزا صاحب سے وابستہ ہوئی نہ تصدیق کی نہ بیعت۔

تیسرے یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب ہی اولہ الی آخرہ حضرت خواجہ صاحب

رحمہ اللہ علیہ نے دیکھی یا سنی ہو۔ چوتھے ان کے دصال کے بعد مرتب ہوئی۔
 ملا رکن الدین جامع اثبات کی توثیق کے مطلق خواجہ صاحب سے کچھ منقول نہیں۔ پانچویں ان کے کلام کو
 طاقت بٹھری سے خارج بتایا ہے جو خواجہ صاحب سے متعلق نہیں نام مرزا صاحب کے دعویٰ و معتقدات
 خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اپنی کتاب فوائد فریدی کے سراسر مخالف ہیں بلکہ ان کے مخالف عقائدوں سے آخر
 تک موجود ہیں بنوہ ماجال، یا جوج و ماجوج، نزول عیسیٰ وغیرہ میں مرزا صاحب کے خلاف اہل سنت کے موافق ہیں جیسا
 کہ جوج میں تولدے پیش کر چکا۔

پھر خود فوائد فریدی میں ائمہ یوں کو فرقہ مردودہ اور ناریہ میں شمار کیا جیسا کہ گواہوں کے مسلمات سے اصل
 بحث میں پیش کر چکا۔

ان دلائل و براہین کی روشنی میں ان مخلوط کی نسبت حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی طرف کرنا بہتان
 منظم ہے۔

اور اگر ہنرمیں محال تسلیم ہی کہیں تو یہ اس وقت تک تھا جب تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور نہیں یہ سمجھنا
 ہے کہ ہر نبوت را برداشتہ انتقام مردہ بعد دعویٰ نبوت۔ ہی مسیلمہ مدعی نبوت پر کافروں اکثر کافر ہونے کا موجب ہے
 کہ مرزا صاحب بھی مسیلمہ کی طرح کافر ہیں۔ لہذا ایک طرف تو مدعیانہ اس کی جماعت کے قتل و سلب مرزا صاحب کو سزا
 اور ان کے فرقہ کو اسلامی فرقہ ثابت کر رہے ہیں اور دوسری طرف ایک خدا رسیدہ بزرگ اور نام پنجاب و ہندوستان
 کا مسلم تاجدار جہاد پیہ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نور اللہ مرتدہ ہیں
 جس کا احترام تمام ریاست کے واسی و رعایا پر ضروری ہے۔ وہ اپنی کتاب فوائد فریدی میں فرقہ احمدیہ
 کو مردود و ناریہ اور مدعی نبوت مسیلمہ جیسے کو گمراہ کافر فرمایا ہے۔ پس اس جماعت کے کفر و ارتداد میں اب کوئی
 شبہ رہ جاتا ہے۔

آخری گزارش

تنگ وقت اور تحدید کی وجہ سے اب کوئی جنرل جواب الجواب تمام جوابی بحث پر پیش نہیں کر سکتا اور نہ جدید حوالوں
 اور حیانتوں میں تیز کلامی کی ہنرمست پیش کرنا ممکن ہے علالت کو خود ہی ملاحظہ مسل کے اتنا معلوم ہو جائے گا۔
 دوران جواب میں اشارت کرتا رہا ہوں۔

استدعا

تنقیح اول کا حصہ اول مدعا علیہ کا احمدی ہونا یا قادیانیت و مرزائیت اختیار کرنا تو اقراری ہے جسے دوم یعنی اس سے ارتداد و کفر کا لازم آنا تمام تاویلات مختارہ مدعا علیہ کا مدلل جواب دے کر اور مغالطوں کا انکشاف کر کے تقریباً دوسو سے زائد قطعی دلائل آیات قرآنیہ قطعی الدلالت قطعی المعنی والمراد اور احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ واجماع صحابہ و ائمہ و تمام امت و اقوال سلف و خلف و علماء و صوفیہ و اکابر سے مدلل ثابت کر دیا کہ نہ صرف وجوہات پنجگانہ بکہ اور بھی وجوہات کثیرہ سے مدعا علیہ اور اس کے مقتدا و جماعت کا فر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب صرف تنقیح دوم باقی رہی کہ کیا اس غیے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ اس کے واسطے ہر دو گواہوں کا اقرار پیش کر چکا ہوں کہ

”اگر مرتد ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عظیم مارچ ۱۳۳۳ء)

”تعالیٰ تمام مسلمانوں کا یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عظیم ۲۱ مارچ ۱۳۳۳ء)

پس مقدمہ ہذا میں

نکاح مدعیہ کا فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔

والاخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ وصلى الله على حبيبہ
اولاد وآخذاً دائماً دائماً متوالياً وعلى آله وصحبه واولیاء ائمتہ اجمعین

(الوالوفاء لغمانی عفاء اللذعنہ، شاہجہا نیوری)

۱۰ مئی پنجشنبہ ۱۹۳۷ء

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) 21/7 جیل روڈ - لاہور